احکام القرآن

شیخ احمد دیدات

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری

(ایم اے، ایم فل)

احکام القرآن

تفسیر، اصول تفسیر، تفسیر و اصول تفسیر کے ادوار، تفسیر کی اقسام، عقائد، معاملات، عبادات، ناسخ منسوخ، محکمات متشابہات، مقطعات، تشبیہ، اسرائیلیات، طبقات مفسرین، انکار معاد، منافقین، تحریف، اقانیم ثلثہ، غریب القرآن، حفاظت قرآن، اعجاز قرآن، اسباب نزول، حذف، ابدال، کنایہ، تعریض، توجیہہ، رد نصاریٰ، رد یہود، محکم و متشابہہ، اہل اسلام اور دیگر ادیان کے عقائد میں فرق، عقیدہ تثلیث و عقیدہ الوہیت کی حقیقت، توحید و رسالت، در شرک اور ایمانیات جیسے بے شمار عنوانات پر مشتمل مشہور سکالر شیخ احمد دیدات کی کتاب "احکام القرآن" کا اردو ترجمہ

مصنف

شیخ احمد دیدات

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب — احکام القرآن
مصنف — شیخ احمد دیدات
ترجمہ — مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)
پروف ریڈنگ — قاری محمد شبیر (سمبڑیال)
کمپوزنگ — گل گرافکس
اشاعت — 2012ء
ٹائٹل — عاطف بٹ
پرنٹرز — آر۔آر پرنٹرز، بندروڈ لاہور
قیمت — روپے
ISBN No.978-969-598-045-3

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو کتاب کی طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کر سکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر کتاب پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمایئے۔ ادارہ

Marfat.com

انتساب

پہلے مفسر قرآن

قرآن کے عملی نمونہ

ایمان کی جان

خاتم النبیین

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے نام

Marfat.com

فہرست

☆ تاریخ وعلوم قرآن ---------- 11
☆ لفظ قرآن اور اسماء القرآن ---------- 11
☆ نزولِ قرآن ---------- 15
☆ تدوین وحفاظت قرآن مجید ---------- 21
☆ عہد رسالت ---------- 21
☆ عہد صدیقی ---------- 31
☆ دور عثمانی ---------- 33
☆ معنوی حفاظت ---------- 36
☆ اعجاز قرآن ---------- 38
☆ قرآن مجید اور دیگر کتب ---------- 50
☆ قرآنی علوم خمسہ ---------- 54
☆ علم احکام ---------- 54
☆ علم مخاصمہ ---------- 55
☆ تذکیر بالاء اللہ ---------- 57
☆ تذکیر بایام اللہ ---------- 59
☆ تذکیر بالموت ومابعدہ ---------- 60
☆ ناسخ ومنسوخ ---------- 61
☆ محکمات ومتشابہات ---------- 65
☆ مقطعات ---------- 67
☆ تشبیہ ---------- 68
☆ حذف ---------- 69
☆ ابدال ---------- 70

Marfat.com

☆ کنایہ ---------- 72
☆ تعریض ---------- 72
☆ توجیہہ ---------- 73
☆ تحریف ---------- 74
☆ قرآن مجید میں تکرار مضامین کی حکمت ---------- 75
☆ غریب القرآن ---------- 77
☆ علم اسباب نزول ---------- 80
☆ تاریخ تفسیر، علوم تفسیر اور اصول تفسیر ---------- 82
☆ ضرورت واہمیت تفسیر قرآن ---------- 82
☆ تفسیر اور تاویل اور ان میں باہم فرق ---------- 85
☆ تفسیر ---------- 85
☆ تاویل ---------- 86
☆ تفسیر اور تاویل میں فرق ---------- 88
☆ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے ---------- 89
☆ تفسیر بالماثور ---------- 89
☆ تفسیر بالرائے ---------- 91
☆ تفسیر قرآن اور مفسر کے فرائض وعلوم ---------- 93
☆ اسرائیلیات اور تفسیر قرآن ---------- 98
☆ اقسام کتب تفسیر ---------- 101
☆ کتب تفسیر اور مفسرین کا تعارف ---------- 104
☆ طبقات مفسرین ---------- 104
☆ پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے مفسرین اور ان کی کتب ---------- 110
☆ تفسیر ابن کثیر ---------- 122
☆ تفسیر بیضاوی ---------- 123
☆ تفسیر روح المعانی ---------- 125
☆ تفسیر المنار ---------- 128
☆ تفسیر فی ظلال القرآن ---------- 129

Marfat.com

☆ تفسیر مجمع البیان ---------- 132
☆ تفسیر احکام القرآن ---------- 134
☆ قرآنی احکام ---------- 136
☆ توحید ---------- 136
☆ تخلیق انسان اور توحید ---------- 139
☆ حیوانات اور دلائل توحید ---------- 141
☆ نباتات اور دلائل توحید ---------- 142
☆ جمادات اور دلائل توحید ---------- 143
☆ تکوینی امور سے استدلال توحید ---------- 144
☆ تاریخ انسانی سے توحید پر استدلال ---------- 144
☆ توحید پر متفرق دلائل ---------- 145
☆ اثبات توحید انفس اور آفاق کے حوالے سے ---------- 147
☆ حیوانات اور اثبات توحید ---------- 147
☆ علماء امت اور توحید ---------- 156
☆ غیر مسلم سائنسدانوں کی گواہی ---------- 156
☆ بنیادی نقطہ ---------- 157
☆ توحید کے تقاضے ---------- 157
☆ انسانی زندگی پر توحید کے اثرات ---------- 159
☆ صفات الٰہیہ ---------- 160
☆ تسبیح کی نوعیت ---------- 160
☆ حکم واقتدار ---------- 161
☆ قدرت واختیار ---------- 163
☆ اول وآخر ظاہر وباطن ---------- 166
☆ خالق ---------- 169
☆ شرک اور اس کی حقیقت ---------- 174
☆ شرک ---------- 174
☆ شرک کا رد ---------- 177

Marfat.com

☆ مشرکین کے اعتراض کے جوابات اوران کے نظریات کی تردید ---------- 182
☆ مشرکین کے بارے میں احکام ووعید ---------- 188
☆ رسالت ---------- 191
☆ رسل اور قرآن مجید ---------- 191
☆ رسالت پر کیے گئے اعتراضات اوران کے جوابات ---------- 193
☆ کفارِ مکہ کا رسالت سے انکاراوراعتراضات ---------- 194
☆ فرائضِ امت ---------- 199
☆ منصبِ ختم المرسلین ---------- 201
☆ فرائضِ نبوت ---------- 205
☆ عقیدۂ آخرت......مشرکین وکفاراوراہلِ اسلام ---------- 213
☆ آخرت پر ایمان لانے کی اہمیت ---------- 219
☆ آخرت پر ایمان لانے کے مقاصد ---------- 220
☆ حیاتِ اخروی اور مشرکین مکہ کا نقطہ نگاہ ---------- 220
☆ انکارِ معاد کا رداوراخروی زندگی کا ثبوت ---------- 221
☆ آخرت کے منکرین کے نظریات کی مذمت ---------- 222
☆ قیامت کے واقعہ ہونے کے عقلی دلائل ---------- 223
☆ دوبارہ زندہ کرنے پر دلائل ---------- 225
☆ نفاق اوراس کی حقیقت ---------- 227
☆ مشرکین کی ہٹ دھرمی کی مذمت ازروئے قرآن ---------- 230
☆ ردِّ نصاریٰ ---------- 242
☆ ردالوہیت مسیح ---------- 242
☆ ردِّ تثلیث ---------- 242
☆ ردِّ ابنیت ---------- 250
☆ ردِّ کفارہ ---------- 250
☆ ردِّ یہود ---------- 252
☆ قرآن مجید قیامت تک کے لیے چشمہ ہدایت ---------- 255
☆ قرآن مجید کامل ترین کتاب ہے ---------- 256

Marfat.com

☆ حقانیتِ قرآن ---------- 261
☆ اثرِ قرآن ---------- 268
☆ تلاوتِ قرآن مجید اور تعوذ ---------- 274
☆ قرآن اور اسلام پر مشرکین کے اعتراضات اور ان کے قرآنی جوابات ---------- 277
☆ سنت و حدیث کی حجیت و اہمیت ---------- 283
☆ اہمیت حدیث و سنت ---------- 283
☆ حجیت حدیث اور قرآن مجید ---------- 285
☆ حجیت حدیث احادیث کی روشنی میں ---------- 288
☆ حدیث کی حجت صحابہ کرام اور علماء کی نگاہ میں ---------- 290
☆ حجیت حدیث اور عقل ---------- 292
☆ فلسفۂ حلال و حرام ---------- 296
☆ فلسفۂ حلت و حرمت ---------- 296
☆ جانوروں میں حلال و حرام ---------- 298
☆ حرمتِ شراب ---------- 299
☆ میسر کی ممانعت و نقصانات ---------- 302
☆ حرام جانور، چیزیں اور حرمت کی وجوہ ---------- 305
☆ میتہ کے احکامات ---------- 307
☆ موقوذہ کے احکامات ---------- 310
☆ دم کے احکامات ---------- 310
☆ لحم الخنزیر کے احکامات ---------- 311
☆ غزوۂ احزاب ---------- 313
☆ غزوۂ احزاب اور مسلمان کی مشکلات ---------- 319
☆ غزوۂ بنو قریظہ ---------- 328
☆ متبنیٰ بنانے کی ممانعت ---------- 330
☆ اسلام اور پردہ ---------- 333
☆ اسلام اور عورت کا دائرہ کار ---------- 377
☆ عورت اور یورپ ---------- 380

Marfat.com

☆ عورت اور اسلام ---------- 380
☆ عورت میدانِ عمل میں ---------- 383
☆ سورۃ الاحزاب فضیلت واہمیت ---------- 386
☆ سورۃ النحل فضیلت واہمیت ---------- 392
☆ فضیلت ومضامین سورۃ الحدید اور لوہے کے فوائد ---------- 396
☆ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت واہمیت ---------- 403
☆ رہبانیت اور اسلام ---------- 411
☆ حضرت نوح وابراہیم اور دین حنیف ---------- 417
☆ دنیا کی حقیقت ---------- 426
☆ دنیا دار الامتحان ---------- 434
☆ عدل ---------- 439
☆ احسان ---------- 448
☆ اہلِ کتاب کے طعام اور ذبیحہ کے مسائل ---------- 455
☆ عقیدۂ تقدیر ---------- 460
☆ تبلیغ کے تین بنیادی اصول ---------- 470
☆ قسم ---------- 475
☆ چوری اور اس کی سزا ---------- 480
☆ محاربہ اور اس کی سزا ---------- 484
☆ قتل ---------- 487
☆ زبان کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 491
☆ حفاظت زبان کے فوائد وثمرات ---------- 496
☆ زبان کی آفتیں ---------- 497

......☆☆☆......

Marfat.com

باب نمبر 1:

تاریخ وعلوم قرآن

لفظ قرآن اور اسماء القرآن

قرء کا معنی:

لفظ قرآن قرءٌ سے مشتق ہے یا قراءۃ سے یا قرن سے۔ قرءٌ کے معنی جمع کے ہوتے ہیں۔ اب قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سارے اولین اور آخرین کے علوم کا مجموعہ ہے۔

خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ونزلنا عليك الكتب تبيانالكل شيء))(سورة النحل 89:16)

''ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام چیزوں کو واضح بیان کرنے والی ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

((فيها كتب قيمة))(سورة البينة 3:98)

''قرآن مجید میں تمام کتب کے علوم سموئے ہوئے ہیں۔''

نیز تمام بکھری ہوئی دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے والا ہے۔ اس میں اتحاد نسل انسانی کا عظیم الشان پیغام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

((كان الناس امة واحدة))(سورة نمبر 213:12)

''سب لوگ ایک ہی قوم ہیں۔''

ارشاد فرمایا:

((وما كان الناس الاامة واحدة))(سورة نمبر 19:10)

''اور سب لوگ ایک ہی امت ہیں۔''

اس تعلیم اور پیغام کی رو سے بھی اس کو قرآن کہا گیا ہے۔

قراۃ کا معنی:

اگر لفظ قرآن قراۃ سے مشتق ہو تو اس کے معنی ہیں: پڑھی ہوئی چیز۔ اس کتاب کو قرآن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تو پڑھ کر سنا جاتے تھے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ کتاب دنیا میں بہت پڑھی جائے

Marfat.com

گی، اس معنی کے لحاظ سے یہ ایک عظیم الشان پیشن گوئی ہے جو قرآن کی صداقت اور حقانیت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے۔ مسلمان دن میں پانچ وقت تو نماز میں قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ تلاوت کرتے ہیں۔ دنیا میں کسی مسلمان کا گھر ایسا نہیں جہاں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ یہ ایسا امر واقع ہے جس کا اقرار مخالفین کو بھی ہے کہ قرآن سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا)

قرن کا معنی:

اگر قرآن قرن سے مشتق ہو تو قرآن کے معنی ہیں: ملنا اور ساتھ رہنا۔ اس مفہوم کی رو سے اس کتاب کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حق اور ہدایت اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ نیز اس کی سورتیں اور آیات بھی اس طرح آپس میں جوڑی ہوئی ہیں کہ ان میں کہیں بھی تعارض اور تخالف نہیں۔ نیز قرآن مجید کے مضامین خواہ وہ عقائد سے تعلق رکھتے ہوں یا عبادات سے یا اخلاق فاضلہ سے یا سیاسیات سے یا معاملات سے وہ سب آپس میں ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا ہی نہیں جا سکتا، وہ سب ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔

اسماء القرآن:

قرآن مجید کے کئی نام ہیں جو خود اس وحی مقدس میں پائے جاتے ہیں۔ چند اسماء القرآن درج ذیل ہیں:

1: الکتاب۔ (سورۃ نمبر 2:2)
"ایسی تحریر جو کامل ہو۔"

2: الفرقان۔
"حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی۔"

3: الذکر۔
"یاد دلانے والی یا شرف اور بزرگی کا ذریعہ۔"

4: التنزیل۔ (سورۃ نمبر 192:26)
"اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی وحی۔"

5: احسن الحدیث۔ (سورۃ نمبر 23:39)
"بہترین کلام۔"

6: الموعظۃ۔ (سورۃ نمبر 57:10)
"وعظ و نصیحت۔"

7: الھدیٰ۔ (سورۃ نمبر 3:72)

Marfat.com

"راہ دکھا کر منزل مقصود تک پہنچانے والی کتاب۔"

8: الرحمۃ۔(سورۃ نمبر 82:17)

"رحمت والی کتاب۔"

9: الخیر۔(سورۃ نمبر 103:2)

"بھلائی۔"

10: الروح۔(سورۃ نمبر 52:42)

"زندگی۔"

11: البیان۔(سورۃ نمبر 127:3)

"کھول کر بیان کرنے والی۔"

12: النعمۃ۔(سورۃ نمبر 11:93)

"نعمت۔"

13: البرھان۔(سورۃ نمبر 175:4)

"کھلی دلیل۔"

14: القیم۔(سورۃ نمبر 2:18)

"قائم کرنے والی۔"

15: المھیمن۔(سورۃ نمبر 48:5)

"حفاظت کرنے والی۔"

16: النور۔(سورۃ نمبر 157:7)

"روشنی۔"

17: الحق۔(سورۃ نمبر 81:17)

"سچ۔"

18: الکریم۔(سورۃ نمبر 77:56)

"معزز۔"

19: مجید۔(سورۃ نمبر 21:85)

"بڑائی والی۔"

20: حکیم۔

"حکمت والی۔"

Marfat.com

21: مبارک۔(سورۃ نمبر:50:21)
''برکت دی گئی۔جس کی بھلائی کبھی منقطع نہ ہو۔''

22: مبین۔(سورۃ نمبر:1:12)
''کھولنے والی۔''

23: اعلیٰ۔(سورۃ نمبر:4:43)
''بلند مرتبے والی۔''

24: فصل۔(سورۃ نمبر:13:86)
''فیصلہ کرنے والی۔''

25: عظیم۔(سورۃ نمبر:87:15)
''بڑی عظمت والی۔''

26: مکرم۔
''عزت والی۔''

27: مرفوع۔
''بلند۔''

28: مطہر۔
''پاک۔''(سورۃ نمبر:13:80'14)

29: متشابہ۔(سورۃ نمبر:23:39)
''ملتی جلتی باتوں والی۔''

اس کتاب مقدس کے ناموں میں ہی تمام خصائص بیان کر دیئے گئے ہیں، ہر نام اپنے اندر ایک مستقل مضمون رکھتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

نزولِ قرآن

قرآن کا نام قرآن میں:

وہ چشمہ ہدایت جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کا نام قرآن ہے۔ قرآن کا نام خود اس وحی میں تکرار سے آیا ہے۔ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 185 میں ہے:

((شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینت من الهدی و الفرقان))

(سورۃ بقرہ:2:185)

"رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا ہے، لوگوں کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے اور ہدایت کی کھلی دلیلیں اور حق اور باطل کو الگ الگ کردینے والے دلائل ہیں۔"

غار حراء میں رسول اللہ کی ریاضت و عبادت:

دعویٰ نبوت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ریاضت اور عبادت کرنے کے لئے غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ مکہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جس کو حرا کہتے ہیں۔ اس میں ایک غار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کئی کئی دن تک رہتے۔ کھانا گھر سے لے جایا کرتے، جب توشہ ختم ہو جاتا تو پھر واپس گھر آتے اور توشہ ساتھ لے جاتے۔

جبرائیل امین کا وحی لے کر آنا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کی چالیسویں بہار میں قدم رکھا رمضان کا مہینہ تھا۔ اسی غار میں یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ فرشتہ وحی لے کر آیا جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

((شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن))(سورۃ نمبر 2:185)

اس فرشتہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا:

((اقراء))

"پڑھیے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ماانابقاری"

Marfat.com

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

فرشتہ نے زور سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا:

((اقرا ء))

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔

اس فرشتے نے تیسری بار دبایا اور چھوڑا۔ تیسری مرتبہ کے بعد یہ آیات فرشتے نے پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنے کی فرمائش کی:

((اقر أباسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاكرم الذى علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم))(سورة العلق51:96)

''اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد گھر تشریف لائے۔ وحی کے جلال اور رعب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے اور گردن کا گوشت پھڑک رہا تھا۔ بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف اس وجہ سے تھا کہ آپ کو شک تھا کہ نعوذ باللہ یہ جنون یا شیطان ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کیلئے انسان کو عالم مادی سے عالم روحانی میں منتقل ہونا پڑتا ہے، چونکہ یہ انتقال حالت بیداری میں ہوتا ہے اس وجہ سے انسان پر ایک حالت موت کی سی طاری ہو جاتی ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا تجربہ تھا۔ بعد میں یہ حالت تھی کہ جب وحی آتی تو سخت سردی کے موسم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ جاتا تھا۔

سیدہ خدیجہ کی تصدیق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

''مجھ پر کوئی کپڑا اوڑھا دو۔''

جب ذرا سکون ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ماجرا حضرت خدیجہ سے بیان فرمایا اور کہا:

((خشيت على نفسى))

''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔''

حضرت خدیجہ نے کہا:

((كلا والله لا يخزيك الله ابداً انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق))

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسواء اور غمگین نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں' کمزوروں کے بوجھ کو اٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔''

ورقہ بن نوفل کی تصدیق:

یہ کہہ کر حضرت خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ حضرت خدیجہ کے چچیرے بھائی تھے۔ جاہلیت میں عیسائیت کو قبول کر لیا تھا، چونکہ عبرانی زبان جانتے تھے اس لیے انجیل کا ترجمہ کیا کرتے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ کے سامنے ماجرا کہہ سنایا۔ ورقہ نے کہا:

''یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں جوان ہوتا کہ جب آپ کی قوم آپ کو گھر سے باہر نکالنا چاہتی تو آپ کی مدد کرتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیا یہ بھی ہوگا۔؟''

ورقہ نے کہا:

''ہاں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے پاس کسی شک کی بناء پر نہیں بلکہ پیغام حق پہنچانے کیلئے گئے تھے۔ بعض لوگوں نے اس واقعہ سے غلط نتیجہ نکالا ہے۔

زمانہ فترۃ الوحی:

اس وحی کے نازل ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک وحی رک گئی۔ وہ زمانہ ''فترت الوحی'' کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔
اس زمانہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین سال کا عرصہ ہے۔ (تاریخ احمد بن حنبل)
حضرت ابن عباس کی روایت میں ''ایاما'' کا لفظ آیا ہے۔ یعنی وحی چند دن رکی رہی۔ تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں ہے۔

دوسری وحی کا نزول:

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ وہی فرشتہ دیکھا جو غار حرا میں دکھائی دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رعب طاری ہوا۔ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ سے فرمایا:

''مجھے کپڑا اوڑھا دو۔''

تب یہ آیات نازل ہوئیں:

Marfat.com

((یاایھاالمدثر قم فانذرو ربك فکبرو ثیابك فطھرو الرجز فاھجر))(سورۃ المدثر 74:1-5)

"اے چادر اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ اور ناپاکی سے دور رہ۔"

وحی رکنے کی مصلحت:

وحی رک جانے میں کئی مصلحتیں تھیں۔ وحی کی شدت ایسی تھی کہ دوبارہ فوراً وحی آنے سے جسمانی قوت اس شدت اور جلال کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔

دوسری مصلحت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ ومخاطبہ میں ایک ایسا سرور اور لذت ہوتی ہے جس پر دنیا کی تمام چیزوں کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ اس لذت اور سرور کا اشتیاق بڑھانے کیلئے عارضی طور پر وحی روک دی گئی۔

تیسری مصلحت یہ تھی کہ مخاطبین وحی یہ سمجھ لیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے یہ باتیں نہیں گھڑتے، بلکہ ایک ایسی ہستی سے یہ تعلیم پا کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو قادر مطلق، حی اور قیوم ہستی ہے۔ جب اس کی طرف سے وحی آتی ہے تب لوگوں کو سناتے ہیں۔

نزول وحی کا کل عرصہ:

اس کے بعد سلسلہ وحی برابر جاری ہوگیا۔ یہ سلسلہ تقریباً کم وبیش تیئس سال تک جاری رہا۔ کبھی ایک آیت نازل ہوجاتی، کبھی آیات کا مجموعہ، کبھی دس آیات، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ صرف چند الفاظ کا اضافہ ہوجاتا ہے:

((لایستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم))(سورۃ نمبر 4:95)

"دونوں برابر نہیں مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے لوگ جن کو کوئی دکھ اور تکلیف نہیں اور وہ جو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں۔"

نزول قرآن ضرورت وحالات کے مطابق:

قرآن مجید کا نزول ضرورت اور حالات کے مطابق ہوتا تھا۔ کبھی کچھ لوگ خود مسائل چھیڑ دیتے تھے۔ پھر قرآن نازل ہوتا ہے۔ کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات پوچھے جاتے تو آپ وحی کے ذریعے جوابات فرمادیتے۔ جیسے روح کی حقیقت دریافت کرنے کیلئے سوال کیا:

((یسئلونك عن الروح))(سورۃ بنی اسرائیل 17:85)

"آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔"

وحی کے ذریعے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

((قل الروح من امر ربی))(سورۃ نمبر 17:85)

Marfat.com

''کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔''

معاشرہ میں ابھرنے والے سوالات کے جوابات کے لیے نزول قرآن:

کبھی معاشرہ میں ایسے مسائل اُبھر آتے جن کا جواب دینا ضروری ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں مرثد غنوی کا واقعہ مشہور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض کے لئے مکہ بھیجا کہ کمزور مسلمانوں کو وہاں سے نکال لائیں۔ جب مکہ پہنچے تو وہاں ایک خوبصورت عورت سے آمنا سامنا ہوا جس سے ان کا اسلام سے پہلے تعارف تھا۔ اُس نے سابقہ محبت کا واسطہ دیا اور کہا:

''مجھ سے نکاح کرلو۔''

انہوں نے جواب دیا:

''اب اس میں عقیدہ کا اختلاف حائل ہے۔''

یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

((ولاتنکحوا المشرکت حتی یومن ولامة مومنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مومن خیر من مشرك ولو اعجبکم اولئك یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنة والمغفرة باذنه ویبین اٰیته للناس لعلهم یتذکرون))

(سورۃ البقرۃ 2:221)

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے، گو وہ تمہیں اچھی لگتی ہے اور نہ مشرک مردوں کے عقد میں عورتیں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔ یقیناً مومن بندہ مشرک سے بہتر ہے گو وہ تمہیں اچھا لگے۔ یہ (کافر) آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور وہ اپنی باتیں لوگوں کیلئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن کا نجماً نجماً نازل ہونا:

اس طرح قرآن مجید ضرورت کے مطابق آہستہ آہستہ اور نجماً نجماً نازل ہوتا رہا جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

((وقال الذین کفروا لولانزل علیه القرآن جملة واحدة کذالك لنثبت به فوادك ورتلناه ترتیلا))(الفرقان 25:32)

''اور کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اترا؟ اسی طرح آہستہ آہستہ اُترنا چاہئے تھا تاکہ تیرے دل کو ہم تسکین دیں اور ہم نے اسے ایک ترتیب سے اتارا ہے۔''

دوسری جگہ آتا ہے۔

Marfat.com

((وقرانا فرقنه لتقراه علی الناس علی مکث ونزلنه تنزیلا))(سورۃ نمبر 17:106)

"اور قرآن اسے ہم نے جدا جدا کر دیا ہے تا کہ تو اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر پڑھے اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔"

تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمتیں:

ان دونوں آیات میں قرآن مجید کے نجما نجما نازل ہونے کی حکمتیں بیان فرمادی ہیں۔ پہلی حکمت:

((لنثبت به فوادك))(سورۃ نمبر 25:32)

اللہ تعالیٰ کے کلام سے جو وقتاً فوقتاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب اور شدید مخالفتوں کے زمانہ میں نازل ہوئی ہے وہ تسکین قلب کا موجب بنے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھ کر تسلی دینے والی اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔؟

دوسری حکمت:

((لنقراه علی الناس)) (سورۃ نمبر 17:106)

لوگوں کو پڑھ کر سنانے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو حفظ کرنے اور اس کی تعلیم سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہو۔
اگر قرآن مجید ایک ہی دفعہ نازل ہو جاتا تو صحابہ کو زبانی یاد کرنے میں وقت پیش آتی۔ آہستہ آہستہ نازل ہونے میں صحابہ آسانی سے یاد کرنے کے قابل ہو گئے۔

معاشرہ میں جو مسائل ابھرتے تھے ان کے لئے وحی نازل ہو جاتی تھی۔ اس طرح صحابہ کو مسائل سمجھنے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کے لئے آسانی ہو گئی۔

☆☆☆

Marfat.com

تدوین وحفاظتِ قرآن مجید

تدوین قرآن کے تین ادوار:

تدوین قرآن تین ادوار پر مشتمل ہے:

1: عہد رسالت۔

2: عہد صدیقی۔

3: عہد عثمان غنی۔

عہد رسالت

حضور کے سامنے لکھا جاتا تھا:

قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں ہی احاطہ تحریر میں آ گیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی آیت نازل ہوئی تو اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک کاتب کو بلوا کر اس آیت کو اس کی جگہ لکھوا دیتے تھے۔ اس طرح تمام قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی لکھا گیا۔

لکھنے کا رواج اس زمانہ میں موجود تھا۔ جیسا کہ مشہور سبعہ معلقات لکھے گئے اور ان کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

سر ولیم میور بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"لیکن اس بات کو ماننے کے لئے بہت زبردست وجوہ موجود ہیں کہ (حضرت) رسول (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن شریف کے نسخے لکھے ہوئے صحابہ کے پاس موجود تھے اور ان نسخوں میں سارا قرآن یا قریباً سارا لکھا ہوا موجود تھا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر عروج پر تھا اور مدینہ میں جا کر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کیلئے کئی صحابہ مقرر کیے ہوئے تھے۔ جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے انہیں اس شرط پر وعدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کے برابر تعلیم یافتہ نہ تھے، لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔"

(لائف آف محمد کا دیباچہ، مصنفہ سر ولیم میور، صفحہ:28)

Marfat.com

کتابت قرآن پر قرآن کی شہادتیں:

قرآن مجید کی اپنی اندرونی شہادت بھی اس امر پر موجود ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی لکھا جاچکا تھا:

((الم ذلك الكتب لاريب فيه))(سورة البقرة 2:1-2)

((المص كتاب انزل الكتاب))

اس طرح بے شمار آیات میں قرآن مجید کو کتاب کہا گیا ہے۔ کتاب کے معنی لکھے ہوئے کے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کو صحف بھی کہا گیا ہے۔ صحیفہ کے معنی لکھے ہوئے کاغذ کے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

((رسول من الله يتلوا صحفا مطهرة فيها كتب قيمة))(سورة البينه 98:3)

"اللہ کا رسول مقدس اوراق پڑھ کر سناتا ہے جس میں مضبوط کتابیں ہیں۔"

اسی طرح دوسری جگہ آتا ہے:

((انه القرآن كريم في كتاب مكنون لايمسه الاالمطهرون))(سورة الواقعه 56:77،79)

"یہ بڑی قدر و منزلت والا قرآن ہے۔ اس محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اسے نہیں چھوتے مگر پاک لوگ۔"

اس آیت میں دو باتیں واضح کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی بھی تحریف نہیں کرسکتا۔

دوم قرآنی وحی ابتداء سے ہی احاطہ تحریر میں لائی گئی۔ تبھی یہ کہا ہے کہ اس کو پاک ہاتھ ہی مس کرتے ہیں۔ اگر یہ تحریر میں نہ آچکی ہوتی تو چھونے کا مطلب ہی کیا؟ کیونکہ مس کیلئے خارج میں کسی شے کا ہونا ضروری ہے۔

اسلامی تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ اپنی ہمشیرہ کے گھر غصے کے عالم میں پہنچتے ہیں کہ ان کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے تلوار کے ذریعے لقمہ اجل بنائیں تو وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے جن کے پاس ایک جلد موجود تھی جس میں سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔

قرآن مجید کے لکھے جانے کی ایک دلیل یہ ہے قرآن نے کہیں دس سورتوں کے بالمقابل دس سورتیں، کہیں تمام قرآن مجید کے مقابل پر ایک کتاب، کہیں ایک سورۃ کے مقابل پر ایک سورۃ بنانے کا تحدی سے چیلنج دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((ام يقولون افتراه قل فاتوابعشر سورمثله مفتريت))(سورة الهود 11:13)

"یا ان کا یہ کہنا ہے کہ اس شخص نے قرآن کو خود بنالیا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنالاؤ۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

Marfat.com

((قتل لئن اجتمعت الانس والجن علی یاتوابمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا))(سورة بنی اسرائیل 88:17)

''اے رسول! ان لوگوں سے کہو کہ اگر آدمی اور جن اس قرآن جیسی کتاب بنانے کیلئے ہو جائیں تو وہ اس قسم کی کتاب نہ بنا سکیں گے۔ خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''

اسی طرح سورۃ بقرہ کی آیات 24:23 میں یہ چیلنج درج ہے:

((وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہان کنتم صدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة اعدت للکافرین))(سورة البقرہ 23:25)

''اور اگر تم اس کلام کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند ایک سورت بنالاؤ اگر تم سچے ہو۔ اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلالاؤ۔ اگر تم نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے وہ کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔''

یہ چیلنج مکی اور مدنی دونوں سورتوں میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چیلنج کے وقت قرآن کی سورتیں لکھی ہوئی تھیں اگر لکھی ہوئی نہ ہوتیں تو چیلنج بے سود تھا، بلکہ کفار بھی کہہ اٹھتے پہلے سورتیں تو دکھاؤ جن کا مقابلہ چاہتے ہو۔؟

کتابت قرآن اور احادیث:

قرآن مجید کی اپنی شہادت کے علاوہ اسلام کی سب سے مستند تاریخ سے جو حدیث کے نام سے موسوم ہے، واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی لکھا جا چکا تھا۔

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذانزل علیہ الشئی دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھذا فی السورة التی بذکر فیھا کذاو کذا))

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھی۔ جب آپ پر کوئی چیز نازل ہوتی جو لکھنا جانتے تھے ان میں سے کسی کو آپ بلوا بھیجتے اور کہتے: ''اس آیت کو اس سورۃ میں لکھو جس میں فلاں فلاں آیتیں ہیں۔''

((کنت اکتب الوحی لرسول صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذانزل علیہ الوحی اخلقہ برحاء شدیدة وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنہ۔ فکنت ادخل علیہ بقطعة الکتف او کسرة فاکتب وھویملی علی فمالفرغ حتی تکادر جلی تنکسرمن نقل القرآن حتی اقول لاامشی علی رجلی ابدا افاذافرغت قال اقراء فاقراہ فان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس))

(طبرانی فی الاوسط)(مجمع الزوائد: نورالدین ہیثمی صفحہ نمبر 159)

Marfat.com

''میں (حضرت زید بن ثابت، کاتب وحی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہوجاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر حاضر خدمت ہوتا۔ آپ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کریم کی نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے لگی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ پس جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے: ''پڑھو'' میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے، پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔''

حضرت براء سے روایت ہے:

((لمانزلت لایستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادع لی زید اولیجئنی باللوح والدواۃ والکتف اوالکتف والدواۃ ثم قال اکتب لایستوی القاعدون))

''جب آیت: ''لایستوی القاعدون'' نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید کو میرے پاس بلالاؤ اور کہو کہ دوات اور تختی ساتھ لائے۔ پھر جب وہ آن پہنچا تو اسے حکم دیا کہ یہ آیت لکھو: لایستوی القاعدون۔''

(بخاری، باب کاتب النبی)

ایسا ہی صحیح بخاری کے اسی باب میں ایک اور حدیث ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

((انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم))

''تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا تھا۔''

حضرت زید کے علاوہ اور بھی کاتبین وحی تھے، جن کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (جو مرتد ہوگیا تھا اور فتح مکہ کے بعد دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا) حضرت زبیر بن عوام، حضرت خالد، ابنائے سعید، حضرت ابی بن کعب، حضرت حنظلہ بن الربیع، حضرت مصعب بن ابو فاطمہ، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت شرجیل بن حسنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ، سب کاتبین وحی ہیں۔

(فتح الباری، جلد 9، صفحہ 19، باب کاتب وحی رسول اللہ)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار اصحاب تھے جو وحی کو لکھا کرتے تھے۔ کاتبوں کی تعداد زیادہ مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر کسی وقت پر ایک دستیاب نہ ہو تو دوسرا اس مبارک کام کو سرانجام دے دے۔

Marfat.com

عقد الفرید میں ابن عبدربہ نے حضرت حنظلہ بن ربیع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

((ان حنظلہ بن ربیع کان خلیفہ کل کاتب من کتابہ علیہ اذا غاب))

(عقد الفرید، جلد 2، صفحہ 144)

''حضرت حنظلہ بن ربیع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاتبوں کے نائب تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حنظلہ کو یہ حکم تھا کہ خواہ کوئی رہے یا نہ رہے وہ ضرور حاضر رہیں تاکہ ضرورت پر بلایا جا سکے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے طبرانی کے حوالہ سے مجمع الزوائد میں یہ روایت ہے:

((قالت کان جبرئیل علیہ السلام یملی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم))

(رواہ الطبرانی فی الاوسط) (مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 157)

یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا۔ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ جبرئیل کے سامنے ہی نازل شدہ آیات لکھوا دی جاتی تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف لکھوا دینے پر ہی اکتفانہ کرتے تھے بلکہ پڑھوا کر سنتے تھے۔ حضرت زید کا بیان ہے:

((فان کان فیہ سقط اقامہ)) (مجمع الزوائد، جلد 1 صفحہ، 60)

''اگر کوئی چیز لکھنے سے چھوٹ جاتی تو اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درست کراتے۔ جب یہ سب کام پورا ہو جاتا تب اشاعت عام کا حکم دیا کرتے تھے۔''

حضرت زید کے الفاظ یہ ہیں:

((ثم اخرج بی الی الناس))

''کتابت وتصحیح وغیرہ کا سارا کام ختم ہو جانے کے بعد آیت کی اشاعت لوگوں میں ہوتی تھی۔''

اسی طرح ایک روایت مستدرک حاکم میں پائی جاتی ہے۔ بعض صحابہ فرماتے تھے:

((کنا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم نولف القرآن فی الرقاع))

''ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر رقاع (چرمی قطعات) میں قرآن لکھ لیا کرتے تھے۔''

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب ہو کر فرمایا:

((لاتکتبوا عنی شیئا غیر القرآن))

''مجھ سے سوائے قرآن کے اور کوئی شے مت لکھو۔''

اس طرح بخاری کی ایک اور حدیث ہے:

((نھینا عن نسافر بالقرآن الی ارض العدو))

Marfat.com

''ہم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ قرآن کو لے کر دشمن کے علاقے کی طرف نہ جایا کریں تاکہ کوئی بے حرمتی نہ ہو جائے۔''

اگر قرآن لکھا جانے کا رواج ہی نہ تھا تو ممانعت کیسی۔؟

ایک اور حدیث ہے:

((قبض رسول اللہ والقرآن فی العیب والادیم))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت دنیا سے اٹھائے گئے جب قرآن شریف کھجور کے پتوں اور کھالوں پر لکھا ہوا تھا۔''

ایک اور حدیث ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن دیکھ کر پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

((اعطوا اعینکم حظاً من العبادۃ النظر فی المصحف والتفکر))

(جامع صغیر السیوطی)

''اپنی آنکھوں کو عبادت سے بہرہ مند کرو اور وہ مصحف کو دیکھ کر پڑھنا اور اس پر تفکر کرنا ہے۔''

صحابہ کرام اپنے گھروں میں مصحف رکھتے اور اس کو دیکھ کر تلاوت کرتے۔ حضرت ابن عمر کا قول ہے:

((اذا رجع احد کم فلیات المصحف قلیفتہ ولیقراء فیہ))

(کنز العمال)

''جب تم میں سے کوئی گھر واپس لوٹے تو سب سے پہلے مصحف کھولے اور پڑھے۔''

اور ایک حدیث ہے:

((بین اظھرنا المصاحف وقد تعلمنا ما فیھا قد علمنا ھا ابناء نا وزرارینا وخدمنا))

(مسند احمد)

''مصحف ہمارے (صحابہ کے) درمیان لکھے ہوئے موجود تھے، جن سے ہم نے خود دین سیکھا اور اپنے بچوں اور خادموں کو سکھایا۔''

یہ مصاحف کثرت سے صحابہ کرام کے گھروں میں ہوتے تھے اور وہ ان کو دیکھ کر تلاوت کرتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ لوگ قرآن کے حفظ کی برکات سے بے نیاز نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا:

((لاتعرنکم ھذا المصاحف المعاتہ ان اللہ لا یعذب قلباً وحفظ القرآن))

(کنز العمال)

''یہ مصاحف جو تمہارے گھروں میں موجود ہیں کہیں تمہیں حفظ کرنے سے بے نیاز نہ کر دیں۔ یاد رکھو! اللہ اس دل کو عذاب نہیں دے گا جس نے قرآن کو یاد کیا ہوگا۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((جمعت القرآن فقرأت به كل ليلة فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقراه فی شهر))

(مسند احمد)

"میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی سارا قرآن جمع کر ڈالا تھا اور رات بھر میں ختم کر دیا کرتا تھا۔ آپ کو علم ہوا تو فرمایا: ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔"

ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ قرآن کریم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ جہاں اتنی شہادتیں موجود ہیں کہ قرآن آپ کی زندگی میں ہی لکھا جا چکا تھا وہاں ایک شہادت بھی نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ قرآن آپ کی زندگی میں نہیں لکھا گیا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن آپ کی زندگی میں ہی مرتب ہو چکا تھا۔

کن چیزوں پر لکھا جاتا تھا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن چیزوں سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا وہ حسب ذیل ہیں:

عسیب: کھجور کی شاخوں کا وہ حصہ جو تنے سے متصل ہوتا ہے۔ اس میں کافی کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حصہ کو شاخ سے الگ کر لیا جاتا تھا۔ پھر ان کو خشک کر کے ان پر لکھا جاتا تھا۔

لخفہ: ہر معمولی پتھر کو نہیں کہتے بلکہ بالاتفاق اہل لغت نے لکھا ہے کہ سفید رنگ کی پتلی پتلی چوڑی تختیاں پتھر سے بنائی جاتی تھیں۔

کتف: اونٹ یا بکری کے مونڈھے کے پاس کی گول اور چوڑی ہڈی کو کہتے ہیں۔

ادیم: باریک کھال سے دباغت کے عمل سے تیار ہوتا ہے اس سے خیمے وغیرہ بھی تیار ہوتے ہیں۔

قتب: اونٹ کے کجاوہ میں چھوٹی چھوٹی تختیاں استعمال ہوتی تھیں ان کو کہتے ہیں۔

حفظ قرآن دور رسالت میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی صحابہ کرام سارا قرآن حفظ کر چکے تھے۔ صحابہ کرام قرآنی آیات کو اپنی زندگی کی غذا سمجھتے تھے۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو وہ فوراً یاد کر لیتے تھے اور وہ آیات کے نزول کا شدت سے انتظار کرتے رہتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کثرت سے رہتے تھے۔ جو لوگ اپنے ضروری مشاغل کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں شریک نہ ہو پاتے ان کے ساتھی اسلامی احکام سیکھتے، اگر کوئی آیت نازل ہوئی ہوتی یاد کر لیتے اور اپنے پچھلے ساتھی کو بتا دیتے۔ چنانچہ بخاری میں ہے:

"حضرت عمر فارق مدینہ کے مضافات میں ایسے مقام پر رہتے تھے، جہاں ایک انصاری ان کا ہمسایہ تھا۔ حضرت عمر نے اس انصاری کے ساتھ یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ دونوں باری باری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ سنتے یاد رکھتے اور ایک دوسرے کو مطلع کر دیتے۔ چنانچہ حضرت عمر

Marfat.com

فرماتے ہیں: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی تمام خبریں اس دوسرے شخص کو سناتا اور جس دن وہ حاضر خدمت ہوتا تو اس دن کی وہ خبریں سناتا۔"

(صحیح بخاری)

اس طرح بعض ایسے لوگ بھی صحابہ تھے جنہوں نے ہجرت کے وقت اپنا تمام اثاثہ بیت لٹا آنے کے بعد اپنا کاروبار چھوڑ دیا تھا اور وہ تمام وقت مسجد نبوی میں بسر کرتے۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فوراً یاد کر لیتے، ان کا شغل ہی تلاوت قرآن تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو حفظ قرآن کا بہت شوق دلاتے تھے۔ بخاری میں حدیث آتی ہے:

((عن عثمان رضی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ))

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہی ہے جو قرآن کو سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

((عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماھر باالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرا القرآن یتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران))

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے ماہران فرشتوں کے ساتھ ہوتے ہیں، جو بہت عزت والے اور بزرگ ہیں اور جو قرآن شریف کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور نہایت مشکل سے اس کے حروف ادا کرتا ہے تو اس کیلئے دوگنا اجر ہے۔"

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ہم اس وقت صفہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تم میں سے کون اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ ہر روز بطحان یا عقیق کو جائے اور بڑی کوہان والی دو اونٹنیاں بغیر کوئی گناہ اور قطع رحم کیے لائے۔؟"

ہم نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! ہم سب اس بات کو پسند کرتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے جو صبح مسجد میں آ کر کتاب اللہ کی دو آیات پڑھاتا یا پڑھتا ہے وہ اس کیلئے دو اونٹنیوں سے بڑھ کر ہیں اور تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ جتنی آیات پڑھے پڑھائے وہ اتنے ہی اونٹوں سے بہتر ہوں گی۔"

صحابہ کرام ایک دوسرے سے روحانی فوقیت حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے بڑھ کر قرآن حفظ کرتے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو امامت کے عہدہ پر منتخب کرتے جس کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہوتا۔

صحابہ کرام تلاوت قرآن میں اتنا شوق رکھتے تھے کہ بعض صحابہ ایک رات میں تمام قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ قرآن مجید سمجھ کر آہستگی سے ختم کرنا چاہئے۔ چنانچہ بخاری میں ایک باب اس مضمون پر ہے کہ کتنے دنوں میں قرآن ختم کرنا چاہئے۔؟ اس باب میں ایک حدیث ہے کہ ایک صحابی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ ہر رات قرآن شریف ختم کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلمنے انہیں بلا کر ہدایت فرمائی کہ قرآن مجید پڑھنے میں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ آہستگی سے تلاوت کرنی چاہیے۔ ایک رات میں نہیں بلکہ سات دنوں میں، پانچ دنوں میں یا کم از کم تین دنوں میں ختم کرنا چاہیے۔

فتح الباری میں شرح صحیح بخاری، جلد 9، صفحہ 53 پر ہے:

((عن ابن مسعود اقراء القرآن فی سبع ولا تقرؤه فی اقل من ثلث))

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن شریف کو سات دنوں میں پڑھا کرو اور تین دنوں سے کم مدت میں ہرگز ختم نہ کرو۔''

فتح الباری میں ہی ہے:

((عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یختم القرآن فی اقل من ثلث))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف تین دنوں سے کم عرصہ میں ختم نہیں کیا کرتے تھے۔''

مسند دارمی میں ہے:

((عن عبداللہ بن عمرو قال یارسول اللہ فی کم اختم القرآن قال اختمه فی شهر قلت انی اطیق قال اختمه فی خمسة وعشرین قلت انی اطیق قال اختمه فی عشرین قلت انی اطیق قال اختمه فی خمس عشرة قلت انی اطیق قال اختمه فی عشر قلت انی اطیق قال اختمه فی خمس قلت انی اطیق قال لا))

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کتنے عرصہ میں ختم کروں۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ماہ میں۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے جلدی ختم کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: پچیس دنوں میں ختم کیا کرو۔ میں نے کہا: میں تو اس سے بھی جلدی ختم کرسکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیس دنوں میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: اس سے بھی جلدی ختم کرسکتا ہوں۔ فرمایا: پندرہ دنوں میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے بھی جلد ختم کرسکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دنوں میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اس سے بھی جلدی ختم کرسکتا ہوں۔ فرمایا: پانچ دنوں میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا: میں اس

Marfat.com

سے بھی جلد ختم کر سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کم عرصہ میں قرآن ختم نہیں کرنا چاہیے۔"

سنن نسائی میں ہے:

((عن عبداللہ بن عمر قال جمعت القرآن فی کل لیلة فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقراہ فی شھر))

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سارا قرآن اپنے حافظہ میں جمع کر لیا اور ہر رات ایک دفعہ قرآن ختم کرتا تھا۔ جب اس امر کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ماہ میں ختم کیا کرو۔"

قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حفظ کر لیا تھا۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ستر قراء آنحضرت کی زندگی میں بئر معونہ کے قریب کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

عہد صدیقی میں یمامہ (نجد) کی یورش کو دبانے کیلئے فوجی دستے بھیجے گئے۔ وہاں کثیر تعداد میں صحابہ شہید ہوئے کہ جن میں سے صرف حفاظ و قراء کی تعداد سات سو تھی۔

صاحب فتح الباری نے لفظ قراء کے معنی کیے ہیں:

((الذی التشھروا بحفظ القرآن و التصدی لتعلیمه))

"وہ لوگ جو قرآن کو حفظ کرنے اور دوسروں کو سکھانے میں مشہور تھے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہو گئی تھی جسے قرآن زبانی یاد تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ قرآن کی اس جماعت میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن السائب، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عبد بن عمرو، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ورقہ، حضرت اُبی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوحلیمہ معاذ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابودرداء، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت مسلمہ بن مخلد، حضرت انس بن مالک، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت تمیم داری، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے حضرات شامل تھے۔

(النشر فی القرآت العشر، صفحہ نمبر 6، جلد نمبر 1)

یہ وہ صحابہ ہیں جن کا نام "حافظ قرآن" کی حیثیت سے تاریخ میں محفوظ رہ گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے بے شمار صحابہ ہوں گے جن کو پورا قرآن یاد تھا، لیکن ان کا نام تاریخ میں محفوظ نہیں رہا۔ اس بات کا ثبوت ان تاریخی واقعات سے ملتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات ایک ایک قبیلے کی طرف ستر ستر قاری قرآن کی تعلیم کے لیے بھیجے، چنانچہ غزوہ بئر معونہ کے موقع پر ستر قراء صحابہ شہید ہوئے تھے۔ (الاتقان، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 73)

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق جنگ یمامہ میں سات سو قراء شہید ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 16' 17)

عہد صدیقی

حفاظت قرآن کے دو طریقے:

صدر اسلام میں ہی قرآن مجید کی حفاظت دو طبعی طریقے اختیار کر لئے گئے تھے۔ ایک کتابت اور دوم حفظ۔ قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدون ہو چکا تھا اور بے شمار حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ بے شمار افراد کے پاس قرآن مجید کے مکتوبہ نسخے موجود تھے۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے:

''خلیفہ اول کے زمانہ میں کوئی ایسا شہر نہیں تھا جہاں لوگوں کے پاس کثرت سے قرآن مجید کے مکتوبہ نسخے نہ ہوں اور حضرت عمر کے زمانہ میں مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کے مکتوب نسخے ایک لاکھ سے کم نہ تھے۔''

(کتاب الفصل فی الملل والنحل)

قرآن مجید کی تمام آیات وسورتوں کو یکجا کرنے کی ضرورت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں آیات اور سورتوں کو کتابی صورت میں ایک مستند نسخہ مرتب کرنے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب حفاظ لڑائیوں میں کثرت سے شہید ہو رہے تھے قرآن مجید لکھا ہوا موجود تو تھا لیکن اس کے اجزاء منتشر تھے۔ سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔

بخاری میں روایت ہے:

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد بلایا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں قرآن کے بہت سے قراء شہید ہوئے ہیں اور مجھے خطرہ سا محسوس ہوا ہے کہ اگر اسی طرح دوسری لڑائیوں میں قراء شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ہاتھوں سے جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیں۔ میں نے عمر کو جواب دیا کہ ہم اس کام کو کس طرح سرانجام دیں جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔؟ عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ نہایت ضروری اور بہتر کام ہے اور عمر مجھ سے اس معاملہ میں اصرار اور بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سینے کو اس کام کیلئے کھول دیا اور میری بھی وہی رائے ہوگئی ہے جو عمر کی ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم جوان اور زیرک ہو۔ ہم تم پر کسی طرح تہمت نہیں لگا سکتے۔ نیز تم رسول کریم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں کاتب وحی تھے، لہٰذا تم پورے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے میں لگ جاؤ۔

Marfat.com

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کی تکلیف دیتے تو مجھ پر اس قدر گراں نہ گزرتا جتنا قرآن کے جمع کرنے کی ذمہ داری کا بار گراں جس کا انہوں نے حکم دیا۔ میں نے کہا: آپ دونوں کس طرح وہ کام کرنا چاہتے ہیں جسے رسول کریم رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا۔؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہی بہتر ہے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اصرار اور بحث کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ اس کام کیلئے کھول دیا جس کیلئے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے سینوں کو کھول دیا تھا۔ چنانچہ میں قرآن کو کھجور کے درختوں کی چھالوں سے اور پتھر کی تختیوں سے اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا رہا۔ البتہ سورۃ توبہ کا آخری حصہ مجھے صرف ابوخزیمہ انصاری کے پاس سے ملا اور ان کے سوا کسی اور کے پاس سے وہ مجھے نہ ملا "لقد جاء کم رسول من انفسکم" ختم سورۃ برات تک۔ پس یہ صحیفے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک رہے، پھر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی وفات تک اور پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس۔"

(بخاری کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن)

کتابت پر دو گواہ:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حکم پا کر تیزی اور مستعدی سے کام شروع کرایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق ہر آیت یا چند آیات کو قبول کرنے کیلئے دو گواہوں کی ضرورت تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا:
"مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جایئے اور جو شخص کتاب اللہ کے کسی حصہ پر دو گواہ پیش کرے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔"

(الاتقان، جلد 1، صفحہ: 100)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:
"دو گواہوں سے حفظ اور کتابت مراد ہے۔"
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دو گواہوں کی گواہی پر آیت قبول کرتے تھے۔

ایک سال میں کام مکمل:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جمع و تدوین کا کام ایک سال کی مدت میں مکمل کیا۔

حضرت علی کا ارشاد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:
"اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ وہ اولین شخص تھے جس نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع کیا۔"

Marfat.com

مصحف نام:

جب قرآن مجید منتشر اجزا سے اوراق میں جمع ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے رائے طلب کی کہ اس مجموعہ کا نام کیا رکھا جائے۔؟ مختلف لوگوں نے مختلف نام تجویز کیے۔ آخر کار مختلف تجاویز کے بعد اس کا نام مصحف رکھا گیا۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

((قال ابوبکر التمسوا له اسماً فقال بعضهم السفر قال ذالك اسم تسميه اليهود وكزهوا ذلك قال بعضهم المصحف فان الحبشة يسمون مثله المصحف فاجمع رابهم على ان سموه المصحف))

(الاتقان، جلد 1، صفحہ نمبر 89)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا کوئی نام مقرر کیجئے۔ بعض نے ''السفر'' (پیغامات) تجویز کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ یہود کا تجویز کردہ نام ہے۔ بعض لوگوں نے ''المصحف'' نام تجویز کیا، یہ نام حبشہ میں رائج تھا، پس اسی پر اتفاق ہو گیا۔''

اجماع امت:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف پر امت کا اجماع ہو چکا تھا تو اس کے ساتھ اس کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو قرأت سبعہ کے مطابق مدون کیا۔ اس اعتبار سے بھی یہ مصحف رسول کریم رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع شدہ قرآن کے مطابق ہے۔

دور عثمانی

قرأت سبعہ:

رسول کریم رضی اللہ عنہ نے سہولت کیلئے عرب کے ہر قبیلہ کو اپنے اپنے لہجہ میں اور رسم الخط میں قرآن مجید پڑھنے اور لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

حضرت عثمان اور اختلاف قرأت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اختلاف قرأت کی وجہ سے نومسلم عجمیوں میں ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

''حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آرمینیہ کی فتح میں اہل شام کے ساتھ اور آذربائیجان کی فتح میں اہل عراق کے ساتھ جہاد میں شرکت کی تھی۔ وہاں ان دونوں علاقوں کے مسلمانوں کا قرأت قرآن میں اختلاف دیکھ کر گھبرا گئے۔ وہ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر المومنین! اس امت کی خبر لیجئے! قبل اس کے کہ وہ کتاب اللہ میں اسی طرح اختلاف کرنے لگیں جس طرح یہود اور انصاریٰ نے اختلاف کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس صحیفے ارسال کر دیں تا کہ ہم ان کی نقلیں مصاحف میں کر لیں، پھر آپ کو اصل صحیفے واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان صحیفوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن الحارث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو ان لوگوں نے اس سے مصاحف نقل کیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا بقیہ تینوں قریشی اصحاب سے کہا تھا کہ جب تم لوگ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن کی قرأت کے معاملہ میں اختلاف کرو تو اس کو لغت قریش میں لکھنا، کیونکہ وہ انہی کی زبان میں نازل ہوا تھا تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب اصل مسودات مصاحف میں نقل کر لئے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل صحیفوں کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا اور جو مصاحف نقل کرائے تھے ان سب کا ایک ایک نسخہ مملکت کے ہر علاقے میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے سوا جس صحیفہ یا مصحف میں قرآن لکھا ہوا ہے اسے جلا دیا جائے۔"

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

کبار صحابہ کا فیصلہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ خود نہیں کیا، بلکہ آپ نے کبار صحابہ کا ایک شوریٰ کا اجلاس بلایا اور اس سے فتنے کے سد باب کے لیے رائے طلب کی، پورے غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ مصاحف کے چند نسخے لکھوا کر مملکت کے دوسرے شہروں میں بھیجے جائیں اور سرکاری طور پر یہ حکم جاری کر دیا جائے کہ قرأت انہی مصاحف کے مطابق کی جائے۔

چار حفاظ پر مشتمل بورڈ:

چنانچہ اس فیصلہ کے تحت 24 ہجری کے اواخر اور 25 ہجری کے اوائل میں چار حفاظ پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل ہوا جس کے حسب ذیل اراکین تھے:

1: حضرت زید ثابت رضی اللہ عنہ۔

2: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

3: حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ۔

4: حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ۔

ان میں سے اول الذکر انصاری اور مؤخر الذکر تینوں قریشی ہیں۔

Marfat.com

بارہ افراد پر مشتمل بورڈ:

ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ بورڈ بارہ اراکین پر مشتمل تھا۔مختلف روایات میں حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت مالک بن ابی عاد اور کثیر بن افلح رضی اللہ عنہمکے نام بھی آتے ہیں۔بعض روایات میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہکے بجائے ان کے چچا ابان بن سعید رضی اللہ عنہکا نام بھی آتا ہے اور بعض نے عبداللہ بن الحارث بن ہشام المخزومی کا نام بیان کیا ہے۔

اس طرح کاتبین مصحف کی مجموعی تعداد بارہ تک پہنچ جاتی ہے۔

بورڈ کے رئیس اور کاتب:

اس بورڈ کے رئیس حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور کاتب سعید بن العاص رضی اللہ عنہتھے۔

مصاحف عثمانی کے امتیازات:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف لکھوا کر مختلف ممالک میں ارسال کئے وہ حسب ذیل امتیازات کے حامل تھے۔

1: صرف قرأت متواترہ کو ثابت رکھا گیا۔
2: آیات وسور کی موجودہ ترتیب کا التزام کیا گیا۔
3: اس کی کتابت میں گنجائش رکھی گئی کہ مختلف وجوہ قرأت کی حامل ہو۔
4: بعض صحابہ نے اپنے مصاحف میں بطور شرح ناسخ ومنسوخ کی وضاحت کیلئے حاشیہ دے رکھا تھا اس کو ساقط کر دیا۔

غیر مسلموں کی شہادتیں:

1: سرولیم میور دیباچہ حیات محمد میں لکھتا ہے:
"اس بات کی تسلی بخش اور قابل اطمینان اندرونی اور بیرونی شہادت موجود ہے کہ قرآن اس وقت بھی ٹھیک اسی شکل وصورت میں محفوظ ومامون ہے جس حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔"

2: جرمن کے مشہور مستشرق نولڈیکی نے لکھا ہے:
"یورپ کے جن جن مصنفین نے اب تک اس امر کی زبردست کوشش کی ہے کہ قرآن میں تحریف ثابت کریں، وہ اپنی سعی اور جدوجہد میں حیرت انگیز طور پر ناکام ثابت ہوئے ہیں۔"

Marfat.com

معنوی حفاظت

تحریف معنوی سے محفوظ کتاب:

مسلمانوں نے جس طرح قرآن مجید کے الفاظ اور ترتیب کی حفاظت ہے اسی طرح اس مقدس صحیفہ کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھا ہے۔ آئمہ نے قرآن مجید کی اجمالی مقامات کی تفسیر احادیث نبوی کی مدد سے کی اور قرآن مجید کو تحریف معنوی سے محفوظ رکھا۔ متکلمین نے قرآنی تعلیمات کو عقل کے ساتھ تطبیق دے کر فلسفیانہ اعتراضات کے جوابات دیئے۔

غیر مسلموں کا سوال اور اس کا جواب:

غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں:

((انانحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون))(سورۃ الحجر 15:9)

''ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اس آیت میں ''الذکر'' سے مراد مطلق قرآن مجید ہی نہیں بلکہ تمام کتب سماوی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ''ذکر'' کا لفظ دوسری سماوی کتب پر بھی بولا گیا ہے، لیکن جہاں آیت زیر بحث میں یہ لفظ آیا ہے وہاں صرف اور صرف قرآن مجید ہی ہے۔ اگر اس آیت کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔ یہ آیت سورہ حجر کی ہے، سورۃ حجر کا آغاز یوں ہوتا ہے:

((الرتلك آيات الكتب وقرآن مبين))

''الر۔ یہ کتاب کی آیات ہیں اور قرآن جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔''

پھر چھٹی آیت سے آیت زیر بحث تک یوں کلام الٰہی شروع ہوتا ہے:

((وقالو ايايها الذى نزل عليه الذكر انك لمجنون لوماتاتينا بالملئكة ان كنت من الصدقين مانـنـزل الملئكة الابالحق وما كانوا اذامنظرين انانحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون))(سورۃ الحجر 15:6تا9)

''اور کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت اتاری گئی ہے! یقیناً تو پاگل ہے۔ تو فرشتوں کو ہمارے پاس کیوں نہیں لے آتا اگر تو سچوں میں ہے؟ ہم فرشتوں کو سوائے اس کے نہیں اتارتے کہ حکمت چاہی ہو اور اس وقت انہیں ڈھیل نہ دی جائے گی۔ بیشک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

اس سورت کا آغاز: ''الرتلك ايت الكتب وقرآن مبين'' سے ہوا ہے، جہاں الکتاب وقرآن مبین سے مراد وہ وحی مقدسہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ چھٹی آیت میں کفار کا خطاب رسول کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم سے ہے۔ جب خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو ہے تو اس میں "الذکر" سے مراد قرآن مجید ہی ہے۔ پھر نویں آیت میں "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" میں "الذکر" سے مراد صرف قرآن مجید ہی ہے نہ کہ جملہ کتب سماوی۔

پھر قرآن مجید کی حفاظت کیلئے اور بھی آیات ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((أن الذين كفروا بالذكر لما جاء هم وانه لكتب عزيز لاياتيه الباطل من بين يديه و لا من خلفه تنزيل من حكيم حميد))(سورة حم السجده:41:41)

"جن لوگوں کے پاس نصیحت آئی انہوں نے اس کو نہ مانا۔ اور یہ تو بڑی عزت والی کتاب ہے کہ جھوٹ نہ تو اس کے آگے کی طرف سے اس کے پاس پھٹک سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے، کیونکہ حکمت والے اور حمدوں والے کی طرف سے اتاری گئی ہے۔"

قرآن مجید کی اپنی شہادت کے علاوہ تمام مسلمان مفسرین سورت حجر اور سورت حم السجدہ کی آیات میں لفظ "الذکر" سے مراد قرآن مجید ہی لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں "الذکر" سے مراد قرآن مجید ہی ہے اور ابتداء سے ہی قرآن کی حفاظت پر محکم ایمان تھا۔ پھر کسی حدیث یا کسی تفسیر میں بھی قرآن مجید کی عدم حفاظت پر صراحتاً و کنایۃً ذکر نہیں۔ اگر صحابہ یا بعد کے اکابر مسلمان مصنفین کو ذرا بھی عدم حفاظت کا شک گزرتا تو وہ لازماً ذکر کرتے، کیونکہ ان کی زندگیاں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ وہ حق اور سچائی کی خاطر اپنی جان کی بازی لگانے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنا عظیم اور اہم واقع ہوا ہو تو یہ بزرگ اپنی آنکھیں بند کر لیتے۔؟ اس کے برعکس دوسری کتب سماویہ کے متعلق کوئی بھی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ تحریف وتبدل سے پاک ہیں حتیٰ کہ ان کتب کے ماننے والوں کا خود بھی یہ اعتراف ہے کہ ان کے مذہب کی کتب تحریف سے پاک نہیں۔ جب دوسری کتب سماویہ تحریف سے پاک ہی نہیں تو پھر ان کو متذکرہ الصدر آیت کا مصداق ٹھہرانا سراسر جہالت اور نادانی ہے۔

جب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آیت کریمہ:

((انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون))

میں "الذکر" سے مراد قرآن مجید ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اعجازِ قرآن

معجزہ ہی معجزہ:

قرآن کریم کن کن پہلوؤں کے لحاظ سے معجزہ ہے ان تمام کا احاطہ کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔صرف چند ایک اعجازی پہلو درج کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس نے ہر پہلو سے بے مثل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

((قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذالقرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا))

(سورۃ بنی اسرائیل: آیت نمبر 18:17)

’’کہہ دے کہ اگر انس وجن جمع ہو جائیں اور کوشش کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو وہ ہرگز اس کی مثل نہ بنا سکیں گے،خواہ وہ ایک دوسرے کی مددگار بن جائیں۔‘‘

سورۃ بقرہ میں صرف ایک سورۃ کے مانند کلام پیش کرنے کا چیلنج دیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

((وان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا))

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 24.23:25)

’’اگر تمہیں اس بات میں شک ہو کہ جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی سورۃ بنالاؤ اور اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔پس اگر تم نے اس کی مثل پیش نہ کی اور یاد رکھو کبھی نہ کر سکو گے۔‘‘

یہ آیات قرآن کا بے مثل ہونا ظاہر کرتی ہے۔

علمی لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید حقائق علمیہ کا خزانہ ہے جن کو بوجہ خارق عادت ہونے کے علمی اعجاز کہنا چاہیے۔قرآنی علوم کو چار بڑے بڑے عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

1: روحانی علوم: جن میں اللہ کی توحید اس کی صفات کا علم،تعلق باللہ کا عمل،ملائکہ کا علم،مبداء ومعاد کا علم،اخلاق فاضلہ کا علم اور عبادات کا علم شامل ہے۔

2: معاشرتی علوم: جن میں عمرانیات،علم سیاست،علم اقتصاد،علم قانون،علم تاریخ،علم تمدن،علم ہندسہ،علم نفس اور علم مناظرہ شامل ہیں۔

Marfat.com

3: سائنسی علوم: جن میں علم کیمیا، علم طبیعات، علم نباتات، علم طبقات الارض، علم الجبال، علم الحیوانات، علم ہئیت اور علم طبابت شامل ہیں۔

4: علوم لسانیہ: جس میں علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان کے علوم شامل ہیں۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

((ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين))(سورة الانعام6:59)

"اور نہ تر اور نہ خشک چیز ہے مگر وہ کھلی کتاب میں ہے۔"

اس آیت میں رطب سے مراد روحانی علوم اور یابس سے مراد بقیہ تمام علوم ہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے:

((ما فرطنا في الكتب من شيء))(سورة الانعام6:38)

"ہم نے کتاب میں بیان کرنے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔"

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں یہ سب علوم خدمت دین کیلئے بطور خارق عادت بیان ہوئے ہیں جن سے بڑے بڑے دقیق مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ خاص طور پر ہستی باری تعالیٰ ثابت کرنے کے لحاظ سے یہ علوم دست بستہ کھڑے نظر آتے ہیں۔

برکات روحانیہ کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید کے نزول سے قبل اہل عرب ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے۔ جن سے قوم کا نجات پانا محال نظر آتا تھا۔ اس گمراہی اور ظلمت کے زمانہ میں قرآن مجید نے عربوں کو ہر قسم کی بدی سے نجات دلا کر با اخلاق اور با خدا انسان بنا دیا۔

موسیو سیڈیو فرانسیسی لکھتا ہے:

"اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں دیکھا جس کے اثر سے عربوں کی تمام بری اور معیوب عادتوں کی کایا پلٹ گئی۔"

مسٹر ٹامس کارلائل انگلستان کا فاضل مصنف اپنی کتاب "لیکچرز آن ہیروز" میں لکھتا ہے:

"اسلام قوم عرب کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے پہل اس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔"

فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ ہے۔ اس کا اعتراف نہ صرف مسلمانوں کو ہے بلکہ مخالفین کو بھی ہے۔ نزول قرآن کے وقت عرب میں بے شمار فصیح اللسان خطیب اور شاعر تھے جن کی زبان آوری مسلمہ تھی، سب

Marfat.com

فصحاء و بلغاء قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے اپنے آپ کو ضعیف اور پست سمجھتے تھے۔ کفار کے بلغاء اور فصحاء کو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف کرنا پڑا۔

لبید زمانہ جاہلیت کا بہت بڑا شاعر تھا، اس کی فصاحت و بلاغت اور زبان آوری مسلمہ تھی، اس کا قصیدہ ان قصائد میں شامل تھا جو عرب کے سات مشہور قصائد تھے جن کو فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔ جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے شعر کہنے ترک کر دیئے اور کہا کرتا تھا:

''جب اللہ نے مجھے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران سکھائی ہے تو اب مجھے شعر کہنا موزوں نہیں۔''[1]

پاپولر انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:

''قرآن مجید کی زبان بلحاظ لفظ عربی نہایت فصیح ہے۔ اس کی انشائی خوبیوں نے اسے اب تک بے مثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے۔''

ہرش فیلڈ نیو ریسرچز میں لکھا ہے:

''قرآن مجید اثر ڈالنے' یقین دلانے کی طاقت' فصاحت و بلاغت اور تراکیب و بندش الفاظ میں بے نظیر ہے اور دنیائے سائنس کی تمام شعبوں کی حیرت انگیز ترقی کا باعث۔''

(ہرش فیلڈ نیو ریسرچز، 908)

''یہ امر کہ عرب کے بہترین مصنف بھی قرآن کی خوبیوں کے برابر کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہ ہوئے' کوئی تعجب کی بات نہیں۔''

(Palmer introduction P.58)

چارج سیل لکھتا ہے:

''قرآن کریم بے شبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے۔''

قوت تاثیر کے لحاظ سے معجزہ ہے:

قرآن مجید کے الفاظ میں خارق عادت اور اعجاز تاثیر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((ولقد جاء ھم من الانباء ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ فما تغن النذر))

(سورۃ القمر، آیت نمبر 5:4)

''اور یقیناً ان کو (قرآن کے ذریعہ) وہ باتیں پہنچ چکی ہیں جن میں تنبیہ ہے کہ قرآن دل تک پہنچ جانے والی دانائی ہے، مگر ڈرانا کسی کام نہ آیا۔''

اس قوت تاثیر سے ڈر کر مخالفین لوگوں کو قرآن مجید کے سننے سے روکتے اور یہ کہتے تھے کہ جب کوئی مسلمان قرآن سنانے لگے تو شور کرو۔ ارشاد الٰہی ہے:

Marfat.com

((وقال الذین کفروا لاتسمعوالهذاالقرآن و الغوافیه لعلکم تغلبون))

(سورۃ السجدہ:26:21)

''کفار نے کہا کہ اس قرآن کو سنا نہ کرو اور اس کے پڑھنے کے وقت شور وغل کیا کرو شاید تم غالب آجاؤ۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ گھر سے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کیلئے نکلتے ہیں لیکن اپنی بہن کے گھر سے قرآن مجید کی آیات سن لیتے ہیں، ان کے دل میں قرآن کی صداقت اور حقانیت کی میخ گڑ جاتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اپنی گردن پر رکھ کر باہر نکلتے ہیں۔ سیدھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اشاعت قرآن کا عہد کرتے ہیں۔

عرب کا مشہور شاعر جو اپنی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے مشہور تھا جس کا ایک قصیدہ ان قصائد میں شامل تھا جو خانہ کعبہ میں آویزاں تھے اور وہ قصائد فصاحت و بلاغت کا معیار سمجھے جاتے تھے۔ یہ شاعر سورۃ بقرہ کی چند آیات پڑھ کر بے اختیار بول اٹھا:

''اللہ اور اس شخص کے سوا جس پر وحی ہوئی ہے کوئی شخص ایسا کلام نہیں کر سکتا۔''

وہ فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

جارج سیل مشہور مستشرق نے بھی لبید کے ایمان لانے کے واقعہ کی تصدیق اپنے ترجمہ کے قرآن کے دیباچہ میں کی ہے۔

حضرت خالد بن عربہ' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت طفیل بن عمرو اور بے شمار صحابہ تھے جنہوں نے قرآن کی چند آیات سنیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔

جان ریسک جرمن فلاسفر کہتا ہے:

''جب کہ قرآن پیغمبر کی زبان سے منکر سنتے تھے تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر جاتے تھے اور مسلمان ہو جاتے تھے۔''

جارج سیل لکھتا ہے:

''قرآن مجید کا طرز بیان عموماً دلکش اور اس میں روانی ہے اور بہت سے مقامات پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عظمت شان اور جلال کا ذکر ہے، اس کا طرز بیان اور بھی دلکش اور شاندار اور بلند پایہ ہے۔ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس قدر کامیاب ہوا کہ اس نے اپنے سامعین کے قلوب کو اس قدر مسخر کیا کہ کئی مخالف یہ خیال کرنے پر مجبور تھے کہ یہ گویا کسی جادو یا سحر کا اثر ہے۔''

عدم اختلافات کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید تیئس برس دکھ اور سکھ کے مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا اور یہ ایسے شخص پر نازل ہوا جو شخص اُمی تھے۔

Marfat.com

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مختلف حالات زندگی میں سے گزرنا پڑا کہ منصوبہ باز شخص ان حالات میں ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتا، اس کے نظریات وعقائد بدلتے رہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک وقت وہ آیا جب اپنی قوم کی اصلاح اور بہتری کیلئے غار حرا میں آہ وبکا کیا کرتے تھے، پھر چادر نبوت اوڑھ کر میدان عمل میں آگئے تو چاروں طرف سے مخالفت کے بادلوں میں گھر گئے، کیا اپنے اور کیا بیگانے سبھی جان لیوا بن گئے۔ آخر کار مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی اور مدینہ چلے گئے۔ ان کے سر پر سیادت وقیادت کا تاج رکھ دیا گیا۔ ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔ ریاست اور صحابہ کی جانوں کی حفاظت کیلئے میدان جنگ میں اترنا پڑا۔ تمام عرب کے قبائل مخالف ہو گئے۔ مدینہ میں یہود ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گئے۔ منافقوں کی ایک جماعت بن گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر خطر حالات میں اسلام کی کشتی کو سلامتی کے ساتھ پار اتارنے کیلئے کوشاں رہے۔ آخر وہ وقت آگیا جب مخالفت کے بادل چھٹ گئے، دشمن مغلوب ہو گئے، کیا کوئی انسان یہ بات ذہن میں لاسکتا ہے کہ اس قسم کے مختلف حالات میں انسان ایک ہی حالت پر قائم رہے اور جو وہ کلام پیش کرے اس میں اختلاف نہ ہو؟

یہ انسانی طاقت سے تو باہر ہے۔ ہاں! اختلاف سے پاک کلام وہی ہو سکتا ہے جو ایک علیم وخبیر ہستی کی طرف سے نازل ہو۔ قرآن مجید میں بھی منافقوں اور مخالفوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

((افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا))

(سورۃ النساء 82:4)

"پھر کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؛ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف پاتے۔"

غیب کی خبروں کا اعلان کرنے کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید غیب کی خبروں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ یہ کتاب ایک ایسی ہستی کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو علیم وخبیر ہے۔ بعض وہ خبریں ہیں جو ماضی سے تعلق رکھتی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان خبروں کو معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ بعض وہ خبریں ہیں جو مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں۔

قرآن مجید نے بائبل میں تحریف وتغیر کا دعویٰ اس وقت کیا جب دنیا اس علمی حقیقت سے ناآشنا تھی۔ آج دنیا کے محققین نے اس امر کا اعتراف کر لیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون))(سورۃ البقرہ 75:2)

"پس کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے۔ اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ کے کلام کو سنتا ہے، پھر سمجھ لینے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے۔"

یہ وہ علمی انکشاف ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کیا۔ اس علمی حقیقت کا اعتراف خود

Marfat.com

عیسائی مؤرخ بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہارن صاحب اپنی تفسیر بائبل مطبوعہ لندن 1833ء جلد دوم، صفحہ 331 پر لکھتا ہے:

''بلاشبہ بائبل میں بعض تحریفیں جان بوجھ کر ان لوگوں نے کی ہیں جو دین دار، پرہیزگار اور راہب تھے۔ غضب یہ ہے کہ بعد میں انہی تحریفات کے سچا ہونے پر اصرار کیا جاتا تھا، تاکہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اپنے پر کوئی اعتراض نہ آنے دیں۔''

رومن تواریخ، کلیسا، مطبوعہ مرزاپور، 1856ء صفحہ 10 پر لکھا ہے:

''بہت سے مسیحی کتابیں خود لکھ کر کسی حواری مسیح یا حواری مسیح کے کسی خادم یا کسی بڑے اسقف کے نام سے مشہور کر دیتے تھے۔ ایسی جعلی کارروائیاں تیسری صدی عیسوی سے شروع ہوئیں اور کئی سو برس تک جاری رہیں۔ یہ نہایت ہی خلاف حق اور قابل شرم حرکت تھی۔''

قرآن مجید نے فرعون کی لاش کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ موجود ہے۔ یہ اس زمانے کی خبر ہے جب کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ فرعون کی لاش محفوظ ہوگی۔ ارشاد الٰہی ہے:

((ننجيكِ ببدنك لتكون لمن خلفك اية و ان كثيرا من الناس عن اٰيتنا لغفلون))

(سورۃ یونس 92:10)

''سو آج ہم تیری لاش کو باہر نکال دیں گے تاکہ تو ان کیلئے جو تیرے پیچھے ہیں نشان رہے اور بہت سے لوگ ہمارے نشانوں سے بے خبر ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر جو فرعون تھا اس کا نام رعمیس ثانی تھا۔ انسائیکلوپیڈیا آف بریٹینیکا میں مضمون ممی کے تحت لکھا ہوا ہے کہ رعمیس ثانی کی لاش مصالح کے ذریعہ محفوظ ہے۔

قوت دلائل کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید کا نام بینہ ہے، جس کے معنی ہیں: واضح اور کھلی دلیل۔ ارشاد الٰہی ہے:

((فقدجاء كم بينة من ربكم))(سورۃ الانعام 157:6)

''یقیناً تمہارے پاس اللہ کی دلیل آچکی ہے۔''

قرآن کا مطالعہ کرنے والا آسانی سے یہ جان سکتا ہے کہ قرآن مجید ہر دعویٰ کو دلائل و براہین کے ساتھ منواتا ہے۔

حفاظت کے لحاظ سے معجزہ:

حفاظت قرآن پر پہلے بحث گزر چکی ہے۔ یہاں صرف سلسلہ کلام کو جاری رکھنے کیلئے مختصر طور پر اعادہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

((انانحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون))(سورۃ الحجر 9:15)

''ہم نے خود یہ نصیحت (قرآن) اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

Marfat.com

یہ کتاب لفظ اور مفہوم دونوں اعتبار سے محفوظ ہے اور محافظ بھی مخلوق نہیں، بلکہ خالق کائنات ہے۔ یہ وعدہ چار امور کی حفاظت پر مشتمل ہے۔

1: حفاظت الفاظ قرآن۔

2: حفاظت طرز و تلفظ و لہجہ و قرأت قرآن۔

3: قرآن کے مطالب و معانی کی حفاظت۔

4: قرآن کی عملی شکل کی حفاظت۔

قرآن مجید کی ہر پہلو سے حفاظت کا اقرار مستشرقین نے کیا ہے۔ سر ولیم میور نے اپنی کتاب ''لائف آف محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کے دیباچہ میں لکھا ہے:

''اس بات کی تسلی بخش اور قابل اطمینان اندرونی اور بیرونی شہادت موجود ہے کہ قرآن اس وقت بھی ٹھیک اسی شکل و صورت میں محفوظ و مامون ہے جس حالت میں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔''

(دیباچہ لائف آف محمد:25)

مرقع علم وہدایت کے لحاظ سے معجزہ:

مذہبی کتب میں سے قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو علم وہدایت کے لحاظ سے مکمل کتاب ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے لئے اس کتاب سے راہنمائی نہ ملتی ہو۔ اسی لئے قرآن مجید کو (ھدی للناس) لوگوں کیلئے مرقع ہدایات کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہ کتاب علم کی تمام شاخوں کی آب یاری کرتی ہے۔ اس میں تاریخی اصول بھی ہیں جس کے تحت قوموں کا عروج و زوال واقع ہوتا ہے، اس میں اخلاقی ضابطے ہیں، جس سے فرد اور معاشرہ کی زندگی سنورتی ہے۔ اس میں مطالعہ کائنات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جس سے تمام سائنسی علوم منضبط ہوتے ہیں اور اس میں علم سیاست، علم الاقتصاد، علم عمرانیات، علم لسانیہ وغیرہ بیان کر دیئے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کتاب کو کامل ترین ہونے کا دعویٰ ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا))

(سورۃ المائدۃ:5:3)

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے۔ تمہارا دین اسلام ٹھہرا کر راضی ہوا ہوں۔''

حق و باطل میں تمیز کے لحاظ سے معجزہ:

اس کتاب کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حق اور باطل، خیر و شر اور اچھے برے کے درمیان تمیز کرنے والی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

Marfat.com

((قدتبین الرشد من الغی))(سورۃ البقرہ 256:25)
''ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔''
دوسری جگہ آتا ہے:
((انہ لقول فصل)) (سورۃ الطارق 13:86)
اسی لئے اس قرآن مجید کو فرقان بھی کہا گیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:
((تبرك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا))(سورۃ الفرقان 1:25)
''وہ ذات بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو جائے۔''

محفوظ ہونے کے لحاظ سے معجزہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحلت کئے ہوئے تقریباً چودہ سو بیس سال ہو گئے ہیں۔اس وقت سے اب تک دنیا میں ہزار ہا انقلابات پیش آئے لیکن قرآن مجید ایک محفوظ کتاب چلی آ رہی ہے اس کا ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ رہنا ایک عجیب معجزہ قدرت ہے جس کی خبر پہلے ہی قرآن مجید میں موجود ہے۔ارشاد الٰہی ہے:
((انانحن نزلنا الذکر واناله لحافظون))(سورۃ الحجر 9:15)
''ہم نے خود ہی یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

تعلیم کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید میں ایسی تعلیم پائی جاتی ہے جس پر ہر طبقہ اور ہر ملک اور ہر عمر کا انسان مرد یا عورت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے۔قرآن میں آتا ہے:
((فسنیسرہ للیسری))(سورۃ اللیل 7:92)
''میں ایک ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو ایک اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کراتا ہے، اس میں تنگی نہیں ہے اور سہل اور روشن ہے۔''

قوی التاثیر اور سریع التاثیر کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید اپنے اندر عجیب قسم کی تاثیر رکھتا ہے۔قرآن مجید میں آتا ہے:
((لوانزلناھذاالقرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ))
(سورۃ الحشر:21:59)
''اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔''
اس سرعت تاثیر کا نتیجہ ہے کہ اسلام ایک قلیل عرصہ میں دنیا کے تمام گوشوں میں پھیل گیا۔قرآن مجید کی تاثیر کا

Marfat.com

اعتراف ان اصحاب نے بھی کیا جو اسلام کے مخالف تھے۔

سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتا ہے:

"اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و احکام اس وقت تک تھوڑے اور سادہ طور کے تھے، مگر انہوں نے ایک تعجب انگیز اور عظیم الشان کام کیا۔" (لائف آف محمد، صفحہ نمبر: 269)

عالمگیر کتاب ہونے کے لحاظ سے معجزہ:

کسی آسمانی کتاب نے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ ایک تو وجہ یہ ہے کہ تمام سابقہ کتب کسی ایک قوم کی راہنمائی کیلئے آتی تھیں۔ دوم جس زمانے میں وہ کتب نازل ہوتی تھیں وہ عالمگیر دعویٰ کا مقتضی نہیں تھا۔ جب قرآن مجید نازل ہوا ایک تو اس نے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، دوم وقت بھی اس کا تقاضا کرتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب نوع انسانی کی ہدایت کیلئے نازل ہو جو عالمگیر ہوتا کہ تمام نوع انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((ان هو الا ذكر للعلمين))(سورة يوسف 12:104)

"یہ قرآن سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔"

اخوت اور مساوات کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو اخوت اور مساوات کا پیغام دیتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((كان الناس امة واحدة فاختلفوا))(سورة يونس 10:19)

"سب لوگ ایک ہی امت ہیں لیکن وہ آپس میں جھگڑتے ہیں۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

((يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة))(سورة النساء 4:1)

"اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔"

ریورینڈ کینن آئزک ٹیلر صاحب اپنے ایک مضمون "افریقہ میں اسلام کی ترقی" جو اخبار لنڈن ٹائمز اور سینٹ جیمس گزٹ لنڈن مورخہ 18 اکتوبر 1887ء میں شائع ہوا، لکھتا ہے:

"اسلام حقیقی اخوت اور مساوات سکھاتا ہے۔ یہ سب سے بڑی رشوت ہے جو اسلام غیر مسلموں کے سامنے پیش کرتا ہے۔"

انبیاء کرام و مومنین کی عزت کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں، مسلمانوں کو ان سب پر ایمان لانے اور احترام کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمومنون كل امن بالله وملئكة وكتبه ورسله لا

Marfat.com

نفرق بین احد من رسلہ))(سورۃ البقرہ 258:25)

''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب سے اس کی طرف اتارا گیا اور مومن بھی سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ہم (مومن) اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ تفریق نہیں کرتے۔''

پہلی کتب کا مصدق ہونے کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو پہلی آسمانی کتب کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم))(سورۃ البقرہ 41:2)

''اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

((وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتب))(سورۃ نمبر 48:5)

''اور ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے کتاب میں سے ہے۔''

دلائل کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید کسی دعویٰ کو بغیر دلیل کے نہیں منواتا۔ اس وجہ سے شروع میں ہی قرآن مجید نے (لاریب فیہ) اس میں کوئی شک نہیں کہہ کر قارئین کی توجہ اس طرف پھیر دی ہے کہ دعویٰ کے ساتھ دلائل و براہین ہوں گے جس کی وجہ سے شک وابہام کی گنجائش نہیں رہے گی۔ یہ کتاب انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قسم کے دلائل دیتی ہے تاکہ شک وشبہ کے بادل چھٹ جائیں۔ اس وجہ سے قرآن کا نام بینہ (واضح دلیل) بھی ہے۔

اسلوب بیان کی حیثیت سے معجزہ:

قرآن مجید کا وہ عجیب وغریب اور حسین اسلوب جو عرب نظم ونثر کے ہر اسلوب اور طرز سے جدا اور ممتاز نظر آتا تھا۔ عرب کے شعراء بلغاء اور خطباء قرآن مجید کے اس اسلوب کو مروجہ انواع واقسام نظم ونثر سے مختلف پاکر متحیر ہوتے تھے کہ یہ اسلوب اور انداز آخر کس معیار پر ہے۔

تاریخی حیثیت سے معجزہ:

امم سابقہ اور گزرے ہوئے زمانوں کے ان واقعات کو بیان کرنا جن کو ایک شخص تو درکنار بہت سے احبار اہل کتاب بھی نہ جانتے تھے۔ ایسے گزرے ہوئے واقعات اس تحدی کے ساتھ بیان کرنا کہ یہ واقعات برحق ہیں اور اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کیے گئے ہیں، قرآن مجید کا ایک تاریخی اعجاز ہے، بلکہ قرآن مجید نے تو ان واقعات کو تحقیق کے رنگ میں بیان کیا ہے جن میں خود اہل کتاب باہم اختلاف کرتے تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

((ان هذاالقرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیه مختلفون))

"یقیناً یہ قرآن بنو اسرائیل پر اکثر وہ واقعات بیان کرتا ہے جن میں وہ خود اختلاف کر رہے ہیں۔"

علم غیب کی اطلاع دینے کی حیثیت سے معجزہ:

قرآن مجید میں مستقبل میں آنے والے واقعات کے متعلق بے شمار پیش گوئیاں موجود ہیں جو ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہیں گی۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نے ایران پر روم کے غلبہ کی خبر دی اور اس وقت خبر دی جب عالم اسباب میں اس کا کوئی امکان نہ تھا۔

ارشاد ہے:

((الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین))

"رومی مغلوب ہو گئے قریب سرزمین میں۔ وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔"

یہ پیش گوئی رومیوں کی مغلوبیت کے عین نو سال بعد (ہجرت کا ایک سال گزرنے کے بعد) پوری ہوئی اور رومی ایران پر غالب آئے۔

بلاغت کی حیثیت سے معجزہ:

قرآن مجید میں اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے جس کا مقابلہ کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ قرآن مجید نے بڑی تحدی کے ساتھ چیلنج دیا۔ لیکن عرب وعجم کے کسی عربی دان نے اس چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذاالقرآن لایاتون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا))

"کہہ دیجئے! اگر انس وجن اس قرآن کی مثل بنانے کیلئے جمع ہو جائیں تو وہ اس کی مثل نہیں بنا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

تذکرہ یا مباحثہ کی حیثیت سے معجزہ:

قرآن مجید کے اعجاز میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ تذکرہ یا مباحثہ کے موقعہ پر معانی کو جو لباس پہنایا جاتا ہے وہ سورت کے خاص اسلوب کے مناسب ہوتا ہے۔ مثلاً: سورۃ اعراف سورۃ ہود اور سورۃ شعراء کے ان مقامات کو دیکھنا چاہیے جہاں انبیائے سابقہ کے حالات کا تذکرہ کیا ہے، پھر انہیں قصص کا مطالعہ سورۃ الصافات میں کرنا چاہیے، پھر انہیں واقعات کو سورۃ ذاریات میں دیکھنا چاہیے، اس طرح جب ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں مختلف مقامات اور مختلف قسم کے اسلوب نظر آئیں گے تو ان کا باہمی امتیاز اور ان کی حقیقت آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔

Marfat.com

نفس مضمون کی حیثیت سے معجزہ:

قرآن مجید کے معجزہ ہونے کا ایک پہلو وہ ہے جسے سوائے ان لوگوں کے جو شریعت کے رموز کو جانتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وہ چیز خود قرآن مجید کا نفس مضمون ہے۔ قرآن مجید کا نفس مضمون اور اس کے مطالب اور تعلیم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا تھا۔

منفرد ادب کے لحاظ سے معجزہ:

قرآن مجید کی یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ دنیا کی بہترین ادبی کتاب ہے۔ ''قرآن مجید کا انداز کلام وہ ہے جو انسانی ذوق اور انسانی حسیات جمال اور انسانی معیاری طاقت کے لحاظ سے ایسی بلندیوں کو چھور ہا ہے۔ جس کی کوئی مثال نہیں، الفاظ اور اصطلاحات روایت کے دائرے سے لے گئے ہیں اور تشبیہیں اور استعارے جانے پہچانے ماحول سے اٹھائے گئے ہیں۔ انسانی لٹریچر میں بلاغت وفصاحت کے جو راستے نکالے گئے ہیں ان کو مد نظر رکھا گیا ہے لیکن بحیثیت مجموعی جو ادب پارہ تیار ہوا ہے وہ منفرد اور یکتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

قرآن مجید اور دیگر کتب

قرآن مجید کی اکاون خصوصیات:

1: قرآن حکیم کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے علاوہ دنیا کی کسی مذہبی کتاب کی اہمیت یقینی اور بااعتبار ہونا ثابت نہیں کی جاسکتی۔ دراصل یہ وہی کتاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دی تھی۔ یہ کتاب نقلی یا جعلی نہیں ہے، بلکہ قابل اعتبار اور قابل اعتماد ہے۔ مکمل ہے، ناقص نہیں ہے۔ اس معاملے میں قول فیصل یہ ہے کہ ان تینوں خوبیوں پر غیر مسلموں نے گواہی دی ہے۔

جناب مسیح نے اپنے شاگردوں کو کوئی کتاب نہیں دی۔ اس لئے ان کے صعود کے بعد 133 اناجیل لکھی گئیں۔ ایک ہزار سال تک مذہبی مجالس ہوتی رہیں کہ ان کی اصلی تعلیم کیا تھی۔

جناب بدھ نے کوئی کتاب نہیں دی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پیروؤں نے ان کے اقوال قلمبند کیے۔ ان کی صحت کے بارے میں سال ہا سال مجالس منعقد ہوتی رہیں، لیکن یقین حاصل نہ ہوسکا۔

زرتشت کی کتاب ژندزبان میں تھی۔ زبان اور کتاب دونوں معدوم ہوچکی ہیں۔

جین دھرم کے بانی مہاویر نے کوئی کتاب نہیں دی۔

2: دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید نے پہلی وحی میں فلسفے کے دونوں بنیادی مسائل کا حل پیش کردیا کہ وجود کا منبع کیا ہے؟ علم کا منبع کیا ہے؟

3: قرآن مذہب کی تاریخ میں پہلی اور آخری کتاب ہے، جس نے دین کو روایات' معجزات' کرامات اور ظلیات کے بجائے تجربے' مشاہدے' تدبر' تفکر' تعقل اور تفقہ یعنی برہان پر مبنی کیا۔

قرآن سے پہلے کسی الہامی کتاب نے یہ نہیں کہا:

((ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین))

''اگر تم سچے ہو تو دلیل لے کر آؤ۔''

قرآن نے اپنے آپ کو خود برہان قرار دیا ہے:

((یاایھاالناس قدجاء کم برھان من ربکم))

''اے لوگو! تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس دلیل آگئی۔''

4: نظریہ ارتقاء کی دریافت اور اشاعت سے پہلے قرآن نے اس کی دلائل کے ساتھ تردید کی۔

Marfat.com

5: ہستی باری تعالیٰ پر قرآن کے علاوہ دنیا کی کسی الہامی یا مذہبی کتاب نے دلائل پیش نہیں کئے۔ حکماء نے جس قدر دلائل مرتب کئے ہیں وہ بھی قرآن میں ہیں اور ایک دلیل قرآن نے پیش گوئی کے ذریعے سے دی ہے:

((الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین))

"قریب کے ملک یعنی فارس میں رومی اہل ایران سے مغلوب ہوگئے ہیں، لیکن یہ لوگ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال کے اندر پھر اہل فارس پر غالب آجائیں گے۔"

یہ پیش گوئی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونوں سلطنتوں کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

6: قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، کیونکہ وہ اس کا آخری پیغام ہے۔

7: قران مجید نے منطق اور فلسفے کی اصطلاحات کے بغیر منطقی دلائل دیئے ہیں۔ اگر وہ مصطلحات استعمال کرتا تو اس پر دو اعتراضات وارد ہو جاتے:

پہلا: یہ کتاب سب کے لئے نہیں ہے۔

دوسرا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منطقی اور فلسفی کی شاگردی اختیار کی ہے یا اس سے استفادہ کیا ہے۔

قرآن نے لفظ "حصر عقلی" استعمال کئے بغیر اس دلیل سے اتمام حجت کیا ہے۔

8: قرآن کے علاوہ کسی الہامی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ہر زمانے میں بنی آدم کے لئے ہدایت ہوں گی اور میری تعلیمات کبھی پرانی نہیں ہوں گی۔ میں بنی آدم کو کبھی مایوس نہیں کروں گی۔

9: قرآن مجید کے علاوہ کسی الہامی کتاب نے بنی آدم کو اپنا مخاطب نہیں بنایا۔

10: قرآن مجید کے علاوہ کوئی کتاب تاریخ نسل انسانی پر اس قدر اثر انداز نہیں ہوئی۔

11: قرآن مجید کے علاوہ کسی کتاب نے عالمگیر ہدایت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

12: قرآن مجید کے علاوہ کسی کتاب نے بنی آدم کی زندگی میں اس قدر عظیم اور دوررس انقلاب برپا نہیں کیا۔

13: قرآن مجید کے علاوہ کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ تمہارا دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کر دی۔

14: قرآن نے پہلی مرتبہ دنیا کو حریت، اخوت اور مساوات کا درس دیا۔

15: قرآن مجید نے علم اور تعلیم کی اہمیت واضح کی، علم کو عام کیا اور حصول علم کو لازمی قرار دیا۔

16: قرآن مجید نے مذہبی رواداری کا درس دیا۔

17: قرآن نے عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو روحانی طور پر مرد کے برابر قرار دیا۔

18: قرآن نے رنگ، نسل، زبان، قوم قبیلہ، ذات پات کے بتوں کو توڑ دیا۔

Marfat.com

19: قرآن مجید نے پہلی مرتبہ رہبانیت اور ترک دنیا کی مذمت کی اور اُسے خلاف فطرت انسانی قرار دیا۔
20: بدھ دھرم نے کہا: "پوری زندگی دکھ ہے۔" قرآن نے کہا: یہ غلط ہے پوری زندگی جہاد فی سبیل اللہ ہے، مومن کے لئے مبارک ہے اور توشہ آخرت ہے۔
21: قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے فولاد کی اہمیت بیان کی جس کی صداقت پر عصر حاضر گواہ ہے۔
22: قرآن پہلی مذہبی الہامی کتاب ہے جس نے انسان کو حصول علم کا حکم دیا۔
23: قرآن مجید وہ کتاب ہے کہ جس نے کائنات کا مطالعہ اور مظاہر فطرت میں غور کی دعوت دی تا کہ اللہ پر ایمان پختہ ہو سکے اور اس مشاہدے کی بدولت سائنس علام وجود میں آئی۔
24: قرآن نے یورپ کی DASK EGE کا خاتمہ کر دیا جس نے چھٹی صدی عیسوی میں فلسفے کی تعلیم بند کر دی تھی۔ قرآن نے ساتویں صدی میں فلسفے کی شمع از سر نو روشن کی جس کی بدولت یورپ میں احیاء العلوم اور اصلاح کلیسا جیسی انقلاب آفرین تحریکیں پیدا ہوئیں۔
25: قرآن مجید کی بدولت یورپ نے انیسویں صدی میں عورت کو طلاق حاصل کرنے کی اجازت دی۔
26: قرآن نے پہلی مرتبہ اقوام کو توحید پر مجتمع ہو جانے کی دعوت دی تا کہ امن قائم ہو سکے۔
27: قرآن مجید نے پہلی مرتبہ فرقہ بندی کو شرک قرار دیا۔
28: قرآن پہلی کتاب ہے جس نے یہ چیلنج دیا کہ اگر تمہیں اس کے منجانب اللہ ہونے میں شک ہے تو کم از کم اس طرح کی ایک سورت بنا کر دکھا دو۔
29: قرآن پہلی کتاب ہے جس نے دین و دنیا، دنیا دار اور دین دار، مادہ اور نفس ناطقہ کی دوئی کو ختم کر دیا اور بتایا کہ یہ ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔
30: قرآن مجید نے کائنات میں غور و فکر اور مظاہر کے مشاہدے کی دعوت دے کر استقراء کا قانون واضح کر دیا۔
31: قرآن ایک خوشگوار امتزاج ہے دین اور دنیا کا، درویشی اور سیاست یا حکومت کا۔
32: قرآن مجید نے رسم پرستی کو ختم کر دیا۔ قرآن نے انسان کو انسان کی ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر دیا۔
33: دنیا کے اکثر و بیشتر مذاہب کے بانی خود بھی تعلیم یافتہ تھے، لیکن نہ آنحضرت نے خواندہ تھے، نہ آپ کی قوم، بلکہ عرب تو جہالت میں ضرب المثل تھے اور تہذیب و تمدن سے بیگانہ تو قرآن کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک اُمی کے قلب پر نازل ہوا اور اس نے جاہل قوم کو عالم اور علم کا علمبردار بنا دیا۔
34: قرآن کریم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ دنیا کی تمام الہامی کتابوں میں یہی ایک ہے جو اوراق کے علاوہ سینوں میں بھی محفوظ ہے۔
35: قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے متن کی صحت کی گواہی اغیار نے دی ہے اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ کسی

Marfat.com

کتاب نے قرآن سے بڑھ کر انقلاب پیدا نہیں کیا اور کوئی ہادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کامیاب نہیں ہوا۔

36: قرآن مجید کی کوئی بات تہذیب اور حیاء کے معیار سے فروتر نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مرد اس کتاب کو عورت کے مجمع میں آ کر انہیں سمجھا سکتا ہے۔

37: قرآن نے تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ سرمایہ داری کے خلاف تعلیم دی ہے۔

38: قرآن مجید نے قانون وراثت نافذ کیا۔

39: انفرادی ذمہ داری کی تعلیم دی۔

40: قرآن نے تمام مذاہب کے غلط عقائد کی تردید کر دی۔ اس کا یہی ایک کارنامہ اسے غیر فانی بنا دینے کیلئے کافی ہے۔

41: قرآن نے شخصیت پرستی کا خاتمہ کر دیا۔

42: یہ کتاب اپنا تعارف خود کرواتی ہے۔

((الم ذلك الكتب لاريب فيه))

43: یہ کتاب انسانی شخصیت اور انسانی شخصیت کے تینوں پہلوؤں کی یکساں آبیاری کرتی ہے۔

44: قرآن نے شراب' قمار اور سود تینوں کو حرام قرار دے کر دنیا کو لعنت سہ گانہ سے آگاہ کیا۔

45: قرآن مجید نے دنیا کے تمام بانیان مذاہب کی عزت کرنے کا حکم دیا تاکہ رواداری اور مصالحت کا جذبہ پیدا ہو سکے۔

46: قرآن نے وحدت ادیان عالم کی تعلیم دی' وحدت نسل انسانی کی تعلیم دی اور وحدت معبود کی تعلیم دی۔

47: قرآن مجید نے بتایا کہ انسان گنہگار اور ناپاک نہیں ہے' زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔

48: صرف قرآن ہے جس کو اس کے پیش کرنے والے نے اپنی زندگی میں اپنے پیروؤں کو دے دیا اور وہ آج تک بجنسہ محفوظ ہے۔

49: قرآن سے بڑھ کر شرک کی تردید اور توحید کا اثبات کسی مذہب نے نہیں کیا۔

50: قرآن مجید نے حامل وحی کو بطور اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور عقیدہ توحید کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا۔

51: قرآن پاک نے یہ تعلیم دی ماسوائے اللہ فقیر الی اللہ ہیں اور صرف اللہ غنی اور حمید ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

قرآنی علوم خمسہ

پانچ علوم:

قرآن مجید کے مفہوم اور معنی پانچ علوم سے باہر نہیں اور وہ علوم یہ ہیں:

1: علم احکام۔
2: علم مناظرہ۔
3: علم تذکیر بالاء اللہ۔
4: علم تذکیر بایام اللہ۔
5: علم تذکیر بالموت و مابعدہ۔

علمِ احکام: علم احکام کے اندر واجب، مستحب، مکروہ اور حرام آجاتے ہیں، خواہ یہ عبادات میں ہوں یا معاملات، تدبیر منزل سے تعلق رکھتے ہوں یا ملکی سیاست سے۔ اس علم کا تعلق فقہاء سے ہے۔

علمِ مناظرہ: علم مناظرہ کا تعلق چار گروہوں یعنی یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین سے ہے اور یہ کام متکلمین کا ہے۔

علم تذکیر بالاء اللہ: علم تذکیر بالاء اللہ کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں مثلاً: زمین و آسمان کی تخلیق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

علم تذکیر بایام اللہ: علم تذکیر بایام اللہ میں ذکر ہے کہ کن کن نیکوں، پرہیز گاروں اور فرمانبرداروں کو نوازا گیا ہے اور کن کن نافرمانوں پر عذاب نازل کیا گیا ہے۔

علم تذکیر بالموت و مابعدہ: علم تذکیر بالموت و مابعدہ میں موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کا حال بیان کیا گیا ہے۔

علم احکام

احکام دو قسم کے ہیں:

1: امر۔ 2: نواہی۔

اقسام اوامر:

اوامر کی دو اقسام ہیں: عبادات اور معاملات۔ عبادات میں عقائد بھی شامل ہیں، کیونکہ عبادات کی بنیاد عقائد پر

Marfat.com

ہے۔عقائد صحیحہ کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔عقائد کے علاوہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ عبادات ہیں۔

معاملات:

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔تدبیر منزل (خانگی امور کی درستگی) سیاست مدینہ (امور سلطنت کی اصلاح) پھر سیاست مدینہ کی بھی دو اقسام ہیں۔ملک گیری کے قوانین مثلاً: جہاد فی سبیل اللہ، پھر جہاد فی سبیل اللہ عام ہے، خواہ باللسان ہو یا باللسنان، دوسرا انفاق فی سبیل اللہ اور اس کے ساتھ اس کے لوازمات یعنی مصارف انفاق وغیرہ کا بیان۔ملک داری کے قوانین جیسے مشرکین وغیرہم کے ساتھ ترک معاملہ ونواہی یعنی قرآن مجید کے وہ اوامر جن میں انسانوں کو بعض کاموں کے کرنے سے روکا گیا ہے مثلاً: اکل الربوا کی ممانعت قتلِ عمد کی ممانعت وغیرہ۔

علم مخاصمہ

قرآن مجید نے اس ضمن میں مشرکین، یہود ونصاریٰ اور منافقین سے دو طرح کا مناظرہ کیا ہے۔

1: "تردید فی ضمن عقائد الباطلہ" یعنی مخالفین کے عقائد کو ذکر کرتے ہوئے ان کی تردید کی گئی ہے۔

2: "تردید فی ضمن الشبہات" یعنی مخالفین کے شکوک شبہات کا ذکر کر کے ان کی تردید کی گئی ہے۔

مشرکین سے مخاصمہ:

مشرکین اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے اور ملت ابراہیمی کے پیروکار اور اس کے شعائر کو ادا کرنے والے۔ملت ابراہیمی کے شعائر یہ ہیں:

حج، نماز میں کعبہ کو قبلہ بنانا، غسل جنابت، فطرت کے تمام خصائل، مثلاً: مسواک کرنا، مونچھیں کٹوانا، داڑھی بڑھانا، ناخن اتروانا، موئے بغل، موئے زیر ناف کو صاف کرنا، حرمت والے مہینوں کا احترام کرنا، تکریم کعبہ، نسبتی ورضائی محرمات کا حرام جاننا، حلال جانوروں کو ذبح کرنا اور اونٹ کو نحر کرنا۔

ملت ابراہیمی کے شرعی اعمال یہ ہیں:

وضو، نماز، روزہ، صدقہ، مساکین اور یتامیٰ کی خبر گیری اور صلہ رحمی۔

مشرکین نے ملت ابراہیمی کے ان شعائر کو ترک کر دیا تھا، ان کی بجائے شرک، قتل، زنا، غصب ونہب جیسے قبیح افعال اپنا لیے۔ملت ابراہیمی کا مرکزی اصول توحید ہے، لیکن مشرکین آباء پرستی، ستارہ پرستی، شجر پرستی اور صنم پرستی کے ضلال میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کا رد کیا اور مشرکین سے مخاصمہ کرتے ہوئے ملت ابراہیمی کے شعائر سے استدلال کیا۔مشرکین سے شرک کے جواز کی دلیل مانگی اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے نفرت دلائی۔بندوں، بتوں وغیرہ کی بے بسی ثابت کی اور تمام انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ بتایا کہ وہ سب توحید کے قائل اور اس پودے کی آبیاری کرنے والے تھے اور شرک کے رد کیلئے آئے تھے۔قرآن نے شرک کو جاہلانہ نظریہ اور خلاف عقل ٹھہرایا۔

مشرکین کا ایک شرک یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دوسروں جیسا خیال کرتے تھے جسے تشبیہ کہتے ہیں۔وہ فرشتوں کو اللہ

Marfat.com

کی بیٹیاں ٹھہراتے' انہوں نے بندوں کے علم سمع اور بصر کو اللہ تعالیٰ پر اور اللہ کی صفات کو بندوں پر قیاس کر لیا تھا۔ قرآن حکیم نے ان سے مخاصمہ کیا، ان سے دلیل مانگی اور اندھی تقلید کا رد کیا اور دلیل دی کہ باپ اور بیٹا ہم جنس ہوتے ہیں، جنہیں تم اللہ کی اولاد کہتے ہو وہ اللہ کی جنس سے نہیں۔ انہیں یہ بھی بتایا کہ تم اپنے لئے بیٹی تو پسند نہیں کرتے اور اس کی ولادت پر مارے شرم کے لوگوں کی نظروں سے چھپتے پھرتے ہو پھر اللہ کیلئے بیٹیاں کیونکر پسند کرتے ہو؟

عمرو بن لحی نے شرک کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ بحیرہ' سائبہ' حام' قرعہ اندازی کے ذریعے تیروں سے جوا کھیلنا اور اسے بتوں کی طرف منسوب کرنا اور وہ اپنے آباؤ اجداد کی غلط رسوم اور کورانہ تقلید کا قائل تھا۔

عرب بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس نظریہ کو رد کیا اور کہا کہ یہ نظریہ انبیاء علیہم السلام اور مذہبی بزرگوں سے ثابت نہیں اور جن لوگوں نے یہ عقیدہ تراشا ہے وہ گمراہ تھے اور راہ راست سے ہٹے ہوئے تھے۔

مشرکین حشر ونشر کے منکر تھے اور اس کو ضعف عقل گردانتے تھے۔ انسان کی پیدائش، کائنات کی تخلیق، پانی سے سبزی وغیرہ کا اگنا اس کی واضح دلیل ہے۔

مشرکین نبوت و رسالت کو محال سمجھتے تھے، حالانکہ یہ محال ہے اور نہ ہی بعید از عقل۔ لوگوں کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام آتے رہے وہ سب مرد تھے اور ان پر نبوت آتی رہی اور اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوتا رہا ہے۔

مشرکین انبیاء علیہم السلام سے اپنی منشاء کے مطابق معجزے طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ تمہارا مطالبہ مان لینا خلاف مصلحت ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ تم معجزہ دیکھ کر بھی رسول کا انکار کر دو۔ نبی تمہاری مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیا میں آتا ہے۔ اگر ملائکہ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو لوگ اس پر بھی اعتراض کرتے اور فرشتہ اپنی خاص صفات کی وجہ سے انسانوں کو ہدایت دینے سے قاصر رہتا۔

یہود سے مخاصمہ:

یہود راہ راست سے منحرف ہو چکے تھے۔ تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے، ان کے علماء شریعت موسوی سے دور جا رہے تھے، رشوت لیتے' غلط فتوے دے کر اجرت حاصل کرتے تھے، اپنی قوم کو ہی نجات یافتہ خیال کرتے تھے اور نبوت کو صرف بنی اسرائیل سے ہی مختص سمجھتے تھے۔ وہ نبی آخر الزمان کے منتظر تھے، لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو یہود نے آپ کا انکار کر دیا۔

ان میں شفاعت کا غلط مفہوم رائج تھا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ جو چاہیں کریں، وہ ہر حالت میں اللہ کے منظور نظر ہیں۔ ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ان کے راہب ان کو جہنم کی آگ سے نجات دلائیں گے۔

یہود موسوی شریعت کا ناقابل نسخ سمجھتے تھے، حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر ثابت تھی کہ تورات ضائع ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عقلی اور نقلی دلائل سے ان کے غلط عقائد کا رد کیا۔

قرآن مجید ان کی تورات میں تحریف' نسلی تفاخر' نجات یافتہ ہونے کا زعم باطل اور آباء پرستی کے عقیدہ کو پاش پاش کیا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور صفات کو چھپانے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔

Marfat.com

موسوی شریعت کی تعزیرات کو انہوں نے موقوف کر دیا تھا جس پر قرآن کریم نے انہیں ملزم ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بغض کو ظاہر کر دیا جو انہیں بنی اسماعیل سے تھا۔ ان کے باطل فتوؤں پر انہیں سخت سرزنش کی۔ سورۃ البقرہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ ان میں ہر قسم کی اخلاقی گراوٹ آچکی تھی۔ قرآن کریم نے ایک ایک غلطی اور خرابی کو بیان کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو انہوں نے حیلے بہانوں سے بعید از عقل ٹھہرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں عقلی اور نقلی دلائل سے ملزم ٹھہرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو درست ثابت کیا۔

نصاریٰ سے مخاصمہ:

نصاریٰ توحید کو چھوڑ کر تثلیث، ابنیت مسیح اور کفارہ کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ عقائد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے سراسر منافی تھے۔ چنانچہ عقلی اور نقلی دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت ثابت کی۔ نصاریٰ نے مسیح کی بے باپ پیدائش کو جو ابنیت اور معبودیت کی دلیل ٹھہرایا تھا اس کا رد حضرت آدم علیہ السلام کی مثال دے کر کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہونے کی وجہ سے معبود ٹھہرائے گئے ہیں تو پھر آدم علیہ السلام کو کیا مقام دیں گے؟

عیسائیوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس بشارت کو جو کہ انجیل میں تھی تحریف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سرزنش کی اور دلائل سے واضح کر دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان پیش گوئیوں کے مصداق ہیں جو انجیل میں پائی جاتی ہیں۔

منافقین سے مخاصمہ:

قرآن مجید نے منافقین کی علامات اور صفات بیان کر دی ہیں۔ ان کی دو بڑی قسمیں ہیں:

1: قلبی منافق۔ 2: عملی منافق۔

قلبی منافق وہ جن کے دل اسلام کے دشمن تھے لیکن ظاہری طور پر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

عملی منافق وہ جو دل سے تو اسلام کو سچا مانتے تھے لیکن ان کے اعمال اسلام کی تعلیم کے مطابق نہ تھے۔ وہ ضعف ایمانی، دنیا پرستی، جاہ پرستی، قوم پرستی، بخل حسد، کینہ، رسالت کے متعلق شکوک وشبہات وغیرہ کے امراض میں مبتلا تھے۔ یہ لوگ بزدل تھے اور کھل کر سامنے نہیں آتے تھے۔ اعتقادی نفاق کا پتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں چل سکا کیونکہ وحی منقطع ہو چکی تھی۔

منافقین کی دوسری قسم کو اس علامتوں سے پہچانا جا سکتا ہے۔ احادیث میں کذب بیانی وعدہ خلافی، گالی گلوچ اور شکم پروری کو علامات نفاق قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر بالاء اللہ

تذکیر ہی تذکیر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف قسم کے قصص بنی نوع انسان کو راہ راست پر لانے کیلئے بیان کئے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ بات عیاں ہے کہ قرآن مجید مطلق تذکیر کیلئے نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

Marfat.com

((ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر))

''اور ہم نے قرآن مجید کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟''

تذکیر کا مقصد:

لوگوں نے قرآنی قصص کو محض کہانیاں سمجھ رکھا ہے اور ان سے روحانیت حاصل نہیں کرتے۔قرآن مجید ان قصوں کے ذریعے ''الاء اللہ'' ایام اللہ'' اور ''موت و مابعدہ'' کا بار بار ذکر کر کے انسانوں کو گمراہیوں سے بچنے اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی تلقین کرتا ہے۔

اسماء وصفات الٰہیہ:

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانی ذہن کو مدنظر رکھا ہے۔اسماء وصفات الٰہیہ کو سہل اور سادہ انداز میں عوام کے محاورات کے ذریعے بیان کیا ہے۔اللہ کی صفات کے متعلق فرمایا کہ جس طرح اس کی ذات یگانہ ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔ارشاد ہوتا ہے:

((لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر))

''اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔وہ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی صفات کی مانند کسی کی صفات نہیں ہیں۔اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔مثلاً تخلیق کائنات' بادلوں سے بارش برسانا' چشمے جاری کرنا' پانی سے پھل پھول اور سبزیاں پیدا کرنا' سمندروں اور پہاڑوں کا پیدا کرنا' اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی تمام نعمتیں جو قرآن مجید میں بیان کی ہیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہے کہ انسان کج روی چھوڑ کر صراط مستقیم پر قدم مارے اور اللہ کو یاد رکھے اور غیر اللہ سے منہ موڑے۔

مفسر اور تذکیر بالاء اللہ:

یہ واضح رہے کہ تذکیر بالاء اللہ کیلئے مفسر کو علوم طبعیات میں کافی مہارت ہونی چاہیے تاکہ وہ آلاء اللہ کی تشریح کر سکے۔حکمت طبیعہ کو قرآن مجید نے الاء اللہ کی تذکیر میں پیش کیا ہے۔

قرآن کریم کا نزول تمام نسل انسانی کی تہذیب کیلئے ہوا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے تذکیر بالآ اللہ کے سلسلہ میں عام افراد بنی آدم کی اکثریت کی معلومات سے زیادہ بیان نہیں کیا اور نہ ہی زیادہ بحث سے کام لیا ہے۔اسماء اور صفات اعلیٰ کو ایسے آسان طریقے سے بیان کیا ہے کہ تمام نسل انسانی حکمت الٰہی اور علم کلام میں مہارت کے بغیر ہی اپنی فطرت کے ذریعے ان کو سمجھ سکے۔چنانچہ ذات الٰہی کا ذکر اجمالی فرمایا کیونکہ اس کا علم تمام افراد کی فطرت میں موجود ہے اور چونکہ صفات الٰہی کا فہم گہری نظر سے حاصل کرنا محال تھا۔اس لئے ان بشری صفات کاملہ سے سمجھایا گیا ہے جن کو ہم جانتے ہیں اور جو ہمارے نزدیک قابل تعریف سمجھے جاتے ہیں۔اسی طرح جن نعمتوں کا ذکر مناسب تھا کیا گیا یہ نعمتیں عام ہیں۔مثلاً زمین و آسمان کی پیدائش' بادلوں سے پانی برسانا' زمین سے پانی کے چشمے جاری کرنا۔اس سے طرح طرح کے پھل پھول غلہ اگانا' ضروری صنعتوں کا الہام اور ان کے جاری کرنے کی قدرت بخشنا۔مصیبتوں کے ہجوم اور

Marfat.com

ان کے دور ہونے کے وقت لوگوں کا رویہ بدل جانے پر تنبیہ بھی کی گئی ہے۔

تذکیر بایام اللہ

دو قسم کی اقوام کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو قسم کے تاریخی واقعات بیان کیے ہیں۔ ایک تو ان اقوام کے جو اپنے گناہوں' سرکشیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔ قرآن مجید نے ان کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے کہ وہ کیوں تباہ ہوئیں تاکہ بعد کی آنے والی نسلیں ان راستوں کو ترک کر دیں جس پر چل کر وہ قومی ہلاک ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کا بار بار ذکر کیا ہے تاکہ قاری ان قصص پر تدبر سے کام لے۔

دوسرے ان لوگوں کے حالات بیان کیے ہیں جنہوں نے اللہ کی فرمان برداری کی۔ اس کی ہدایات اور تعلیمات پر قدم مارا۔ مثلاً: حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام' حضرت اسحٰق علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت ہارون علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت سلیمان علیہ السلام' حضرت زکریا علیہ السلام' حضرت یحییٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے قصص قرآن مجید میں کئی بار بیان ہوئے تاکہ قاری ان بزرگ ہستیوں کے نقش قدم پر چلے اور انہی راہوں کو اختیار کرے جن راہوں کو ان بزرگ ہستیوں نے اختیار کیا تھا۔

انبیاء کرام کے واقعات:

انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ذکر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو تسلی اور کفار کیلئے عبرت کا سامان مہیا کرنا مقصود تھا۔

تذکیر بایام اللہ اور مؤرخ و فلسفی:

تذکیر بایام اللہ کو فقط ایک مؤرخ اور فلسفہ و تاریخ کا ماہر ہی اچھی طرح سمجھ اور سمجھا سکتا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار جن اقوام کے عروج کا ذکر کیا ہے ایک مؤرخ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ بتائے کہ فلاں قوم نے کس طرح عروج حاصل کیا پھر وہ کس طرح پستی کی گہرائیوں میں گری۔

ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کو بیان کرنے والے واقعات:

اس میں وہ واقعات بیان کیے گئے ہیں جو ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کی کشمکش کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور ترغیب یا ترہیب کا کام انجام دیتے ہیں۔ مثلاً: فرمانبرداروں کیلئے انعام اور نافرمانوں کیلئے علتیں۔ اس کیلئے ایسی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے وہ سن چکے تھے۔ مثلاً: قوم عاد و ثمود کے قصے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انبیائے بنی اسرائیل کی داستانیں وغیرہ۔ غیر مانوس وغیرہ قصے بیان نہیں کیے گئے۔

مشہور قصص اور تذکیر:

مشہور قصوں میں سے بھی صرف ان کو لیا گیا ہے جو تذکیر میں کارآمد ہوں اور تمام قصوں کو ان کی تمام خصوصیات

Marfat.com

کیساتھ بیان نہیں کیا گیا۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ عوام جب کوئی عجیب وغریب داستان سنتے ہیں یا داستان اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ان کے سامنے بیان کی جاتی ہے تو ان کی طبیعت محض اس داستان کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور تذکیر کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

قصص کا مقصد:

ان قصص کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان واقعات سے آگاہی ہو جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سننے والے کا ذہن شرک اور گناہ کی برائی سے نفرت کرے اور وہ کفار پر عذاب اور مخلصین پر اللہ کی عنایت پر مطمئن ہو جائے۔

تذکیر بالموت و مابعدہ

تذکیر بالموت و مابعدہ کا مفہوم:

تذکیر بالموت و مابعدہ سے مراد ہے موت کا برحق ہونا، اس کی کیفیات، عالم نزع کی حالت، انسان کی موت کے سامنے درماندگی اور علامات قیامت ہیں۔

علامات قیامت:

قیامت کی علامات میں سے نزول عیسیٰ، دابۃ الارض کا خروج، یاجوج ماجوج کا خروج ہے۔ قیامت کی قریبی علامات میں سے نفخ صور، زمین و آسمان اور مظاہر قدرت کی تباہی ہے۔

واقعات قیامت:

قیامت کے واقعات میں سے حشر و نشر کا تصور، سوال و جواب حساب و کتاب، میزان عمل اعمال نامہ کا دیا جانا، اہل دوزخ و جنت کا اپنے اپنے مقام میں داخل ہونا، ان کے باہمی سوال و جواب، اعراف والوں کا ذکر، اہل جنت کی باہمی گفتگو، اہل نار کی بحث و تمحیص، رویت باری تعالیٰ، عذاب جہنم کے مختلف انواع کا ذکر، اہل جنت کا رضوان سے اور اہل نار کا مالک سے کلام وغیرہ ہے۔

دنیاوی اور اُخروی زندگی:

قرآن مجید کے نزدیک انسانی زندگی موت پر ختم نہیں ہوتی اس پر تمام حنفی ادیان یعنی یہودی، نصرانی اور مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ صابئی ادیان میں سے سناتنی، بدھ مت اور ایرانی مجوسی جو تناسخ کے قائل ہیں وہ بھی موت پر زندگی کے ختم کو نہیں مانتے۔ اسی طرح فلاسفہ کی ایک جماعت بھی انسانی زندگی کو موت پر ختم تسلیم نہیں کرتی۔ ہاں ادنیٰ طبع کے لوگ زندگی کو موت پر ختم جانتے ہیں ان سے عوام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس قسم کے لوگوں کو اُخروی زندگی پر یقین دلانے کے لئے موت اور مابعدہ کے حالات قرآن مجید میں بار بار بیان کئے گئے ہیں تاکہ وہ غفلت کے پردے سے باہر نکلیں اور کج روی کو ترک کر دیں۔

☆☆☆

Marfat.com

ناسخ و منسوخ

ناسخ و منسوخ کی بنیادی آیت:

مسئلہ ناسخ و منسوخ کی بنیاد حسب ذیل آیت پر رکھی گئی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((ماننسخ من اية او ننسهانات بخير منها او مثلها))(سورة البقرہ2:102)

"جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں"

نسخ کے معنی:

نسخ کے معنی ہیں: ایک چیز کا دوسری چیز سے ازالہ کرنا۔ لوگوں کو اس کے معنی سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ جب کسی آیت کا مفہوم کسی دوسری آیت سے محدود کر دیا جاتا ہے تو یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ پہلی آیت دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی۔ اسی طرح جب کسی ایک آیت کے الفاظ سے کچھ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، مقصد یہ نہ تھا کہ وہ آیت منسوخ کر دی گئی ہے بلکہ یہ تھا کہ ایک خاص مفہوم کو جو اس کے متعلق پیدا ہوتا تھا منسوخ کر دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام نے یہ لفظ صرف انہی معنوں میں استعمال کیا تھا اور متقدمین نے بھی انہی معنوں کو اپنایا۔

لغوی مفہوم:

دوسرے موقع پر کسی آیت کو مقید کر دیا گیا یا پہلے کوئی مضمون اجمالی طور پر بیان ہوا تھا پھر اس کی تفصیل کی گئی ہے ان حالات میں لغوی طور پر کہا جائے گا کہ دوسرے مضمون کو پہلے مضمون نے منسوخ کر دیا۔

کثرت نسخ اور متقدمین کی تعریف:

متقدمین نے نسخ کی جو تعریف کی ہے اس کے اعتبار سے تو بے شک قرآن کی آیات میں کثرت سے "نسخ" موجود ہے۔ بات یہ ہے کہ مکی سورتوں میں عموماً اصول اور کلیات بیان کیے گئے ہیں اور مدنی سورتوں میں ان اصول اور کلیات کی تشریح اور تفصیل ظاہر ہے کہ قدرتی طور پر ایک قوم کو درجہ بدرجہ ترقی کی منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔ چنانچہ تدریجی ترقی دینے والا کوئی استاد اس طریق سے نہیں بچ سکتا۔ راہ ترقی پر چلتے ہوئے ایک درجہ کے بعد دوسرے درجہ میں جو تبدیلی ہوتی ہے اس تبدیلی کو جو قطعاً طبعی ہے معیوب نہیں سمجھا جا سکتا، نہ اس سے کسی قسم کے کچھ شکوک پیدا ہونے چاہئیں۔

علمائے متاخرین اور نسخ کا خاص مطلب:

متقدمین کے بعد علماء متاخرین کا زمانہ آیا تو انہوں نے نسخ کا ایک خاص مطلب معین کر لیا' انہوں نے یہ سمجھا کہ

Marfat.com

جیسے تورات کے تفصیلی احکام پر قرآن کے تفصیلی اوامر کے بعد عمل کرنا ممنوع ہے اسی طرح قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جن کو بعد کی آیات نے منسوخ کر دیا ہے، اس لئے ان پر عمل کرنا مطلقاً جائز نہیں۔

ان معنوں میں نسخ کی اس اصطلاح کا عام طور پر اس زمانہ میں رواج ہوا جبکہ فقہاء کا آپس میں اختلاف اور تضاد پیدا ہو چکا تھا۔

ناسخ ومنسوخ آیات کی تعداد میں اختلاف:

ناسخ منسوخ آیات کی تعداد میں علماء کا شدید اختلاف ہے۔ یہ اختلاف خود اس بات پر دلالت ہے کہ متاخرین میں ناسخ منسوخ کا مسئلہ آیات کے نہ سمجھنے کی بنا پر ہوا۔

محققین ناسخ ومنسوخ آیات کی تعداد میں اختلاف پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پہلے اہل علم قرآن میں پانچ سو آیات منسوخ مانتے رہے، لیکن شیخ جلال الدین السیوطی اپنے مقتدا اور پیش رو قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بہ ابن العربی متوفی 543 ہجری کے نقش قدم پر چلے اور فقط بیس آیات کو منسوخ قرار دیا۔"

محققین علم قرآن نے ان بیس آیتوں میں سے پندرہ کی اس طرح تطبیق کی ہے کہ ان کا منسوخ ہونا ساقط ہو جاتا ہے، آخر میں صرف پانچ آیتیں ایسی رہ جاتی ہیں جنہیں محققین منسوخ قرار دیتے ہیں، لیکن در حقیقت وہ بھی منسوخ حقیقی نہیں ہیں۔

پانچ منسوخ آیات:

منسوخ پانچ آیات حسب ذیل ہیں:

1: تقسیم وراثت کا حکم آنے سے پہلے مرنے والوں پر وصیت فرض تھی۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں ہے:

((کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیران الوصیة))

"تم میں سے جب کسی کو موت آئے تو عمدگی کے ساتھ وصیت کرنا لازمی ٹھہرایا گیا ہے، اگر وہ ماں باپ کیلئے اور قریبیوں کیلئے مال چھوڑے۔"

پھر جب سورۃ نساء میں تقسیم وراثت کا حکم اترا (یوصیکم اللہ) تو آیت وصیت منسوخ ہو گئی اور حدیث "لا وصیة لوارث" (وارث کے لیے وصیت کی ضرورت نہیں) نے اس نسخ کو بیان کیا ہے۔

اگر پہلی (وصیت والی) آیت کے لفظ کتب کا معنی فرضیت نہ لیا جاتا بلکہ محض تعلیم وارشاد مراد لی جائے تو اس آیت کو منسوخ ماننے کی حاجت نہیں رہتی۔

2: سورۃ انفال کی آیت نمبر 65 میں ارشاد ہوتا ہے:

((ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین))

Marfat.com

"اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے۔"

کہا جاتا ہے کہ یہ اس سے اگلی آیت سے منسوخ ہے:

((الان خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین))

"اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور وہ جانتا ہے تم میں کمزوری ہے، سو اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دوسو پر غالب آ جائیں گے۔"

ان آیات میں بھی ایمانی قوت وضعف کے مدارج کو ملحوظ رکھ کر کہا جائے تو پہلا حکم ان کیلئے ہے جو بہت قوی الایمان ہوئے اور دوسرا حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے تو نسخ کی حاجت نہیں رہتی۔

3: سورۃ مجادلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے متعلق منافقین کی سازشوں کا سدباب کرانے کے لئے آیت نمبر 12 میں صدقہ کا حکم ہے:

((اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقة ذلك خیر لکم واطهر فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم))

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے مشورہ لو تو اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دے دیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور باعث طہارت ہے، پھر اگر تم نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

یہ اپنے بعد والی آیت سے منسوخ ہے:

((فاذ لم تفعلوا وتاب علیکم))

"جب تم نے ایسا نہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع برحمت کیا۔"

اگر غور وتدبر سے کام لیا جائے تو پہلی آیت میں بھی صدقہ کا حکم فرض نہ تھا جو (فان لم تجدوا) سے ظاہر ہے۔ پس نسخ کا سوال نہ رہا، کیونکہ حکم تو پہلے بھی مالداروں کیلئے تھا جو دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوا، کیونکہ دوسری آیت میں حکم غرباء کے لیے ہے۔

4: سورۃ النساء کی آیت ہے:

((واللاتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت اویجعل اللہ لهن سبیلا))

"وہ عورتیں جو بے حیائی کرتی ہیں تو اپنے میں سے چار کی گواہی طلب کرو۔ اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں روکے رکھو۔ حتی کہ ان کو موت آلے یا اللہ تعالیٰ ان کیلئے کوئی اور راستہ نکال دے۔"

یہ سورۃ نور کی اس آیت سے منسوخ ہے:

((الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة))

"زانی مرد اور زانی عورت ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔"

Marfat.com

محققین کہتے ہیں کہ یہ نسخ نہیں، بلکہ سورۃ النساء کی آیت میں بدکار عورتوں کیلئے کوئی راہ نکالنے کا وعدہ تھا جو سورۃ نور کی آیت سے پورا ہو گیا ہے اور ان کی سزا بیان کر دی گئی ہے۔

5: سورۃ مائدہ کی آیت ہے:

((شهادة بينكم اذا حضر احدكم الموت حين الوصية اثنن ذوا عدل منكم او اخران من غيركم))

میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (من غیرکم) سے مراد غیر مسلم ہیں، لیکن دوسرے آئمہ کے نزدیک (من غیر اقاربکم) مراد ہے، نہ یہ کہ غیر مسلم۔

دوسری آیت میں ہے:

((واشهد واذوى عدل منكم))

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کا مسلمانوں پر گواہ بنانا جائز نہیں۔ دیگر آئمہ کے نزدیک تو پہلی آیت میں نسخ کا سوال ہی نہیں مگر امام احمد کے بیان کردہ معنی کی وجہ سے اسے منسوخ ماننا پڑے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک یہاں بھی نسخ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ پورے قرآن مجید میں کہیں ایک جگہ بھی حقیقی ناسخ و منسوخ نہیں۔ ہاں حکم پہلے سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ضرور بیان ہوئے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

محکمات ومتشابہات

محکم ومتشابہ کا قرآن میں بیان:

قرآن مجید میں آتا ہے:

((ھوالذی انزل علیك الکتب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت فاماالذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الااللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ومایذکرالا اولوالباب))(سورۃ آل عمران 3:7)

"وہی اللہ ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔اس کتاب میں دوطرح کی آیات ہیں ایک محکمات جو کتاب کی بنیاد ہیں اوردوسری متشابہات۔جن لوگوں کے دلوں میں زیغ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہیں اور وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اوران کی من مانی تاویل کرتے ہیں اوراس کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اوران کے جوعلم میں پختہ ہیں۔وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے کہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اورعقل والوں کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔"

محکم کا معنی:

محکمات محکم کی جمع ہے۔محکم وہ ہے جس میں لفظ اورمعنی کی حیثیت سے کوئی شبہ وارد نہ ہو۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

((واضحۃ المعنی ظاھرۃ الدلالۃ محکمۃ العبارۃ متشبھت))

"محکم وہ ہے کہ جس کا معنی واضح ہواوردلالت ظاہر ہو۔"

محکم وہ کلام ہے جس کو سن کراہل زبان وہی معنی سمجھ لے جس کیلئے وہ بنایا گیا ہے اورمتشابہ وہ کلام ہے جس کے ایک سے زیادہ معنی ممکن ہوں۔مثلاً ضمیر کے دومرجع ہوسکتے ہیں،اسی طرح ایک لفظ کے دومعنی ہوں تو بھی اشتباہ ہوسکتا ہے۔مثلاً:

((لامستم النساء))

لمس کے معنی چھونااورجماع دونوں ہیں۔

کبھی بعض دفعہ معطوف کا معطوف علیہ قریب ہوتا ہےاورکبھی بعید بھی بعید ہونے کی صورت میں اشتباہ ہوسکتا ہے مثلاً:

((وامسحوابرء وسکم وارجلکم))

Marfat.com

یہاں ارجلکم کا عطف وجوھکم وایدیکم پر ہے، اس لئے پاؤں کا دھونا فرض ہے، لیکن اگر اس کا عطف رؤسکم پر مانا جائے تو پاؤں پر مسح فرض ہوگا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عمل سے یہ بات واضح ہے کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے، لہٰذا ''ارجلکم'' کا عطف وجوھکم پر صحیح ہے اور متواتر قرأت بھی یہی ہے۔

بعض دفعہ ایک جملہ پہلے کا معطوف بھی ہو سکتا ہے اور نیا کلام بھی اس وجہ سے اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً:

((مایعلم تاویله الا اللّٰہ والراسخون فی العلم))

اگر اللہ پر وقف ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے سوا متشابہات کی تاویل کوئی نہیں جانتا، لیکن اگر یہاں وقف نہ ہو تو معنی یہ ہے کہ متشابہات کی تاویل اللہ اور پختہ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

متشابہ کا معنی:

متشابہ شبہ سے ہے۔ قرآن مجید میں متشابہ اسے کہا جاتا ہے جس کی تفسیر بوجہ اس کی غیر کے ساتھ مشابہت کے مشکل ہو۔ خواہ مشابہت لفظ کی حیثیت سے ہو یا معنی کی حیثیت سے۔

آئمہ مفسرین کا اختلاف:

محکمات اور متشابہات کے بارے میں آئمہ مفسرین کا اختلاف ہے۔ عام مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں متشابہات انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور ان پر بحث کرنا جائز نہیں، لیکن محققین اس نقطہ نگاہ سے متفق نہیں۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ ''راسخین فی العلم'' (پختہ علم والے) ان متشابہ آیات کو سمجھ سکتے ہیں اور بعض خاص طالب علم مسلسل کوشش سے اپنے اندر ''رسوخ فی العلم'' کا مقام پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو قرآن شریف پورے طور پر سمجھ میں نہیں آئے گا جس سے لوگوں کے دلوں میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی اور اس طرح قرآن کریم کی طرف ان کی بے اعتنائی کا باعث بن جائے گی۔

آیت کریمہ کا وقف اور ایک اہم ترین مسئلہ:

آیت کریمہ:

((مایعلم تاویله الا اللّٰہ والراسخون فی العلم))

اگر اس آیت میں الا اللہ پر وقف لازم مانا جائے تو پھر معنی ہوگا کہ اللہ کے سوا ان آیات کے معنی کو کوئی نہیں جانتا اور اگر وقف الراسخون فی العلم کے بعد مانا جائے تو معنی ہوگا کہ اللہ اور وہ لوگ جو علم میں راسخ ہیں ان متشابہ آیات کے بارے میں جانتے ہیں، ان کے سواء کوئی نہیں جانتا۔

اس میں بعض مفسرین نے الا اللہ کے بعد وقف ٹھہرایا ہے اور بعض کے نزدیک وقف لازم الراسخون فی العلم کے بعد آتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انہیں مفسرین میں سے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مقطعات

حروف مقطعات سے مراد:

مقطعات کا معنی ہے: ٹکڑے۔ حروف مقطعات سے مراد وہ حروف ہیں جو قرآن مجید کی مختلف سورتوں کے شروع میں ہیں اور جنہیں الگ الگ پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً:

الم۔ الر۔ ق۔ ن وغیرہ۔

حروف مقطعات اور متشابہات:

حروف مقطعات بھی فنون حکمت میں سے ایک فن ہیں۔ مفسرین کیلئے حروف مقطعات کی بحث بھی مشکل ہے۔ اس میں مفسرین کے مختلف خیالات ہیں۔ بعض کے نزدیک مقطعات متشابہات میں سے ہیں، ان کا علم سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں:

((وما یعلم تاویله الا الله))

پر وقف ہے اور الراسخون فی العلم یقولون امنا بہ اس سے بالکل علیحدہ ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ متشابہات کا علم اور اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور راسخین فی العلم (پختہ علم والے) کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔

اس کے برعکس دوسرے اہل علم کہتے ہیں کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ راسخین فی العلم (پختہ علم والے) کو بھی ہے وہ الا اللہ پر وقف نہیں کرتے بلکہ الراسخون فی العلم کو بھی اس کے ساتھ ملاتے ہیں یعنی اس تاویل کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور راسخین فی العلم بھی۔

حروف مقطعات اور سات توجیہیں:

حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین حضرات نے کافی بحث کی ہے۔ کئی توجیہیں بیان کی ہیں۔ مشہور توجیہیں سات ہیں جو یہ ہیں:

1: اللہ اعلم بمرادہ (اللہ اس (مقطعات) کی مراد کو خوب جانتا ہے۔)

2: امتحان کیلئے ہے اور ہر ایک کا امتحان اس کی شان کے مطابق ہے۔ اس میں اہل علم کا امتحان ہے کہ اس میں وقف کرے اور اپنی بساط علمی کے گھوڑے نہ دوڑائے۔

3: تحدی بلغاء ہے۔

4: اسمائے الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔

Marfat.com

5: خلاصہ سورت کی طرف اشارہ ہے۔

6: حساب ابجد کی طرف اشارہ ہے جس میں خاص مدت کے تعین کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

7: ابتدائے سورت میں یہ بمنزلہ پھول کے ہیں۔

انفرادی معنی والے حروف:

حروف مقطعات عربی زبان میں انفرادی معنی رکھتے ہیں۔ جب بھی ثلاثی کلمہ میں دو حروف جمع ہوتے ہیں تو ان سے ایک مشترکہ معنی حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً ج اور ن'' مل کر جب ایک لفظ بنتے ہیں تو اس لفظ کے معنی چھپنا' چھپانا اور پردہ کرنے کے ہوتے ہیں جیسے جن وجنین وغیرہ۔ حروف مقطعات کے یہ معنی تو ان کے مادہ کے اعتبار سے ہیں لیکن مخارج کے اعتبار سے وہ جدا اور علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔

☆☆☆

تشبیہ

تشبیہ کا معنی:

لغت میں تشبیہ سے مراد ایک چیز کو دوسری سے مشابہت دینا ہے۔ اصطلاح علم بیان میں دو چیزوں کا باہمی ایک وصف خاص میں اشتراک ظاہر کرنا تشبیہ ہے۔ جیسا کہ شیر کا وصف خاص شجاعت اور آفتاب کا نور ہے۔

تشبیہ کی خصوصیت:

تشبیہ میں یہ بھی قید ہے کہ وہ نہ استعارہ بالکنایہ کے طور پر ہو، نہ تجربہ کے طور پر ہو، نہ استعارہ تحقیقیہ کے طور پر۔

تشبیہ کے چار ارکان:

تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں:

1: مشبہ۔ جس کی تشبیہ دی گئی۔

2: مشبہ بہ۔ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

3: تشبیہ۔ وہ کلمات جن کے ساتھ تشبیہ بیان کی جاتی ہے۔

4: وجہ شبہ۔ وہ وصف خاص جس میں تشبیہ دی گئی ہے۔

تشبیہات قرآن:

اب قرآن مجید کی تشبیہات کا ملاحظہ فرمایئے کہ حسن وخوبی میں اعجاز کو پہنچ گئی ہیں۔ بعض علماء نے خاص اس فن میں کتابیں لکھی ہیں اور قرآن کی تشبیہات کا کمال دکھایا ہے۔ مثلاً:

((مثلھم کمثل الذی استوقد نارا))

Marfat.com

"کافرومنافق کی مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی۔"

((او کصیب من السماء فیه ظلمت و رعد و برق))

"یا پھر ان (کافروں اور منافقوں) کی مثال آسمانی بادل کی طرح ہے کہ جس میں اندھیرا، کڑک اور بجلی ہے۔"

((یاایها الذین اٰمنوا کونوا انصار اللّٰه کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللّٰه قال الحواریون نحن انصار اللّٰه))

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ حضرت عیسٰی ابن مریم نے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کے لیے میرا کون مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے لیے مددگار ہیں۔"

((مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا))

"ان لوگوں کی مثال جنہوں نے تورات اٹھائی اور پھر اس پر عمل نہ کیا، اس گدھے کی طرح ہے کہ جس پر کتابیں لاد دی گئیں ہوں۔"

☆☆☆

حذف

یکے از قسم اعجاز:

قرآن مجید کی اقسام اعجاز میں سے ایک اعجاز حذف ہے۔ جس کی مختلف اور متعدد صورتیں قرآن مجید میں پائی جاتی ہیں۔ دو مشہور اقسام یہ ہیں:

1: جملہ کا محذوف ہونا۔

2: جزو جملہ کا محذوف ہونا۔

جملہ کا محذوف ہونا:

کلام میں کبھی ایجاز حذف جملہ سے ہوتا ہے خواہ ایک جملہ مستقلہ کا حذف ہو یا متعدد جملوں کا۔ مثلاً:

((فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت))

"ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ اپنا عصا اس پتھر پر مار تب اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔"

تو یہاں ایک جملہ "فضرب بها" (عصا مارا) محذوف ہے، چونکہ یہ جملہ سبب ہے بارہ چشموں کے نکلنے کیلئے، تو سبب مذکور ہونے کی صورت میں قرینہ مقام سے سبب کا مضمون خود بخود سمجھا یا جاسکتا ہے، اس لئے جملہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح آیت:

((کان الناس امة واحدة فبعث اللہ النبین مبشرین ومنذرین))

"تمام لوگ ایک امت تھے، پھر اللہ نے نبیوں کو بشارت سنانے اور ڈرانے کیلئے بھیجا۔"

اس آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کے بھیجنے کا سبب لوگوں کا اختلاف دور کرنا تھا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ جملہ "فاختلفوا" محذوف ہے تو یہ سبب ہے مابعد کے کلام کیلئے سبب ذکر کر دیا گیا اور قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے جملہ سے حذف کر دیا گیا۔

جزو جملہ کا محذوف ہونا:

کبھی حذف جزو جملہ ہوتا ہے۔ مثلاً:

((واسئل قرية التى كنا فيها))

یہاں لفظ اہل محذوف ہے یعنی ان اہل قریہ سے پوچھیے جن میں ہم تھے۔

قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام میں ہے:

((وكان ورائهم ملك ياخذ كل سفينه غصبا))

"ان کشتی والوں کے ہاں ایک بادشاہ ہے کہ جو ہر صاف ستھری کشتی کو غصب کر لیتا ہے۔"

اس مقام پر سفینہ کی صفت "سلیمہ" محذوف ہے کہ وہ بادشاہ ہر صحیح وسالم کشتی غصب کر لیتا تھا۔

☆☆☆

ابدال

کثیر الانواع تصرف:

ابدال ایک کثیر الانواع تصرف کا نام ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں:

1: فعل کی جگہ فعل کا ابدال۔

2: اسم کی جگہ اسم کا ابدال

3: حرف کی جگہ حرف کا ابدال

4: جملہ کی جگہ جملہ کا ابدال

5: نکرہ کی جگہ معرفہ کا ابدال

6: واحد کی جگہ جمع کا ابدال

7: تثنیہ کی جگہ مفرد کا ابدال

فعل کی جگہ فعل کا ابدال:

ابدال میں کبھی ایک فعل کو دوسرے فعل کی جگہ میں مختلف اغراض کیلئے رکھتے ہیں۔ مثلاً:

((هذا الذى يذكر الهتكم يسب الهتكم))

Marfat.com

''کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا یعنی گالی دیتا ہے۔''

((منالا یصحبون لاینصرون))

چونکہ نصرت بلاملاقات وصحبت نہیں ہو سکتی اس لئے ''یصحبون'' اس کے بدلے لایا گیا ہے۔

اسم کی جگہ اسم کا ابدال:

کبھی ایک اسم کو دوسرے اسم کے مقابل لاتے ہیں۔ مثلاً:

((فظللت اعناقهم لها خاضعين خاضعة))

((فکانت من القانتين القانتات))

((ومالهم من نصرين من ناصر))

حرف کی جگہ حرف کا ابدال:

کبھی کسی حروف کو دوسرے حرف کی جگہ لاتے ہیں۔ مثلاً:

((لاصلبنكم فی جذوع النخل))

یہاں بجائے علی کے فی آیا ہے۔

جملہ کی جگہ جملہ کا ابدال:

کبھی کسی ایک جملہ کو دوسرے جملہ کی جگہ رکھتے ہیں۔ مثلاً:

((وان تخالطوهم فاخوانكم يعنی لاباس بذالك بانهم اخوانكم))

نکرہ کی جگہ معرفہ کا ابدال:

کبھی نکرہ کی جگہ معرفہ لایا جاتا ہے۔ مثلاً:

((حق اليقين))

یعنی حق یقین۔

واحد کی جگہ جمع کا ابدال:

کبھی واحد کی جگہ جمع کی ضمیر آجاتی ہے۔ مثلاً:

((فلما اضاءت ماحوله ذهب الله بنورهم))

تثنیہ کی جگہ مفرد کا ابدال:

کبھی بجائے تثنیہ کے مفرد ذکر کر دیا جاتا ہے مثلاً:

((اغناهم الله من فضله))

Marfat.com

یعنی فضلھما۔

☆☆☆

کنایہ

کنایہ کی تعریف:

کسی لفظ یا کلام سے ظاہری معنی نہیں بلکہ اس کالازم معنی مراد لینا کنایہ ہے۔ مثلاً عظیم الرماد بول کر سخی مراد لینا۔ سخاوت راکھ کے ڈھیر کالازم ہے یعنی وہ کہ اتنا مہمان نواز ہے اس کے ہاں زیادہ آگ جلنے کی وجہ سے راکھ کا ڈھیر لگا رہتا ہے۔

کنایہ کا استعمال قرآن مجید میں:

قرآن مجید میں کنایہ کی مثال درج ذیل آیت کریمہ ہے:

((وجعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون و جعلنا من بین ایدیھم سداو من خلفھم سدا فاغشینھم فھم لایبصرون))

اس آیت کریمہ میں کورانہ تقلید کرنے والے کافروں کو ایسے قیدیوں سے (بطور کنایہ) تشبیہ دی گئی ہے جن کے گلوں میں طوق ہیں اور وہ گردن نہ اٹھا سکیں اور ان کے پیچھے اونچی دیواریں ہوں کہ وہ کچھ دیکھ نہ سکیں۔

☆☆☆

تعریض

تعریض کا مفہوم:

کسی خاص شخص کو تنبیہ کرنے کیلئے یا اس کا حال بیان کرنے کے لئے عام انداز بیان اختیار کرنا تعریض کہلاتا ہے۔

سیرت النبی میں تعریض کی مثالیں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ بعض لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہوتا تھا تو ان کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ ان کے فعل وقول کا ذکر عام انداز میں بیان کر دیتے تھے۔

قرآن مجید اور تعریض کی مثال:

قرآن مجید میں تعریض کی مثال یہ ہے:

Marfat.com

((ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة))

اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ جب تک قصہ معلوم نہ ہو مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔

☆☆☆

توجیہ

توجیہ کا معنی:

توجیہ کا لفظ وجہ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے:

"کلام کی اصل صورت دکھانا۔"

توجیہ کا مفہوم:

توجیہ سے مراد ہے کہ کسی آیت میں پیدا ہونے والے شبہ کا باعث یا تو اصل مطلب کا ذہن سے دور ہونا ہے یا بظاہر دو آیتوں میں تضاد کا نظر آنا یا کسی آیت میں لگی ہوئی قید اس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ان چیزوں کو حل کر دینا توجیہ کہلاتا ہے۔

توجیہ اور قرآن مجید:

مثلاً: قیامت کے بارے میں ایک آیت ہے:

((اقبل بعضھم علی بعض یتساء لون))

"وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے۔"

اور دوسری آیت ہے:

((لا یتساء لون))

"وہ ایک دوسرے سے نہیں پوچھیں گے۔"

بظاہر ان میں تضاد ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تطبیق دریافت کی گئی تو فرمایا:

"سوال کی نفی کا تعلق میدان قیامت سے ہے اور اثبات کا تعلق داخلہ جنت کے بعد سے ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

تحریف

تحریف کا معنی:

تحریف کا معنی ہے: بدلنا۔ یعنی اصل عبارت میں گڑبڑ کر دینا تحریف کہلاتا ہے۔

اقسام تحریف:

تحریف کی دو قسمیں ہیں:

1: تحریف لفظی۔

2: تحریف معنوی۔

یہود اور تورات:

یہود نے تورات میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف کی تھی۔

یہود کی تحریف کا ثبوت:

قرآن مجید میں آتا ہے:

((فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً))

(سورۃ البقرہ:19)

"ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے دنیا کی معمولی سی دولت حاصل کریں۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

((یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظاً مما ذکروا بہ))

(سورۃ المائدہ:13)

"وہ (اہل کتاب) کلمات الہیہ کو اپنی جگہ سے بدلتے ہیں اور انہوں نے بہت سا حصہ ان چیزوں میں سے بھلا دیا ہے جن کی ان کو یاد دہانی کرائی گئی تھی۔"

☆☆☆

Marfat.com

قرآن مجید میں تکرارِ مضامین کی حکمت

قرآن اور تکرارِ مضامین:

قرآن مجید کے طرز بیان میں ایک خصوصی طرز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعات' قصص اور ان کے اجزاء کو بار بار دہراتا ہے۔

تکرار مضامین بات سمجھانے کے لیے:

محققین فرماتے ہیں کہ تکرار مضامین میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں مضمر ہیں۔ مخاطب کو کسی بات کے سمجھانے اور آگاہ کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ مخاطب کو وہ چیز بتائی جائے جس سے وہ ابھی تک آگاہ نہیں، ایسی صورت میں صرف ایک بار کہہ دینا کافی ہے۔

تکرار مضامین بات ذہن نشین کرانے کے لیے:

جب کسی بات کو مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح نقش کرنا مقصود ہو تو اس صورت میں وہ بات مخاطب کو بار بار بتانی پڑتی ہے۔

جس طرح ہم ایک شعر ایک بار سنتے ہیں اور اس کے معنی سے واقف ہو جاتے ہیں اور اس سے لذت محسوس کرتے ہیں اس کے باوجود ہم اسے بار بار سننا پسند کرتے ہیں اور ہر بار اس سے ایک نیا لطف اور حظ اٹھاتے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ تکرار لطف بھی دیتی ہے اور دل و دماغ پر کسی بات کا نقش بھی جما دیتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی تکرار سے ہی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن سے صرف مطلع کر دینا ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ ان کو قرآن مجید نے صرف ایک بار ہی دہرایا ہے۔ بعض ایسے امور بھی ہیں جن کا دل و دماغ پر نقش جمانا مقصود رہا ہے تو اس قسم کے امور کو قرآن مجید نے بار بار دہرایا ہے۔

تکرار مضامین اور قصہ موسیٰ:

تکرار مضامین کے سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو لیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد اللہ کی وحی کے تحت ان کی والدہ کا ان کو سمندر میں پھینکنا، پھر معجزانہ رنگ میں آپ کا فرعون مصر کے محل میں پہنچنا' پھر رضاعت کیلئے ان کی ماں کے پاس آجانا، کسی قبطی کو مارنا، پھر مدین کی طرف جانا' وہاں حضرت شعیب کی لڑکی سے نکاح

Marfat.com

کرنا' دس سال کے بعد واپس مصر کی طرف آنا، راستہ میں نبوت کے خلعت سے نوازا جانا' اللہ کے ارشاد کے مطابق فرعون کے دربار میں جانا' فرعون کا جادوگروں کا بلانا' جادوگروں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے عاجز آ جانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو مصر سے لے بھاگنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے بچ نکلنا اور فرعون کا غرق ہو جانا وغیرہ واقعات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف رنگوں اور پیرایوں میں بیان کیا ہے۔

کہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت تامہ کا اظہار کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ کس طرح بے بسی کے عالم میں بھی کسی کو ہرگز نہ سے بچا سکتا ہے اور متمرد اور جاہ وحشمت کے مالک کو ایک آن میں غرق کر دیتا ہے۔

کسی جگہ ان واقعات سے غافل بندوں کو عبرت دلاتا ہے کہ گناہوں سے باز آ جاؤ۔ ورنہ پہلے متمرد لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاؤ گے۔

کسی مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کے متبعین پر احسان جتلاتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک جابر اور خونخوار بادشاہ کے مظالم سے نجات دی۔

تکرار مضامین اور عبارت:

قرآن مجید میں مضامین اور قصص کی تکرار کے باوجود ایک ہی عبارت بار بار نہیں دہرائی گئی۔ چنانچہ ہر مضمون اور ہر واقعہ مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اس کی دل نشینی اور لطف آفرینی میں اضافہ ہوتا رہے اور طبیعت اکتاہٹ محسوس نہ کرے۔

☆☆☆

Marfat.com

غریب القرآن

اخفائے معنی کی تشریح:

کلام میں اخفائے معنی کے اسباب متعدد ہوتے ہیں: کبھی اشتراک معنی، کبھی دلالت لفظ کا اپنے معنی پر ابہام، انتشار، ضمائر، کہیں توریہ، کنایہ، استعارہ ومجاز اور تمثیل۔ یہ امور خفاء معنی کا سبب ہوتے ہیں۔ ان کی تشریح کو فن تفسیر میں شرح غریب کہا جاتا ہے۔

غرائب کی تشریح کے اصول:

اس میں سب سے بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر دوسری آیات سے کی جائے، اس کے بعد احادیث مرفوعہ سے، پھر آثار صحابہ وتابعین سے۔ جس امر کی وضاحت لغت اور قوانین عربیہ کی محتاج ہو تو اس کی تشریح قوانین لغت اور محاورات اہل زبان کے ذریعے کی جائے۔

اخفائے معنی کے دیگر اسباب:

خفائے معنی کے کئی اور اسباب بھی ہیں۔ کبھی کوئی مضمون دوسرے مضمون اور آیات یا احادیث صحیحہ یا تاریخی واقعات سے مخالف معلوم ہوتا ہے اور در حقیقت وہاں کوئی اختلاف نہیں ہوتا یا بظاہر وہ عنوان قواعد لغت کے خلاف معلوم ہوتا ہے یا مضمون میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے یا واقعات کی ترتیب اور قصہ کی ابتداء معلوم نہ ہونے سے اشکال پیدا ہو جاتا ہے یا اس سے متعلق تمام احکام کا علم نہ ہونے سے مراد کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مفسر کا ذمہ ہے کہ ان اصول تفسیر کی کامل رعایت رکھے اور جو ابہام اور اشکال معنی کے احیاء میں پیش آئے اس کو دور کرے۔

غرائب القرآن کی شرح کے لیے ضروری علوم:

غرائب القرآن کی شرح کرنے کیلئے علاوہ احادیث پر گہری نظر ہونے کے صحابہ اور تابعین کے تفسیری اقوال جاننا علم لغت اور قدیم اہل عرب کے اشعار کا جاننا ضروری ہے۔

علوم قرآن اور غرائب قرآن:

محققین کہتے ہیں:

"غرائب قرآنی جن کو احادیث میں مزید اہتمام اور فضیلت سے خاص کیا گیا ہے ان کے چند انواع ہیں: تذکیر بالاء اللہ کے فن میں غریب وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بڑا مجموعہ ہے۔ جیسے آیۃ

Marfat.com

الکرسی' سورت اخلاص اور سورت حشر کی آخری آیات اور سورت مومن کی پہلی آیات۔ تذکیر بایام اللہ میں غریب وہ آیت ہوگی جس میں کوئی قلیل الذکر قصہ بیان کیا جائے یا کسی معلوم قصہ کو اس کی پوری تفصیل سے ذکر کیا جائے یا کسی ایسے ہی بہت مفید واقعہ کو جس میں حصول عبرت کے متعدد پہلو ہوں، ذکر کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خضر علیہ السلام کی ہمراہی قصہ میں فرمایا کہ میری آرزو تھی کہ موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ہمراہ اور زیادہ صبر کرتے، تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس قصہ کو زیادہ ذکر فرماتا۔ تذکیر بالموت اور مابعد الموت کے فن میں غریب وہ آیت ہے جو کہ حالات قیامت کیلئے جامع ہو۔ مثلاً: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قیامت کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا آرزومند ہو اس سے کہہ دو کہ سورہ اذا الشمس کورت کو پڑھے۔ فن احکام میں غریب وہ آیت ہے کہ جو حدود کے بیان اور وضع خاص کے تعین کو شامل ہو۔ مثلاً: حد زنا میں سو درے کا تعین۔ فن مخاصمہ میں غریب وہ آیت ہے جس میں جواب ایسے عجیب وغریب اسلوب پر بیان کیا جائے جو کہ شبہ کو نہایت کامل طریقہ سے دور کردے اور یا اس میں فریق مقابل کے حال کو ایک واضح مثال کے ساتھ بیان کیا جائے: جیسے: کمثل الذی استوقد نارا۔ علی ہذا بت پرستی کی قباحت اور خالق ومخلوق اور مالک ومملوک کے مراتب کا فرق عجیب امثلہ سے بیان کیا جائے یا ریاکاروں اور طالبان شہرت کے اعمال کی ضبطی کو بلیغ اسلوب کے ساتھ بیان کیا جائے۔ قرآنی غرائب انہی ابواب مذکورہ میں محصور نہیں، بسا اوقات غرائب کلام کی بلاغت اور اسلوب کی شیرینی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً: سورۃ الرحمٰن۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام حدیث میں عروس القرآن رکھا گیا ہے۔ کبھی غرائب شقی اور سعید کے باہمی فرق کی تصویر کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے۔"

غرائب القرآن کی تلاش:

امام بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اعربوا القرآن والتمسوا غرائبه))

"قرآن مجید کے کلمات بوقت تلاوت واضح کیا کرو اور اس کے غرائب کی تلاش کرو۔"

مفسر کے لیے ضروری امر:

مفسر کیلئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کریم کے غرائب کی شرح کی طرف زیادہ توجہ دے۔

مفسرین کے نزدیک آغاز تفسیر سے اہم ترین موضوع:

آغاز تفسیر سے مفسرین کے نزدیک غرائب القرآن کا موضوع بہت اہم رہا ہے۔

Marfat.com

غرائب قرآن پر مختلف کتب:

ابوعمر زاہد بن ورید، ابوبکر انباری اور امام راغب نے اس موضوع پر تصانیف لکھی ہیں۔

امام راغب کی کتاب مفردات:

غرائب قرآن پر حضرت امام راغب کی مفردات قرآن علماء کی نہایت پسندیدہ کتاب سمجھی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس اور غرائب القرآن:

شرح غریب قرآن بالاستیعاب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے اصحاب اسانید صحیحہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں ابن عباس کی تفسیر کے کلمات عکرمی کی روایت سے سورہ بقرہ سے تقریباً ختم قرآن تک بیان کئے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

علمِ اسبابِ نزول

اسبابِ نزول کی دو اقسام:

اسبابِ نزول کی دو اقسام ہیں:

1: پہلی قسم کے مطابق آیت کسی واقعہ پر ظاہری طور پر دلالت کرتی ہے۔

2: دوسری قسم کے مطابق وہ آیت اس واقعہ کو معلوم کیے بغیر (جس کی وجہ سے یہ نازل ہوئی تھی) اپنے معنوں کے لحاظ سے عام جو حکم اس سے سمجھا ہے وہی معتبر ہوتا ہے اور اس میں نزول کے خاص سبب کا خیال نہیں کیا جاتا۔

عام مفسرین اور اسبابِ نزول:

ہمارے عام مفسرین کا انداز یہ ہے کہ اپنی تفسیر کی کتابوں میں تقریباً ہر آیت کے متعلق ایک جزوی واقعہ ضرور بیان کرتے ہیں۔ مثلاً: فلاں آیت ابوجہل کے متعلق ہے اور فلاں آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی وغیرہ۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہوا ہے کہ استاد اور طالب علم عام طور پر اس قسم کی جزوی باتوں پر غور کرنے میں مشغول رہتے ہیں۔ درحقیقت قرآن کریم کو عملاً آیات و احکام تک محدود کرنے اور ان آیات کو عمومی مطالب کے بجائے جزوی واقعات کے ساتھ مخصوص کرنے کا یہ اثر ہوا کہ قرآن بحیثیت مجموعی زندگی میں مؤثر نہیں ہوا۔

مفسرین نے جن خاص واقعات کو بیان کیا ہے ان کو خود اسبابِ نزول میں چنداں دخل نہیں، سوائے ان چند آیات کے جن میں کسی ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ سے پہلے رونما ہوا، کیونکہ اس صورت میں سننے والے کے دل میں اس اشارہ کی وجہ سے ایک ایسا شوق پیدا ہوجاتا ہے جو اس قصہ کی تفصیل معلوم کیے بغیر دور نہیں ہوتا، لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ہم تفسیر کرتے وقت ان علوم کی تفصیل اور تفہیم اس طرح کریں کہ واقعات کو خاص طور پر بیان کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

صحابہ اور تابعین کا شانِ نزول بتانے کا مقصد:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ صحابہ اور تابعین جب بھی بتاتے ہیں کہ یہ آیت فلاں یا فلاں واقعہ کے مطابق نازل ہوئی تو اس سے اکثر ان کا مقصد اس آیت کے افراد اور مصداق کو پیش کرنا ہوتا تھا یا پھر کوئی ایسا خاص واقعہ پیش کرنا مقصود ہوتا جس پر وہ آیت اپنے عمومی حکم کے اعتبار سے مشتمل ہوتی ہے۔ خواہ وہ واقعہ جس کو وہ نزول کا سبب بیان کرتے ہیں اس آیت سے پہلے کا ہو یا بعد کا۔ اسرائیلی ہو یا اسماعیلی ان باتوں سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

Marfat.com

شان نزول جیسا ہو ویسا ہی بیان کرنا چاہئے:

کسی واقعہ کو نقل کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ جیسا سنا جائے ویسا ہی بیان کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا عقلی تصرف نہ کیا جائے، لیکن ہمارے بعد کے مفسرین کی ایک جماعت اس تعریض کو اپنا راہنما بنا کر اس کا کوئی نہ کوئی مناسب عمل فرض کر کے احتمال کے رنگ میں اس کی تشریح کرتی ہے جس سے اس کے بعد آنے والے مفسرین کو ایک اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ اس وقت تشریح کا اسلوب موجود زمانہ کے موافق صاف اور واضح نہ تھا، اس اسلوب کا اختیار کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تشریح جس کو محض احتمال کے طور پر لایا گیا تھا سچائی سے مشابہ ہو کر ایک حقیقت بن گئی ہے۔

اسباب نزول اور محدثین:

بعض دفعہ محدثین اسباب نزول کے سلسلے میں ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو دراصل سبب نزول نہیں ہوتیں۔

مثلاً:

- صحابہ نے مناظرے میں بطور شاہد کسی آیت کو پیش کیا ہو۔
- صحابہ نے باہم گفتگو میں مثال کے طور پر کوئی آیت پڑھی ہو۔
- صحابہ نے کسی موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت آیت کو بطور استدلال پیش کیا ہو۔
- آیت کی وضاحت میں اسی مضمون کی کوئی حدیث پیش کر دی ہو۔
- آیت کے نزول کا موقع متعین کرنے کیلئے اس کی تلاوت کی ہو۔
- آیت میں جو کام مبہم ہوں ان کا تعین کیا ہو۔
- قرآن مجید کے کسی لفظ کو بذریعہ تلفظ سمجھایا ہو۔
- قرآن مجید کی آیات یا سورت کے فضائل کو بیان کیا ہو۔
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قرآنی امر پر جیسے عمل کیا تھا اس کا اظہار کیا ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسباب نزول اور دو اہم نکات:

قرآن مجید کے مفسر کیلئے جہاں ان تمام امور کو جاننا ضروری نہیں وہاں ان دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

- جن واقعات اور قصوں کا اشارہ قرآن مجید میں ہے چونکہ ان کے علم کے بغیر فہم آیات ممکن نہیں لہٰذا ان واقعات کا علم مفسر کیلئے لازم ہے۔
- جن اجزاء سے عام کو خاص بنایا جاتا ہے یا کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے ان اجزاء کا علم بھی ضروری ہے۔ مثلاً: کلام کو ظاہر سے پھیرنے کی وجوہ کا علم لازم ہے، اس کے بغیر آیت کی تفسیر ممکن نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 2:

تاریخ تفسیر، علوم تفسیر اور اصول تفسیر

ضرورت واہمیت تفسیر قرآن

قرآن مجید اور تفسیر:

1: قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ قرآن مجید کی تشریح وتوضیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے اور پہلے شارح اور مفسر قرآن خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

((لقد من اللہ علی المومنین اذبعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ))

(سورۃ آل عمران:3:64)

"یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔"

اس آیت میں چار فرائض نبوت میں سے ایک فرض تعلیم قرآن بھی بیان ہوا ہے اور تعلیم صرف الفاظ کے پڑھ دینے کا نام ہی نہیں بلکہ تعلیم سے مراد تشریح اور تفسیر ہے۔

2: سورۃ النحل میں ہے:

((وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم یتفکرون))

(النحل:16:44)

"اور ہم نے تیری طرف ذکر بھیجا ہے تاکہ لوگوں کیلئے کھول کر بیان کردے جو ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ فکر سے کام لیں۔"

تبیین کلام تشریح وتفسیر کا دوسرا نام ہے۔

احادیث اور تفسیر القرآن:

1: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تفسیر اپنے قول اور فعل سے فرمائی۔ قرآن مجید میں نماز ادا کرنے کا

Marfat.com

حکم آتا ہے، لیکن اس قرآنی حکم کی تشریح وتوضیح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے کی ہے۔ مختلف ارکانِ نماز میں کیا پڑھا جائے اور ارکان کو کیسے ادا کیا جائے، یہ سب کچھ بتایا ہے۔ ایسے ہی زکوٰۃ کا حکم قرآن میں اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی۔

احادیث سے یہ واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر کے سیکھنے کا حکم بھی دیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

''سورۃ حدید اور اس کی تفسیر سیکھو۔''

حضرت ضحاک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے فرمان: یوتی الحکمۃ (جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی) سے مراد قرآن کا عطا کرنا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''قرآن کے عطا کرنا سے مراد قرآن کی تفسیر ہے، کیونکہ پڑھنے کو تو نیک و بد بھی پڑھتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں دعا فرمائی:

((اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل))

''اے اللہ! اسے دین میں فقاہت بخش اور سمجھ اور تاویل کا علم دے۔''

یہاں فقاہت وسمجھ (تاویل) وہ جو کہ کسی آدمی کو قرآن کے بارے میں ملی ہو مراد ہے۔

اس امر کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں بیان فرمایا ہے:

((الا فھما یوتاہ الرجل فی القرآن))

''مگر (فقہ سے) وہ سمجھ جو کہ کسی آدمی کو قرآن کے بارے میں ملی ہو مراد ہے۔''

امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

''قرآن مجید کی تعریف (تفسیر) کرو اور اس کے غریب اور نامانوس الفاظ کی تلاش میں سرگرم رہو۔''

[ص]حابہ اور تفسیر قرآن مجید:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تفسیر قرآن کے اہم فریضہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا۔ صحابہ کرام کے مختلف مقامات پر حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ مثلاً: مدینہ میں حضرت زید اور ان کے تلامذہ' مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو تفسیر قرآن مجید پر غور وفکر اور تفسیر وتشریح

Marfat.com

کرنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

2: حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:
"جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر اچھی طرح نہیں کر سکتا اس کی مثال اس اعرابی کی ہے جو شعر کو بے سوچے سمجھے اور غیر موزوں پڑھتا ہے۔"

3: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"بے شک مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں قرآن کی کسی ایک آیت کی تعریب (تفسیر) کروں، بہ نسبت اس بات کے کہ میں ایک آیت حفظ کرلوں۔"

4: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً اڑھائی سال میں سورۃ البقرۃ کی تفسیر سیکھی۔

تفسیر قرآن اور علماء امت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اس علمی فریضہ کو تابعین، تبع تابعین اور علماء امت نے جاری رکھا اور آج تک جاری ہے۔ ہمارے پاس اتنا تفسیری سرمایہ پیدا ہو چکا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

تفسیر قرآن اور عقل انسانی:

قرآن مجید اصول اور کلیات کی ایک جامع کتاب ہے۔ ان کلیات اور اصول کو اللہ تعالیٰ نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کلیات اور اصول کو سمجھانے کیلئے تشریح اور توضیح کی از حد ضرورت ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیات کی تشریح فرمائی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریح نہ فرماتے تو عوام کے لئے قرآن مجید ایک مغلق کتاب بن جاتی۔ اس لئے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قرآن مجید لوگوں کو سمجھانے کیلئے اس کے مشکل مقامات کی تشریح کی جائے۔

☆☆☆

Marfat.com

تفسیر اور تاویل اور ان میں باہم فرق

تفسیر

"تفسیر" کا مادہ:

لفظ "تفسیر" کا مادہ ہے: فسر۔ یہ ضرب اور نصر ہر دو اوزان پر آیا ہے۔

فسر: واضح کرنا' وضاحت کرنا' مراد بتانا' ظاہر کرنا' کھولنا' کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا کہ اس کے تمام پہلو ظاہر ہو جائیں' بے حجاب کرنا۔ کسی لفظ کے معانی اور مفہوم کو عیاں کرنا' ننگا کرنا۔

لفظ تفسیر کے معانی:

لفظ "تفسیر" قواعد کی رو سے "مصدر" ہے جس کے درج ذیل معانی ہیں:

1: پردہ ہٹانا' ظاہر کرنا' کسی بیان کو واضح کرنا' وضاحت کرنا اور تفصیل سے بیان کرنا۔

2: سواری کا پالان اتار کر اس کی پیٹھ ننگی کرنا' بے حجاب کرنا۔ چونکہ ننگا کرنے سے ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے اس لفظ (تفسیر) کو کھولنے اور ظاہر کرنے کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تفسیر میں الفاظ کے معانی اور مفہوم کو فاش کیا جاتا ہے' اس لئے یہ عمل "تفسیر" کہلاتا ہے۔ لفظ "تفسیر" کی جمع "تفاسیر" ہے۔

لفظ تفسیر اور قرآن مجید:

قرآن مجید میں "تفسیر" کا لفظ سورۃ الفرقان میں یوں بیان کیا گیا ہے:

((ولایاتوک بمثل لاجئناك بالحق واحسن تفسیرا))

(سورۃ الفرقان، آیت: 33)

"اور (مشرکین) آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے۔ مگر ہم آپ کے پاس سچا اور سیدھا جواب لاتے ہیں جو بیان کے لحاظ سے بہتر اور مفصل ہے۔"

یہاں تفسیر سے مراد تفصیل یا وضاحت ہے۔

تفسیر کا اصطلاحی مفہوم:

عرف عام میں کسی بیان یا عبارت کو وضاحت سے بیان کرنا "تفسیر" کہلاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں قرآن مجید کی آیات کے مفہوم کو وضاحت سے بیان کرنے کو "تفسیر" کہتے ہیں۔

Marfat.com

علم تفسیر علوم شرعیہ کا ایک باقاعدہ شعبہ ہے۔ اس لئے "علم التفسیر" کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ بعض کہتے ہیں: علم التفسیر میں فلاں فلاں علم شامل ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ اس شعبہ میں فلاں علم تو شامل ہونا چاہئے مگر فلاں علم کی تفسیر کیلئے قطعاً ضرورت نہیں۔

1: ابوحیان کا خیال ہے:

"تفسیر" ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی الفاظ کے تلفظ ان کے مفہوم ومدلول ان کے افرادی وترکیبی اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جن کے حالت ترکیب میں حامل ہوتے ہیں۔"

2: امام زرکشی فرماتے ہیں:

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کے معانی سمجھے جاتے ہیں اور اس کتاب کے احکام ومسائل اور اسرار وحکم سے بحث کی جاتی ہے۔"

3: "الاتقان" میں مرقوم ہے:

"تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں قرآنی آیات کے نزول، ان کے متعلقہ واقعات، اسباب نزول، نیز مکی ومدنی، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ، عام ومطلق، مقید ومجمل، حلال وحرام، وعد ووعید، امر ونہی اور عبرت وامثال سے بحث کی جاتی ہے۔"

تاویل

"تاویل" کے لفظی معانی:

لفظ "تاویل" کا مادہ "آل" (باب نصر ینصر) ہے۔ اور اس کا مترادف "اولا" یا "مآلا" ہے۔ اس کے معانی ہیں لوٹنا، رجوع کرنا۔ اسی مادہ سے ایک لفظ "تاوّل" بنا ہے جس کا مفہوم ہے: تفسیر کرنا (تاول الکلام) کسی کلام یا بات کی وضاحت کرنا۔ چنانچہ (تاویل الکلام) بھی کسی بات کی توضیح کرنے کو کہتے ہیں۔

لفظ "تاویل" مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ جیسے:

1: خواب کی تعبیر کرنا۔

2: شرح، وضاحت اور بیان۔

3: ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیر دینا۔

4: بچاؤ کی دلیل، عذر، حیلہ، حیلہ شرعی اور انحراف۔

علماء نے لفظ "تاویل" کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جو شخص تاویل کرتا ہے وہ کلام کو اس کے متعدد معانی میں سے کسی ایک کی جانب لوٹاتا ہے، اگرچہ احتمال تمام معانی کا ہوتا ہے لیکن وہ ان میں سے صرف ایک مراد لیتا ہے، معانی کو لوٹانے کے باعث اس عمل کو تاویل (بمعنی لوٹانا) کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

یاد رہے کہ اسی (آل) مادہ سے لفظ "ایالا" اور "اولا" وضع کیے گئے ہیں۔

جیسے:

((ایالا الرعیہ))

"رعیت کا انتظام کرنا۔ سیاست رانی کرنا۔"

((ایالۃ القوم))

"کسی قوم پر حاکم ہونا۔"

((آل الرعیۃ ایالۃ حسنۃ و ھو حسن الایالۃ))

"اس نے رعیت پر اچھی طرح حکمرانی کی اور وہ بہترین حکمران ہے۔"

لفظ تاویل اور قرآن مجید:

لفظ "تاویل" قرآن مجید میں متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً: سورۃ النساء، سورۃ الاعراف، سورۃ آل عمران، سورۃ یوسف، سورۃ یونس اور سورۃ کہف وغیرہ میں اور یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جیسے:

1: سورۃ یوسف میں استعمال ہونے والے لفظ "تاویل" کا مفہوم "خواب کی تعبیر بیان کرنا" ہے۔

((وکذالك یجتبیك ربك ویعلمك من تاویل الاحادیث))

"اور جیسا کہ تمہارا پروردگار تم کو چن لے گا اور تم کو سکھلائے گا خوابوں کی تعبیر۔"

2: سورۃ آل عمران میں "وابتغاء تاویلہ" میں لفظ تاویل کے معانی "تفسیر و تعیین" ہیں۔

3: سورۃ النساء میں "احسن تاویلہ" سے مراد نتیجہ اور انجام ہے۔

"تاویل" کا اصطلاحی مفہوم:

لفظ "تاویل" کا اصطلاحی مفہوم ہے:

"کلام کے معانی کو واضح کرنا، خواہ وہ کلام کے موافق ہوں یا مخالف۔"

تاویل اور علمائے کرام کی آراء:

"تاویل" سے متعلق علمائے کرام کی رائے یہ ہے:

1: کسی کلام سے جو مفہوم و مقصود ہے وہی تاویل ہے۔

2: اگر کلام کسی طلب یا خبر پر مشتمل ہو تو جو فعل مطلوب ہے یا جو خبر دی جا رہی ہے، وہی اس کی تاویل ہے۔

3: ظاہر اور متبادر معانی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لینے کو "تاویل" کہتے ہیں۔

4: اگر کسی دلیل کی بنا پر ایک لفظ کے راجح معانی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لئے جائیں تو اس کو "تاویل" کہتے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر اور تاویل میں فرق

تفسیر اور تاویل ،ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں فرق ہے، لیکن اس فرق کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔علماء کا خیال ہے کہ ''تفسیر'' اور'' تاویل'' مترادف وہم معانی الفاظ ہیں۔

اختلافی آرادرج ذیل ہیں:

1: امام راغب اصفہانی کی رائے ہے:

''تفسیر'' کے لفظ میں'' تاویل'' کی نسبت زیادہ عموم پایا جاتا ہے۔تفسیر کا لفظ عموماً الفاظ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور'' تاویل'' معانی کے لئے۔ مثلاً: خواب کی تعبیر کو'' تاویل الرؤیا'' کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں '' تاویل'' کا لفظ کتب مقدسہ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔اسی طرح تفسیر کا لفظ زیادہ تر الفاظ مفردہ کے ضمن میں بولتے ہیں۔اور تاویل جملوں اور مرکبات کے دوران۔ مزید برآں تفسیر کا لفظ الفاظ نادرہ غریبہ کی شرح وتوضیح کیلئے بولا جاتا ہے۔

2: ''الاتقان'' میں بیان کیا گیا ہے:

''تفسیر کے معنی قطعیت ویقین کے ساتھ یہ کہنا ہے کہ اس لفظ کے یہی معنی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہی مفہوم لیا ہے۔اس کے برعکس ایک لفظ میں جن مختلف معانی کا احتمال پایا جاتا ہو اس میں سے ایک کو ترجیح دینے کا نام'' تاویل'' ہے۔اس میں قطع ویقین کا ہونا ضروری نہیں۔''

3: ''معالم التنزیل'' میں بیان کیا گیا ہے:

'' تاویل'' کے معانی ہیں آیت سے ایسا مفہوم مراد لینا جس کی اس میں گنجائش ہو۔وہ مفہوم آیت کے سیاق وسباق سے ہم آہنگ ہو اور کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو۔ بخلاف ازیں کسی آیت کے شان نزول اور واقعہ متعلقہ کے ذکر وبیان کو'' تفسیر'' کہتے ہیں۔''

4: الاتقان میں مرقوم ہے:

''بعض علماء کی رائے میں'' تفسیر'' کا تعلق روایت کے ساتھ ہوتا ہے اور'' تاویل'' کا تعلق'' درایت'' کے ساتھ۔''

5: بعض مفسرین کا خیال ہے:

'' ترتیب عبارت سے جو مفہوم مستفاد ہو اس کے بیان کو'' تفسیر'' کہتے ہیں۔اس کے برعکس عبارت سے جو مفہوم اشارتاً معلوم ہوتا ہے اس کے کشف واظہار کا نام'' تاویل'' ہے۔''

6: امام زرکشی کا بیان ہے:

''علماء نے تفسیر وتاویل کے مابین جس فرق وامتیاز کو ملحوظ رکھا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ تفسیر میں منقولات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور تاویل کا مدار وانحصار استنباط پر ہوتا ہے۔''

Marfat.com

7: بالعموم ''تفسیر'' کو یقینی خیال کیا جاتا ہے جبکہ ''تاویل'' میں ناموافق معانی کا احتمال ہونے کی وجہ سے مشکوک سمجھا جاتا ہے۔''

☆☆☆

تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے

تفسیر بالماثور

لفظ اثر کا معنی:

عربی زبان میں ''اثر'' سے مراد ہے:

''بیان، حدیث، قول اور خبر۔''

''اثر'' کی جمع ''آثار'' ہے اور ''آثار'' سے مراد ہے:

''بنیاد، اطوار، طریقے، علامات، انداز، نقوش، نشان، سنت رسول، صحابہ کرام کے اقوال و افعال۔''

لفظ ماثور کا مفہوم:

لفظ ''ماثور'' ''اثر'' سے وضع کیا گیا ہے۔ جو ''مفعول'' کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ''ماثور'' کا مفہوم ہے:

''اثر قبول کیا ہوا، جزا دیا گیا اور نقل کیا ہوا۔''

تفسیر بالماثور سے مراد:

''تفسیر بالماثور'' سے مراد وہ تفسیر ہے جس میں کسی آیت کا مفہوم قرآن کی کسی دوسری آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا جائے۔

تفسیر بالماثور کا دوسرا نام:

تفسیر کی اس قسم میں چونکہ قرآنی حوالہ، حدیث اور اقوال نقل کیے جاتے ہیں، اس لئے اسے ''منقول تفسیر'' کہتے ہیں۔

اقوال تابعین اور تفسیر بالماثور:

یاد رہے کہ بعض علماء نے تابعین کے اقوال کو ''تفسیر بالماثور'' میں شامل نہیں کیا اور بعض کا خیال ہے کہ اقوال تابعین بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں۔

تفسیر بالماثور کا ارتقاء:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں صحابہ کرام قرآنی آیات کی تفسیر کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے رجوع کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کیلئے مشکلات قرآن کی وضاحت فرمادیا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کے عہد میں تفسیر قرآن کیلئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سند حاصل کی جاتی تھی اور صحابہ ایک دوسرے سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ فلاں آیت کا مفہوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے بیان فرمایا؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین تفسیر قرآن کیلئے قرآنی حوالہ کے علاوہ حدیث نبوی اور اقوال صحابہ کو بطور سند استعمال کرتے رہے۔

تابعین کے بعد تبع تابعین نے قرآن، حدیث، اقوال صحابہ اور اقوال تابعین کو یکجا کر کے، قرآنی مفہوم کو اخذ کیا۔

سب سے پہلی تفسیر بالماثور کے مفسر:

تفسیری ادب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے تفسیر کا جو انداز اختیار کیا گیا وہ "تفسیر بالماثور" تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا مفسر مالک بن انس اصبحی کو قرار دیا جاتا ہے۔ ان کے بعد آنے والے مفسرین نے باقاعدہ طور پر "تفسیر بالماثور" کو مدون کیا، مگر اسناد کو حذف کر دیا۔ بعضوں نے صحیح و علیل میں فرق کیے بغیر بکثرت تفسیری اقوال کو شامل کر دیئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب:

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ھجری) کی کتاب "الدر المنثور فی التفسیر الماثور" کو تفسیر بالماثور کی صنف میں معتبر خیال کیا جاتا ہے۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس کی تفسیری سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اس کتاب میں کثرت سے منقولات ہیں، اس لئے یہ "منقول تفسیر" بھی کہلاتی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ علامہ سیوطی نے اس تفسیر میں سلف سے جتنی روایات تفسیر سے متعلق تھیں نقل کر ڈالی ہیں۔ انہوں نے راویوں کی نہ تو جرح و تعدیل کی ہے اور نہ ہی صحیح و سقیم روایات پر متنبہ کیا ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے اسے "رطب و یابس" کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

"تفسیر بالماثور" اور "منقول تفسیر" میں فرق:

یاد رہے کہ اصولی طور پر "تفسیر بالماثور" کے ماخذ قرآن، حدیث، اقوال صحابہ یا اقوال تابعین ہیں، اس لئے دوسرے اقوال (مثلاً: اسرائیلیات وغیرہ) "تفسیر بالماثور" میں شامل نہیں ہونے چاہئیں۔ اگر کسی تفسیر میں مندرجہ بالا ماخذات کے علاوہ دوسروں کے اقوال بھی نقل کیے جائیں تو اس تفسیر کو صرف "منقول تفسیر" کہنا چاہیے، "تفسیر بالماثور" نہیں، کیونکہ بعض علماء تو "اقوال تابعین" کو بھی "تفسیر بالماثور" میں شامل کرنے پر معترض ہیں، چہ جائیکہ "اسرائیلیات"۔

اس لئے "تفسیر بالماثور" اور منقول تفسیر" کے درمیان حد فاصل اور امتیاز قائم کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ تخصیص قائم کر دی جائے تو پھر ایسی تفاسیر کی تعداد بہت کم رہ جائے گی جو خالص "تفسیر بالماثور" کی فہرست میں شامل کی جاسکتی

Marfat.com

ہیں۔اس لحاظ سے علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر بھی خالص ''تفسیر بالماثور'' میں شامل نہیں ہوگی۔وہ ''منقول تفسیر'' میں شامل کی جائے گی۔

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے اور حدیث:

جومفسر اصول تفسیر قرآن کونظر انداز کر کے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے وہ تفسیر بالرائے اور تفسیر بلاعلم کا مرتکب ہوتا ہے،ایسے شخص کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((من تکلم فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار))

(سنن ترمذی)(جامع ابی داؤد)(سنن نسائی)

''جوشخص علم کے بغیر قرآن کے بارے میں کچھ کہتا ہے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

تفسیر بالرائے اور حضرت ابوبکر صدیق:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول بھی اس سلسلہ میں مشہور ہے:

((ای ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذاقلت فی القرآن مالااعلم))

(ابن جریر)

''مجھ کوکون سی زمین اٹھائے گی اورکون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا جب کہ قرآن کے بارے میں وہ بات کہوں جسے میں جانتا نہیں۔؟''

دور حاضر اور تفسیر بالرائے:

ہمارے زمانہ نامسعود میں عربی کی معمولی شدبد رکھنے والا بھی قرآن کے مطالب بیان کرنے کا اپنے آپ کو اہل سمجھتا ہے اور اصول تفسیر قرآن کے خلاف اپنی طرف سے جدت طرازی کو فخر محسوس کرتا ہے اور اس کا نام ''اسلام کی خدمت'' رکھتا ہے۔

صحابہ وتابعین کی احتیاط:

اگر ان کو صحابہ' تابعین اور اسلاف کی احتیاط کا علم ہوتو ممکن ہے وہ ایسی جسارت نہ کریں۔وہ صحابہ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ نور سے فیض حاصل کیا،آپ کی قوت قدسی سے گناہوں سے نجات حاصل کی۔

عربی ان کی مادری زبان تھی،قرآن ان کے سامنے نازل ہوا تھا،وہ بھی قرآن کی تفسیر اور مطالب بیان کرنے میں احتیاط برتتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں نے مدینہ طیبہ کے فقہاء کو دیکھا یہ حضرت قرآن کی تفسیر بیان کرنے کو بڑا اہم اور ضروری کام سمجھتے تھے۔حضرت سالم بن عبداللہ،حضرت قاسم بن محمد حضرت سعید بن مسیب،حضرت نافع ان ہی حضرات

Marfat.com

میں سے تھے۔"

(تفسیر ابن جریر، جلد 1، صفحہ 28)

یحییٰ بن سعید کا بیان ہے:

"میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سعید بن مسیب سے قرآن مجید کی کسی آیت کے بارے میں دریافت کر رہا تھا، مگر آپ نے جواب دیا: میں قرآن سے متعلق (اپنی رائے سے) کچھ نہیں کہوں گا۔"

(تفسیر ابن جریر)

اصمعی لغت اور ادب کا بہت بڑا امام تھا۔ وہ قرآن کی تفسیر کرنے میں بالکل خاموش رہتا تھا۔ اس سے کسی آیت کی نسبت دریافت کیا جاتا تو کہتا:

"عرب اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں میں نہیں جانتا اس سے کیا مراد ہے۔"

(المز ہیر، جلد 2، صفحہ نمبر 204)

ابو طیب کہتا ہے:

"اصمعی بہت عبادت گزار تھا۔ وہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر نہ کرتا تھا۔"

ہمارے ان اسلاف کی اس احتیاط کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ قرآن کے متعلق لب کشائی کرنا گناہ سمجھتے تھے، بلکہ وہ اس اہم ذمہ داری کا بوجھ ان بزرگوں اور راسخین فی العلم کے کندھوں پر ڈالنا چاہتے تھے جنہوں نے اپنی عمریں قرآن مجید کے رموز و غوامض معلوم کرنے میں بسر کی تھیں۔

خاص خاص صحابہ تفسیر بیان کرتے:

صحابہ کرام کے زمانہ میں خاص خاص صحابہ قرآن دانی میں مشہور تھے۔ لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مثلاً: خلفاء راشدین، ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ یہ لوگ دن رات قرآن مجید کے درس و تدریس میں بسر کرتے تھے۔

مخصوص تابعی تفسیر بیان کرتے:

صحابہ کے دور کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے کچھ فہم قرآن میں مشہور ہوئے، لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے۔ مثلاً: حضرت مجاہد جو علم تفسیر میں ایک نشانی تھے۔

حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد سے روایت کی ہے کہ مجاہد کہتے تھے:

"میں نے قرآن مجید شروع سے آخر تک تین مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا ہر آیت پر انہیں علمی لحاظ سے بہت بلند پایا۔

مشہور تابعی مفسرین درج ذیل ہیں:

سعید بن جبیر، عکرمہ، عطا بن ابی رباح، حسن بصری، مسروق بن الاجدع، سعید بن المسیب، ابو العالیہ، ربیع، قتادہ

Marfat.com

اور ضحاک بن مزاحم۔

لوگ انہی بزرگوں کی طرف قرآن کی کسی آیت کا مطلب دریافت کرنے کیلئے رجوع کرتے۔ غرض کہ ہر دور میں بعض ایسے بزرگ ہوئے ہیں جنہوں نے قرآن کے مکتومہ رموز کو معلوم کرنے کیلئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا، لوگ انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

☆☆☆

تفسیر قرآن اور مفسر کے فرائض و علوم

مفسر کے فرائض:

مفسر پر لازم ہے کہ تفسیر کے دوران وہ درج ذیل نکات پر غور کرے۔

1: اسلوب کتاب اس کے معانی اور طرق بلاغت کے متعلق بحث کی جائے۔ اس پہلو پر بحث کرنے سے قرآن کی عظمت و اعجاز قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ اس پہلو پر علامہ زمخشری نے کافی روشنی ڈالی ہے۔

2: اعراب کلمات، حرکات و سکنات اور صیغوں وغیرہ سے بحث کی جائے۔

3: قرآن مجید کے قصص و حکایات' اسلاف و امم ماضیہ کے سوانح کے متعلق بحث کی جائے۔ ہمارے مفسرین اس پہلو پر بحث کرتے وقت حد اعتدال سے آگے نکل گئے ہیں۔ اسرائیلیات پر اعتماد کلی کرتے ہوئے تفاسیر کو رطب ویابس سے بھر دیا ہے۔

4: قرآن مجید کے احکام شرعیہ' معاملات اور عبادات وغیرہ کی فلاسفی پر بحث کی جائے۔

5: اسلامی عقائد کا اثبات اور ملحدین کے عقائد باطلہ کی تردید کی جائے۔

6: مواعظ اور نصائح پر بحث کی جائے۔

7: قرآن مجید کے اشارات اور ایماء کے متعلق بحث کی جائے۔ بعض مفسرین نے اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے غلو سے کام لیا ہے۔ فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھنے والے مفسرین نے اپنی کتب کو خرافات سے بھر دیا ہے۔

تفسیر قرآن کے لیے جن پندرہ علوم کا جاننا انتہائی ضروری ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تفسیر کیلئے پندرہ علوم ضروری ہیں اور کسی شخص کو تفسیر کرنے کا حق نہیں جب تک کہ وہ ان تمام علوم میں ماہر نہ ہوا۔"

وہ علوم درج ذیل ہیں

Marfat.com

1: لغت عربیہ: جس کی وجہ سے الفاظ مفردہ کی تشریح کی جاسکے اور کلمات کا مداول معنی معلوم ہونا ممکن ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

"کسی ایسے شخص کیلئے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یہ چیز حلال نہیں کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں کچھ لب کشائی کرے جب تک وہ لغت عربیہ کا عالم نہ ہو۔"

2: علم النحو: اس لئے کہ اعراب پر ہی معانی کا انحصار ہے اور اعراب کی رعایت سے کلام کا صحیح مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔

3: علم صرف: اس لئے کہ صرف ہی کے ذریعے بناء کلمات اور صیغوں کا علم ہوسکتا ہے اور جب تک انسان یہ نہ جانے کہ یہ صیغہ کون سا ہے اور اس کی تعریف اور تفصیل کس طرح ہے تو وہ کلام کی مراد کیسے سمجھ سکتا ہے۔؟

4: علم الاشتقاق: کیونکہ جب تک کہ اصل مادہ لغت معلوم نہ ہو کلمہ کے معنی سمجھنا ممکن نہیں۔ بسا اوقات لفظ کی صورت یکساں ہوتی ہے لیکن اختلاف مادہ کی وجہ سے معنی میں عظیم تفاوت ہوتا ہے۔

5: علم المعانی۔

6: علم البیان۔

7: علم البدیع: اس لئے کہ بغیر ان علوم کے نہ تو ترکیب معانی اور کلام سے ان معانی کا ادراک ہوسکتا ہے جن پر کلمات دلالت کررہے ہیں اور نہ ہی خصوصیات کلام اور تعبیر کے محاسن اور قرآن کی محیر القول بلاغت کا اندازہ ہوتا ہے۔

8: علم القرآن: اس لئے کہ الفاظ کلام اللہ کی کیفیت نطق اسی کے ذریعے معلوم ہوسکتی ہے۔

9: علم اصول دین: تاکہ احکام حلال و حرام، فرض، واجب، جائز اور ناجائز پر استدلال کرسکے۔

10: اصول فقہ: تاکہ احکام الشرعیہ اور فقہیہ تفصیلی طور پر نصوص کتاب اللہ اور سنت سے استنباط کرنا ممکن ہو۔

11: علم اسباب نزول: اس لئے کہ اسباب نزول کے علم کے بغیر آیات کا مفہوم سمجھنا نہایت ہی مشکل امر ہے۔

12: علم ناسخ و منسوخ۔

13: فقہ: یعنی احکام شرعیہ سے متعلق تفصیل، جزئیات اور فروع کا علم۔

14: علم الحدیث: اس لئے کہ قرآن کی اصلی تشریح و تفسیر حدیث ہی ہے۔

15: علم الموہبہ: یعنی وہ صحیح ذوق اور باطنی نور جو کلام الٰہی کے رموز و اسرار کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

دیگر دس علوم و فنون:

ان پندرہ علوم کے علاوہ مندرجہ ذیل دس علوم کا جاننا بھی مفسر کیلئے ضروری ہے۔

1: علم کلام۔

2: علم التاریخ۔

Marfat.com

3: علم جغرافیہ۔
4: علم الزہد والرقاق۔
5: علم کلام: اس لئے کہ اسرار قرآنی کا سمجھنا انہی پر موقوف ہے۔
6: علم الجدل والخلاف: اس لئے کہ قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ مخالفین کے ساتھ مناظرانہ رنگ میں حقائق اور معارف بیان ہوئے ہیں۔
7: علم السیرۃ۔
8: علم الحقائق: یعنی وہ علم جس میں حقائق موجودات کا بیان ہے۔
9: علم الحساب: کیونکہ قرآن مجید میں علم میراث ہے۔
10: علم منطق: تاکہ اس کے مسائل وقواعد معلوم ہونے سے قرآن کے طریق استدلال اور دلائل کی قوت معلوم کر سکے۔

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے اصول:

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ درج ذیل علوم وفنون اور اصولوں کو مدنظر رکھنا ایک مفسر کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

1: محکم ومتشابہات کا علم: قرآن مجید میں دو قسم کی آیات ہیں۔ محکمات اور متشابہات۔ قرآن مجید میں آتا ہے:۔

((ھو الذی انزل الیك الکتب منه ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت))

(سورۃ نمبر 6:3)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی۔ اس میں سے کچھ آیات محکم ہیں جو کتاب کی اصل ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔"

متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن کے ایک سے زیادہ مفاہیم ہیں۔ کسی متشابہ آیت کا مفہوم متعین کرنے کیلئے محکمات کو سامنے رکھنا چاہیئے، کیونکہ متشابہات محکمات کے تابع ہیں۔

2: نظم قرآن کا علم: قرآن مجید ایک حکیم ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے اس وجہ سے ہر آیت کا دوسری آیت کے ساتھ ہر سورت کا دوسری سورت کے ساتھ ایک نہایت ہی گہرا تعلق اور ربط ہے۔ تفسیر قرآن کرتے وقت اس ربط کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

بہت سے لوگ نظم کی تلاش کو ایک غیر اہم کاوش تصور کرتے ہیں۔ وہ قرآن کی بے نظمی کو ہی اعجاز قرار دیتے ہیں۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ قرآن کے غوامض اور رموز پر اطلاع پانے سے قاصر رہتے ہیں۔

3: سنت اور حدیث کا علم: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ آپ نے اپنے قول اور فعل کے ذریعہ اس کی تشریح فرمادی۔ وہ تشریح سنت اور حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔ اس وجہ سے سنت اور حدیث کو نظر

Marfat.com

انداز کر کے قرآن مجید کی تفسیر کرنا ایک بڑے فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ مختلف ادوار میں ایسے لوگ پائے جاتے رہے ہیں جو قرآن کو سمجھنے کیلئے احادیث اور سنت کو ضروری نہیں سمجھتے تھے یہ ان کی بڑی لغزش اور غلطی تھی۔

4: اقوال صحابہ کا علم: فہم قرآن کیلئے صحابہ کرام کے اقوال نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ علم حاصل کیا۔ پھر بعض صحابہ فہم قرآن میں مشہور تھے اور لوگوں کا مرجع خاص بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے خلفاء راشدین' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت سلمان فارسی' حضرت ابودرداء اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم خاص طور پر مشہور تھے۔

6: اقوام عالم کی تاریخ کا علم: قرآن مجید میں متعدد اقوام کے تاریخی واقعات اشارتاً بیان ہوئے ہیں۔ ان اشارات کو وضاحت کے ساتھ سمجھنے کیلئے اقوام کی تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے۔

7: مجاہدہ: قرآن مجید کے مطالب کو سمجھنے کیلئے اپنی تمام قوتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

((والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا))(سورۃ عنکبوت:69:29)

''جو ہمارے راستہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راہ راست پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتے ہیں۔''

8: طہارت نفس: قرآن مجید کے سمجھنے کیلئے متقی اور مطہر ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید کی رو سے متقی وہ ہے جس کے اعتقاد صحیح ہوں' اعمال درست ہوں' مصائب میں ثابت قدم رہے۔ بقدر ہمت و طاقت دوسروں کی ہمدردی کرنے والا ہو۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ))

''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ تمہیں قرآن مجید سکھائے گا۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

((لایمسہ الا المطھرون))(سورۃ نمبر 79:56)

''سوائے پاکیزہ لوگوں کے اسے کوئی نہ چھوئے۔''

خود پسند' متکبر اور شیخی مارنے والا قرآن مجید کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے:

((ساصرف عن ایتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق))(سورۃ نمبر 146:7)

''جو لوگ زمین میں ناحق تکبر کرتے پھرتے ہیں ان کو آیات سے روگرداں کردوں گا۔''

9: اسماء و صفات الٰہیہ اور الٰہی تقدیس و تنزیہ کے خلاف کسی لفظ کے معنی نہ کیے جائیں:
اس اصل کو چھوڑنے کی وجہ سے بعض مفسرین نے خطرناک لغزشیں کھائی ہیں۔ تفسیر کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ

Marfat.com

مفسر دیکھ لے کہ اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اسماء یا اس کی صفاتے کے خلاف تو نہیں اس کی تفسیر سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت پر زد تو نہیں پڑ رہی۔

مثلاً (انا نسيناهم) کے معنی یہ کرنا کہ ہم انہیں بھول گئے، اللہ کی صفت کے خلاف ہیں۔ "نسی" کے معنی ترک بھی لغت عرب میں ہیں، اس وجہ سے اس آیت کے یہ معنی کریں گے کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔ (وهو خادعهم) وہ اللہ ان کو دھوکا دینے والا ہے، یہ معنی خلاف صفات و اسماء الٰہیہ ہیں۔ خدع کے معنی امسك (چھوڑنا) کے بھی ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے:

((فلان كان يعطى فخدع فلان))

پس آیت متذکرہ بالا کے یہ معنی کریں گے کہ اللہ ان منافقوں کو محروم رکھنے والا ہے۔ تمام اشباہ میں یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

10: سنن الٰہیہ ثابتہ کے خلاف تفسیر نہیں کرنا چاہئے: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور کائنات اللہ تعالیٰ کا فعل۔ اللہ کے قول اور فعل میں کلی طور پر مطابقت ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قول کی تفسیر کرتے وقت سنن الٰہیہ کا بھی خیال رکھیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تفسیر اللہ کے فعل کے خلاف ہو جائے۔

11: عرف عام میں جس کو معروف کہتے ہیں، ان سے معانی باہر نہ نکلیں۔

12: تفسیر نور قلب کے خلاف نہ ہو۔

13: صحبت صالحین: فہم قرآن کیلئے صادقین کی صحبت بہت ضروری ہے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیاوی علوم بغیر استاد کی راہنمائی کے حاصل نہیں ہوتے کیا قرآن مجید جو اللہ کے رازوں کا مجموعہ ہے، بغیر کسی استاد کامل کے سمجھ آ سکتا ہے؟ ان بزرگوں کی صحبت ایک تو روحانی نکھار پیدا کرتی ہے۔ دوم ان کے علم سے بقدر استعداد مستفیض ہونے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں آتا ہے:

((كونوا مع الصدقين))

"صادقین کی معیت اور صحبت اختیار کرو۔"

14: تفسیر مقاصد قرآن کے ماتحت ہو: قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے کچھ مقاصد ہیں۔ تفسیر کرتے وقت ان مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

15: کسی علم کو کمال تک پہنچانے کیلئے اس علم کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا نہایت ضروری ہے۔ اس مزاولت سے اس علم کی دل میں پختگی اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت میں غور و فکر نہیں ہوتا اس وقت تک قرآن کے مطالب تک رسائی مشکل ہوتی ہے۔

16: تفسیر القرآن بالقرآن: قرآن مجید میں کسی جگہ ایک مسئلہ اشارۃً بیان ہوا ہے اور کسی جگہ تفصیل سے، اس وجہ

Marfat.com

سے مفسر کیلئے یہ ضروری ہے کہ جو وضاحت قرآن مجید نے کی ہے وہ اختیار کرے۔
مشہور اصول ہے:

((ان القرآن یفسر بعضه ببعض))

"قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔"

17: آسمانی صحیفوں کا علم: تمام مذاہب کی کتب انسانی ہاتھوں کی قطع و برید سے محفوظ نہیں رہیں تاہم پھر بھی قرآن مجید کے فہم کیلئے کافی مدد دیتی ہیں۔قرآن مجید نے خود اقرار کیا ہے کہ ان میں ہدایت اور نور کا سامان موجود ہے۔وہی نور اور ہدایت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے۔

18: صرف ونحو کا جاننا ضروری ہے۔ بعض اوقات قرآن مجید کے اسرار اور رموز کی صرف ونحو راہنمائی کرتی ہے اور وہاں عجیب وغریب نکات نکل آتے ہیں۔اسی وجہ سے بعض مفسرین نے صرف ونحو کا جاننا ضروری قرار دیا ہے۔

19: دعا: متذکرہ بالا اصول لکھنے کے بعد یہ کہنا ضروری ہے کہ مفسر کیلئے لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا کرتا رہے کہ اس پر قرآن مجید کے اسرار اور رموز کھلتے رہیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو مہبط وحی تھے وہ بھی "رب زدنی علما" کا وظیفہ کرتے رہتے تھے۔جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازدیادِ علم کیلئے دعا کرتے رہتے تھے تو بھلا ایک امتی کیسے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔؟

☆☆☆

اسرائیلیات اور تفسیر قرآن

تاریخی واقعات:

قرآن مجید میں ایسے تاریخی واقعات بھی مذکور ہیں جن کا علم اصلاحِ نفوسِ بشری کیلئے ضروری ہے۔مثلاً تکوینِ عالم، پیدائشِ آدم علیہ السلام اور اقوام گزشتہ کے واقعات۔

علمائے اہل کتاب اور صحابہ:

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق ذکر سنتی ہے تو اس کے متعلق مزید معرفت کی خواہش اس میں پیدا ہوتی ہے۔اس لئے عہد صحابہ میں لوگ ان امور کے متعلق ان علمائے اہل کتاب سے دریافت کرتے تھے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہوتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عباس بھی ابن جریر طبری کے بیان کے مطابق کعب احبار کے پاس بیٹھتے اور ان کی روایات اخذ کرتے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ کا اسرائیلیات کے متعلق ارشاد:

اگر چہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس امر سے آگاہ کر دیا تھا کہ اہل کتاب کے اقوال کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب۔ چونکہ ان اقوال کا تعلق اعمال شریعت کے ساتھ نہ تھا اس وجہ سے ان کے اخذ کرنے میں کوئی قباحت نہ تھی۔ اس طرح اہل کتاب کی روایات تفسیر قرآن میں داخل ہو گئیں۔

اسرائیلیات کا تفسیر کا حصہ بننے کے متعلق ابن خلدون کی تحقیق:

ابن خلدون نے اس کے متعلق مقدمہ تاریخ میں ایک عالمانہ مضمون رقم کیا ہے۔ چند سطور کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"اور اس باب (اسرائیلیات) میں متقدمین نے بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے، لیکن ان کی تصنیفات اور روایتوں میں نیک و بد، مقبول و مردود سب کچھ شامل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھے پڑھے نہ تھے اور ان پر بدویت اور جہالت غالب تھی اور جب ان کو ان اشیاء کی دریافت کا شوق ہوتا تھا جو طبائع بشری کا اقتضاء ہے: مثلاً آفرینش عالم کے اسباب، دنیا کی ابتداء کے اسرار تو ان باتوں کو وہ لوگ یہودیوں سے دریافت کرتے تھے یا ان عیسائیوں سے جو یہودیوں کے مقلد تھے۔ اس زمانہ کے یہود بھی ایسے ہی جاہل تھے جیسے بادیہ نشین عربی۔ ان کو صرف وہی معلومات ہوتی تھیں جو عوام اہل کتاب کو، پھر جب یہ لوگ (یہود) دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان امور کے متعلق جو احکام شرعی سے تعلق نہیں رکھتے تھے، مثلاً: دنیا کا آغاز، واقعات قدیمہ اور قصص انبیاء ان کے خیالات وہی رہے جو پہلے سے تھے۔ ان اسلام لانے والوں میں کعب احبار، وہب بن منبہ اور عبداللہ بن سلام وغیرہ تھے۔ اس لئے تمام تفاسیر ان کی روایتوں سے بھر گئیں اور اس قسم کے امور میں مفسرین سہل انگاری سے کام لیتے تھے، اس لئے ان لوگوں نے تفسیر کی کتابوں کو ان کی روایات سے ہی بھر دیا۔ ان روایتوں کا ماخذ وہی اہل تورات تھے جو صحرا نشین تھے اور ان کی ان روایتوں کے متعلق کچھ تحقیق نہ تھی، لیکن چونکہ مذہباً ان لوگوں کا پایہ بہت بلند تھا اور قوم میں ان کو عزت و شہرت حاصل تھی، اس لئے وہ روایتیں قبول عوام ہو گئیں۔"

اسرائیلیات سے اجتناب کا حکم:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اہل کتاب کے اقوال کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔"

اسرائیلیات اور پانچ امور:

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اہل کتاب کی روایات اور اقوال کو صحیح ماننے کیلئے کافی چھان پھٹک اور تحقیق کی ضرورت ہے اس بارے میں مندرجہ ذیل پانچ امور کا خیال رکھنا چاہیے:

1: قرآن مجید میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان کی تفصیل احادیث نبوی میں پائی جاتی ہو اس صورت میں اہل

Marfat.com

کتاب کی روایات کا سہارا نہیں لینا چاہیے۔ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اس کو مشعل راہ بنا چاہیے۔

2: ضروری چیز بقدر ضرورت ہی محدود رہنی چاہیے۔ اس بنا پر تفسیر کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جو بھی واقعہ نقل کرنا ہو تو صرف اتنا ہی واقعہ نقل کیا جائے۔ جتنا قرآن مجید سے ہو سکے اس سے زیادہ بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

3: اہل کتاب کی جو روایات بیان کی جائیں وہ قرآن اور حدیث نبوی کی مخالفت نہ کرتی ہوں۔

4: وہ روایات قانون قدرت کے خلاف نہ ہوں۔

5: وہ روایات عقل کے منافی نہ ہوں۔

تفسیر قرآن میں اسرائیلیات کا اندراج:

تابعین کے عہد میں اسرائیلیات میں بہت اضافہ ہوا، کیونکہ عوام کا رجحان اس طرف بہت بڑھ گیا تھا اور وہ اس کو علمی تحقیق سمجھنے لگے تھے۔ قرآن مجید میں جو انبیاء علیہم السلام اور اقوام کے قصص بیان ہوئے ہیں ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے تھے۔ مثلاً: سفینہ نوح کی لمبائی اور وسعت، اس میں جانداروں کے جو جوڑے لادے گئے تھے ان کی اقسام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں چاروں پرندوں کی انواع، حضرت خضر علیہ السلام کے ذکر میں ظالم اور غاصب بادشاہ کا خاندان، اس بچہ کا نام و نسب جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، بنی اسرائیل کے قصہ بقرہ (بچھڑا) کے متعلق کہ وہ نر تھا یا مادہ تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جن گیارہ ستاروں کو عالم رویاء میں دیکھا تھا ان کے نشانات اور مقامات، موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ان کی بیوی کے متعلق تحقیق کہ وہ حضرت شعیب کی چھوٹی بیٹی تھی یا بڑی؟ پھر یہ کہ انہوں نے آٹھ یا دس سال کی دونوں مدتوں سے کون سی مدت پوری کی؟ اصحاب کہف کے نام اور ان کے کتے کا رنگ و نسل، غرض اس قسم کے لایعنی امور کے متعلق دریافت کیا جانے لگا۔ جب تفاسیر مدون ہوئیں تو یہ تمام باتیں احاطہ تحریر میں آنے لگیں اور مفسرین ان کو واقعات کی تشریح کیلئے بیان کرنے لگے۔

اسرائیلیات کے دو بڑے راوی:

ان روایات کے دو بڑے راوی ہیں:

1: کعب احبار: ان سے حضرت عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے زیادہ تر روایات بیان ہوئی ہیں۔

2: دوسرے وہب بن منبہ ہیں۔

دیگر مفسرین علماء اور اسرائیلیات:

علمائے ثقات مثلاً ابن قتیبہ، امام نووی وغیرہ نے ان روایات کو اپنی کتب میں درج نہیں کیا۔ ابن جریر طبری نے کسی

Marfat.com

تذکرہ کم ان روایات کو لیکن ثعلبی نے انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں زیادہ تر انہی اسرائیلیات کو درج کیا ہے۔

☆☆☆

اقسامِ کتب تفسیر

کتب تفسیر کی اقسام:

کتب تفسیر کی درج ذیل اقسام ہیں:

1: آثاری تفسیر۔ 2: فقہی تفسیر۔

3: ادبی تفسیر۔ 4: کلامی تفسیر۔

5: اشاری تفسیر۔ 6: تاریخی تفسیر۔

7: نحوی تفسیر۔ 8: لغوی تفسیر۔

9: کونی تفسیر۔ 10: تقلیدی تفسیر۔

11: تجدد پسندانہ تفسیر۔

آثاری تفسیر:

آثاری تفسیر وہ ہے جس میں ہر آیت کے نیچے اس مضمون سے متعلقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور صحابہ کرام کے آثار جمع کر دیئے جاتے تھے۔

اس قسم کی تفسیر کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ روایات اور آثار کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ دوسرا فائدہ اس زمانہ کیلئے مخصوص تھا وہ یہ کہ دور نبوت کے بعد اسلامی تعلیمات کے زوال اور عجمی علوم کے اختلاط کی وجہ سے بدعتوں کا دروازہ کھل گیا تھا تو اہل بدعت نے اپنے غلط نظریات کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس فتنہ کے سد باب کے لئے محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن مجید کی تفسیر صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات اور آثار صحابہ کے ذریعے بیان کی تاکہ اہل بدعت قرآن مجید میں دراندازی نہ کر سکیں۔

اس طرز تفسیر سے نقصان بھی ہوئے ہیں۔ وہ یہ کہ محدثین نے تفسیری روایات بغیر جرح و نقد کے آیات کے تحت درج کر دیں۔ اس وجہ سے منکر اور ضعیف روایات کے ذخیرہ میں بے شمار قیمتی جوہر گم ہو کر رہ گئے۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ایک ہی آیت کے تحت ایک دوسرے سے متضاد روایات کو بھی درج کر دیا گیا۔

بعد میں انہی تفسیری روایات نے کئی فتنوں کو جنم دیا۔

اس طرز پر لکھی ہوئی تفسیر طبری مصنفہ ابو جعفر بن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر مصنفہ ابو الفداء اسماعیل بن الخطیب

Marfat.com

ہے۔

فقہی تفسیر:

فقہی تفسیر وہ ہے کہ جس میں صرف ان آیات کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے جن سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔
مثلاً: احکام القرآن اسماعیل بن اسحاق، احکام القرآن قاضی یحییٰ بن اکثم، احکام القرآن ابوبکر رازی اور التفسیرات الاحمدیہ فی آیات الشرعیۃ مصنفہ شیخ احمد ملا جیون۔

ادبی تفسیر:

ادبی تفسیر وہ ہے کہ جس میں قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثل ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جاحظ (متوفی 255ہجری) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ پھر عبدالقادر جرجانی، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی نے مفصل کتب لکھیں۔

کلامی تفسیر:

کلامی تفسیر جس میں اسلامی عقائد کو عقل کی روشنی میں لکھا جاتا ہے۔ اس طرز پر سب سے عمدہ لکھی ہوئی تفسیر کشاف مصنفہ علامہ زمخشری اور التفسیر الکبیر مصنفہ علامہ فخر الدین رازی ہیں۔

اشاری تفسیر:

اشاری تفاسیر صرف قرآن مجید کی روح اور مقاصد کو سامنے رکھ کر لکھی جاتی ہیں۔ انداز تحریر نہایت ہی دقیق ہوتا ہے اور ان تفاسیر کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بحر تصوف کا شناور ہو۔

تفسیر اشاری کے قابل قبول ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط ہیں:

1: نظم قرآن کے معنی سے جو بات واضح ہو اس کے منافی نہ ہو۔
2: اس بات کا دعویٰ نہ کیا گیا ہو کہ اس سے مراد بس یہی ہے اور ظاہری معنی مراد نہیں۔
3: ایسی دور از کار تاویلات پر مشتمل نہ ہو۔
4: کوئی شرعی اور عقلی امر کے خلاف نہ ہو۔
5: اس کی تائید اور استشہاد کیلئے کوئی شرعی بنیاد ہو۔

تفسیر اشاری کی اہم کتب یہ ہیں:
تفسیر نیشا پوری، تفسیر آلوسی، تفسیر تستری اور تفسیر محمد الدین ابن عربی۔

تاریخی تفسیر:

تاریخی تفسیر سے مراد تفسیر کی وہ کتاب ہے کہ جس میں قرآن مجید کے تاریخی واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہو۔
قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے واقعات مذکور ہیں، ان کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور مفسرین نے حالات

Marfat.com

لکھتے ہوئے اسرائیلیات کو بنیاد بنایا ہے۔علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں اس کے متعلق نہایت ہی بلند پایہ اور محققانہ مضمون لکھا ہے۔ابن خلدون نے خود بھی انبیاء علیہم السلام کے حالات پر کتاب لکھی ہے۔

نحوی تفسیر:

نحوی تفسیر سے مراد وہ تفسیر ہے کہ جس میں قرآن مجید کے نحوی مسائل کے متعلق بحث کی ہے۔مثلاً: اعراب القرآن مصنفہ رازی مشہور تصنیف ہے۔

لغوی تفسیر:

لغوی تفسیر وہ ہے کہ جس میں قرآن مجید کے مفرد الفاظ کے معانی اوران کی تحقیق پر بحث ہوئی ہے۔مثلاً لغات القرآن ابوعبیدہ اور مفردات امام راغب مشہور تصانیف ہیں۔

کونی تفسیر:

کونی تفسیر سے مراد وہ تفسیر ہے کہ جس میں سائنس کی ایجادات کو قرآن کی آیات سے مطابقت دینے کی کوشش کی گئی ہو۔مثلاً: تفسیر طنطاوی، جوہری کی تفسیر الجواہر فی تفسیر القرآن۔"

تقلیدی تفسیر:

تقلیدی قسم کی تمام تفاسیر کی بنیاد کسی پہلے گزرے ہوئے محدث یا متکلم کی تفسیر پر ہوتی ہے۔قرآن مجید کے معضلات کے حل کرنے میں کوئی نیا قدم نہیں اُٹھایا جاتا۔مثلاً ابن کثیر کی تفسیر ابن جریر کی تفسیر کا ہی چربہ ہے۔

تجدد پسندانہ تفسیر:

متجددین نے مغربی افکار اور نظریات سے متاثر ہو کر اپنے چند ایک مخصوص نظریات قائم کیے۔پھر انہی نظریات کی صداقت اور حقانیت پر قرآن مجید کی چھاپ لگانے کی ہر ممکن سعی کی اور قرآن مجید کی تشریح انہی نظریات کی روشنی میں کی،اس طریقہ تفسیر کے بانی ہندوستان میں سرسید اور مصر میں علامہ طنطاوی ہو گزرے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

کتبِ تفسیر اور مفسرین کا تعارف

طبقاتِ مفسرین

طبقہ اولیٰ:

اس طبقہ میں صحابہ کرام شامل ہیں۔ سب سے اول مفسر خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ حکم الٰہی :(لتبین للناس) کے مطابق وقتاً فوقتاً صحابہ کرام کو قرآن کے مطالب کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

گو ہر صحابی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مقدسہ میں بیٹھ کر یہ قابلیت اور استعداد پیدا ہو گئی تھی کہ وہ قرآن حکیم کے مطالب کو سمجھ سکے اور سمجھا سکے، لیکن چند صحابہ فن تفسیر میں بہت ممتاز تھے، وہ حسب ذیل ہیں:

1: خلفائے اربعہ۔ 2: ابن مسعود۔
3: ابن عباس۔ 4: ابی بن کعب۔
5: زید بن ثابت۔ 6: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔"

خلفائے اربعہ میں سے زیادہ تر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفسیر قرآن مروی ہے اور دوسرے صحابہ میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ تفسیری اقوال مروی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وہ ترجمان القرآن ہیں جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور علم تاویل عطا فرما۔"

نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی:

"اے اللہ! انہیں حکمت کا علم عطا فرما۔"

متذکرہ بالا ان صحابہ کے علاوہ صحابہ کی ایک اور جماعت بھی ہے جن سے تفسیری روایات منقول ہیں:

1: حضرت انس بن مالک۔ 2: حضرت ابو ہریرہ۔
3: حضرت ابن عمر۔ 4: حضرت جابر۔
5: حضرت ابو موسیٰ اشعری۔
6: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

Marfat.com

طبقہ ثانیہ:

مفسرین قرآن میں دوسرا طبقہ تابعین کا ہے۔ وہ حضرات جنہوں نے صحابہ کرام سے علمی فیض حاصل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد زیادہ تر اہل مکہ ہیں، اس لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اہل مکہ کی تفسیر معتبر ہے۔ ان میں سے یہ لوگ زیادہ مشہور ہیں:

1: مجاہد۔
2: عطا ابن ابی رباح۔
3: عکرمہ غلام ابن عباس۔
4: طاؤس۔
5: سعید بن جبیر۔

اسی طرح کوفہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور مدینہ میں بھی بہت سے لوگ صحابہ کرام کے شاگرد مفسر تھے۔ مشہور مفسر یہ ہیں:

1: حسن بصری۔
2: عطا ابن ابی سلمہ خراسانی۔
3: محمد بن کعب قرظی۔
4: ابوالعالیہ۔
5: ضحاک بن مزاحم
6: عطیہ عوفی۔
7: قتادہ بن مسلم۔
8: ابو مالک۔
9: ربیع بن انس۔
10: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم۔

پس یہ اکابر قدمائے مفسرین ہیں اور ان کے اکثر و بیشتر اقوال صحابہ کرام سے سنے ہوئے ہوتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ:

طبقہ ثالثہ تبع تابعین کا طبقہ ہے جس نے تفسیر کی کتابیں باضابطہ لکھیں۔ اس دور میں جو تفسیری کتب مدون ہوئیں ان میں صحابہ اور تابعین کے اقوال کو جمع کیا گیا۔

اس دور کے مفسرین درج ذیل ہیں:

1: سفیان بن عینیہ (متوفی 198 ہجری)
2: وکیع بن الجراح (متوفی 197 ہجری)
3: شعبہ بن الحجاج (متوفی 190 ہجری)
4: یزید بن ہارون (متوفی 117 ہجری)
5: عبدالرزاق (متوفی 212 ہجری)
6: آدم بن ابی ایاض (متوفی 220 ہجری)
7: اسحاق بن راہویہ (متوفی 238 ہجری)
8: روح بن عبادہ (متوفی 258 ہجری)
9: عبد بن حمید (متوفی 249 ہجری)
10: ابوبکر بن ابی شیبہ (متوفی 235 ہجری)۔"

طبقہ رابعہ:

اس طبقہ میں بے شمار مفسرین ہوگزرے ہیں جنہوں نے تفاسیر لکھیں:

Marfat.com

1: ابن جریر (متوفی 210 ہجری)
2: ابن ابی حاتم (متوفی 227 ہجری)
3: ابن ماجہ (متوفی 275 ہجری)
4: حاکم (متوفی 405 ہجری)
5: ابن مردویہ (متوفی 410 ہجری)
6: ابوالشیخ ابن الحبان (متوفی 254 ہجری)
7: مفسر ابن منذر۔

تیسرے طبقہ کی تفاسیر میں بعض ضعیف اور منکر روایات درج ہوگئیں۔ اس طبقہ کے مفسرین نے قدرے تنقیح اور تحقیق کے ساتھ قرآن مجید کی تفاسیر لکھیں۔ وجوہِ اعراب، احکام و مسائل کے استنباط کا بھی لحاظ رکھا۔ اس طبقہ کی تفاسیر میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت تفسیر ابن جریر طبری ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ ابن جریر طبری جیسی تفسیر کسی نے نہیں لکھی۔

طبقہ خامسہ:

اس طبقہ میں بے شمار مشاہیر ہو گزرے ہیں۔ یہ لوگ اسناد کو حذف کر کے صحابہ اور تابعین کی طرف اقوال منسوب کر دیتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں فرمایا ہے، مجاہد نے یوں کہا اور ابوالعالیہ کا یہ قول ہے۔ ان میں بہت سے حوالے بے اصل بھی ہوتے۔ پھر ان کے بعد والے ان کے اقوال پر اعتماد کر کے ان اقوال کو درست سمجھ بیٹھتے۔ اس طبقہ کے مشہور مفسرین حسب ذیل ہیں:

1: ابوعبداللہ الرحمٰن بن حسین سلمی (متوفی 412 ہجری) نیشاپوری ان کی تفسیر خرافات سے بھری پڑی ہے۔
2: ابواسحٰق احمد ثعلبی (متوفی 427 ہجری) جن کی تفسیر بہت بڑی ہے۔
3: سید مرتضٰی علم الہدیٰ شیعی۔ ان کی تفسیر میں بہت کچھ جھوٹے قصے اور غلط اندراجات و روایات ہیں۔ اہلسنت کے مقابلے میں اہل تشیعہ حضرات اس تفسیر کو زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اکثر حوالے اسی تفسیر سے نقل کرتے ہیں۔
4: ابومحمد عبداللہ جوئنی (متوفی 448 ہجری) ان کی تفسیر کا نام کبیر ہے۔
5: ابوالقاسم عبدالکریم قشیری (متوفی 465 ہجری)
6: ابوالحسن واحدی (متوفی 468 ہجری)۔"

طبقہ سادسہ:

اس طبقہ کے مفسرین حضرات نے مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے قرآن حکیم کی تفسیریں لکھی ہیں۔ صرفی اور نحوی صرف ونحو کی طرف متوجہ رہا۔ متکلم فلسفیانہ موشگافیاں کرتا رہا۔ فقہی مسائل اور احکام کے استنباط اور ان کی تائید کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر کرتا۔ صوفیاء نے تصوف کے نکات و لطائف ہی کو اپنا مقصد ٹھہرایا۔ کسی نے مفردات قرآن کی تحقیق کو اپنی تصنیف کا مقصد دیا۔ جیسے امام راغب کی کتاب المفردات۔

Marfat.com

اس طبقہ میں حسب ذیل مشاہیر ہیں:

1: ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد اصفہانی (متوفی 525ہجری) ان کی تفسیر کا نام تفسیر الجامع ہے۔

2: ابوالقاسم حسین راغب اصفہانی (502ہجری) ان کی مشہور کتاب "مفردات القرآن" ہے۔

3: ابوحامد محمد بن محمد الغزالی (متوفی 505ہجری) ان کی مشہور کتاب کا نام "جواہر القرآن" اور یاقوت التاویل ہے۔

4: ابومحمد حسین بن محمود بغوی (516ہجری) ان کی تفسیر کا نام ہے معالم التنزیل۔

5: ابن جرجان۔

6: ابوالحاکم عبدالسلام بن عبدالرحمٰن (متوفی 536ہجری)

7: ابوالحسن علی بن عراق بن محمد بن علی حنفی خوارزمی (متوفی 539ہجری) ان کی تفسیر کا نام "تفسیر خوارزمی" ہے۔

8: ابوجعفر محمد بن حسن بن علی طوسی (متوفی 561ہجری) ان کی تفسیر کا نام "مجمع البیان" ہے۔

9: ابوالقاسم محمد بن عمر زمخشری (متوفی 528ہجری) ان کی تفسیر "کشاف" کئی جلدوں میں ہے۔"

طبقہ سابعہ:

1: اس طبقہ کے ممتاز مفسر امام فخرالدین رازی ہیں جن کی تفسیر مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ہے۔ یہ تفسیر علوم عقلیہ اور معارف کا ایک عظیم خزانہ ہے، لطافت، اسرار کلام اللہ اور اصول دین کی تحقیق میں یہ کتاب تمام کتب تفسیر پر سبقت لے گئی اور فلاسفہ اور ملحدین کا رد دلائل عقلیہ سے کیا ہے۔

2: قاضی ناصرالدین بیضاوی (متوفی 658ہجری) اسی طبقہ کے مشہور مفسر گزرے ہیں۔ ان کی تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل" جو عموماً تفسیر بیضاوی کے نام سے ہی مشہور ہے، نہایت ہی عمدہ تفسیر ہے۔ یہ تفسیر آج تک دینی مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہے۔

3: ابومحمد روزبہان بقلی شیرازی (متوفی 681ہجری) ان کی تفسیر کئی جلدوں میں بطرز صوفیاء ہے اس کا نام "عرائس البیان" ہے۔

4: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری (متوفی 674ہجری) ان کی تفسیر کا نام جامع احکام القرآن ہے جسے تفسیر قرطبی بھی کہتے ہیں۔

5: موفق الدین احمد بن یوسف موصلی (متوفی 681ہجری) ان کی تفسیر "کواشی" ہے۔

طبقہ ثامنہ:

اس طبقہ میں حسب ذیل مفسرین آتے ہیں:

1: ابوالبرکات عبداللہ بن احمد محمود نسفی (متوفی 710ہجری) ان کی تفسیر مدارک نہایت عمدہ تفسیر ہے۔

Marfat.com

2: ابن کثیر (متوفی 774ہجری)، ان کی تفسیر ابن جریر طبری کی تفسیر کا خلاصہ ہے۔

3: شرف الدین عبدالواحد ابن المنیر (متوفی 744ہجری) ان کی تفسیر کئی جلدوں میں ہے۔

4: قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی (متوفی 710ہجری) ان کی تفسیر فتوح الغیب عن قناع الریب ہے جو نہایت ہی عمدہ تفسیر ہے۔

5: عبدالرحمٰن بن عمر جلال الدین (818ہجری) ان کی تفسیر کا نام مواقع العلوم فی علوم القرآن ہے۔

طبقہ تاسعہ:

1: اس کے بعد نویں صدی کے آئمہ دین اور مفسرین ہیں جن میں خاص طور پر شیخ جلال الدین محلی شافعی (متوفی 864ہجری) مشہور ہیں۔ جلالین کا آخری حصہ سورہ اسراء سے ختم تک انہی کا ہے۔ عمر نے وفا نہ کی اس لئے تکمیل نہ کر سکے۔

2: اسی طبقہ میں ملا مخدوم صائمی (متوفی 835ہجری) ہیں جن کی تفسیر تبصیر الرحمٰن ہے جو نہایت عمدہ اور لطیف انداز میں لکھی گئی ہے۔ ربط آیات وسور کا التزام خاص طور پر کیا ہے اور صوفیاء کے معارف ولطائف بھی کثرت سے ہیں۔

3: شیخ محلی کے بعد شیخ جلال الدین سیوطی (متوفی 911ہجری) نے اسی طرز پر حصہ اول کی تفسیر لکھ کر تفسیر القرآن مکمل کر دی۔ اسی وجہ سے یہ تفسیر جلالین کے نام سے مشہور ہوئی۔

4: شیخ عبدالرحمٰن ابن عمر بلقینی۔

5: شیخ ابوالسعود محمد بن عماری حنفی (متوفی 984ہجری) جن کی تفسیر اپنی افادیت کے لحاظ سے تفسیر کشاف اور بیضاوی کے قریب اور ہم پلہ شمار ہوتی ہے۔

6: زین الدین علی بن احمد اموی (متوفی 845ہجری) ان کی تفسیر کا نام تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان ہے۔ اس تفسیر میں اعجاز القرآن اور نظم القرآن کے موضوعات پر خاص طور پر بحث کی گئی ہے۔

7: ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی (متوفی 835ہجری) ان کی تفسیر کا نام بحر مواج ہے۔

8: عبدالرحمٰن بن عمر بلقینی (متوفی 818ہجری)، ان کی تفسیر مواقع العلوم ہے۔"

طبقہ عاشرہ:

اس طبقہ کے مفسرین درج ذیل ہیں:

1: ملا حسین واعظ کاشفی (متوفی 910ہجری) شیعہ تھے، ان کی تفسیر حسینی ہے۔

2: ابوالسعود محمد بن عمادی حنفی (متوفی 982ہجری) کی تفسیر بیضاوی اور کشاف کے ہم پلہ ہے۔

3: عصام الدین ابراہیم ابن عرب شاہ (متوفی 542ہجری) ان کی تفسیر اسفرائنی ہے۔

Marfat.com

4: جلال الدین سیوطی (متوفی 911ہجری) کی تفسیر در منثور ہے۔

5: شمس الدین محمد شیر بینی (متوفی 910ہجری) ان کی تفسیر کا نام سراج المنیر ہے۔

6: ابوالفیض فیضی (متوفی 1004ہجری) کی تفسیر سواطع الالہام ہے۔ یہ بے نقطہ تفسیر ہے۔

7: علامہ علی بن سلطان القاری حنفی (متوفی 1014ہجری) کی تفسیر ملا علی قاری ہے۔

8: قاضی ثناء اللہ پانی پتی (متوفی 1225ہجری) کی تفسیر مظہری ہے۔

9: علامہ محمد بن علی شوکانی (متوفی 1250ہجری) کی تفسیر کا نام فتح القدیر ہے۔

10 علامہ محمود بن عبداللہ الوسی بغدادی (متوفی 1270ہجری) کی ایک مبسوط تفسیر روح المعانی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے مفسرین اور ان کی کتب

دورِ رسالت:

علم تفسیر ایک قدیم فن ہے جس کی ابتداء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی وحی نازل ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی کے تحت عمل اور قول کے ذریعہ تشریح فرما دیتے تھے۔ عملی تشریح کا نام سنت ہے اور قولی تشریح کا نام حدیث ہے۔ قرآن مجید کے مفسر اول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط قرآن کریم کی آیات سے کیا ہے۔"

دورِ صحابہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ میں سے خلفاء راشدین' حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود' حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم مشہور مفسر ہوئے ہیں۔

دورِ تابعین:

یہ طبقہ تابعین کا ہے۔ ان لوگوں نے صحابہ کرام سے قرآن سیکھا تھا۔ تابعین میں سے مجاہد' عطاء بن ابی رباح' عکرمہ' طاؤس' سعید بن جبیر' ابوالعالیہ' حسن بصری' عطاء بن ابی سلمہ خراسانی' محمد بن کعب قرظی' ضحاک' قتادہ' ابوالاسود بن عمر' مسروق بن اجدع اور مقاتل بن حبان مشہور ہیں۔

تیسری صدی کی تفاسیر:

اس صدی میں علم تفسیر کے علاوہ قرآن سے متعلق کئی فنون پر کتب لکھی گئیں۔ ان میں چند مشہور حسب ذیل ہیں:

1: علم افراد و جمع یعنی قرآن مجید کے مفرد اور جمع الفاظ کی تشریح۔ اس کے متعلق سب سے پہلے شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدہ الاخفش (متوفی 211 ہجری) نے کتاب لکھی۔

2: علم اسباب النزول۔ اس کے متعلق سب سے پہلے علی بن المدینی (متوفی 284 ہجری) نے لکھا۔

Marfat.com

3: علم اختلاف المصاحف۔ اس کے متعلق سب سے پہلی تصنیف ابوحاتم سہل بن محمد سنستانی (228 ہجری) کی ہے۔

4: علم الناسخ والمنسوخ۔ اس کے متعلق سب سے پہلے شیخ ابوعبیدہ قاسم بن سلام (متوفی 244 ہجری) نے کتاب لکھی۔

5: علم سجود القرآن۔ اس کے متعلق شیخ ابواسحاق ابراہیم (285 ہجری) نے سب سے پہلے کتاب لکھی۔

6: علم ضمائر پر شیخ ابوعلی احمد بن جعفر دینوری نے کتاب لکھی۔

7: علم شواذ فی القراۃ پر شیخ ابوالعباس احمد بن یحییٰ معروف بہ ثعلب نے کتاب لکھی۔

8۔ علم فواصل آیات پر شیخ محمد بن یزید واسطی نے ایک رسالہ لکھا۔

9۔ علم وقف وابتداء پر شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سری نے تصانیف کیں۔

10: تفسیر عبدالرزاق مصنفہ امام حافظ عبدالرزاق بن ھمام (متوفی 211 ہجری)۔

11: تفسیر ابن ابی حاتم (متوفی 225 ہجری)۔

12: تفسیر ابن راہویہ مصنفہ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد المعروف بابن راہویہ اسحاق (متوفی 238 ہجری)

13: تفسیر عبد بن حمید (متوفی 249 ہجری)۔

14: تفسیر بخاری مصنفہ امام بخاری (متوفی 256 ہجری)۔

15: تفسیر ابن ماجہ (متوفی 273 ہجری)۔

16: احکام القرآن مصنفہ قاضی ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق (متوفی 282 ہجری)۔

چوتھی صدی کی تفاسیر:

اس صدی میں بہت سی تفاسیر لکھی گئیں جن میں سے چند تفاسیر حسب ذیل ہیں:

1: تفسیر ابن جریر: اس تفسیر کے مصنف کا نام محمد بن جریر بن یزید الامام ابوجعفر الطبری (310 ہجری) ہے۔ ان کی پیدائش قصبہ امل طبرستان میں ہوئی۔ اس تفسیر کی گیارہ جلدیں اور تیس حصے ہیں۔ ضحاک کے اقوال وتفاسیر جو بشر بن عمارہ کے ذریعہ اس میں درج ہیں وہ غیر معتبر ہیں، کیونکہ حفاظ نے بشیر کو ضعیف کہا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات' صحابہ اور تابعین کے اقوال آ گئے ہیں۔ ایک حد تک لغت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ جلال الدین سیوطی نے بہت تعریف کی ہے۔ اس تفسیر کو ابوصالح منصور بن نوح کے عہد (350، 366 ہجری) میں فارسی زبان میں منتقل کیا گیا۔

2: تفسیر انماطی: مصنفہ ابوالقاسم ابراہیم بن اسحاق انماطی (متوفی 304 ہجری)۔

3: تفسیر عبدالرحمٰن بن ابی حاتم: مصنف قصبہ رے میں پیدا ہوئے۔ حجاز' مصر' شام اور عراق کے علماء سے کسب علم

Marfat.com

کیا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ تفسیر بارہ جلدوں میں ہے۔ امام سبکی نے چار جلدوں میں بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات 327 ہجری میں ہوئی۔

4: جامع التاویل: مصنفہ محمد بن بحر الاصبہانی (متوفی 322 ہجری)۔

5: شفاء الصدور: مصنفہ محمد بن الحسن بن محمد المقری (متوفی 351 ہجری) یہ تفسیر بارہ ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کو بہت مقبولیت حاصل رہی۔ چنانچہ ابوبکر القصری اس تفسیر کا مطالعہ کرتے تھے اور درس دیتے تھے۔

6: موضح فی معانی القرآن اور اشارہ فی غریب القرآن: ابوبکر محمد بن الحسن (متوفی 351 ہجری) نے تحریر کی۔

7: احکام القرآن جو ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص (متوفی 370 ہجری) کی تصنیف ہے، تین جلدوں میں ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

8: الاستغناء فی علم القرآن: مصنف کا نام محمد بن علی احمد ہے۔ نحو، قرأت اور تفسیر کا بہت بڑا عالم تھا۔ ایک سو بیس جلدوں میں تفسیر مکمل کی۔ اس تفسیر کا ایک مکمل نسخہ مصر میں قاضی عبدالرحیم کے وقف کتب خانہ میں موجود ہے۔ مصنف کی وفات 388 ہجری میں ہوئی۔

9: تفسیر ابی اللیث مصنف کا نام نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم ابواللیث ہے۔ آپ سمرقند کے بہت بڑے عالم تھے۔ چار جلدوں میں تفسیر قرآن لکھی۔ یہ تفسیر نویں ہجری تک متداول اور مقبول عام رہی۔ اس کا ترکی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا۔

10: خلف بن احمد نے اپنے زمانہ کے علماء کو جمع کر کے ان سے ایک تفسیر لکھوائی۔ تاریخ ادبیات ایران میں ہے کہ یہ تفسیر سو جلدوں میں تھی۔ اس تفسیر کا ایک نسخہ نیشاپوری کے مدرسہ صابونی میں موجود ہے۔

پانچویں صدی کی تفاسیر:

1: تفسیر ابن فورک: مصنف کا نام محمد بن الحسن ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو تک پہنچتی ہے۔ 402 ہجری میں انتقال ہوا۔

2: تفسیر ثعلبی: مصنف کا نام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم ہے۔ ان کا شمار نیشاپور کے جید علماء میں سے ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ ثعلبی اگرچہ دیندار اور متقی تھا مگر تفسیر میں رطب و یابس کو جمع کرتا ہے۔ کتانی نے کہا ہے کہ تفسیر ثعلبی میں موضوع احادیث اور بے سند قصے بھی ہیں۔ البتہ ابن خلکان نے اس تفسیر کی تعریف کی ہے۔ مصنف کی وفات 427 ہجری میں ہوئی۔

3: تفسیر البرہان فی تفسیر القرآن: مصنف کا نام شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی ہے، آپ عمان کی ایک بستی حوف میں پیدا ہوئے اور 430 ہجری میں انتقال ہوا۔

4: کفایۃ فی التفسیر: یہ ابوعبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد کی تصنیف ہے۔ 361 ہجری میں نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ نابینا

Marfat.com

تھے، امام زاہد السرخسی سے اکتساب فیض کیا اور 430 ہجری میں فوت ہوئے۔
ضیاء القلوب: مصنفہ شیخ ابی الفتح سلیم بن ایوب رازی۔ (متوفی 447 ہجری)
حدائق ذات البہجہ: مصنف کا نام ابو محمد عبداللہ بن یوسف ہے۔ نیشاپور کے قریب جوبن نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ یہ تفسیر خلیفہ چلپی کے قول کے مطابق تین سو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ابن النجار نے پانچ سو جلدوں پر مشتمل لکھا ہے۔ یہ تفسیر فنی اور علمی اعتبار سے گری ہوئی ہے۔ مصنف کی وفات 437 ہجری میں ہوئی۔
تفسیر صابونی: مصنف کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ نیشاپور کے جید علماء میں سے تھے، صابونی لقب تھا۔ غور وفکر کرنے کے بعد کسی آیت کی تفسیر کرتے تھے۔
تفسیر الماوردی: مصنف کا نام ابوالحسن علی بن محمد البصری ہے۔ ماوردی کا میلان معتزلہ عقائد کی طرف تھا۔ امام سیوطی اور سبکی نے بھی کہا ہے کہ ماوردی بعض مسائل میں معتزلہ کے نظریہ کا حامی تھا۔ مصنف کی وفات 450 ہجری میں ہوئی۔
احکام القرآن: مصنفہ شیخ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی 458 ہجری)۔
تیسیر معروف بہ تفسیر قشیری: مصنفہ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن (متوفی 456 ہجری)۔
تقاسیر بسیط، وسیط، ابوجیز: یہ تینوں تقاسیر علی بن احمد محمد علی الواحدی کی تھیں۔ صحابہ کرام کے تمام تفسیری اقوال کو جمع کردیا ہے۔ مصنف 468 ہجری میں فوت ہوا۔
تاج التراجم فی تفسیر القرآن ملعجم: مصنفہ شہفور بن طاہر محمد الاسفرائنی (متوفی 471 ہجری) سی اے سٹوری لکھتے ہیں کہ اس تفسیر کو تفسیر طاہری کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے دو حصے مشتمل بر نصف اول ونصف آخر قرآن آکسفورڈ میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے۔
لطائف الاشارات: مصنفہ الامام ابوالقاسم عبدالکریم (متوفی 489 ہجری)۔
تفسیر الشیرازی: مصنفہ شیخ عبدالوہاب بن محمد بن عبدالوہاب (متوفی 500 ہجری) یہ تفسیر نظم میں ہے۔
تفسیر مسور آبادی: سی اے سٹوری کے بیان کے مطابق یہ تفسیر ابوبکر عتیق بن محمد مسور آبادی اہرادی نے تصنیف کی ہے۔ جو سلطان الب ارسلان کے ہم عصر تھے۔ سلطان مذکور نے 455 سے 465 ہجری تک حکومت کی ہے۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے۔

چھٹی صدی کی تفاسیر:

لباب التفسیر: مصنفہ شیخ برہان الدین ابوالقاسم محمود بن حمزہ بن نصر کرمانی مقری (متوفی 501 ہجری)۔
البدیع والبیان: مصنفہ شیخ حسن بن فتح بن حمزہ (متوفی 501 ہجری)۔
تفسیر الراغب: مصنف کا نام ابوالقاسم حسین بن محمد بن الفضل المعروف بالراغب الاصفہانی خلیفہ چلپی نے لکھا

Marfat.com

ہے کہ یہ ایک جلد میں ہے۔اس تفسیر کا پورا نام نمرۃ التنزیل ودرۃ التاویل ہے جس کا ایک مکمل نسخہ استنبول کی مسجد اباصوفیہ کے کتب خانہ میں ہے۔آپ کی وفات 502ہجری میں ہوئی۔

4: تفسیر امام غزالی۔ مصنف کا نام ابوحامد محمد بن محمد غزالی ہے۔تفسیر کا نام یاقوت التاویل ہے۔آپ کی وفات 505ہجری میں ہوئی۔

5: معالم التنزیل: شیخ الامام محی السنۃ ابومحمد حسین بن مسعود الفرا البغوی کی تصنیف ہے۔اس تفسیر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔آپ کی وفات 516ہجری میں ہوئی۔

6: تفسیر کشاف: مصنف کا نام علامہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری ہے۔ 467ہجری میں خوارزم کے قصبہ زمخشر میں پیدا ہوئے۔حصول علم کے لئے مصر خراسان بغداد کے سفر اختیار کئے۔معتزلہ کے نظریات پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ابن خلدون ابن قیم امام سبکی اور امام سیوطی نے اس تفسیر کو اسلام کے عقائد کے خلاف قرار دیا ہے۔اس کے باوجود یہ کتاب متداول اور مقبول رہی ہے۔

فاضل فقہاء مثلاً تفتازانی (792ہجری) اور سید شریف جرجانی (816ہجری) نے اس کی شرح لکھی ہے۔ زمخشری کی وفات 538ہجری (یا 532ہجری) میں ہوئی تھی۔

7: التیسیر فی التفسیر: مصنفہ عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل نجم الدین ابوحفص النسفی متوفی 538ہجری۔

8: انوار الفجر: مصنف کا نام محمد بن عبداللہ بن محمد عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب ابن العربی تھا۔امام غزالی سے علم حاصل کیا۔یہ تفسیر اسی ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔اس کو کشف الظنون میں قانون التاویل کا نام دیا گیا ہے۔آپ کی وفات 543ہجری میں ہوئی۔

9: تفسیر ابن عطیہ: مصنف کا نام ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی ہے۔علماء نے اس تفسیر کو بہت پسند کیا ہے۔آپ نے 546ہجری میں وفات پائی۔

ساتویں صدی کی تفاسیر:

1: تفسیر مفاتیح الغیب یا تفسیر کبیر: یہ تفسیر امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے لکھی ہے۔امام صاحب رے میں 543ہجری میں پیدا ہوئے اور 606ہجری میں وفات پائی۔امام صاحب نے سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ انبیاء تک تفسیر لکھی۔کچھ سورتوں کی تفسیر قاضی شہاب الدین بن خلیل احمد الدمشقی (المتوفی 639ہجری) نے کی اور ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد (متوفی 777ہجری) نے تفسیر مکمل کی۔یہ تفسیر چونکہ بہت بڑی ہے، اس کی تلخیص برہان الدین محمد بن محمد النسفی نے کی ہے اور اس کا نام واضح رکھا۔محمد بن قاضی نے بھی اس کی تلخیص کی ہے اور اپنی طرف سے بعض مفید اضافہ بھی کیا ہے۔اس تفسیر کی خصوصیات حسب ذیل ہے:

اس زمانہ میں علوم عقلیہ کی رو سے اسلام پر اعتراضات ہو رہے تھے، ان کے اس میں جوابات ہیں۔

Marfat.com

تفسیر کبیر میں مفسرین کے اقوال مختلف پر تنقید کی گئی ہے۔ جو قول پسند آیا ہے اسی کو انتخاب کیا ہے۔
اس میں کلامی بحثوں کا زور ہے۔ اشعریت کی حمایت دل کھول کر کی ہے۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اس تفسیر میں سوائے تفسیر کے سب کچھ ہے۔ اس تنقیدی فقرہ میں سچائی کی چمک نہیں ہے۔ ہر تفسیر اپنے وقت کی علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں سے متاثر ہوتی ہے۔ اس زمانہ کے فکری رجحانات کا علم ہوتا ہے چونکہ امام رازی کے عہد میں دو مکتبہ فکر معتزلہ اور اشعریہ کے افکار کی زبردست ٹکر تھی اور امام صاحب اشعریہ خیال کے زبردست حامی تھے، اس وجہ سے معتزلہ کے عقائد کی رو میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ امام صاحب کا راہ اعتدال سے ہٹ جانے سے یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا کہ یہ تفسیر بلند پایہ نہیں۔ اس تفسیر کا مقام ساتویں صدی کے ماحول کو مدنظر رکھ کر متعین کرنا چاہیے۔

2: تفسیر ابن الاثیر: مصنف کا نام مبارک بن محمد بن عبدالکریم شیبانی ہے۔ ابن اثیر کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی وفات 606 ہجری میں ہوئی۔

3: تفسیر الارشاد فی تفسیر القرآن: مصنف کا نام امام عبدالسلام بن عبدالرحمان ہے۔ اشبیلہ کے جید علماء میں سے تھے اور ابن جرجان کے نام سے مشہور تھے۔ 627 ہجری میں وفات پائی۔ اس تفسیر کا ایک عکسی نسخہ جامع الدول العربیہ قاہرہ کے قلمی ذخائر میں موجود ہے۔

4: تفسیر البیان فی تفسیر القرآن: مصنف کا نام ھانی بن اسماعیل بن الحسین ہے۔ موصل کے علماء میں شمار ہوتا تھا۔ مدرسہ صالحیہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ 630 ہجری میں وفات پائی۔

5: نہایۃ التامیل فی علوم التنزیل: مصنف کا نام شیخ عبدالواحد بن عبدالکریم ہے۔ آپ قصبہ زملکایا زملکان قریب دمشق میں پیدا ہوئے۔ 651 ہجری میں وفات پائی۔ اس تفسیر کے دو نسخے دار الکتب المصریہ میں موجود ہیں۔

6: تفسیر ابن جوزی: مصنف کا نام یوسف بن قزاغلی بن عبداللہ شمس الدین الجوزی (متوفی 654 ہجری) ہے۔ یہ تفسیر 29 جلدوں میں لکھی گئی۔

7: مطلع انوار التنزیل و مفاتیح اسرار التاویل: مصنف کا نام عبدالرزاق بن رزق اللہ بن ابی بکر حنبلی ہے۔ آپ کی وفات 661 ہجری میں ہوئی۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔

8: التحریر والتحبیر: یہ تفسیر پچاس تفسیری کتب کا مجموعہ ہے۔ مصنف کا نام محمد بن سلیمان بن الحسین جمال الدین ابوعبداللہ ہے۔ ابن نقیب کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلیل القدر علماء میں شمار ہوتا ہے۔ علماء نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی ہے۔ مصنف کی وفات 688 ہجری میں ہوئی۔

9: تفسیر قرطبی: عبداللہ محمد بن احمد قرطبی نے لکھی ہے۔ آپ کی وفات 671 ہجری میں ہوئی۔

10: تفسیر کواشی: مصنف کا نام موفق الدین احمد بن یوسف ہے۔ آپ کی وفات 680 ہجری میں ہوئی تھی۔ اس تفسیر کے دو حصے ہیں۔ ایک بڑا حصہ ہے جس کا نام تبصرہ۔ ایک چھوٹا جس کا نام تلخیص ہے۔ اس مجموعہ کا نام کشف

Marfat.com

الحقائق فی التفسیر ہے۔

11: تفسیر انوار التنزیل: یہ تفسیر بیضاوی کے نام سے مشہور ہے۔ مصنف کا نام قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر ہے۔ مضافات شیراز میں واقع ایک قصبہ بیضاء میں پیدا ہوئے۔ بہت بڑے عالم اور مصنف تھے۔ آپ کا وصال 685 ہجری میں ہوا۔ یہ تفسیر نہایت عمدہ اور معتبر ہے۔ تفسیر اور تاویل دونوں کا مجموعہ ہے۔ اہل سنت و جماعت کے طریق پر لکھی گئی ہے۔

انوار التنزیل واسرار التاویل: قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی کی تصنیف ہے۔ وفات 685 ہجری میں تبریز میں ہوئی۔ اس کتاب میں اعراب و معانی و بیان کے متعلق جو کچھ ہے وہ کشاف سے ماخوذ ہے اور جو کچھ حکمت و کلام سے متعلق ہے وہ تفسیر کبیر ہے۔ اور جو کچھ اشتقاق و غوامض و لطائف وارشاد سے متعلق ہے وہ تفسیر راغب سے ملخص ہے اور باقی اپنی طبع زاد خیر۔ جو کچھ ہو مگر یہ کتاب نہایت عمدہ اور بڑی مشہور ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینکا جلد 13 زیر لفظ قرآن مطبوعہ برطانیہ 1951ء میں لکھا ہے:

"تفسیر بیضاوی اسلامی دنیا میں بکثرت پڑھی جانے والی کتاب ہے۔"

تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس تفسیر میں سورتوں کے فضائل کے بارے میں احادیث کو احتیاط سے نہیں لکھا۔ اس تفسیر کے بے شمار حاشیے اور شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

آٹھویں صدی کی تفاسیر:

1: مدارک التنزیل: مصنف کا نام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود متوفی 701 ہجری ہے۔

ماوراء النہر کے قصبہ نسف میں ولادت کی نسبت سے نسفی مشہور ہوئے ہیں۔ اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد اور فقہ حنفی کے دلائل کا ذکر ہے۔ اس کا خلاصہ شیخ زین الدین عینی (متوفی 893 ہجری) نے لکھا ہے۔ مولانا عبدالحق مہاجر مکی نے شرح "الاکلیل علی مدارک التنزیل" آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔

2: تفسیر علامی: مصنف کا نام علامہ قطب الدین محمود بن مسعود ہے۔ 710 ہجری میں وفات پائی۔ اس تفسیر کا پورا نام فتح المنان فی تفسیر القرآن ہے۔

3: فتح القدیر: مصنفہ احمد بن عبدالولی المقدسی (متوفی 727 ہجری)۔

4: تفسیر القرآن: مصنفہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ۔ مصنف ربیع الاول 661 ہجری میں قصبہ حران میں پیدا ہوئے۔ فقہ، حدیث اور تفسیر میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ حنبلی مذہب کے پیرو تھے۔

امام ابن تیمیہ کی تصانیف کثرت سے ہیں۔ بعض نے پانچ سو کے قریب تصانیف بیان کی ہیں۔ تفسیر القرآن کے متعلق ابن قدامہ نے کہا ہے کہ یہ پچاس جلدوں میں تھی اور ابن بطوطہ نے تیس جلدوں میں کہا ہے۔ آپ کی وفات 2 ذی قعدہ 728 ہجری میں ہوئی۔

Marfat.com

5: تفسیر خازن: مصنفہ الشیخ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم۔ یہ تفسیر علامہ بغوی کی تفسیر معالم التنزیل کا اختصار ہے۔ مصنف نے 741 ہجری میں وفات پائی۔

6: التاویل فی معالم التنزیل: مصنفہ علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل۔ متوفی 741 ہجری۔

7: فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب: مصنفہ الحسین بن محمد بن عبداللہ واسطہ اور تستر کے درمیان قصبہ طیب میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے طیبی مشہور ہوئے۔ مصنف نے 743 ہجری میں وفات پائی۔

8: البحر المحیط: یہ تفسیر شیخ اثیر الدین ابوحیان محمد بن محمد بن یوسف اندلسی کی تصنیف ہے۔ یہ تفسیر دس جلدوں میں ہے۔ پھر خود ہی اس تفسیر کو دو جلدوں میں مختصر کیا اور اس کا نام النہر الماد من البحر رکھا۔ علامہ اپنی تفسیر کی تالیف کے سبب کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"ایک بات میرے ذہن میں بار بار آتی رہی اور میرے افکار پر ابھرتی رہی کہ جب میں پختگی کی عمر کو پہنچوں گا اور ایسی عمر کو پہنچوں گا جب کہ انسان خلوت پسند ہو جاتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہوئے تفسیر قرآن شروع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہی خواہش اس سے قبل ہی پوری کر دی اور مجھے اس ارادہ کو پورا کرنے کی اس طرح توفیق دی کہ مجھے سلطان الملک منصور کے عہد میں مدرسہ میں علم تفسیر پڑھانے پر فائز کر دیا گیا اور اس وقت 710 ہجری کا آخر تھا اور میری عمر 57 سال تھی۔"

دیباچہ تفسیر مذکور میں آپ فرماتے ہیں:

"بحر المحیط کی تالیف سے قبل میں نے تمام مشہور کتب غور و خوض سے پڑھیں۔ ان کی مطولات کا خلاصہ نکالا اور مشکلات و دقائق کا خلاصہ نکالا۔"

مصنف کے تفسیر لکھنے کا طریقہ یہ ہے:

پہلے مشکل الفاظ کی لغت بیان کرتے ہیں۔

بعد ازاں آیات کا شان نزول بیان کرتے ہیں۔

آیات کا باہمی ربط اور تعلق بیان کرتے ہیں۔

پھر قرأت شاذہ و مستقلہ کا ذکر کرتے ہیں۔

معانی کی وضاحت کے سلف صالحین کے اقوال بیان کرتے ہیں۔

ادبی دقائق بھی بیان کرتے ہیں۔

فقہاء اربعہ کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

تفسیر مکمل کرنے کے بعد ساری تفسیر کی تلخیص بیان کرتے ہیں۔

صوفیاء کے کلام کو ترجیح دیتے ہیں۔

مصنف نے 28 صفر 745 ہجری میں وفات پائی۔

Marfat.com

9: الدر النظم فی تفسیر القرآن الکریم: مصنفہ علی بن عبدالکافی السبکی (756 ہجری)۔

10: تفسیر ابن کثیر: یہ کتاب امام ابوالفدا عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی کی تصنیف ہے۔ آپ نے ابن عساکر اور ابن تیمیہ سے علم حاصل کیا۔ یہ کتاب دس جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں آیات کی تشریح میں احادیث اور آثار کو بالالتزام بیان کیا ہے اور ان پر حسب ضرورت تنقید کی ہے۔ مصنف کی وفات 774 ہجری میں ہوئی۔

11: کشف الاسرار وعدۃ الابرار: مصنفہ سدعود بن عمر الامام الکبیر المعروف سعد الدین خراسان کے ایک قصبہ تفازان میں پیدا ہوئے' اسی نسبت سے تفتازانی مشہور ہوئے۔ آپ کی وفات 792 ہجری میں ہوئی۔
اس تفسیر کا مکمل نسخہ لپزگ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ تفسیر فارسی زبان میں ہے۔

12: تفسیر الحدادی: مصنفہ شیخ ابوبکر بن علی مصری۔ متوفی 800 ہجری۔ اس تفسیر کا دوسرا نام کشف التنزیل بھی ہے۔

نویں صدی کی کتب تفاسیر:

1: عیون التفاسیر للفضلاء والسماسیر: مصنفہ شیخ شہاب الدین احمد بن مسعود۔ سب مروجہ اور متداولہ تفاسیر کا مطالعہ کر کے ان سب کا خلاصہ اس تفسیر میں بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات 803 ہجری میں ہوئی۔

2: لطائف ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز: مصنفہ مجد الدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی امام ابن قیم اور امام سبکی کے شاگرد ہیں۔ علم حدیث' تفسیر' لغت اور ادب کے امام متصور ہوتے ہیں۔ 816 ہجری میں وفات پائی۔

3: ملتقط: مصنفہ محمد ابن سید یوسف حسینی عرف شاہ راجو قتال۔ عوام میں بندہ نواز اور گیسو دراز کے نام سے مشہور ہیں۔ 725 ہجری میں وفات پائی۔

4: تفسیر النبوی: مصنفہ السید محمد بن ابراہیم بن علی امام کبیر جو ابن الوزیر کے نام سے مشہور ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو تفسیری روایات ثابت ہیں ان سب کو جمع کر کے ایک علیحدہ تفسیر لکھی۔ آپ کا انتقال 840 ہجری میں ہوا۔

5: فتح المنان فی تفسیر القرآن: مصنفہ محمد بن یحییٰ بن احمد۔ ابن زہرہ کے نام سے مشہور تھے۔ 848 ہجری میں وفات پائی۔

6: تفسیر الاحکام لبیان مافی القرآن: مصنفہ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی 852 ہجری۔

7: بحر العلوم مصنفہ سید علاؤ الدین علی بن یحییٰ سمرقندی۔ متوفی 860 ہجری۔

8: تفسیر بقاعی: مصنفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی۔ متوفی 885 ہجری۔ شعبان 861 ہجری میں تفسیر لکھنا

Marfat.com

شروع کی۔ شعبان 875ھجری میں اس کا نام نظم الدرر فی تناسب السور رکھا۔ یہ تفسیر چھ جلدوں میں ہے۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ قسطنطنیہ و کتب خانہ خدیو یہ مصر اور کتب خانہ برلن میں موجود ہیں۔
اس تفسیر کی بڑی خوبی یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کا باہمی ربط اور تعلق بیان کیا گیا ہے۔
تفسیر جلالین: یہ کتاب شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی متوفی 864ھجری کی تصنیف ہے۔ مصنف نے سورت اسراء تک تفسیر کی تو ان کا انتقال ہوگا۔ بعدازاں امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھجری نے اس تفسیر کو مکمل کیا۔
یہ تفسیر بہت متداول اور مقبول ہے۔ درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے۔ آسان طرز سے آیات کا مطلب اور ...ہوم بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کے بہت سے حواشی اور شرحیں لکھی گئی ہیں۔

...ویں صدی کی کتب تفاسیر:

الدر المنثور: مصنف جلال الدین سیوطی۔ متوفی 911ھجری۔
جامع التبیان فی تفسیر القرآن: محمد کے والد عبدالرحمٰن نے قرآن مجید کی تفسیر شروع کی جب سورۃ انعام تک پہنچے تو موت نے آلیا۔ اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ باقی تفسیر کو مکمل کرے۔ چنانچہ باقی تفسیر محمد نے مکمل کی۔ یہ ایک جلد میں ہے۔
فتح الرحمان: مصنف شیخ الاسلام زین الدین زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری۔ اس کتاب میں متشابہات قرآنی پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ کیمبرج لائبریری میں ہے۔ قاضی صاحب کا انتقال 966ھجری میں ہوا۔
4. تفسیر ابن کمال پاشا: مصنف شمس الدین احمد بن سلیمان۔ متوفی 940ھجری۔
5. السراج المنیر: مصنف امام شمس الدین محمد بن محمد قاہرہ کے مشہور علماء میں سے تھے۔ یہ تفسیر چار جلدوں میں مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ آپ کا انتقال 977ھجری میں ہوا۔
6. تفسیر الحمدی: مصنف محمد بن احمد میانجی۔ متوفی 982ھجری۔ ربط آیات کی طرف خاص توجہ دی گئی ہے۔
7. ارشاد العقل الی مزایا القرآن الکریم: مصنف ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ۔ متوفی 982ھجری یہ تفسیر کشاف اور بیضاوی کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔
8. تسہیل السبیل فی فہم معانی التنزیل: مصنف محمد بن الشیخ ابی الحسن محمد بن محمد، متوفی 993ھجری۔
9. تفسیر منشی: مصنف مولانا محمد بن بدرالدین صاروحانی۔ متوفی 1000ھجری۔

گیارھویں صدی کی کتب تفاسیر:

1. منبع عیون المعانی: مصنف شیخ مبارک علی بن خضر ناگوری۔ متوفی 1001ھجری۔

Marfat.com

2: سواطع الالہام: مصنفہ ابوالفضل فیضی۔ متوفی 1004 ہجری۔ یہ بے نقطہ عبارت میں لکھی گئی ہے۔
3: تفسیر علی قاری: مصنفہ شیخ نورالدین علی بن سلطان۔ متوفی 1010 ہجری۔
4: تفسیر نظامی: مصنفہ شیخ نظام الدین تھانیسری بلخی۔ متوفی 1024 ہجری۔
5: جامع الاسرار: مصنفہ شیخ عبدالحسن بن سلیمان۔ یہ تفسیر سلطان مراد رابع کو ہدیہ بھیجی گئی۔
6: تفسیر وہابی: مصنفہ مولوی عبدالصمد متوفی 1087 ہجری۔

بارھویں صدی کی کتب تفاسیر:

1: تفسیر احمد: مصنفہ ملا جیون (ملا جیون) امیٹھوی۔ متوفی 1130 ہجری۔
2: ثواقب التنزیل: مصنفہ مولوی اصغر علی قنوجی۔ متوفی 1140 ہجری۔
3: تفسیر صغیر: مصنفہ مولوی رستم علی قنوجی۔ متوفی 1178 ہجری۔
4: الفتوحات الالٰہیہ: مصنفہ شیخ سلیمان جمل۔ متوفی 1196 ہجری یہ تفسیر چار جلدوں میں ہے۔

تیرھویں صدی کی کتب تفاسیر:

1: تفسیر ذوالفقار خانی: مصنفہ مولوی عبدالباسط بن مولوی رستم علی قنوجی۔ متوفی 1223 ہجری۔
2: تفسیر مظہری: مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ متوفی 1225 ہجری۔ یہ تفسیر چھ جلدوں میں ہے نہایت معتبر تفسیر ہے۔
3: فتح القدیر: مصنفہ قاضی شوکانی یمنی۔ متوفی 1255 ہجری۔

چودھویں صدی کی کتب تفاسیر:

1: روح المعانی: مصنفہ علامہ محمود آلوسی بغدادی۔ متوفی 1304 ہجری۔ یہ تفسیر چھ جلدوں اور تیں حصص پر مشتمل ہے۔ مصنف نے پہلی متداولہ کتب تفاسیر کو مدنظر رکھ کر تفسیر لکھی ہے' بعض مقامات پر امام رازی پر تنقید کی ہے۔ یہ اُس صدی کی بہتری تصنیف ہے۔
2: تفسیر المنار: مصنفہ الشیخ محمد رشید رضا المصری متوفی 1354 ہجری کی تالیف ہے۔ مصنف نے اپنے استاد مفتی عبدہ کے دروس کی بنیاد پر یہ تفسیر لکھی ہے۔ یہ تفسیر مکمل نہیں ہے۔
3: الجواہر فی تفسیر القرآن: مصنفہ علامہ طنطاوی مصری (1360 ہجری) کی تالیف ہے۔ مصر میں 1352 ہجری میں 25 جلدوں میں شائع ہوئی۔ ہر مضمون کو بسط وکشاد سے بیان کیا ہے۔ یہ تفسیر علوم سائنس سے بھری پڑی ہے۔
4: تفسیر درالاسرار: مصنفہ سید محمد آفندی مفتی دمشق۔ یہ تفسیر شائع ہو چکی ہے۔
5: التفسیر الحدیث: دور حاضر کے ایک مشہور عالم محمد عزۃ دروزہ کی تصنیف ہے۔ اس میں سورتوں کی ترتیب نزولی

Marfat.com

اختیار کی گئی ہے۔ ہر سورۃ کے ابتداء میں سورۃ کے مرکزی مضمون کے ساتھ ان مضامین کا اجمالی خاکہ بیان کیا گیا ہے جن پر وہ سورۃ مشتمل ہوتی ہے۔ نیز ربط آیات اور نزول سور کی مناسبت پر بحث کی گئی ہے۔

6: اضواء البیان فی ایضاح القرآن: دور حاضر کے مشہور عالم محمد الامین ابن محمد الختار الجکنی کی تفسیر ہے۔ سورۃ انبیاء تک چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ طبع ہو رہی ہے۔ مصنف نے اس بات کا خاص اہتمام کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔

فارسی تراجم قرآن:

1: حسن بن محمد علقمی المعروف نظام نیشاپوری نے آٹھویں صدی میں قرآن حکیم کا ترجمہ فارسی میں کیا۔
2: نوح ہالائی سندھی (متوفی 998ھجری) نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔
3: محمد امین نے 1135ھجری میں قرآن حکیم کا ترجمہ مکمل کیا۔

فارسی تفاسیر:

1: بحر مواج از ملک العلماء قاضی شہاب الدین احمد بن شمس الدین بن عمر زاولی غزونی دولت آبادی (849ھجری) یہ فارسی کی ضخیم تفسیر ہے۔ اس میں فقہ وعقائد کے مسائل تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ آیات کی نحوی ترکیب بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ فارسی تفاسیر میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
2: حکیم فتح اللہ شیرازی نے فارسی زبان میں ایک تفسیر لکھی ہے۔
3: اورنگ زیب عالمگیر کے دور میں محمد امین صدیقی نے تفسیر امینی لکھی۔
4: مرزا نورالدین عالی (نعمت خان) 1121ھجری نے نعمت عظمیٰ کے نام سے فارسی زبان میں تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر بھی عالمگیر کے دور میں لکھی گئی۔
5: شاہ ولی اللہ دہلوی (1176ھجری) نے فارسی زبان میں فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن لکھی۔
6: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز نے فتح العزیز کے نام سے تفسیر لکھی جو تفسیر عزیزی کے نام سے مشہور ہوئی۔
7: سید ابوالقاسم رضوی کشمیری لاہوری (1324ھجری) نے لوامع التنزیل وسواطع التاویل کے نام سے فارسی زبان میں تفسیر لکھی جس میں اہل سنت والجماعت اور شیعہ عقائد کے بارے میں مباحث ومناظرات ہیں۔ ہر پارے کی تفسیر ایک جلد میں لکھی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

تفسیر ابن کثیر

مختصر تعارف:

اس تفسیر کے مؤلف امام حافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمرو قریشی دمشقی ہیں۔ جو شافعی مسلک تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد 7 برس کی عمر میں دمشق آئے اور ابن شحمند آمدی اور ابن عساکر جیسے علماء سے سماع کیا۔ پھر ابن تیمیہ کی شاگردی اختیار کر لی، ان کے گرویدہ ہو گئے اور انہیں مسئلہ طلاق میں انہی کی رائے کے مطابق فتویٰ دینے کی بناء پر مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔

علمی فوقیت:

1: حافظ عماد الدین ابن کثیر بڑے جید علماء میں سے تھے۔ زمانے کے علماء ان کی وسعت علمی کے قائل تھے۔ آپ تفسیر، حدیث اور فقہ میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''احکام کے بارے میں ایک بڑی کتاب کی ابتداء کی، لیکن مکمل نہ کر سکے۔ تاریخ کی مشہور کتاب ''البدایہ والنہایۃ'' انہی کی تصنیف ہے۔ ان کی عین حیات ہی میں ان کی تصانیف دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل گئیں۔''

2: صاحب شذرات الذہب ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''اکثر باتوں کو مستحضر رکھنے والے اور پختہ فہم کے مالک تھے۔''

3: ابن حبیب کہتے ہیں:

''تاریخ' حدیث اور تفسیر کی علمی ریاست اس (ابن کثیر) تک اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔''

تفسیر ابن کثیر اور جرح و تعدیل:

صاحب کشف الظنون تحریر کرتے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر 10 جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تفسیر احادیث و آثار سے مزین ہے اور باضابطہ سندوں کے ساتھ اس میں روایات بیان کی گئی ہیں۔ جہاں مؤلف نے ضرورت محسوس کی ہے جرح و تعدیل وغیرہ اصول سے کام بھی لیا ہے۔ میں نے ان کے تذکرہ نگاروں میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جس نے اس تفسیر سے زیادہ اور کچھ ہم سے بیان کیا ہو۔''

مشہور تفسیر ماثور:

ماثور تفاسیر میں یہ تفسیر سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ابن کثیر اکثر اس لحاظ سے ممتاز نظر آتے ہیں کہ وہ ایک آیت کا

Marfat.com

ذکر کرتے ہیں، پھر اُس کی تفسیر ایک مختصر اور آسان عبارت سے کرتے ہیں اور اگر قرآن کی قرآن سے وضاحت ہو سکے تو دو آیات کو ملا کر ذکر کرتے ہیں۔ حتی کہ معنی اور مراد واضح ہو جاتی ہے۔ پھر احادیث' اقوال صحابہ اور تابعین جو اس آیت سے متعلق ہو ذکر کرتے ہیں۔

اسرائیلیات پر تنبیہ:

ابن کثیر اپنی تفسیر میں منکرات اور اسرائیلیات پر متنبہ فرماتے ہیں۔ کہیں اجمالی طور پر اور کہیں بالتفصیل۔

مناقشات فقہیہ:

ابن کثیر فقہی مناقشات کو ذکر کرتے ہیں اور اس میں علماء کے اقوال اور دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں اور آیات حکام سے متعلق فقہی موشگافیوں کو کھول کر بیان فرماتے ہیں۔

☆☆☆

تفسیر بیضاوی

تفسیر کا اصل نام:

"بیضاوی" کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے اس تفسیر کا اصل نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" ہے۔ تفسیر ہذا کے مصنف کا نام عبداللہ بن عمر البیضاوی ہے۔ ان کی کنیت ابو سعید اور لقب ناصر الدین تھا۔ اس لئے انہیں ابو سعید ناصر الدین عبداللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ان کی کنیت "ابوالخیر" بھی تھی۔ "بیضاوی" آپ کا نسبتی نام ہے اسی لئے آپ کی تفسیر کو بھی "بیضاوی" کہہ دیا جاتا ہے۔

چیف جسٹس کا عہدہ اور تفسیر لکھنے کی وجہ:

آپ شیراز میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدہ پر فائز تھے۔ بعد میں ترک منصب کر کے شیخ محمد تحستانی کی خدمت میں رہے اور انہی کی ایماء پر تفسیر رقم کی۔

پرہیزگار عالم دین:

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین تھے۔ آپ نے پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔ مناظرہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ شافعی المسلک تھے۔

وفات اور تدفین:

ابن کثیر کے بیان کے مطابق آپ نے 685 ہجری میں اور امام سبکی کے قول کے مطابق 691 ہجری میں وفات پائی۔ بعضوں نے آپ کا سن وفات 692 ہجری لکھا ہے۔ آپ تبریز میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

Marfat.com

تصانیف:

آپ نے کئی کتب تصنیف کیں۔ مشہور اور اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

1: کتاب المنہاج وشرحہ فی اصول الفقہ۔

2: کتاب الطّوالع فی اصول الدین۔

3: انوار التنزیل واسرار التاویل فی التفسیر۔

مختلف امتیازات رکھنے والی تفسیر:

صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں:

”یہ ایک ایسی عظیم الشان تفسیر ہے جو تعریف سے مستغنی ہے۔ یہ مختلف امتیازات رکھنے والی تفاسیر کا گویا نچوڑ (Summary) ہے، یعنی اس میں اعراب اور معانی وبیان سے متعلق مباحث دراصل کشاف کے مندرجات کا مغز ہیں، حکمت وکلام سے متعلق جو مواد ہے وہ تفسیر کبیر (تفسیر فخر الرازی) سے ماخوذ ہیں اور اشتقاق اور دقیق حقائق اور لطیف اشارات ونکات تفسیر راغب اصفہانی سے ماخوذ ہیں۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ قاضی بیضاوی نے اس میں معقول دلائل اور مقبول تصرفات رکھنے والے ایسے امور بھی ثبت کیے ہیں جو ان کی فکر وبصیرت کے ثمرات ونتائج ہیں اور جن کی وجہ سے اسرار ورموز سے شک کا میل دور ہو کر اُن میں چمک اور وضاحت پیدا ہو جاتی ہے اور علم میں وسعت اور بصیرت میں زیادتی ہوتی ہے:

”اولو الالباب لم یاتوا
یکشف قناع مایتلی
و لکن کان للقاضی
ید بیضاء لاتبلی“

”صاحبانِ عقل ایسی کوئی چیز پیش نہ کر سکے جو تلاوت کی جانے والی کتاب (قرآن) کے دقائق کو کھول دے، لیکن قاضی بیضاوی کا وہ روشن ہاتھ ہے جو کبھی پرانا نہ ہوگا۔“

جلیل القدر تفسیر:

تفسیر بیضاوی ایک ایسی جلیل القدر کتاب ہے جسے تفسیر وتاویل کے مابین لغت عربیہ کے قوانین کے مطابق مرتب ومدون کیا گیا ہے اور اہل سنت کے اصول پر دلائل ثبت کیے گئے ہیں۔

بہترین حاشیہ:

اس کے ان حواشی میں جو رائج ہیں سب سے بہتر حاشیہ شہاب خفاجی کا ہے۔ اگرچہ اس کے بکثرت دوسرے حواشی بھی ہیں۔

Marfat.com

خصوصیات:

1: آیتوں کے آخر میں حدیثوں کا درج کرنا صاحب کشاف کی طرح۔

2: تفسیر کبیر اور راغب اصفہانی کی تفسیر سے مدد لی گئی ہے اور صحابہ (تابعین) کے بعض آثار اس تفسیر میں نقل کیے گئے ہیں۔

3: اہل سنت کے مسلک کو واضح کیا گیا ہے۔

4: اسرائیلی روایات کم ذکر کی گئی ہیں۔

5: مفسر جب آیات کونیہ کو پیش کرتا ہے تو کائنات میں غور وخوض کرنا سکھلاتا ہے۔شاید یہ تفسیر کبیر کا اثر ہے۔

6: حواشی کثیر ہیں۔

☆☆☆

تفسیر روح المعانی

مصنف کا تعارف:

اس تفسیر کے مولف سید محمود بن عبداللہ آفندی آلوسی بغدادی شافعی المذہب تھے۔البتہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہیں۔آخری عمر میں اجتہاد کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ان کا سن پیدائش 1217 ہجری ہے۔بغداد کے علاقہ کرخ میں پیدا ہوئے۔

عظیم محدث اور چوٹی کے مفسر:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ منقول ومعقول کے جامع اور فروع واصول کے زبردست فہم رکھنے والے عظیم محدث اور کتاب اللہ کے چوٹی کے مفسر ہیں۔بڑے بڑے علماء سے علمی پیاس بجھائی،جن میں سے ایک اُن کے والد صاحب بھی تھے۔

علم پر حریص:

آپ علم کی استعداد بڑھانے پر بڑے حریص تھے اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

سهري لتقيح العلوم الذلي

من وصلى خافية وطيب غاق

تعلیم وتعلم:

تیرہ سال کی عمر میں تدریس وتالیف میں مشغول ہوئے اور مختلف مدارس میں تدریس کی خدمت انجام دیں اور جب حنفیہ کے افتاء پر مامور کیے گئے تو بھی تدریس کا کام نہ چھوڑا اور ملاصقہ کے علاقہ میں اپنے گھر ہی میں تمام علوم

Marfat.com

پڑھانے شروع کئے۔ طلباء کی رہائش، کھانے اور کپڑے پہنانے میں مواسات سے کام لیتے تھے اور طلباء دور دراز سے کھنچ کھنچ کر چلے آتے تھے۔

حافظہ:

علامہ آلوسی بڑے عجیب وغریب حافظہ کے مالک تھے۔ خود کہتے ہیں:

((مااستودعت ذهنى اشياء فخاننى ولادعوت فكرى المعضلة الاواجابنى))

''میں نے اپنے ذہن میں کوئی چیز امانت نہیں رکھی کہ اُس نے میری خیانت کی ہو اور جب بھی میں نے اپنے فکر کو مشکل مقام کو حل کرنے کی طرف بلایا تو اُس نے میری بات کو قبول کیا۔''

مدرسہ جرجانیہ کا انتظام اور افتاء سے علیحدگی:

مدرسہ جرجانیہ کے متولی مقرر ہوئے، اس لئے کہ اس مدرسہ کے متولی ہونے کیلئے سب سے زیادہ اہل علم ہونے کی شرط تھی۔ آپ نے 1263 ہجری میں افتاء کے منصب سے علیحدگی اختیار کی۔

تفسیر قرآن:

اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر کو تمام کر کے 1267 ہجری میں قسطنطنیہ تشریف لے گئے اور سلطان عبدالمجید خاں کے سامنے اپنی تفسیر پیش کی تو انہوں نے اسے بہت پسند کیا۔

بری سوسائٹی سے بچنے پر انعام ربانی:

اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''میں بچپن ہی سے کتاب اللہ کے اسرار معلوم کرنے کا بے حد شائق تھا اور اس مقصد کے لئے نیند کو اکثر دفعہ ترک کر دیتا تھا اور اپنی قوم کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ بری سوسائٹی سے اجتناب کرتا تھا اور اپنے قیمتی اوقات کو غلط خواہشات میں ضائع نہیں کرتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن پاک کے ذریعے سے حقائق اخذ کرنے کی توفیق دی۔''

تفسیر کی تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اکثر اوقات میرے دل میں یہ چبھن رہتی تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھوں جس میں جمع کردہ فوائد کو اکٹھا کر دوں لیکن مجھے تردد رہتا تھا۔ آخر جمعہ کی ایک شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے آسمان وزمین کے لپیٹنے اور اُن کے طول وعرض کی علیحدگی کے متصل کرنے کا حکم دیا۔ پس میں نے اپنا ایک ہاتھ آسمان کی طرف اور دوسرا پانی کے مستقر کی طرف بڑھایا تو اسی حالت میں بیدار ہو گیا اور اس خواب سے بہت متعجب ہوا۔ آخر میں نے بعض کتب میں تفتیش کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تفسیر کی تالیف کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ 1252 ہجری میں شعبان کی سولہ تاریخ کو میں نے رات کے وقت

Marfat.com

کتابت شروع کردی اور ربیع الثانی 1267 ہجری میں ختم کی۔"

وصال وتدفین:

آپ نے بے انتہا کتب ہر فن میں تصنیف فرمائیں 25 ذوالحجہ 1270 ہجری میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے اور شیخ کرخی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

جلیل القدر تفسیر:

تفسیر آلوسی کا نام روح المعانی ہے اور یہ جلیل القدر تفاسیر میں سے ایک وسیع ترین اور جامع تفسیر ہے۔ اس میں سلف کی روایات کے ساتھ خلف کی مقبول آراء کو درج کیا گیا ہے۔ نیز اس میں اُن امور کو بھی شامل کیا گیا ہے جو عبارت کے طریق سے بھی سمجھے جاتے ہیں اور اشارہ کے طریق سے بھی۔

علامہ موصوف اور تفسیری علوم:

یہ تفسیر دس ضخیم جلدوں میں ہے۔ علامہ موصوف نے فقہ، کلام، تصوف اور عقائد ہر لحاظ سے کلام کیا ہے۔ ان کا ایک شاگرد کہتا ہے:

ان کان محمود جار الله قد جمعت

لــه المعــانــی بتفسیــر و تبیــان

فــان مـحـمـودنـا الحجر الشهاب لـه

روح المعـانـی و کـان الفخر للثـانی

تفسیر آلوسی اس لحاظ سے حقیقۃً مفید ہے کہ تیرھویں صدی کے وسط میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے تمام قدماء کی تصانیف کا خلاصہ ہے اور مختلف و منتشر تحقیقات اس میں یکجا مل جاتی ہیں۔"

تین طرق کی جامع:

علامہ آلوسی اہل عراق کے متاخرین اہل تفسیر میں سے ہیں اور انہوں نے اپنی تفسیر میں اس طرح اُن کی یہ کتاب تین طریقوں کی جامع بن گئی ایک تو طریق سلف، دوسرا طریق متکلمین اور تیسرا صوفیاء کا طریق۔

مسائل کونیہ:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں مسائل کونیہ سے بھی بحث کی ہے اور اہل ہیئت اور اہل حکمت کے کلام کو ذکر کرکے پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور پر خبردار کیا ہے۔

مسائل فقہیہ میں اعتدال:

مفسر آیات احکام پر مسائل فقہیہ کو بیان کرتا ہے، لیکن تعصب سے بالا ہو کر مسائل کو ذکر کرتا ہے۔

Marfat.com

اسرائیلیات کے بارے میں موقف:

اس کے بارے علامہ ذہبی کا ایک ہی فقرہ (Sentence) کافی ہے:

((انه شدید النقدللاسرائیلیات والاخبار الکذوبة))

"بے شک وہ (علامہ آلوسی) اسرائیلی روایات اور جھوٹے واقعات پر زبردست تنقید کرنے والا ہے۔"

قرأت مناسبات اور اسباب نزول کا ذکر:

سورتوں کا نزول' اُن کا آپس میں ربط اور قرأتوں کے اختلاف کو حسن سلوک کے ساتھ اس تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر بالرائے کا صحیح ترین مرقع:

یہ کتاب تفسیر بالرائے کا جو عندالشرع جائز ہے، کا اہم ترین مرقع ہے۔

☆☆☆

تفسیر المنار

مصنف کا تعارف:

تفسیر المنار علامہ رشید رضا کی مرتب کردہ ہے۔ محمد رشید رضا شام کے علاقہ طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہاں کے مشائخ علماء سے علم حاصل کیا اور لوگوں میں تعلیم و تعلم اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی دوران اُن کے ہاتھ ایک رسالہ آیا جو العروۃ الوثقی کے نام سے موسوم تھا۔ جس کے ایڈیٹر جمال الدین افغانی اور اُن کے شاگرد مفتی محمد عبدہ تھے۔ شیخ رشید نے جب یہ رسالہ پڑھا تو اُسے ان دونوں مردوں پر بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے جمال الدین افغانی سے ملاقات کی رغبت کی، لیکن ملاقات نہ ہوسکی۔ پھر مفتی محمد عبدۂ سے ملنے کی آرزو ہوئی تو کامیاب ہو گئے اور 1315 ہجری میں شیخ سے متصل ہو گئے اور اُن سے گزارش کی کہ جریدہ "العروۃ الوثقی" کے طرز پر ایک تفسیر بھی لکھیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ شیخ مفتی عبدۂ جامع ازہر میں درس تفسیر دیں۔

شیخ رشید لوگوں کو اس درس کی پابندی اور ضبط کرنے کی تلقین کرتے تھے اور درس میں جو کچھ سنتے لکھ لیتے اور اس کو اپنے مجلہ المنار میں شائع کر دیتے تھے، اس لئے یہ اصلاح مفتی عبدۂ کی تصنیف ہے۔

رشید رضا استاد کے اول وارث:

شیخ رشید اپنے استاد کے علوم کا اول وارث ہیں، کیونکہ اس نے اُن کی عین حیات میں اُن سے جو کچھ حاصل کیا تھا تحریر کیا اور اُن کے طرز و انداز سے سر مونہ ہٹے، اسی لئے شیخ رشید اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے:

Marfat.com

((صاحب المنار ترجمان افكاري))

"صاحب منار میرے (مفتی عبدہ کے) افکار کا ترجمان ہے۔"

فسیر المنار......تنقید و تحقیق:

مصر کے علامہ محمد عبدہٗ اور اُن کے شاگرد علامہ رشید رضا کی مصر میں اُن کی اصلاحی اور سیاسی مساعی بڑی قابل قدر ں۔لیکن افسوس کہ رشید رضا مستشرقین وغیرہم سے شدید طور پر متاثر ہیں اور افسوس کہ ان کی تفسیر "المنار" کافی حد تک فید ہونے کے باوجود صحابہ و تابعین کے مسلک سے ناآشناؤں کیلئے مضر بھی ہے۔مسئلہ حیات مسیح، احادیث دجال پر تنقید' ود کی بحث' طیر ابابیل کی تفسیر وغیرہ، ان امور میں فلسفہ حاضرہ سے شعوری یا غیر شعوری تاثر کی وجہ سے ان کے قلم سے ق کے خلاف سرزد ہو گیا ہے، عفاء اللہ عنہ۔بعض حضرات کا خیال ہے کہ تفسیر المنار امام ابن جریر اور شیخ اسلام ابن تیمیہ ے طرز پر تفسیر ہے، لیکن یہ بات واقعہ کے سراسر خلاف ہے۔

☆☆☆

تفسیر فی ظلال القرآن

تعارف مصنف:

اس تفسیر کے مصنف الاخوان المسلمون کے مشہور رہنما سید قطب ہیں جو 1906 عیسوی میں مصر کے ایک صوبہ یوط کے موشا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔والد کا نام حاجی قطب الدین اور والدہ کا نام فاطمہ حسین عثمان۔دونوں ربی النسل تھے۔

حفظ قرآن:

سید قطب نے بچپن میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور اسی عمر میں اُن کو قرآن پاک سے خصوصی لگاؤ ہو گیا تھا۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں ہوئی۔ثانوی تعلیم "تجہیزیۃ دار العلوم" نامی سکول میں ہوئی۔جہاں ابتدائی سکول کے فارغ طلباء کو دار العلوم قاہرہ میں داخلہ کیلئے تیار کیا جاتا تھا۔1919ء میں قاہرہ آ کر اس کالج میں داخلہ لیا اور 1933ء میں یہاں سے بی اے کی ڈگری ڈپلوما ان ایجوکیشن حاصل کیا۔

وزارت تعلیم میں ملازمت:

تعلیم سے فارغ ہو کر وزارت تعلیم میں ملازمت حاصل کر لی۔انسپکٹر آف اسکولز کی حیثیت سے 1952ء تک ملازم رہے۔

Marfat.com

دورہ امریکہ:

1949ء میں وزارت کی جانب سے طریقہ تعلیم اور نظام تربیت کے مطالعہ کیلئے امریکہ گئے اور دو سال قیام کر کے 1951ء میں واپس آ گئے۔ امریکہ سے واپسی پر ایک کتاب ''امریکہ التی رائیت'' میں اپنے تاثرات پیش کیے۔

تصنیفات:

سید قطب کی تصنیفات میں سے اہم تصنیفات حسب ذیل ہیں:

1: فی ظلال القرآن۔

2: تصویر الفنی فی القرآن۔

3: مشاہد القامتہ فی القرآن۔

4: معرکتہ الاسلام والراسمالیہ۔

5: العدالتہ الاجتماعیہ فی الاسلام۔

تفسیر فی ظلال القرآن:

الاخوان المسلمون کے پہلی بار خلاف قانون قرار دیئے جانے کے ساتھ سید قطب کو بھی 14 جنوری 1954ء میں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنی کئی تصانیف پر جیل ہی میں نظر ثانی کی اور فی ظلال القرآن نامی تفسیر بھی جیل ہی میں مکمل کی ہے۔

مصنف کے تاثرات:

یہ تفسیر تیس جلدوں میں علیحدہ شائع ہوئی ہے۔ یہ اصطلاحی معنی میں کوئی تفسیر نہیں، بلکہ مصنف نے وہ تاثرات قلم بند کر دیئے ہیں جو مطالعہ قرآن کے دوران اُس پر طاری ہوئے۔ مصنف کے نزدیک اُس کے ہمعصروں کیلئے اپنے ہی جیسے ایک ''جدید'' ذہن کے ان تاثرات کا مطالعہ ایک مخصوص افادیت کا حامی ہے۔ ہمارا مطالعہ مصنف کی اس رائے کی تائید کرتا ہے۔ تفسیر میں جذباتی اپیل اور دعوتی اسلوب نمایاں ہے۔ قرآن کریم کے فنی محاسن کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ تفسیر کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کا فارسی ترجمہ ''در سایہ قرآن'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

سراسر دعوت عمل:

بعض کا کہنا ہے کہ اس تفسیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ سراسر دعوت عمل ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے سے اسلام اور ایمان ٹپکتا ہے، پوری کتاب میں تجدد پسندی' سقیم تاویلات اور معذرت خواہانہ انداز بیان کا نام ونشان نہیں ہے اور مصنف جدید تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود مغرب کے مادی تصور حیات کے سخت دشمن ہیں۔

Marfat.com

نیا کی بے ثباتی:

مصنف دلنشین انداز میں دنیا کی بے ثباتی بیان فرماتے ہیں۔ کتاب کا اسلوب بیان' طرز ترتیب اور نقطہ نظر بالکل ا ہے اور اس بارے میں انہوں نے سابقہ تفسیروں میں سے کسی کی تقلید نہیں کی۔

ور حاضر کے تمدنی مسائل کا تجزیہ اور سکون انسانی:

علامہ سید قطب شہید 1386 عیسوی کی دس ضخیم جلدوں پر مشتمل وہ معرکتہ آلاراء تفسیر ہے جس میں ایک طرف تو ور حاضر کے تمدنی مسائل کا تجزیہ کر کے اُن مفاسد کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس دور کا خاصہ ہیں اور دوسری طرف دور بدید کی معاشیات وسیاسیات کے اُن کانٹوں کو دکھایا گیا ہے جن کی چبھن اور خلش انسانیت کو بے چینی اور اضطراب ں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ مزید برآں اُن کی یہ تالیف خالص علمی اور فنی نوعیت بلکہ تحریکی انداز رکھتی ہے، جو بتاتی ہے کہ رآن پاک کے زیر سایہ "فی ظلال القرآن" آجانے میں انسانیت کیلئے سکون وراحت اور امن وسلامتی ہے، کیونکہ رف قرآن ہی ایسا ہمہ گیر نظام حیات دیتا ہے جس کے اختیار کرنے میں انسانیت کی سعادت ہے۔

چھ بنیادی خوبیاں:

تفسیر "فی ظلال القرآن" چھ بنیادی خوبیوں کی حامل ہے:

1: بلند پایہ ادبی اسلوب، جس میں سید قطب اکثر قدیم مفسرین اور محدثین سے بھی بڑھ گئے ہیں۔

2: تمام معروف تفاسیر سے انہوں نے استفادہ کیا ہے اور اُن سے اخذ کردہ معلومات کو اپنی تفسیر میں اس عالمانہ انداز سے سمو دیا ہے کہ یہ تفسیر ادبی مقالات کا مجموعہ نہیں، بلکہ معلومات کا دائرۃ المعارف بن گئی ہے۔

3: اسرائیلیات سے یہ تفسیر مکمل طور پر خالی ہے۔

4: معتزلہ، خوارج اور اشاعرہ وماتریدیہ اور فقہ کے مختلف مکاتیب فکر کے نزاعات سے جو عام عربی تفسیروں کے اندر ملتے ہیں، یہ تفسیر خالی ہے۔

5: پوری جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ہر ہر بحث کو ادا کیا ہے۔ اس کے بعد کسی اور کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

6: پوری تفسیر کے اندر ایک ایسی شفاف اور پاکیزہ روح جلوہ گر نظر آتی ہے جو یقین واذعان کی دولت اور ایمان وعقیدہ کی گہرائی اور صبر وعزت کی نعمت سے لبریز ہے۔ اس چیز نے تفسیر کو ایک متحرک زندگی اور رواں دواں اسلامی تحریک کی کتاب ہدایت کی شکل دے دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام علماء نے اس تفسیر کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے اور باوجودیکہ یہ عملی طور پر چھپ چکی ہے اور مکتبوں سے بآسانی مل سکتی ہے مگر عرب ممالک کے اخبارات ورسائل مسلسل اسے اپنے کالموں میں نقل کر رہے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

تفسیر مجمع البیان

تعارف مصنف:

تفسیر مجمع البیان کے مصنف کا نام ابوعلی فضل بن حسن طبرسی مشہدی ہے۔آپ شیعہ مذہب کے بہت بڑے عالم محدث اور فقیہ تھے۔آپ نے شیخ ابوعلی بن شیخ طوسی سے کسب فیض کیا۔آپ کے خاندان میں بڑے بڑے علماء گزرے ہیں۔آپ کا سن وفات 528 ہجری ہے۔

تصانیف:

آپ کی مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

1: مجمع البیان لعلوم القرآن۔
2: الوسیط فی التفسیر (چہار جلد)
3: الوجیز فی التفسیر۔
4: اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ (دو جلد)
5: تاج المموالید والاداب الدینیہ۔

مجمع البیان:

اس کتاب کا پورا نام "مجمع البیان لعلوم القرآن" ہے۔یہ تفسیر کی کتاب آپ نے 534 ہجری میں مکمل کی۔

سبب تالیف:

تفسیر ہذا کی تالیف کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کہ اس کے مؤلف (ابوعلی) پر ایک دفعہ سکتہ طاری ہوگیا اور عزیز واقارب نے آپ کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیا۔جب قبر میں باہوش ہوئے تو نذر مانی کہ اگر انہیں قبر سے رہائی مل گئی تو وہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں گے۔ایک کفن چور نے آپ کی قبر کھودی تو اسے حقیقت حال کا علم ہوا۔چنانچہ وہ آپ کو قبر سے نکال کر آپ کے گھر لے آیا اور آپ کا مرید ہوگیا،لہٰذا آپ نے نذر پوری کرنے کیلئے تفسیر مجمع البیان تصنیف کی۔

تفسیر کے متن کا تعارف:

مصنف اپنی تفسیر کے بارے میں خود بیان کرتا ہے کہ ہر سورت کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی،پھر اس کی آیات کی گنتی درج کی گئی ہے۔اگر کسی آیت کی قرأت میں اختلاف واقع ہوا ہے تو وہ بھی بیان کیا گیا ہے۔پھر لغت اور اعراب سے متعلق نحوی بحث کی گئی ہے۔بعد ازاں اسباب نزول' معانی و مطالب' فقہی احکام' تاویلات اور قصص وواقعات درج کیے گئے ہیں۔پھر ربط آیات پر بحث کی گئی ہے۔

Marfat.com

سات فنون سے مزین تفسیر:

تفسیر ہذا کے مولف نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں "سات فنون" درج کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1: فن اوّل قرآنی آیات کی تعداد سے متعلق ہے، نیز یہ کہ ان کی تعداد معلوم کرنے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

2: دوسرے فن میں مشہور قرأت اور ان کے راویوں کے نام درج کیے گئے ہیں۔

3: تیسرے فن میں تفسیر، تاویل اور معنی سے بحث کی گئی ہے۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تفسیر بالرائے کی حرمت واباحت سے متعلق جو آثار وارد ہوئے ہیں ان کے مابین جمع وتطبیق کی صورت کیا ہے۔

4: چوتھا فن قرآن مجید کے اسماء اور ان کے معانی پر مشتمل ہے۔

5: پانچویں فن میں اعجاز القرآن اور ان سے متعلق مصنفہ کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

6: چھٹے فن میں ان احادیث کو زیر بحث لایا گیا ہے جو قرآن اور حاملین قرآن کے فضائل سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

7: ساتویں فن میں بتایا گیا ہے کہ قرآنی الفاظ کو تجوید وترتیل کے ساتھ کیسے ادا کرنا چاہیے۔

تفسیر کو شیعہ رنگ میں ڈھالا گیا ہے:

مجمع البیان کا مصنف شیعہ مسلک رکھتا ہے، اس لئے اس نے قرآنی نصوص وآیات کو شیعہ عقائد سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے شدید قوت جدل ومناظرہ سے کام لے کر اپنے مذہب کو قرآنی اساسات پر مبنی قرار دیا ہے اور جو ظواہر نصوص شیعہ مسلک سے متصادم ہیں' ان کا بھرپور دفاع کیا ہے۔ مصنف نے سابقہ مفسرین کے اقوال کو اپنی پسند کے مطابق نقل کیا ہے جو اقوال اس کے مسلک کے مطابق نہیں تھے' انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔

آٹھ خالص شیعہ عقائد کو تفسیر میں ثابت کرنے کی کوشش:

طبرسی نے مجمع البیان میں مندرجہ ذیل باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے' جو شیعہ مذہب سے متعلق ہیں:

1: طبرسی نے کوشش کی ہے کہ قرآن مجید سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امامت ثابت کی جائے، کیونکہ شیعہ مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل ہیں۔

2: شیعہ آئمہ اہلبیت کی معصومیت کے قائل ہیں۔ اس لئے طبرسی نے اپنی تفسیر میں اس بات کو ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

3: طبرسی اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام مہدی پوشیدہ ہیں اور قرب قیامت میں ظہور پذیر ہوں گے۔ اس سلسلہ میں طبرسی نے قرآن مجید سے استنباط کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

4: طبرسی نے بیان کیا ہے کہ اولیاء اور آئمہ کے ہاتھوں پر بھی معجزات کا ظہور ہوسکتا ہے۔

5: طبرسی "تقیہ" پر یقین رکھتا ہے اور جابجا اسے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ "تقیہ" سے مراد ہے: حالت جبر میں جابر کی بات تسلیم کر لینا۔ یہ شیعہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جو شخص برسر اقتدار ہو اس کی بظاہر اطاعت اختیار کر لی

Marfat.com

جائے، جب اثر واقتدار ہو جائے تو ظالم وغاصب حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔

6: طبرسی کے نزدیک "متعہ" جائز ہے۔اس نے قرآنی نصوص سے اس کی حلت کو ثابت کرنے کی جدوجہد کی ہے۔

7: طبرسی نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "اجماع" شرعی حجت نہیں ہے۔

8: طبرسی نے اپنی تفسیر میں اکثر "احادیث موضوعہ" کو جگہ دی ہے، یعنی من گھڑت احادیث بھی اس کی تفسیر میں شامل ہیں۔

☆☆☆

تفسیر احکام القرآن

مصنف کا تعارف:

مصنف تفسیر احکام القرآن ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص بغداد میں 305 ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابوالحسن کرخی اور دیگر فقہائے عصر سے کسب فیض کیا۔تحصیل علوم کے بعد بغداد میں درس وتدریس سے وابستہ ہو گئے حکومت کی طرف سے آپ کو منصب قضا کی پیش کش کی گئی، مگر آپ نے اسے قبول نہ کیا۔

جصاص کی وجہ تسمیہ:

آپ "جصاص" کے نام سے مشہور ہوئے۔"جصاص" چونا ساز کو کہتے ہیں۔

معتزلی عقائد سے متاثر:

آپ معتزلی عقائد وافکار سے متاثر ہیں، مگر آپ نے حنفی فقہ کی ترویج واشاعت کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

وصال:

آپ نے 370 ہجری میں وفات پائی۔

تصانیف:

آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

1: احکام القرآن۔

2: شرح مختصر الکرخی۔

3: شرح مختصر الطحاوی۔

4: شرح الجامع الصغیر از محمد بن حسن شیبانی۔

Marfat.com

5: اصول الفقہ۔

6: ادب القضاء۔

تفسیر کی خصوصیات:

1: اس تفسیر میں حنفی مسلک کی حمایت کی گئی ہے اور یہ کتاب "فقہی تفسیر" کی اہم کتب میں شامل ہے۔

2: کتاب ہذا کے ہر باب کا ایک عنوان مقرر کیا گیا ہے اور اس میں عنوان سے متعلقہ احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

3: اس تفسیر میں قرآن مجید کی تمام سورتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے مگر جن آیات کا فقہی احکام سے کوئی تعلق نہیں' ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔

4: مصنف نے ایسے اختلافی مسائل بھی بیان کر دیئے ہیں جن کا آیت کے ساتھ بہت معمولی سا بھی تعلق ہو۔

5: بہر حال یہ تفسیر علم و فضل کے اعتبار سے بہترین کتاب ہے۔ خصوصاً علوم فقہ میں اس تفسیر کا مقام بہت بلند ہے۔

ناقدین اور تفسیر جصاص:

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ جصاص نے اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنے کیلئے تعصب اور جانب داری سے بھی کام لیا ہے اور بعض آیات کی تاویل میں بے جا کھینچا تانی کی ہے۔ جصاص نے اپنی تصنیف میں امام شافعی اور دیگر آئمہ کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ علاوہ ازیں مصنف نے اپنی کتاب میں حضرت امیر معاویہ پر بھی تنقید کی ہے' جس سے ناقدین نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ امیر معاویہ سے بغض و عداوت رکھتا تھا۔ مصنف کا خیال ہے کہ جس نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خروج کیا وہ "باغی" ہے۔ علاوہ ازیں مصنف کا کہنا ہے کہ حضرت علی لڑائی میں حق پر تھے، اس کے برخلاف امیر معاویہ اور ان کے ہمنوا باغی تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 4:

قرآنی احکام

توحید

لغوی معنی:

توحید کا مادہ ''و، ح، د'' ہے۔توحید باب تفعیل کا مصدر ہے۔
توحید کا لغوی مفہوم ہے: یکتا ماننا' واحد ٹھہرانا۔

اصطلاحی مفہوم:

توحید کا اصطلاحی مفہوم ہے: اللہ کو اس کی ذات وصفات میں ایک ماننا' یکتا ٹھہرانا' ذات اور صفات کے اعتبار سے بے مثل اور بے مثال جاننا اور اس کو ازلی اور ابدی جاننا۔

مؤرخ ابن خلدون کے نزدیک:

مؤرخ ابن خلدون کے مطابق:
''توحید ایک علم ہے جس میں ایمان کے صحیح عقیدوں کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے اور اصل بدعت کا رد کیا جاتا ہے۔''

شیخ ابن تیمیہ:

شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں:
''الہ وہ ذات ہے جس سے دل انتہا درجے کی محبت رکھتے ہوں، انتہا درجہ کی تعظیم رکھتے ہوں اور اس کے الہ ہونے کے بارے میں انتہا درجے کا جواب رکھتے ہوں۔''

نظام کائنات اور توحید:

آسمان اور زمین کی تخلیق:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((خلق السموات والارض بالحق تعلی عما یشرکون))
(سورۃ النحل، آیت نمبر: 38)

Marfat.com

''اللہ نے آسمان اورزمین پیدا کیے حق کے ساتھ اور وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ومنزہ ہے۔''

ماحول:

((ان فی خلق السموت والارض واختلاف الليل والنهار والفلك التی تجری فی البحر بما ينفع الناس وما انزل اللهمن السمآء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبث فيها من كل دابة وتصريف الريح والسحاب المسخربين السمآء والارض لايت لقوم يعقلون))(سورة البقره)

''بیشک آسمان اورزمین کی تخلیق میں اور دن اور رات کے بدلنے میں اور اس کشتی میں جولوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے سمندر میں چلتی ہے اور آسمان سے نازل ہونے والے پانی میں جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں کے زمین اور آسمان کے درمیان مسخر ہونے میں عقل والی قوم کے لیے (اللہ کی وحدانیت کی) نشانیاں ہیں۔''

آسمان بغیر ستون کے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الذی رفع السموت بغير عمدترونها))

''حقیقی معبود وہ ہے کہ جس نے بغیر ستون کے آسمان بلند کیے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔''

نظام شمس وقمر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لاالشمس ينبغی لها ان تدرك القمر ولااليل سابق النهار وكل فی فلك يسبحون))
(سورۃ یٰسین)

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب کے سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

آسمان کی بناوٹ بغیر کجی کے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الذی خلق سبع سموات طباقاً ماتری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل تری من فطور))(سورۃ الملک ،آیت نمبر2)

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے۔تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کجی نہیں دیکھے گا۔پس اپنی نظر اٹھا اور دیکھ کیا تجھے کوئی کمی نظر آتی ہے۔؟''

Marfat.com

لیل ونہار کی نعمت:

ارشاد ربانی ہے:

((وسخرلکم اللیل والنھار))(سورۃ یٰسین)

''اور اللہ نے تمہارے لیے دن اور رات کو مسخر کر دیا۔''

ارشاد ہے:

((ھوالذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیہ والنھار))

''اور اللہ وہ ہے کہ جس نے رات کو تمہارے لیے سکون بنایا اور دن کو کام کرنے کے لیے۔''

آسمانی نظام کی منازل مقرر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ھوالذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً وقدرہ منازل))

''اللہ وہ ہے کہ جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منازل مقرر فرمادیں۔''

ستارے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والنجوم مسخرات بامرہ))

''اور ستارے اسی کے حکم کے پابند ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وعلمت وبالنجم ھم یھتدون))

''اور ستارے سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔''

پانی کی نعمت:

ارشاد ربانی ہے

((وھوالذی انزل من السماء ماء لکم فیہ شراب ومنہ شجر ومنہ تسیمون))

''اور وہی اللہ ہے کہ جس نے آسمان سے پانی اتارا کہ جس سے تم پیتے ہو اور جس سے اپنی کھیتیاں سیراب کرتے ہو۔''

بارش کی نعمت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ھوالذی ینزل الغیظ من بعد ماقنطوا))

Marfat.com

"اور اللہ وہ ہے کہ جو بادلوں سے پانی نازل کرتا ہے۔"

آگ کی نعمت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((افرأیتم النار التی تورون))

"کیا تم نے آگ کو دیکھا جس کو تم سلگاتے ہو؟ کیا تم نے اس کو درخت بنایا ہے یا ہم اس کے بنانے والے ہیں۔؟"

تخلیق انسان اور توحید

انسان قطرۂ آب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلقنا الانسان من سللة من طین ثم جعلنه نطفة فی قرار مکین فتبرك الله احسن الخالقین))

"ہم نے انسان (حضرت آدم) کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا، پھر ٹھہرنے والے جگہ (رحم) میں نطفہ رکھا۔ پس اللہ پاک اور بلند ہے اور وہی احسن الخالقین ہے۔"

تخلیق نسل انسانی:

ارشاد ربانی ہے:

((ء اذامتنا کنا تراباً ذلك رجع بعید))

"کفار کہتے ہیں: کیا جب ہم مر کر مٹی ہوں جائیں گے پھر ہمیں زندہ کیا جائے گا؟"

ارشاد ربانی ہے:

((خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصیم مبین))

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ کھلا جھگڑالو ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

((و کیف تکفرون بالله و کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیه ترجعون))

"اور تم کس طرح اللہ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں مارے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

ارشاد ربانی ہے:

((هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکوراً))

Marfat.com

''کیاانسان پر وہ زمانہ نہیں گزرا جبکہ یہ کچھ بھی نہ تھا۔''

زندگی وموت:

ارشاد ربانی ہے:

((واللہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا ان اللہ علیم قدیر))

''اور اللہ نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں موت دے گا اور تم میں سے کچھ انتہائی بڑھاپے کی عمر کی طرف پھیر دیئے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں اور اللہ تعالیٰ علم والا اور قدرت والا ہے۔''

بیوی بچوں کی نعمت:

یہ بھی توحید کی علامت کہ اللہ نے انسان کے لیے بیوی بچے، پوتے پیدا کیے۔ ارشاد ربانی ہے:

((یاایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء))

(سورۃ النساء، آیت نمبر:1)

''اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں۔''

قوت سماعت' بصارت اور قلوب کی تخلیق:

ارشاد ربانی ہے:

((من بطون امھتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون))

''اور تم جب اپنی ماؤں کے پیٹوں میں ہوتے ہو تو کچھ نہیں جانتے۔ اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل پیدا فرمائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

شکل وصورت:

ارشاد ربانی ہے:

((وصورکم فاحسن صورکم))

''اسی اللہ نے تمہیں صورت بخشی اچھی صورت۔''

ادنی پیدائش:

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب و الترائب))

''پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو صلب اور سینے سے نکلتا ہے۔''

حیوانات اور دلائل توحید

باعث نفع:

ارشاد ربانی ہے:

((والانعام خلقھا لکم فیہ دف و منافع و منھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون))

دودھ کی نعمت:

ارشاد ربانی ہے:

((وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبناً خالصاً سائغاً للشربین))

بوجھ اٹھانے میں سہولت:

ارشاد ربانی ہے:

((وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بلغیہ الابشق الانفس))

سواری:

ارشاد ربانی ہے:

((والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالاتعلمون))

شہد کی مکھی:

ارشاد ربانی ہے:

((واوحی ربك الی النحل))

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف یہ بات وحی کی کہ پہاڑوں پر درختوں پر اور ٹہنیوں پر چڑھائی ہوئی بلیوں میں سے اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی سوارکی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ وہ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا شربت نکالتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔''

Marfat.com

پرندے:

ارشاد ربانی ہے:

((اولم یروا الی الطیر فوقھم صفت ویقبضن مایمسکھن الا الرحمن))

"کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا جو اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے بھی ہوتے ہیں اور ان کو سمیٹ بھی لیتے ہیں۔"

مکھی کی مثال:

ارشاد ربانی ہے:

((ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ))

"جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر اکٹھے ہو جائیں تو ایک مکھی نہ بنا سکیں۔"

نباتات اور دلائل توحید

پھل کی نعمت:

ارشاد ربانی ہے:

((وینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات))

کھجور اور انگور کے فائدے:

ارشاد ربانی ہے:

((ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا))

انواع واقسام کے باغات:

ارشاد ربانی ہے:

((وھو الذی انشا جنت معروشت وغیر معروشت والنخل والزرع مختلف اکلہ والزیتون والرمان متشابھا وغیر متشابہ))

"اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو نہیں چڑھائے گئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار اور وہ کہ جو بعض باتوں میں متشابہ اور بعض میں متشابہ نہیں ہیں۔"

دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا:

((اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ذلکم

Marfat.com

اللہ فانی تؤفکون))

”بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اگاتا ہے۔ یہی تو اللہ ہے پھر تم کہاں پھرتے ہو۔“

سرسبز باغات:

ارشاد ربانی ہے:

((امن خلق السموت والارض وانزل لکم من السمآء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ماکان لکم ان تنبتوا شجرھا أالہ مع اللہ بل ھم قوم یعدلون))

”بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ لگائے تمہارا کام نہ تھا کہ تم ان سے درخت اُگاتے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ نہیں بلکہ یہ لوگ راستے سے الگ ہو رہے ہیں۔“

درختوں سے حصول آگ:

ارشاد ربانی ہے:

((الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً فاذا انتم منہ توقدون))

”اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سبز درختوں میں آگ رکھ دی، پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔“

جمادات اور دلائل توحید

سمندر اور کشتیاں:

ارشاد ربانی ہے:

((ھوالذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحماً طریاً وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون))

”اور وہی ہے جس نے کام میں لگا دیا دریا کو اور کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے گہنے جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں اس لیے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔“

پہاڑ نہریں راستے:

ارشاد ربانی ہے:

((والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانھاراو سبلا لعلکم تھتدون))

”اور رکھ دیئے زمین پر بوجھ جھک پڑے تم کو اور بنائی ندیاں اور راستے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔“

Marfat.com

گھروں کی نعمت:

ارشادِ ربانی ہے:

((واللہ جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعلکم من جلود الانعام بیوتاً تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم اقامتکم))

لوہے کی نعمت:

ارشادِ ربانی ہے:

((وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس))

(سورۃ الحدید)

''اور ہم لوہا نازل کیا جو جنگ کے وقت کام آتا ہے اور جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں۔''

لباس کی نعمت:

ارشادِ ربانی ہے:

((یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشا))

''اے بنی آدم! تمہارے لیے لباس اتارا جو کہ تمہاری شرم گاہوں کو ڈھانپتا ہے اور زینت کا باعث ہے۔''

تکوینِ امور سے استدلالِ توحید

سایہ کا سجدہ کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

((اولم یروالی ماخلق اللہ من شیء))

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنی تخلیقات میں سایوں کی نعمتوں کا ذکر فرماتا ہے جن چیزوں کو تم بے جان اور بے شعور سمجھتے ہو وہ تو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ تم تو شعور ہوتے ہوئے بھی اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہو۔

یہ توحید کی تکوینی دلیل ہے کہ ہر چیز کا سایہ زمین پر پڑتا ہے گویا وہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہے۔

ایک اور طرح فرمایا:

((اولم یروا الی ماخلق اللہ من شیء یتفیوا ظلالہ عن الیمین والشمائل))

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی چیز پیدا فرمائی ہے اس کا سالہ اس کے دائیں یا بائیں ہوتا ہے۔''

تاریخِ انسانی سے توحید پر استدلال

تاریخ انسانی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جو ذاتِ الٰہیہ کے وجود کے اثبات اور اس کا تصور قائم کرنے میں

Marfat.com

ہماری راہنمائی کرتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1: قوم نوح، قوم لوط، عاد اور ثمود کی قوم کی بربادی۔

2: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کا گلزار بننا۔

3: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پوری زندگی آیات الٰہیہ سے بھرپور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

((وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی))

"اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔"

ارشاد ربانی ہے:

((واذاستسقی موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناً قد علم کل اناس مشربهم))

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ اپنا عصا پتھر پر ماریئے، پس اس سے بارہ چشمے رواں ہوگئے۔ تحقیق ہر گروہ نے اپنے پینے کی جگہ کو پہچان لیا۔"

4: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ومعجزات۔

ارشاد ربانی ہے:

((وابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله))

"اور میں (حضرت عیسیٰ) برص والے اور پیدائشی نابینے کو درست کردیتا ہوں اور میں اللہ کے اذن سے مردوں کو بھی زندہ کردیتا ہوں۔"

توحید پر متفرق دلائل

مصائب وآلام:

ارشاد ربانی ہے:

((ومابکم من نعمة فمن الله ثم اذامسکم الضرفالیه تجرون ثم اذا کشف الضر عنکم اذافریق منکم بربهم یشرکون))

"اور نعمتیں اللہ کی بخشی ہوئی ہیں۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ ہی کو پکارتے ہو اور جب تکلیف دور ہوجاتی ہے تو ان میں سے ایک گروہ پھر شرک کرنے لگ جاتا ہے۔"

رزق کی فراہمی اور فضیلت:

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق))

"اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا فرمائی۔"

گناہوں میں مہلت:

ارشاد ربانی ہے:

((ولو یواخذ اللہ الناس))

"اگر اللہ لوگوں کو ان کے افعال پر پکڑے تو زمیں پر کوئی ایک جاندار بھی باقی نہ رہتا، مگر وہ ڈھیل دیتا ہے ایک مقررہ مدت تک۔"

قرآن کی نعمت:

ارشاد ربانی ہے:

((ان ھذا القرآن یھدی))

"بے شک یہ قرآن سیدھے راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔"

عالم ارواح:

ارشاد ربانی ہے:

((الست بربکم قالوا بلی شھدنا))

اللہ کی قدرت کاملہ کا اظہار:

ارشاد ربانی ہے:

((ان اللہ علی کل شیء قدیر))

"بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

انما قولنالشیء ازا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون

"بے شک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو اس سے فرمادیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔"

تسخیر کائنات:

تمام کائنات انسان کے لیے مسخر کردی گئی ہے۔وہ حاکم اور کائنات محکوم۔کیا ممکن ہے کہ ایک جزء اپنے کل کو پیدا نہیں کر سکتا۔؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب اشیاء وجود میں آئیں آیا یہ خود بخود وجود میں آئیں یا کسی نے ان کو پیدا کیا۔یقیناً ایسی ذات ہے جو ان سب کو پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ سب ذرے کا جز ہیں اور جز اپنے کل کو پیدا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اثبات توحید انفس اور آفاق کے حوالے سے

دلائل انفس:

انفس نفس کی جمع ہے جس سے مراد انسان۔ انسان کی پیدائش سے موت تک کے مختلف مراحل بیان کر کے قرآن مجید نے توحید کا اثبات کیا ہے۔ انسان کی تخلیق کا پر پیچ نظام زندگی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کائنات کا بنانے والا باریک بین اور ماہر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من نطفة فاذا هو خصيم مبين))(سورة النحل، آيت نمبر:4)

''اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا۔''

آفاق:

آفاق سے مراد کائنات کے اندر پھیلے ہوئے جمادات وحیوانات' نباتات وغیرہ ہیں۔ ان نظاموں اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد کی بنیاد پر اللہ اپنے وجود کی وحدانیت پر استدلال کرتا ہے اور کائنات کی ان چیزوں کو اپنی نشانی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

((خلق السموات و الارض بالحق تعلیٰ عما يشر كو ن))

(سورۃ النحل، آیت نمبر:3)

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کو حق کے ساتھ بنایا۔ بلند تر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔''

حیوانات اور اثبات توحید

جانوروں کی زندگی سے استدلال:

رب العالمین کا ارشاد ہے:

((والانعام خلقها لكم فيها دف ومنافع ومنهاتا كلون))(سورت النحل:5)

''اس نے چوپائے پیدا کیے تمہارے لیے، ان میں گرم سامان اور فائدے ہیں اور ان میں سے (بعض کو) تم کھاتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وتحمل اثقاكم الى بلدلم تكونوا بلغيه الابشق الانفس ان ربكم لرؤف رحيم))

(سورۃ النحل:7)

''اور وہ (جانور) تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں جانیں ہلکان کیے بغیر تم پہنچنے والے نہ تھے۔''

Marfat.com

ان آیتوں میں تخلیق کائنات کی عظیم نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں کتنے فائدے رکھے ہیں۔ایک تو انسان ان کی کھال سے لباس حاصل کرتا ہے اور دوسرا گوشت حاصل کرتا ہے اور یہ تمہارے بوجھ کو وہاں لے کر جاتے ہیں جہاں تمہاری رسائی ممکن نہیں۔

گھوڑوں کی سواری:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والخیل البغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون))

(سورۃ النحل:8)

''اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق ہیں اور وہ بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لیے) پیدا کی ہیں جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہاری سواری کے لیے جانور پیدا کیے اور یہ تمہاری زینت کے لیے ہیں۔ زینت سے مراد شان وشوکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں ہے۔بکثرت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کی بھلائی کے لیے کام کرتی ہیں اور انسان کو خبر تک نہیں ہے کہ کہاں کہاں کتنے خدام اس کی خدمت پر لگے ہوئے ہیں اور کیا خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو یعنی جانوروں کو تمہاری سواری کے لیے اور سرداری کے لوازم میں ہونے کے باعث شان وشوکت کا ذریعہ بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہیں جن کے بارے میں تم کو علم نہیں ہے لیکن تم ان چیزوں کو پا کر اللہ کو بھول جاتے ہو اور اپنی شان اور دوسروں کی بندگی میں لگ جاتے ہو۔

دودھ کی نعمت:

((وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبناً خالصاً سائغاً للشربین))

(سورۃ النحل:66)

''اور بے شک تمہارے لیے چوپاؤں میں (مقام) عبرت ہے۔ہم تمہیں پلاتے ہیں خالص دودھ اس سے جو گوبر اور خون کے درمیان ان کے پیٹوں میں ہے۔پینے والوں کے لیے خوشگوار۔''

گوبر اور خون کے درمیان کا مطلب ہے کہ جانور جو غذا کھاتے ہیں'ان سے ایک طرف تو خون بنتا ہے اور دوسری طرف فضلہ مگر انہی جانوروں کی صنف اناث کی غذا سے ایک تیسری چیز بھی پیدا ہوتی ہے جو خاصیت' رنگ و بو اور فائدے میں ان دونوں سے مختلف ہے۔

اس میں دودھ کی نعمت کی طرف اشارہ ہے کہ غور کرنے والوں کے لیے چوپاؤں کے اندر بھی اللہ کی رحمت و ربوبیت اور اس کی توحید کے بڑے درس موجود ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات ایک ہی صناع وحکیم

Marfat.com

اور ایک ہی قدیر ورحیم کے ارادے کے تحت چل رہی ہے۔

انسان ایک حقیقت سے دوسری حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسی عبرت علم کی کلید ہے اور جس کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے اس پر روشنی کے دروازے کھلتے جاتے ہیں اور جو اپنی اس صلاحیت کو مردہ کر دیتے ہیں وہ اپنی آنکھوں کے ہوتے ہوئے بھی اندھے ہوتے ہیں۔

انسان کی تخلیق:

ارشاد الٰہی ہے:

((خلق الانسان من نطفة فاذا هو خصيم مبين))(سورة النحل 4)

''اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو ایک بوند سے پیدا کیا اور وہ ہمارا حریف بن گیا اور اپنے دوبارہ پیدا کیے جانے کو بھی بعید از امکان سمجھتا ہے۔ کہتا ہے:

((اذامتنا و کنا ترابا ذلك رجع بعيد))

اس کے علاوہ جس کو اس نے ہمارا شریک بنا رکھا ہے ان کی حمایت میں بھی ہم سے لڑتا ہے۔

ان آیتوں میں اللہ کی توحید کا اثبات ہوتا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔ انسان کی تخلیق کا ذکر ہے کہ اللہ نے اس کو ایک نطفے کی حقیرانہ بوند سے پیدا کیا۔ جو بحث و استدلال کر سکتا ہے اور اپنے مدعا کیلئے حجتیں پیش کر سکتا ہے اور دوسرا یہ کہ جس ذات نے اسے پیدا کیا ہے وہ اسی کی ذات میں جھگڑنے لگا۔ پہلے اپنی ہستی تو دیکھ لے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

بندے کو چاہیے تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا، بندگی میں رہتا، لیکن یہ تو دوسروں کی بندگی کرنے لگا۔ سورہ یٰسین میں فرمایا کہ کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور یہ بڑا جھگڑالو نکلا۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے۔ حالانکہ میں نے تو تجھے اس (تھوک) جیسی چیز سے پیدا کیا اور اب جب وہ ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے۔

اگر انسان اپنے وجود پر غور کرنا شروع کر دے تو انسان اللہ کو جان لیتا ہے کیونکہ یہ نظام زندگی خود بخود نہیں چل سکتا۔

نباتات کے حوالے سے اثبات توحید:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((هو الذي انزل من السماء ماء لكم منه شراب و منه شجر فيه تسيمون))

(سورۃ النحل:10)

Marfat.com

''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا' اس سے تمہارے لیے پینے کو ہے اور اس سے درخت سیراب ہوتے ہیں۔''

آسمانوں اور زمین کا یہ موافق نظام اس حقیقت کی کھلی شہادت ہے کہ ایک ہی حکیم و تدبر کا ارادہ آسمانوں اور زمین سب میں کارفرما ہے۔ اس کی ربوبیت اور پروردگاری کا خوان اتنا وسیع ہے کہ انسان تو انسان' انسان کے کام آنے والے جانور بھی اس سے متمتع ہو رہے ہیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک احسان بتایا ہے کہ وہی اللہ جو تمہارے لیے آسمانوں سے پانی برساتا ہے جس سے تم اور تمہارے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں اور اسی پانی سے درخت اگتے ہیں۔ یہ سب کچھ خود بخود تو نہیں بن گئے بلکہ نظم و ضبط کے ساتھ اللہ ہی نے بنائے ہیں۔

پھلوں کے حوالے سے اثبات توحید:

ارشاد الٰہی ہے:

((ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ان فی ذلك لاية لقوم يتفكرون))(النحل:11)

''وہ اس سے تمہارے لیے اگاتا ہے کھیتی' زیتون' کھجور' انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

اس میں اللہ کی قدرت و عظمت کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ دراصل جوہر انسانیت عقل رکھتی ہے۔ اس کی نگہبانی کے لیے شریعت مطہرہ نے نشہ والی چیزیں اس امت پر حرام کر دی ہیں۔ اسی نعمت کا بیان سورہ یٰسین کی آیت میں ہے:

((وجعلنا فیها جنت من نخیل))

''اللہ تعالیٰ نے یہ جتنی بھی چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ خود بخود اُگ نہیں گئیں۔

زمین پر جب ایک بیج ڈالتے ہیں تو وہ خود بخود ایک تناور درخت نہیں بن جاتا بلکہ اس کا اُگانے اور بڑا کرنے والی ذات ہے اور انسانی عقل کام کرتی ہے کہ وہ ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

جمادات کے حوالے سے اثبات توحید:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وسخر لكم اليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرت بامره ان فی ذلك لايت لقوم يعقلون))(سورة النحل 12)

''اور اس نے رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا اور سورج اور چاند کو اور ستارے مسخر ہیں اس کے حکم

Marfat.com

ہے۔ بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں انسان کی نفع رسانی کے لیے پیدا کی ہیں مگر نادانوں نے صحیح راہ اختیار کرنے کی بجائے سورج' چاند، تاروں کی پرستش شروع کر دی ہے اور ان کے پیچھے اس اللہ کو بھلا بیٹھے جو ان سب چیزوں کا خالق مالک ہے اور یہ چیزیں انحراف نہیں کرتیں لیکن انسان انحراف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی امثال کے ذریعے توحید کا اثبات فرماتا ہے۔

اس آیت میں چند دلائل عقل والوں کے لیے ہیں کہ جس میں ذرا بھی عقل ہوگی' وہ سمجھ لے گا کہ نباتات کے اگانے میں تو بظاہر کچھ انسانی عمل بھی ہوتا ہے لیکن یہاں وہ بھی نہیں اور اس میں سمجھدار لوگوں کے لیے دلیل موجود ہے۔

یہاں اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ دن رات' سورج چاند ستارے سب اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں اور کس درجہ حماقت کی بات ہے کہ خود ان ہی خادموں کو جو اللہ کے حکم کے محتاج ہیں' دیوی' دیوتا کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ ستارے' اجرام فلکی اللہ کے قانون کے پابند ہیں جس طرح سورہ یٰسین میں ہے:

((لاالشمس ينبغي لها ان تدرك القمر و لاالیل سابق النهار و كل في فلك يسبحون))
(سورہ یٰسین:40)

"نہ سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات کی مجال کہ دن سے پہلے آسکے اور سب اپنے دائرے میں گردش کرتے ہیں۔"

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ دن رات تمہارے فائدے کے لیے آتے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا اللہ نے ایسا صحیح اندازہ مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ ادھر ادھر نہ ہوں اور نہ تمہیں نقصان ہو۔ یہ سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

اس کائنات میں ہر چیز میں نظم وضبط ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((خلق السموت والارض بالحق))

"اس نے آسمان وزمین کو حق کے ساتھ بنایا۔" (سورۃ النحل، آیت نمبر 3)

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ اصفہانی نے المفردات میں "حق" کی تعریف یوں کی:

"اس قدر ربط وہم آہنگی جیسا کہ کواڑ اور چوکھٹ میں ہوتی ہے۔ جس طرح بآسانی کواڑ بند ہوسکتا ہے اور کھل سکتا ہے۔ بالکل کائنات میں بھی یہی ربط ہے یعنی ساری کائنات کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ ایک منظم نظام جو منصوبہ بندی کے تحت چل رہا ہے۔ جس طرح سورت یٰسین کی آیت نمبر 40 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے جس چیز کو جس ڈگر پر چلا دیا ہے' جبراً وہ اس راستے پر چل رہی ہے۔

کائنات کی کسی چیز کا تصادم نہیں:

کائنات میں جو چیزیں بھی ہیں' ان میں نظم ہے' تصادم نہیں ہے۔ سورج' چاند' ستارے سب اپنے مدار میں گھوم

Marfat.com

رہے ہیں۔کوئی کسی کے راستے میں حائل نہیں ہے۔ان سب کو بنانے والا موجود ہے اور وہ اکیلی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وہ بڑی ہی صاحب قدرت ذات ہے۔"(الانبیاء:21)

کائنات کی ہر چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے:

کائنات میں جتنی چیزیں بھی اللہ نے پیدا کی ہیں وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

توحید کی دلیل' توافق کے پہلو سے تو اس میں ہے ہی اور اس میں اللہ کی نشانیوں کا ذکر ہے۔گونا گوں نعمتوں اور حکمتوں سے بھری اس دنیا میں جب ایک حساس انسان غور کرتا ہے تو بے تحاشہ پکار اُٹھتا ہے:

((ربنا ما خلقت هذا باطلاً))

"اے ہمارے رب! تو نے یہ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔"

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 191)

اللہ کی قدرت تو دیکھو۔اس نے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔یہ نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لیے کافی ہیں۔

کھجور اور انگور کے فائدے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منه سكراً ورزقاً حسناً ان فى ذلك لاية لقوم يعقلون))(النحل:67)

"تم کھجور اور انگور کے پھلوں کے رس سے شراب بناتے ہو اور اچھا رزق حاصل کرتے ہو۔بے شک اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہاں "رزقا" کے ساتھ "حسنا" کی صفت لگا کر ضمناً اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ کھجور اور انگور سے نشہ آور چیزیں تیار کرنا اس کا صحیح استعمال نہیں، بلکہ اس سے پاکیزہ اور صحت بخش غذا حاصل کرنا اس کا صحیح استعمال ہے اور عقل والوں کو کہہ دیا کہ وہ غور کریں اس خالق کی قدرت وحکمت' رحمت اور بے مثال ربوبیت پر اور اس کی روشنی میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

اس میں ایک ضمنی اشارہ اس مضمون کی طرف بھی ہے کہ پھلوں کے اس طرف میں وہ مادہ بھی موجود ہے جو انسان کے لیے حیات بخش غذا بن سکتا ہے اور وہ مادہ بھی ہے جو سڑ کر الکحل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس سے رزق حاصل کرتا ہے یا عقل کو زائل کر دینے والی شراب۔ایک اور ضمنی اشارہ شراب کی حرمت کی طرف بھی ہے کہ وہ پاک رزق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

((وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض من دابة والملئکة وھم لا یستکبرون))
(النحل:49)

فرمان ہے:

((وللہ یسجد من فی السموت والارض طوعا وکرھا))

کہ خوشی ناخوشی ہر چیز رب العالمین کے سامنے سربسجود ہے۔ اس کے سامنے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ فرشتے بھی باوجود اپنی قدر ومنزلت کے اللہ کے سامنے پست ہیں اور اس سے ہر وقت کانپتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اس سے نافرمانی نہیں کرتے۔

شہد کی مکھی کی مثال:

سورت النحل کی آیت 68-69 میں فرمایا:

"اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر القا کیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں پر اور لوگ جو گھر کی چھتیں اٹھاتے ہیں ان میں چھتے بنا۔ پھر ہر قسم کے پھلوں کے رس چوس، پھر اپنے پروردگار کے ہموار راستوں پر چل اس کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ بے شک ان کے اندر بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔"

اس آیت میں وحی سے مراد فطری اور جبلی وحی ہے جو ہر مخلوق کو اپنے اندر کی ودیعت کردہ صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے فاطر فطرت وجبلت (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے ہوتی ہے۔ چنانچہ شہد کی مکھی اپنی جبلت کی رہنمائی میں پوری سرگرمی کے ساتھ مصروف کار رہتی ہے جس کے نتیجے میں ان مکھیوں کے پیٹوں سے مشروب نکلتا ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور جن میں لوگوں کے لیے ان کے امراض کا علاج ہے۔

شہد کی مکھی کے اندر اللہ نے اپنی اتنی قدرت وحکمت اور ربوبیت کا اظہار فرمایا تاکہ لوگ تفکر وتدبر کریں۔ اس کائنات کے خالق کی صفات کو سمجھیں اور اس کے تقاضوں کی روشنی میں اپنی چھتوں میں کام کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز مثلاً: سورج' چاند ستاروں کو مسخر کیا ہے یعنی یہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔
(سورۃ النحل:12۔ یٰسین:40)

ہر چیز کا ایک پر پیچ نظام زندگی ہے:

ہر ذی حیات کا ایک نظام ہے یعنی انسان ماں کے پیٹ سے جنم لینے کے بعد دنیا میں آتا ہے اور وہاں زندگی گزارنے کے بعد مرجاتا ہے۔ نظام زندگی پر پیچ ہے۔ یہ نظام خود بخود نہیں چل سکتا جب تک کوئی چلانے والا نہ ہو۔ اگر انسان اپنے وجود پر غور کرنا شروع کردے تو انسان اللہ کو جان لیتا ہے۔

Marfat.com

اللہ واحد ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اگر ایک الہ کے علاوہ اور بھی الہ ہوتے تو زمین و آسمان یقیناً برباد ہو جاتے۔''

(بنی اسرائیل:42)

اگر ایک الہ سے زیادہ اور بھی معبود ہوتے تو ہر ایک الہ دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش کرتا تو اس طرح فساد برپا ہو جاتا۔(مومن:91)

اگر الہ زیادہ ہوتے تو اختیارات کے استعمال میں اختلاف ہوتا۔ اگر نظام کے اندر کجی نہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیء یتفیؤ ظلٰلہ عن الیمین و الشمائل سجدا للہ وھم داخرون))(النحل:48)

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس کے سائے ڈھلتے ہیں۔ دائیں سے اور بائیں سے اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور عاجزی کرنے والے ہیں۔''

اللہ کے حکم کے تابع ہونا تسخیر کا ایک معنی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اللہ کی عظمت اور کبریائی کا اعتراف کیجئے کہ ساری مخلوق اس کے تابع ہے۔ جمادات و نباتات اور انسان و فرشتے اس کے فرمانبردار ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو کیا نہیں دیکھا اور توحید پر دیکھ کر استدلال نہیں کیا۔ جن کے سائے بھی کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف کو اس طرح جھکتے ہیں کہ بالکل اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور سایہ دار چیزیں (درخت، پہاڑ، مکان وغیرہ) بھی اللہ کے حکم کی تابع ہیں۔

قرآن میں ارشادات توحید:

ارشاد ربانی ہے:

((وما من الہ الا اللہ الواحد القھار))

''اور واحد و قہار اللہ کے سوا کوئی معبود سچا نہیں۔''

ارشاد ربانی ہے:

((شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملئکۃ و اولو العلم قائما بالقسط لا الہ الا ھو العزیز الحکیم))

''اللہ، فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ غلبے والا اور

Marfat.com

حکمت والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقل الحمد للّٰہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن له شریك فی الملك ولم یکن له ولی من الذل و کبرہ تکبیرا))

''اور کہو سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے، کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔''

(سورۃ بنی اسرائیل:11)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء ولم یکن له شریك فی الملك))

''آپ کہہ دیجئے کہ اے مالک الملک تو جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ بادشاہی میں تیرا کوئی شریک نہیں۔''

ارشاد الٰہی ہے:

((عالم الغیب والشھادۃ واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب))

''اللہ ظاہر و غیب کا جاننے والا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔''

احادیث میں ارشادات توحید:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

''افضل ترین اعمال کون سے ہیں۔؟''

ارشاد فرمایا:

''ایمان باللہ پھر جہاد فی سبیل اللہ اور پھر حج۔''

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اس یقین کے ساتھ کہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔''

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے اور محمد کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا

Marfat.com

ذائقہ چکھ لیا۔"

5: بارگاہ نبوی میں گناہ کبیرہ کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا۔"

علماء امت اور توحید

امام شافعی:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا:
"صانع کے وجود کی کیا دلیل ہے۔؟"
آپ نے فرمایا:
"شہتوت کے پتے کا رنگ، ذائقہ اور پھر شہتوت تو تمہارے نزدیک ایک ہی ہے مگر اس کو ریشم کا کیڑا کھائے تو اس سے ریشم بنتا ہے، شہد کی مکھی کھائے تو شہد اور بکری کھائے تو مینگنیاں، حالانکہ شہتوت کا اخراج ایک ہی ہے۔"
لوگوں نے یہ جواب بہت پسند کیا 17 غیر مسلم اس جواب پر مسلمان ہوئے۔

امام احمد بن حنبل:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"نرم حلقہ ہے جس میں کوئی سوراخ نہیں، ظاہری طور پر وہ پگھلی ہوئی چاندی اور اندرونی طور پر سونا، پھر اس کی دیواریں پھٹیں اور قلعہ (رحم) سے دیکھنے سننے والا جانور (مخلوق) نکلا، اس کو پیدا کرنے والا ضرور کوئی ہے۔"

امام ابوحنیفہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"درخت کے ایک پتے کی تخلیق میں غور کیا جائے تو اللہ کی پہچان ممکن ہوسکتی ہے۔"

غیر مسلم سائنسدانوں کی گواہی

ڈاکٹر آگستائن:

ڈاکٹر آگستائن کہتا ہے:
"میرا مذہب کیا ہے؟ اس نہایت ہی اعلیٰ ہستی کے آگے عاجز تعریف جس کے بے شمار کرشموں سے چند ہی ہم اپنے کمزور اور محدود حواس سے معلوم کرسکتے ہیں۔ جب میں کائنات کے حیران کن نظاروں کو دیکھتا ہوں تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس کا خالق اللہ ہے۔"

Marfat.com

ہربرٹ اسپنسر:

ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے:

''آسمان کے اوپر ایک ازلی اور ابدی طاقت موجود ہے جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہیں۔''

لارڈ کلیون:

ماہر طبیعات لارڈ کلیون کا ایک قول ہے:

''جتنا غور و فکر سے کام لیں گے اتنا ہی سائنس آپ کو اللہ کے ماننے پر مجبور کرے گی۔''

جارج ہربرٹ بلاونٹ

جارج ہربرٹ بلاونٹ کہتا ہے:

''میں خدا پر نہ صرف اعتماد رکھتا ہوں بلکہ اس پر بھروسہ بھی کرتا ہوں، میرے لیے معبود کا تصور ایک فلسفیانہ نکتہ نہیں، بلکہ ایک عملی چیز ہے۔ خدا میرے اور میری زندگی کے ساتھ پکا رابطہ رکھتا ہے۔''

بنیادی نقطہ

ایک ہی نقطہ اس تمام بحث کی بنیاد ہے:

((ان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا ان اللہ لغفور رحیم))

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو گے تو نہ شمار کر سکو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔''

((فبای آلاء ربکما تکذبون))

''تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟''

((فبای آلاء ربك تتماری))

''تم اپنے رب کی کس کسی نعمت میں شک کرو گے۔؟''

توحید کے تقاضے

محبت صرف اللہ سے ہو:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والذین امنوا اشد حبا اللہ))

''اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔''

رضائے الٰہی کا حصول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله))

"اور وہ لوگ اہل ایمان ہیں جو اپنے جانوں کو اللہ کی رضا کے لیے بیچ (جہاد میں شرکت کے لیے یا تبلیغ دین کے لیے وقف کر) دیتے ہیں۔"

صرف اللہ کی عبادت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فایای فاعبدون))

"پس میری ہی عبادت کرو۔"

اللہ پر کامل بھروسہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فتوکلوا ان کنتم مومنین))

"پس اللہ پر ہی بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔"

صرف اللہ سے مدد مانگنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ایاك نعبد و ایاك نستعین))

"اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

صرف اللہ کا خوف رکھنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فایای فاتقون))

"پس مجھ ہی سے ڈرو۔"

اللہ کا شکر گزار رہنا:

ارشاد الٰہی ہے:

((واشکروا الله))

"اور اللہ کا خوب شکر ادا کرو۔"

اللہ کے قانون کی پیروی کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((اتبعوا ماانزل الیکم من ربکم))

"اس قرآن کی پیروی کرو جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل فرمایا ہے۔"

انسانی زندگی پر توحید کے اثرات

1: عزت نفس وخودداری۔
2: استقامت وحوصلہ مندی۔
3: تقویٰ۔
4: وسعت۔
5: تواضع وانکساری۔
6: عدل وانصاف۔
7: معاشرتی فلاح کا جذبہ۔
8: امن وامان کا قیام۔
9: اشاعت دین کا ذریعہ۔
10: حصول نجات کا ذریعہ۔

☆☆☆

Marfat.com

صفاتِ الٰہیہ

تسبیح کی نوعیت

تسبیح کا معنی اور اقسام:

سورۂ حدید، آیت نمبر 1 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((سبح للہ مافی السموات والارض))

”جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔“

سبح سے مراد تیرنا ہے اور تیرتی ہوئی چیز حالت توازن ہی میں ہوتی ہے، اس کے اندر ایک اشارہ موجود ہے کہ ہر چیز کا یہ توازن وحسن اس کے بنانے والے کی تسبیح وتقدیس کا ذریعہ ہے۔

تسبیح کی دو اقسام ہیں:

1: زبانِ حال۔

2: زبانِ قال۔

زبانِ حال سے تسبیح:

کسی چیز کی حالت اس کی تسبیح بیان کرنے کا سبب بن جاتی ہے، اس چیز کو دیکھ کر فوری طور پر اس کے بنانے والے کی طرف توجہ جاتی ہے۔ ہر خوبصورت چیز اپنے بنانے والے کا پتہ دے رہی ہے اور دیکھنے والے بنانے والے کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

دریا، سمندر، درخت، جنگل زبان حال سے اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:

((وان من شیء الایسبح بحمدہ ولکن لاتفقھون تسبیحھم))

”اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد وتسبیح بیان نہ کرے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔“

جمادات کو زبان دی نہیں، لیکن ان کا حسن، تسبیح کا سبب ہے۔ بعض اوقات جمادات کو بھی زبان دی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں آج بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں جب میں نبوت سے پہلے گزرتا تھا تو وہ مجھے سلام کیا کرتا تھا۔“

کائنات کی ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔

Marfat.com

((الم تران اللہ یسجد لہ من فی السمٰوات والارض))

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان وزمین کی ہر شئے اس کے لیے سجدہ کیے ہوئے ہے۔"

سورۃ نحل میں فرمایا:

((وللہ یسجد مافی السموات ومافی الارض من دآبۃ والملئکۃ وھم لا یستکبرون یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون مایؤمرون))

(سورۃ النحل، آیت نمبر:50)

"اور اللہ ہی کو سجدہ کرتی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں، جانور اور فرشتے۔ اور وہ (فرشتے) تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

زبان قال:

تسبیح کی دوسری قسم زبان قال ہے، اس سے مراد ہے کہ ہم بول کر تسبیح بیان کریں۔ زبان قال سے انسان، حیوانات، پرندے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض))

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وللہ جنود السموات والارض وکان اللہ عزیزا حکیما الحکیم))

وہ حکمت والا ہے، طاقت، اقتدار، غلبہ، بیان الحکیم سے نشاندہی کردی کہ اس کا اقتدار اندھا اقتدار نہیں بلکہ حکمت والا ہے، اس کے ہر کام اور احکام میں حکمتیں ہیں، جو حکم بھی دیتا ہے اس میں حکمت ہے۔

جتنے بھی احکام شریعت ہیں وہ محض اس کی طاقت کا مظاہرہ نہیں بلکہ ان کے اندر بہت سی حکمتیں ہیں۔

حکم واقتدار

حقیقی بادشاہی:

سورت حدید میں ارشاد ہے:

((لہ ملک السموات والارض))

"زمین وآسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے۔"

لہ: میں کئی پہلو موجود ہیں۔ ہ ضمیر متصل یعنی بادشاہت کا استحقاق اسی کا ہے، اسی کی بادشاہت ہونی چاہیے،

Marfat.com

ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ طاقت والا ہے اور اسی کا استحقاق ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ فی الحقیقت اقتدار ہے بھی اسی کا، بے شک تمام لوگ بادشاہت کا چیلنج اور انحراف کریں اور چیلنج کریں اسی کی ہی بادشاہت ہے، حکم عدولی کریں پھر بھی بادشاہت اسی کی ہے۔

اُسی کی مخلوق اور اُسی کا حکم:

ارشاد ہے:

((الاله الخلق و الامر))

”خبردار! اسی کی مخلوق ہے اور اس کا حکم ہے۔“

حمد و ثناء اور بادشاہی کا مالک:

پھر فرمایا:

((له الملك و له الحمد و هو علی كل شیء قدیر))

”اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

قدرت:

سورۂ انعام میں ارشاد ہے:

((وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الا هو ويعلم مافی البر والبحر وماتسقط من ورقة الايعلمها ولا حبة فی ظلمت والارض ولارطب ولايابس الا فی کتب مبین))

”اور اللہ ہی کے پاس آسمان اور زمین کے غیوب کی چابیاں ہیں۔ غیب حقیقی اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو خشکی اور سمندر میں ہوتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ کو معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دانہ زمین کی گہرائی میں گرتا ہے مگر اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔ نہ ہی کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر وہ روشن کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔“

آسمان اور زمین کی چابیاں:

سورۂ زمر میں ہے:

((له مقاليد السموات والارض))

”آسمان اور زمین کی چابیاں اسی کے پاس ہیں۔“

آسمان اور زمین والے:

پھر فرمایا:

((وماقدروا اللہ حق قدره والارض جمیعا قبضته یوم القیمة والسموات مطویت بیمینه

Marfat.com

سبحنه وتعلیٰ عما یشرکون))

"اور انہوں نے اللہ کی حقیقی قدر نہ جانی۔ اور جو زمین میں ہے سب کا سب اسی کے قبضے میں ہے اور آسمان قیامت کے دن کتاب کی طرح لپیٹ دیئے جائیں گے۔ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وللہ ملك السموات والارض وما بینهما یخلق مایشاء واللہ علی کل شیء قدیر))

"اور آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس پر اللہ کی حکومت ہے اور وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

الٰہ الناس ملک الناس:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اعوذ برب الناس ملك الناس اله الناس))

"کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، لوگوں کے بادشاہ کی پناہ مانگتا ہوں اور لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں۔"

نیز فرمایا:

((ایاك نعبد وایاك نستعین))

"(تم کہو کہ اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

قدرت واختیار

اختیارات ربانی:

وہی کائنات کا خالق و مالک اور تمام اسباب و وسائل کا حامی و ناصر ہے۔ کائنات میں تمام نشانیاں اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہر طرح کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

سورت آل عمران، آیت نمبر 26 میں ارشاد ہے:

((قل اللهم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر انك علی كل شیء قدیر تولج اللیل فی النهار وتولج النهار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحیی وترزق من تشاء بغیر حساب))

"کہہ دیجئے کہ اے مالک الملک تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے لے لے، تو جسے چاہے

Marfat.com

عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے، تیرے ہی ہاں بھلائی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، تو زندہ سے مردے کو اور مردے سے زندہ کو پیدا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔"

سب کچھ اللہ کا ہے:

ارشاد ہے:

((قل کل من عنداللہ))

"کہہ دیجئے کہ سب کچھ اللہ کا ہے۔"

جسے چاہے بخشے:

ارشاد ربانی ہے:

((الم تعلم ان اللہ له ملك السموات و الارض يعذب من يشاء ويغفر لمن يشاء واللہ على كل شيء قدير))

"کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

حکم سارے کا سارا اللہ کا ہے:

قدرت و اختیار کے ضمن میں سورت آل عمران، آیت نمبر 154 میں فرمایا:

((قل ان الامر كله للہ))

"کہہ دیجئے کہ بے شک حکم سارے کا سارا اللہ کا ہے۔"

زندگی و موت کا استحقاق:

سورۂ حدید آیت نمبر 2 میں ارشاد ہے:

((يحيي ويميت))

"وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔"

سورۂ اخلاص:

((قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد))

"کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور وہ جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔"

کائنات پر استحقاق اسی کا ہے۔ جب وہی زندہ کرنے والا اور وہی مارنے والا ہے تو کائنات کے نظام کو چلانے

Marfat.com

کے لیے ایسی عظمت والی ہستی ہی ہونی چاہئے۔

موت وزندگی پر اختیار:

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ہے:

((انه امات واحی))

"بے شک وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

((وھو الذی یحیی ویمیت وله اختلاف اللیل والنھار))

"اور وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی نے دن اور رات میں فرق رکھا ہے۔"

دہریوں اور مشرکین کے عقائد کی نفی:

دہریوں کے اس عقیدے کی بھی نفی کر دی گئی:

((نموت ونحیی ومایھلکنا الاالدھر))

اور مشرکین کے اس عقیدے کی بھی نفی ہے:

((قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھوبکل خلق علیم))

"کافر کہتے ہیں کہ کون مردوں کو زندہ کرے گا ہڈیوں کے بریدہ ہو جانے کے بعد۔ کہہ دیجئے کہ وہی دوبارہ زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا اور وہ ہر مخلوق کو جانتا ہے۔"

سورت حدید آیت نمبر 2 میں فرمایا گیا ہے:

((وھو علی کل شیء قدیر))

"اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

قدرت تخلیق:

قدرت تخلیق کے ضمن میں ارشاد الٰہی ہے:

((ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمامسنون))

"اور تحقیق ہم نے انسان کو کنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو کہ سیاہ گارا تھی۔"

پھر فرمایا:

((یاایھا الانسان ماغرك بربك الكريم الذی خلقك فسواك فعدلك ای صورۃ ماشاء ركبك))

Marfat.com

''اے انسان! تجھے تیرے رب کریم کے معاملے میں کس نے دھوکے میں ڈال دیا؟ وہ رب کہ جس نے تجھے پیدا فرمایا تو درست پیدا کیا، اور جس صورت میں چاہا تجھے پیدا کیا۔''

پھر فرمایا:

((خلق الانسان من نطفة فاذاهو خصيم مبين))

''اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا، پس انسان کھلا جھگڑالو ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((الذی احسن کل شیء خلقه))

''اللہ وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو احسن طریقے سے پیدا فرمایا۔''

پھر فرمایا:

((و خلق کل شیء فقدره تقديرا))

''اور اس نے ہر چیز کو ایک مقرر اندازے کے مطابق پیدا فرمایا۔''

پھر فرمایا:

((خلق السموات و الارض بالحق تعالیٰ عما يشركون))

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔ وہ بلند ہے ان کے شرک سے۔''

اول و آخر ظاہر و باطن

ارشاد ربانی ہے:

((هو الاول و الآخر و الظاهر و الباطن))

''اور پہلا اور آخری، ظاہر اور باطن ہے۔''

الاول:

سب سے پہلے جب کچھ نہیں تھا تو وہ تھا۔ یہاں خالق کا معنی نظر آ رہا ہے کہ جو کچھ اس کے بعد بنا اسی کی تخلیق کے مظاہر ہیں۔ تمام پر غلبہ اور اولیت رکھنے والا، سب سے زیادہ غالب آنے والا۔

الآخر:

ابدیت کی دلیل ہے، کچھ بھی نہ رہے گا تو وہ ہوگا، سب چیزیں فانی ہیں لیکن اس کی ذات غیر فانی ہے۔ جب سب کچھ مٹ جائے گا وہ رہے گا۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((کل شیء هالك الا وجهه))

Marfat.com

''اللہ کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

((کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام))

''ہر چیز کو فنا ہونا ہے، مگر تیرا رب جلال واکرام والا باقی رہے گا۔''

الظاہر:

جب ظاہر کے ساتھ الف لام لگا دیا گیا تو اس کا معنی ہوتا ہے: نمایاں جو پہچانا جا سکے۔ جو اپنی پہچان آپ کو ہر جگہ نمایاں اور ظاہر ہو۔ سب سے زیادہ ظاہر وہی ہے، کائنات کی ہر چیز سے اس کے وجود پر دلیل مل رہی ہے۔

الست بربکم کے نتیجہ میں اس نے اپنی معرفت کا بیج ہمارے دلوں میں بو دیا ہے، وہ ذات ہر کسی کے دل میں سمائی ہوئی ہے۔

الباطن:

وہ باطن ہے کہ لوگ اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے:

((لاتدرکہ الابصار وھو یدرك الابصار ھو اللطیف الخبیر))

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ باریک بین اور باخبر ہے۔''

علم کامل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وھو بکل شیء علیم))

''اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

یہاں ''ھو'' حصر کا مفہوم پیدا کر رہا ہے۔ وہی علیم ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ کل لفظ بھی کہ وہی ہے اور شیء کہ ہر چھوٹی چھوٹی چیز اس کے علم میں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

((یعلم ما یسرون وما یعلنون))

''وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وھو علیم بذات الصدور))

''اور وہ دلوں کی چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔''

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

Marfat.com

((ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ))

''اگر تم چھپاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو، اللہ اس کو جانتا ہے۔''

کائنات کو بنانے والا کائنات کی جزئیات کو بھی جانتا تھا جب کہ ابھی کچھ نہیں تھا۔ آنے والے حالات کو بھی جانتا ہے، اس کا علم جزئیات پر حاوی ہے۔

اگر زمین پر ایک چیونٹی چلتی ہے تو اس کی ایک ایک حرکت کو جانتا ہے۔ ہمارا علم آلات کا محتاج ہے، ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں، کان تو سنتے ہیں، اس کا علم کسی قسم کے آلات کے ذریعہ کا محتاج نہیں۔ ہمارا علم محدود ہے جبکہ اس کا علم لامحدود ہے۔

علم سے مراد یہاں اس کی گرفت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب اور مواخذہ کرنے والا ہے وہ اس علم کی بنا پر احتساب کرے گا۔

ہر چیز پر حاوی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وسع کرسیہ السموات والارض))

''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((اللہ خلق سبع سمٰوات))

''اللہ تعالیٰ نے ہی سات آسمان تخلیق فرمائے۔''

ہر چیز کا جاننے والا:

کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان اللہ لایخفی علیہ شیء فی الارض))

''بیشک زمین میں چھپی ہوئی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہیں ہے۔''

علوم غیبیہ:

وہ غیب کا علم جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم تعلم ان اللہ یعلم سرھم ونجواھم))

''کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ اس کے رازوں اور ان کی خفیہ سازشوں کو جانتا ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((عالم الغیب والشھادۃ وھو العزیز الحکیم))

Marfat.com

"غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور غلبے والا اور حکمت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سینوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

((وان ربك يعلم ماتكن صدورهم ومايعلنون))

"بے شک تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں ہے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔"

وہ ہر وقت بندوں کے ساتھ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم تر ان اللہ يعلم مافي السموات ومافي الارض))

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کی ہر بات کو جانتا ہے۔"

خالق

[ع]رش پر استوای:

سورۃ الحدید آیت نمبر 4 میں ارشاد ہے:

((وهو الذى خلق السموت والارض فى ستة ايام ثم استوى على العرش))

"اللہ وہی ہے کہ جس نے چھ دنوں میں زمین اور آسمان پیدا فرمائے، پھر عرش پر استویٰ فرمایا۔

[آ]سمانوں اور زمینوں کا خالق:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان السموات والارض كانتا رتقا ففتقناهما))

"بے شک زمین اور آسمان باہم ملے ہوئے تھے، پس اس نے انہیں پھاڑ دیا۔"

ارشاد الٰہی ہے:

((افمن يخلق كمن لايخلق افلا تذكرون))

"کیا پیدا کرنیوالا اور پیدا نہ کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تم کیوں نہیں سمجھتے۔"

قرآن بتاتا ہے کہ مشرکوں کا عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کی تخلیق بلاشبہ اسی کی مرہون منت ہے اس کے باوجود وہ شرک کرتے تھے۔

جیسا کہ مومنون 88-84 میں فرمایا:

((قل لمن الارض ومن فيها ان كنتم تعلمون سيقولون لله' قل من رب السموات السبع ورب العرش العظيم سيقولون لله قل افلاتتقون قل من بيده ملكوت كل شيء وهو يجير ولايجار عليه ان كنتم تعلمون سيقولون لله))

"کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کس کی مملکت ہیں، بتاؤ اگر تم جانتے ہو، تحقیق وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کی

Marfat.com

ہے۔فرمادیجئے کہ کون سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب ہے تو وہ کہیں کہ اللہ۔آپ فرمادیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔فرمادیجئے کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مملکت ہے،وہ ہر ایک پر حکم چلاتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلاسکتا،بتاؤ اگر تم جانتے ہیں،تحقیق وہ کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔"

خالق،بدیع،فاطر:

تخلیق کے لیے تین لفظ مستعمل ہیں:

1: خلق۔

2: بدع۔

3: فطر۔

فطر:تخلیق کا آغاز۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاطر السموات والارض))

"اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا۔"

بدع: نئے سرے سے۔ارشاد ربانی ہے:

((بدیع السموات والارض))

"وہی ہے آسمانوں اور زمینوں کو نئے سرے سے پیدا کرنے والا۔"

خلق:تخلیق کو پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ارشاد ربانی ہے:

((خالق السمٰوات والارض))

"وہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

((اللہ خالق کل شیء))

"اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔"

چھ دنوں میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السمٰوات والارض فی ستة ایام))

"اس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔"

یہاں دو نکات واضح ہیں،کائنات کو چھ دن میں بنانا لیکن وہ تو ہر چیز پر قادر ہے،حالانکہ اللہ تعالیٰ فرمائے: کن فیکون "ہو جا تو بس ہو جائے۔"

Marfat.com

دوسری اس کی حقیقت اور حکمت یہ ہے کہ اس نے اس کو چھ دنوں میں مکمل کیا۔
یہ دن اور ان کی طوالت کیا ہے؟ اس کی تفسیر اور گہرائی میں جانا ضروری ہے۔
ان سے مرحلے بھی اور دن بھی مراد لیے گئے ہیں۔ جس طرح قیامت کے دن کی طوالت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا اور یہ محض سمجھانے کے لیے۔

ارشاد الٰہی ہے:

((اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن فی الارض مثلهن ثم استوی علی العرش))

"اللہ وہی ہے جس نے ساتھ آسمان اور زمینیں اس کی مثل پیدا فرمائیں، ثم عرش پر اپنی شان کے لائق استوی فرمایا۔"

دہریوں کا نظریہ ہے کہ کائنات کا نظام خود بخود چل رہا ہے، ان کے نظریے کا یہاں رد ہے کہ اس کی گرفت ہر چیز پر ہے۔

نیند سے پاک:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

((لاتأخذہ سنة ولانوم))

"نہ تو اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔"

تھکاوٹ سے پاک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولا یؤدہ حفظهما وهو العلی العظیم))

فصلیں اگانے والا:

سورۃ الحدید کی آیت نمبر 4 میں ارشاد ہے:

((یعلم مایلج فی الارض ومایخرج منها ومایننزل من السمآء وما یعرج فیها وهو معکم اینما کنتم واللہ بماتعملون بصیر))

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو زمین میں ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے اسے بھی۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

((یعلم مایلج فی الارض))

Marfat.com

یعنی اللہ کے پیدا کردہ وسائل کے نتیجہ میں جو تم نے بیج بویا ہے وہ کس طرح زمین سے اگتا ہے۔ جب بویا تو وہ ایک دانہ تھا اب اُس نے زمین کے اندر ایسے وسائل پیدا کر دیئے تو فصل اُگی اس نے زمین میں روئیدگی اور نباتاتی مرکبات جو اگنے کے لیے ضروری ہیں اور ہوا اور روشنی حرارت' سب چیزیں اس نے پیدا کر دیں۔

((ومایخرج منھا))

یعنی زمین اپنے خزانے اگل دے۔ معدنیات قیمتی بھی ہو سکتی ہیں اور بعض سستی بھی اور میدانی علاقوں کے اندر بھی، اس نے زمین کے اندر ایسا خزانہ چھپا دیا ہے۔ زمین کے اندر اللہ نے تیل پیدا کر دیا ہے، اللہ نے تمہاری محنت کے بغیر تمہاری خوشحالی کے لیے وسائل پیدا کر دیئے اور اس سے طرح طرح کی چیزیں نکالیں۔

ارشاد ہے:

((ان اللہ فالق الحب والنوی))

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اس سے پودا پیدا کرنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ینبت لکم بی الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن کل الثمرات ومانیزل من السمآء))

''اس نے تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور انگور اور انار اور ہر قسم کے پھل اگائے اور اسی نے آسمان سے بارش نازل فرمائی۔''

شہ رگ سے بھی قریب:

ارشاد ہے:

((وھو معکم اینما کنتم))

''اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔''

ارشاد ہے:

((نحن اقرب الیہ من حبل الورید))

''ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

((اذاسالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان فلیستجیبوالی ولیومنوابی لعلھم یرشدون))

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ پس چاہئے کہ میرا حکم مانو اور مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ ہدایت

Marfat.com

پا جاؤ۔"

پھر فرمایا:

((امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء))

"پس کون مجبور کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے جب مجبور اس سے دعا کرتا ہے؟"

خالق انسان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من سللة من طین ثم جعلنه فی قرار مکین ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحماً ثم انشانه خلقاً آخر فتبارك الله احسن الخالقین))

"اس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے حفاظت کی جگہ پر رکھا، پھر نطفہ سے خون بنایا اور پھر اسے گوشت کا ٹکڑا بنایا اور پھر اسے ہڈیاں بنایا اور پھر اسے گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک الگ مخلوق بنایا۔ پس بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔"

☆☆☆

Marfat.com

شرک اور اس کی حقیقت

شرک

لغوی معنی:

شرک کے لغوی معنی ہیں: شراکت یعنی حصہ داری۔

اصطلاحی معنی:

شریعت کی اصطلاح میں اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی اور کو اس کا حصہ دار ٹھہرانا شرک ہے۔

توحید کی ضد:

شرک توحید کی ضد ہے۔

شرک کے پہلو:

شرک کے دو پہلو ہیں:

1: شرک فی الذات۔

2: شرک فی الصفات۔

شرک فی الذات:

شرک فی الذات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے میں کسی دوسرے کو حصہ دار ٹھہرایا جائے یعنی اللہ کو مانا تو جائے لیکن اس کے ساتھ ایک اور خدا کا وجود بھی مان لیا جائے، جیسے نصاریٰ کے ہاں تثلیث کا عقیدہ اور مجوسیوں کے ہاں دو خداؤں کا عقیدہ۔ قرآن نے ان تمام عقیدوں کو رد کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد))

”کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اُس کو۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔“

شرک فی الصفات:

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یکتا اور بے مثال ہے۔ اس جیسی صفات کسی دوسرے میں نہیں۔ شرک فی الصفات یہ

Marfat.com

ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے۔ جیسے مشرکین مکہ لات وعزیٰ کو اِلٰہ مانا کرتے تھے۔ قرآن مجید اس کے رد میں فرماتا ہے:

((لیس کمثله شیء))(سورۃ الشوریٰ:11)

''اس کی مثل کوئی نہیں۔''

ظلم عظیم:

شرک کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کو ظلم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الشرك لظلم عظيم))(سورۃ لقمان:13)

''بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔''

ظلم کا مطلب ہے کسی چیز کو اس کی جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا یا کسی کی چیز دوسرے کو دے دینا۔ چونکہ توحید اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اس لیے اس پر ایمان نہ لانا اسلام کی نفی ہے اور یہ ظلم عظیم ہے۔

نا قابلِ معافی جرم:

شرک اللہ کے نزدیک نا قابل معافی جرم ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

((ان الله لايغفران يشرك بـه ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد ضل ضلالاً بعيداً))(سورۃ النساء:116)

''بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور وہ بخش دے گا اس کے سوا جس کو چاہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

شرک دھوکا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ياايها الانسان ماغرك بربك الكريم))

''اے انسان! تجھے تیرے رب کریم کے بارے میں کس نے دھوکے میں ڈال دیا۔''

عقائد کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے اور ان میں سے کسی کا انکار کرنا کفر ہے۔ یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لیے بدنما داغ ہے مگر اس کی سب سے بدترین قسم شرک ہے۔ قرآن مجید نے جہاں جہاں توحید الٰہی کے ہر گوشہ کی وضاحت کی وہاں ہر قسم کے شرک کی بھی تردید کی کیونکہ شرک تمام بدیوں اور گناہوں کا سرچشمہ ہے اور انسانی ذہن کسی چیز کا صحیح تصور اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اس کے مخالف تصور کو بھی دل میں جگہ نہ دی جائے۔ عقیدہ توحید کو سمجھنے کے لیے شرک کے مفہوم سے آگاہ و آشنا ہونا ضروری ہے، جس طرح الا اللہ سے خالص توحید کا

Marfat.com

اثبات ہے اسی طرح لا الہ سے معبودان باطلہ کی نفی ہوتی ہے۔

یوں کلمہ طیبہ میں اثبات توحید اور رد شرک دونوں موجود ہیں۔

قرآن پاک وسنت رسول سے ثابت ہوتا ہے کہ قدرت نے ہر انسان کی فطرت شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک صاف بنائی ہے، اس کو اس قسم کی نجاستوں سے ملوث کرنے والا مجرم یا تو اس کا اپنا نفس ہے یا پھر والدین۔

مخلوق کو خالق کے مشابہ قرار دینا:

شرک کی اصلی حقیقت کسی مخلوق کو خالق کے مشابہ بنا دینا یا اپنے نفس کو خالق کے مشابہ سمجھ لینا ہے۔ اس کی مزید تین اقسام ہیں: شرک فی الذات، شرک فی الصفات اور شرک فی الافعال۔

شرک فی الذات: اللہ کی ذات میں شریک کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو کسی سے اور کسی کو اللہ سے مشابہ قرار دیا جائے۔ کسی کو اس کی ذات، برادری سمجھنا کسی کو اس کا باپ یا بیٹا کہنا۔ مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں یا حضرت مریم علیہ السلام کو اللہ کی بیٹی یا ماں کہنا جیسا کہ قرآن نے تردید کی:

((ولا تقولوا ثلثة انتهوا خیر لکم))

"یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں۔ رک جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔"

مشرکین مکہ کا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا۔ یہ ساری باتیں اللہ کے قدیم اور ازلی ہونے اور ان تمام صفات کاملہ کے منافی ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

((ویجعلون للہ البنات سبحنہ))

"اور وہ اللہ کی بیٹیاں بناتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وانہ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا))

"وہ پاک ہے، بے شک ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد۔"

پھر فرمایا:

((لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد))

"نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔"

چنانچہ قرآن پاک نے تردید کردی کہ تمہارے یہ تمام مفروضے غلط، بالکل باطل اور بے بنیاد ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے نہ جنا اور نہ وہ جنا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والٰھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم))

Marfat.com

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور وہ رحمٰن ورحیم ہے۔''

شرک فی الصفات: صفات میں شرک کرنا کا مفہوم یہ ہے کہ جو صفات کامل اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ مثلاً: خلق، تدبیر، قدرت، علم، حکمت وغیرہ ان میں کسی کو شریک اور ساجھی بنانا مثلاً: شرک فی العلم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السمٰوات والارض بالحق تعالیٰ عما یشرکون))

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔''

معبودانِ باطلہ کی عدم تخلیق کی صلاحیت:

جب تم جانتے ہو کہ یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو پھر تم ان کو اپنا معبود کیوں کہتے ہو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یخلقون))

''اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی چیز کو تخلیق نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود تخلیق کیے گئے ہیں۔''

ارشاد فرمایا:

((وکیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم))

''اور تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے پس اس نے تمہیں زندہ کیا۔''

مشرکوں سے نعمتوں کا سوال کر کے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ھو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحماً طریاً))

''وہی ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ۔ تم اس میں سے زیورات نکالو اور اس کو تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں سمندر کو پھاڑتے ہوئے چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور حق کا شکر ادا کرو۔''

شرک کا رد

اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے شرک کا رد فرمایا ہے:

تخلیق کی قوت:

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

((خلق السموت والارض بالحق تعلی عما یشرکون))(سورۃ النحل:3)

''اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔''

Marfat.com

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ یہ زمین و آسمان اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ کائنات کے اندر بنائے جانے والے حیوانات، جمادات، نباتات اور خود انسان اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ موجود ہے اور وہ واحد ہے۔

ردِ شرک کی بنیادیں:

مشرکین نے جن بنیادوں پر شرک اختیار کیا ان میں سرِفہرست تخلیق کا عمل ہے۔ وہ تخلیق کائنات کے بارے میں شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔

سورۃ النحل آیت نمبر 20 میں ارشاد فرمایا:

((والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یخلقون))

''اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی چیز کو تخلیق نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود تخلیق کیے گئے ہیں۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے:

((افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تذکرون))

''پس جو تخلیق کرتا ہے اور وہ جو تخلیق نہیں کر سکتا، بھلا وہ دونوں برابر ہیں، تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے۔''

مشرکین کی بہت بڑی نادانی ہے کہ کیا وہ یہ غور نہیں کرتے کہ وہ ان معبودوں کو پکارتے ہیں جو ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے اور جو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ جو خود اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتے وہ ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔

تخلیقِ کائنات سے ردِ شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السموات والارض بالحق تعلی عما یشرکون))

''اللہ نے آسمان اور زمین حق کے ساتھ پیدا فرمائے۔ وہ بلند و بالا ہے اس سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

وہ پروردگار جس نے کائنات کو نہایت حسنِ اسلوبی کے ساتھ توازن کے ساتھ پیدا کیا ہے اس کی ذات اس سے بہت بلند ہے جو وہ اس کی طرف شرک منسوب کرتے ہیں۔

اقرارِ وحدانیت کے ساتھ شرک:

سورۂ مومنون میں ارشاد ہوتا ہے:

((قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ قل افلا تذکرون قل من رب السموات والسبع ورب العرش العظیم سیقولون اللہ قل افلا تتقون قل من بیدہ

Marfat.com

ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ فانی تسحرون بل اتینھم بالحق وانھم لکذبون ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض سبحن اللہ عما یصفون))

''کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین کس کی مملکت ہیں، بتاؤ اگر تم جانتے ہو، تحقیق وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کی ہے۔فرمادیجئے کہ کون سات آسمانوں کا اور عرش عظیم کا رب ہے تو وہ کہیں گے اللہ۔آپ فرمادیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔فرمادیجئے کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی مملکت ہے، وہ ہر ایک پر حکم چلاتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلاسکتا، بتاؤ اگر تم جانتے ہیں، تحقیق وہ کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔''

حق تعالیٰ کی شان میں وہ شرک کا پہلو اختیار کیے ہوئے تھے لیکن ساتھ ہی اس کی وحدانیت کا اقرار بھی کرتے تھے کہ زمین آسمان کی تخلیق اور اس کا نظام چلانے والا وہی ہے، لیکن اس کے باوجود جھوٹے معبودوں کو شریک ٹھہرانے سے باز نہ آتے تھے۔

ان کے لیے تنبیہ ہے کہ یقیناً تم جھوٹے ہو کہ یہ سب تسلیم کرنے کے بعد تم کہاں بھٹکتے جارہے ہو اور یقیناً یہ ان کی گمراہی کی بہت بڑی شکل ہے اور اس گمراہی کا انجام یقیناً ان کے لیے بہت ہولناک ہوگا۔

تخلیق نفس کی بناء پر رد شرک:

سورۃ النحل آیت نمبر 4 تا 8 میں انسانی اور حیوانی تخلیق کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

((خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین))

''اور انسان کو نطفہ سے پیدا کیا اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((والانعام خلقھا لکم فیھا دف ء ومنافع ومنھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون وتحمل اثقالکم الی بلدلم تکونوا بلغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرؤف رحیم))

''چوپایوں کو پیدا کیا گیا ہے تمہارے لیے اس میں معاش زندگی کا سامان ہے اور کھانے کے لیے بے شمار فوائد ہیں جو تمہارے لیے خوبصورتی اور زینت کا باعث ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ تمہارے بوجھ جو انسانی ہمت سے بلند کام ہے بوجھ اٹھاتے ہیں اور تمہارا مال تجارت دور دراز لے کر جاتے ہیں اے انسان کیا تو پھر بھی شرک سے باز نہیں آسکتا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ یخلق مالاتعلمون))

Marfat.com

"گھوڑے خچر اور گدھے تمہارے فائدے کے لیے پیدا کیے ہیں تاکہ تم ان پر سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر سکو اس کے باوجود ان تمام نعمتوں پر غور نہیں کرتے کہ ان کا پیدا کرنے والا کون ہے اور شرک کیے جا رہے ہو۔"

تخلیق نباتات سے رد شرک:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 11 اور 10 میں فرمایا:

((ھوالذی انزل من السماء ماء لکم منه شراب ومنه شجر فيه تسيمون ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والاعناب ومن كل الثمرات ان فی ذلك لاية لقوم يتفكرون))

"اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی نازل فرمایا کہ جس سے تم پیتے ہو اور جس سے اپنی کھیتوں کو سیراب کرتے ہو۔ وہ اس سے تمہارے لیے اگاتا ہے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل۔ بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

یہ اس کی کاریگری ہے کہ اس نے آسمان سے پانی برسا کر تمہارے لیے فصلیں اناج، پھل، درخت اور پودے اگائے ہیں۔ اور ان کو اس کے سوا کون پیدا کر سکتا تھا۔

جمادات سے رد شرک پر استدلال:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 12 تا 16 میں جمادات سے رد شرک پر استدلال کیا گیا ہے:

((وسخرلكم الليل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ان فی ذلك لايت لقوم يعقلون وماذرالكم فی الارض مختلفاً الوانه ان فی ذلك لايت لقوم يذكرون ھوالذی سخر البحرلتاكلوامنه لحماً طرياً وتستخرجوامنه حلية تلبسونها وترى الفلك مواخر فيه ولتبتغوامن فضله ولعلكم تشكرون والقى فی الارض رواسی ان تميد بكم وانهرا وسبلا لعلكم تهتدون وعلمت وبالنجم هم يهتدون))

سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، سمندر، ندیاں، زمین میں پھیل جاتی ہیں۔ قطعات اراضی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً ان کا کوئی خالق ہے اور یقیناً یہ صرف ایک واحد ہستی کی کاریگری ہے۔

بت پرستی کا رد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قال اتعبدون ماتنحتون واللہ خلقکم وماتعملون))

"جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو جنہیں تم خدا تراشتے ہو وہ کسی چیز کو تخلیق نہیں کر سکتے جو تخلیق میں دوسروں

Marfat.com

کے محتاج ہیں وہ معبود نہیں ہو سکتے۔اور جو زندگی دیتا ہے وہ واپس بھی لے سکتا ہے،اس طرح وہ مرنے اور تخلیق کرنے میں خود مختار ہے،وہی حقیقی رب ہے۔

معبودانِ باطلہ کی کمزوری سے ردِ شرک:

سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا:

((افمن یخلق کمن لایخلق افلاتذکرون))

"پس تخلیق کرنے والا اور نہ کر سکنے والا برابر ہیں،تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے۔"

مزید قرآن میں فرمایا:

((قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلایملکون کشف الضر عنکم و لاتحویلا))

"کہہ دیجئے کہ جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہرائے بیٹھے ہو اگر تمہارا گمان ہے کہ وہ تمہاری مدد کریں گے تو ان کو بلا کر دیکھو،نہ تو وہ تمہاری مصیبت دور کر سکیں گے اور نہ ہی تمہیں مدد دے سکتے ہیں۔"

نیز سورۂ احقاف میں فرمایا:

((ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لایستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون))

"اور بھلا اس سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا جو جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارے جو کہ اس کی بات کا قیامت تک جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کی پکار سے غافل ہوں۔"

سورت فاطر کی آیت نمبر 14-13 میں فرمایا:

((والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم ولوسمعوا مااستجابوالکم ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم و لاینبئك مثل خبیر))

حقیقی الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اُس کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہو نہ تو وہ کچھ کرنے پر قادر ہیں نہ کچھ دینے پر قادر ہیں،وہ نہ تو ان کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ان کی کوئی مشکل میں مدد کر سکتے ہیں۔

جب کہ اسلام میں جو الٰہ کا تصور ہے،وہ یہ ہے:

((اذاسالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان فلیستجیبوالی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون))

"جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو میں قریب ہوں۔دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب وہ دعا کرتا ہے۔پس چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پا جائیں۔"

مزید ان کی کمزوری کے بارے میں فرمایا:

((ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعولہ))

Marfat.com

"جو وہ جن کی عبادت تم اللہ کے سوا کرتے ہو وہ ایک مکھی تک تخلیق نہیں کر سکتے اگرچہ سارے کے سارے اس مقصد کے لیے جمع ہو جائیں۔"

مکھی ایک نہایت حقیر چیز ہے لیکن خدائی کا دعویٰ کرنے والے یہ حقیر چیز بھی نہیں بنا سکتے تو کس بناء پر ان کو معبود تسلیم کرتے ہو۔؟

قیامت کے دن معبودانِ باطلہ کی بے بسی بیزاری:

سورۃ النحل آیت نمبر 87-86 میں فرمایا:

((واذا راالذین اشرکوا شرکائھم قالوا ربنا ھولاء شرکاء و نا الذین کنا ندعوا من دونك فالقوا الیھم القول انکم لکذبون والقواالی اللہیومئذ المسلم وضل عنھم ماکانوا یفترون))

"جب مشرک لوگ قیامت کے دن اپنے شرکاء کو دیکھیں گے جو بطور اقرار جرم کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں وہ معبود جن کو ہم پوجتے تھے اور معبودان باطلہ بھی اس روز ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔"

آقا اور غلام کی مثال سے ردشرک:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 75 میں ارشاد ہے:

((ضرب اللہمثلاً عبداً مملوکاً لایقدر علی شیء ومن رزقنہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً و جھراً ھل یستون الحمدللہبل اکثرھم لایعلمون))

یہاں آقا اور غلام کی مثال دیکر واضح کیا گیا ہے کہ ایک آقا اور غلام ہے۔ اللہ اس کی ضروریات پوری کرتا ہے، کیا پورے کرنے والا اور حاصل کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔؟ جب آقا اور غلام برابر نہیں ہو سکتے تو اللہ پیدا کرنے والا اور انسان کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔؟

باصلاحیت اور کمزور انسان میں فرق کی بنا پر ردشرک:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 76 میں ارشاد فرمایا:

((ضرب اللہمثلاً رجلین احدھما ابکم لایقدر علی شیء وھو کل علی مولہ اینما یوجھہ لایات بخیر ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل علی صراط مستقیم))

"اور بتائی اللہ نے ایک مثال دو مرد ہیں ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ بھاری ہے اپنے آقا پر جس طرح اس کو بھیج کر نہ لائے کچھ بھلائی۔ کیا برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ پر۔؟"

ایک طرف انسان ہے جو لوگوں کو عدل و انصاف اور اچھی باتیں سکھاتا ہے اور کمال علم و قوت کی صلاحیت رکھتا ہے اور دوسری طرف انسان ہے جو اپنا کام بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ایک ہی جنس کے دو انسان جب برابر نہیں تو کیا آیا خالق

Marfat.com

کائنات اور انسان برابر ہو سکتے ہیں۔؟

خالق اور مخلوق کے فرق کی بنا پر ردشرک:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 71 میں ارشاد فرمایا:

((واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برآدی رزقھم علی ماملکت ایمانھم فیھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون))

''اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی رزق میں۔ پس وہ لوگ جو رزق کے معاملے میں فضیلت دیئے گئے کیا وہ اور مملوک غلام برابر ہو سکتے ہیں۔ پس اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہو۔؟''

مردہ زمین سے ردشرک پر استدلال:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 65 میں ارشاد ربانی ہے:

((واللہ انزل السماء ماء فاحیابہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لایۃ لقوم یسمعون))

''اور اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور زمین کو اس کے بنجر ہونے کے بعد دوبارہ سرسبز کیا۔ بے شک اس میں سننے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

((وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وانبتت فی کل زوج بھیج))

''وہی اللہ ہے جو زمین کے گل سڑ جانے کے بعد جب کہ اس میں کوئی خوشحالی کا نشان نہیں ہوتا وہ زمین پر بارش برسا کر اس میں روئیدگی کی صلاحیت پیدا ہو کر نئی زندگی بخشتا ہے تو کیا یہ لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے۔''

تخلیق انسان سے ردشرک پر استدلال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنہ فی قرار مکین ثم جعلنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحماً ثم انشاہ خلقاً آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین))

''اس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے حفاظت کی جگہ پر رکھا، پھر نطفہ سے خون بنایا اور پھر اسے گوشت کا ٹکڑا بنایا اور پھر اسے ہڈیاں بنایا اور پھر اسے گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک الگ مخلوق بنایا۔ پس بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔''

اگر انسان اپنی تخلیق اور مراحل تخلیق پر غور کرے کہ اس کو کس چیز سے پروان چڑھایا گیا ہے کیا اس کے بعد بھی وہ شرک کا اقرار کرتا ہے۔

Marfat.com

انسان کو ایک نطفہ سے پیدا کیا جو کہ سوئی کی نوک سے بھی بہت باریک ہوتا ہے اور اس کو پروان چڑھایا اور نشوونما کر کے اس کو اتنی عظمت اور رتبہ دیا اور آج وہ اپنے خالق کے ساتھ شرک کرنے لگ گیا ہے۔

معبودانِ باطلہ کے حق معبودیت کا ابطال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((افمن یخلق کمن لایخلق افلا تذکرون))(سورۃ النحل:17)

''کیا جو اللہ پیدا کرتا ہے اور وہ جو اس جیسا پیدا نہیں کرتا کیا دونوں برابر ہیں۔؟ پس کیا تم غور نہیں کرتے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئا وھم یخلقون))(سورۃ النحل:20)

''اور وہ جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے وہ کسی چیز کو تخلیق نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود تخلیق کیے گئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ویعبدون من دون اللہ مالایملک لھم رزقاً من السموت والارض شیئا ولایستطیعون))
(سورۃ النحل:73)

''اور اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں جنہیں اختیار نہیں، ان کے لیے روزی آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی نہیں اور نہ وہ قدرت رکھتے ہیں۔''

خالق اور مخلوق کا فرق:

قرآن مجید میں کئی کئی جگہ خالق اور مخلوق کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فماالذین فضلوا برادی رزقھم علی ماملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون)(النحل:71)

اس کی مثال اس طرح سے ہے کہ جیسے ایک جاہل اور عالم برابر نہیں ہوتے، ایک مالدار اور غریب برابر نہیں ہوتے، ایک آقا اور غلام برابر نہیں ہوتے اس طرح خالق و مخلوق برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔؟

بے بنیاد عقیدہ:

شرک ایک بے بنیاد عقیدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویعبدون من دون اللہ مالایضرھم ولاینفعھم یقولون ھولاء شفعاؤنا عنداللہ))
(سورت یونس:18)

مشرکین ان لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں کہ یہ ہمیں نہ نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ نفع۔ یہ لوگ خود انہیں اتنا نہیں جانتے۔ یہ علم والوں اور عقل والوں کے لیے ایک بے بنیاد عقیدہ ہے۔

Marfat.com

شرک کا انجام:

شرک کے انجام کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

((واذارا الذین اشرکوا شرکاء ھم قالوا ربنا ھولاء شرکاؤنا الذین کنا ندعوا من دونک فالقوا الیھم القول انکم لکذبون))(النحل:86)

"اور یاد کرو جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے شریک جنہیں ہم تیرے سوا پوجتے تھے۔ پھر وہ ان کے شریک ان کی طرف ڈالیں گے قول (جواب دیں گے کہ) بے شک تم جھوٹے ہو۔"

ایک جگہ فرمایا:

((والذین اتخذوا من دونہ اولیاء مانعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی ان اللہ یحکم بینھم فی ما ھم فیہ یختلفون))(سورۃ الزمر:3)

"اور جو لوگ اس کے سوا دوست بناتے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم صرف اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ قرب کے درجے میں ہیں وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔ بے شک اللہ ان کے درمیان اس امر میں فیصلہ فرمادے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔"

سورت بقرۃ میں ارشاد ہے:

((اذتبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا وراوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب))

(البقرہ:144)

"جب بیزاری کا اظہار کریں گے پیروی کرنے والے ان سے جن کی پیروی کی گئی اور عذاب دیکھیں گے تو ان کے سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔"

شرک کا عقلی رد:

عقلی طور پر قرآن میں انسان کو اس بات سے آگاہ کیا گیا ہے کہ حقیقت کائنات پر غور کرو اللہ کی الٰہیت کے علاوہ اور کوئی چیز نظر نہ آئے گی۔ جب یہ ٹھوس حقیقت تمہارے سامنے موجود ہے پھر تم کیوں شرک کرتے ہو۔؟ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق السموت والارض وتعالیٰ عمایشرکون))

بت پرستی کا رد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاجتنبوا الرجس من الاوثان))

Marfat.com

''بتوں کی گندگی سے بچو۔''

مظاہر پرستی کی تردید:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لاتسجدوا للشمس ولاللقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن))

''نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ ہی چاند کو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا فرمایا۔''

تثلیث کا رد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لوکان فیھما الھۃ الااللہ لفسدتا))

''اگر دو خدا ہوتے تو زمین وآسمان تباہ برباد ہو جاتے۔''

مصیبت دور نہیں کر سکتے:

معبودان باطلہ مصیبت دور نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

((قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلایملکون کشف الضر عنکم ولاتحویلا))

''کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کا شریک بنائے بیٹھے ہو اگر وہ تمہاری مدد کریں گے تو ان کو بلا کر دیکھو، نہ وہ کسی مصیبت کو دور کر سکیں گے اور نہ ہی یہ کر سکیں گے کہ کچھ دیر کے لیے ان کا رخ ہی کسی اور طرف موڑ دیں۔''

تخلیق انسان اور رد شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین))

((ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا))

((خلق الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنہ فی قرار مکین))

((واللہ اخرکم من بطون امھتکم لاتعلمون شیئا جعل لکم السمع والابصار والافئدۃ))

مشرکین کے اعتراض کے جوابات اور ان کے نظریات کی تردید

مشرکین مکہ کی اصل جڑ:

مشرکین کو اللہ کی ذات میں غلط فہمیاں تھیں، اسی لیے وہ اس میں ترمیم کا مطالبہ کرتے، وہ اللہ کی ذات میں نقص نکالتے اور اس طرح اللہ کی ذات، صفات اور حقوق میں شریک کرتے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

((ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھولاء شفعاء ونا عنداللہ))

Marfat.com

"اور اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔"

حقیقت دین:

مشرکین اگرچہ بعث بعد الموت کے قائل نہ تھے، لیکن کہتے کہ اگر مرنے کے بعد اٹھنا پڑا اور حساب کتاب دینا پڑا تو پھر فرشتے ہماری سفارش کریں گے اور ہم پر آنچ نہ آنے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وکم من ملك فی السموات لاتغنی شفاعتهم))

"اور ان کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔"

ارشاد ربانی ہے:

((وللّٰہ یسجد فی السموات ومافی الارض من دابة والملائکة وهم لایستکبرون یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون مایؤمرون))

"اور آسمان وزمین کی ہر چیز اور جانور اور فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

عقیدۂ آخرت پر اعتراض:

مشرکین قیامت کے قائم ہونے، مرنے اور دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل هل من شرکاء کم من یبدء الخلق ثم یعیده قل اللّٰہ یبدو الخلق ثم یعیده فانی توفکون))

"کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے شریک مخلوق بنا کر دوبارہ اسے زندہ کر سکتے ہیں؟ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی دوبارہ اسے زندہ فرمائے گا، پس تم کہاں اوندھے منہ جاتے ہو۔؟"

رسول اللہ پر اعتراض:

مشرکین کہتے کہ رسالت ایک یتیم اور غریب کو کیوں دی گئی یہ کسی امیر کو کیوں نہ دی گئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین العظیم))

"اور انہوں نے کہا کہ دو بستوں میں سے کسی عظیم آدمی پر قرآن نازل کیوں نہیں کیا گیا۔؟"

اصل مقصد صرف رسول کو جھٹلانا تھا جس کے مختلف انداز تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وقالوا امال هذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل اللّٰہ ملك فیکون معه نذیر))

Marfat.com

''اورانہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے، اللہ نے کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا کہ اس کے ساتھ مل کر وہ ڈراتا۔؟''

قوموں کی تاریخ:

تاریخ کے بارے میں ان کا نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔قوموں کے عروج وزوال میں کسی اخلاقی اصول کو کارفرما نہیں سمجھتے تھے،وہ قوم کو ایک درخت کی مانند سمجھتے اور وقت وزمان کو برا بھلا کہتے:

((ومایھلکنا الاالدھر))

''ہم توبس زمانہ کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔''

قرآن پر اعتراض:

کفار کہتے:

((قالوا اساطیر الاولین))

''یہ قرآن تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔''

ہدایت پر اعتراض:

مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے:

((لوشاء اللہ ماعبدنا من دونہ من شیء))

''اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت ہرگز نہ کرتے۔''

مشرکین کے بارے میں احکام ووعید

ظلم عظیم:

شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا:

((ان الشرک لظلم عظیم))

''بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔''(سورہ لقمان)

مشرک ناپاک:

مشرک ناپاک ہیں:

((انما المشرکون نجس))

''بے شک مشرک نجس ہیں۔''

Marfat.com

مشرک کی بخشش نہیں ہوگی:

مشرک کی بخشش نہیں:

((ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لم یشاء))

"بے شک اللہ تعالیٰ مشرک (شرک وکفر کی حالت میں مرنے والے) کی بخشش نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جسے چاہے کا معاف فرمادے گا۔"

بلندی سے پستی میں گر جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((من یشرک باللہ فکانما خر من السمآء))

"جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان کی بلندیوں سے اتھاہ گہرائیوں میں جا گرا۔"

مشرک پر جنت حرام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وبئس المصیر))

"جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو پس اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔"

مشرک کا ضیاع اعمال:

اگر یہ لوگ شرک کرتے ہیں تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے:

((ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون))

"اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔"

مشرک کے لیے استغفار نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((استغفر لھم او لاتستغفر لھم))

"مشرکوں کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا جائے گا۔"

نماز جنازہ کی ممانعت:

قرآن مجید میں ہے کہ مشرک ومنافق کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے:

((ولاتصل علی احد منھم ابدا ولاتقم علی قبرہ))

"کسی مشرک وکافر کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔"

Marfat.com

روز قیامت حال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واذا راالذین اشرکوا شرکائهم قالوا ربنا هولاء شرکائنا الذین کنا ندعوا من دونك فالقوا الیهم القول انکم لکذبون))

"اور جب مشرکین اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو پکاریں گے: اے ہمارے رب یہ ہمارے شرکاء ہیں جن کی ہم تجھ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔ تو وہ بات ان پر پھینک دی جائے گی کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔"

مساجد میں داخلہ ممنوع:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ شهدین علی انفسهم بالکفر))

دائمی دوزخی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اولئك اصحب النار هم فیها خالدون))

"یہی (مشرک و کافر) لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے"

ارشاد فرمایا:

((لایذوقون فیها برداولا شرابا الاحمیماً وغساقاً))

"مشرک و کافر جہنم میں نہ کوئی ٹھنڈک پائیں گے اور نہ ہی پینے کی کوئی چیز، مگر کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔"

((فان مصیرکم الی النار)) "اے مشرکو! تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

ضلالت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ثم یوم القیامة یخزیهم ویقول این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیهم))

"پھر قیامت کے دن ان کی رسوائی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن پر تمہیں بڑا اعتماد تھا۔؟"

ہر بھلائی سے محروم:

ارشاد الٰہی ہے:

((ولا تجعل مع اللّٰہ الها آخر فتلقی فی جهنم ملوماً مدحوراً))

"اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ ورنہ تو جہنم میں ملامت کیا ہوا اور دھتکارا ہوا ڈال دیا جائے گا۔"

Marfat.com

رسالت

لغوی معنی:

رسالت کا مادہ "ر،س،ل" ہے۔رسول اس ہستی کو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام لے کر جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت جو لوگوں تک پہنچاتے ہیں انہیں رسول کہتے ہیں اور رسول کے ادارہ کو رسالت کہتے ہیں۔

عقیدۂ رسالت:

اجزائے ایمان میں سے ایک جزء انبیاء پر ایمان لانا ہے۔جس طرح دوسرے اسلامی عقائد کو ماننا انسان پر فرض ہے اسی طرح عقیدہ رسالت پر ایمان رکھنا عین فرض ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں عقائد پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

((امنت باللّٰہ و ملئکة و کتبه ورسله والیوم الاخر))

"میں ایمان لایا اللہ فرشتوں' کتابوں' رسولوں اور آخرت پر۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

((کل أمن باللّٰہ و ملئکته و کتبه و رسله))(سورة البقره:285)

"سب ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔"

رسل اور قرآن مجید

قرآن مجید میں بارہا مقامات پر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے مقاصد کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

مقصدِ بعثت:

تمام انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی منبع اور مقصد دے کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا گیا۔ارشاد ربانی ہے:

((ومانرسل المرسلین الامبشرین ومنذرین))

"اور ہم پیغمبروں کو اس لیے بھیجتے ہیں کہ (نیکوں کو) خوشخبری سنائیں اور (منکرین کو) ڈرائیں۔"

(سورة الانعام:48)

Marfat.com

انبیاء کرام کی تبلیغ کا مقصد بھٹکے، بھولے اور جاہل اور گمراہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا تھا اور اس ساری کاوش اور محنت کے پیچھے صرف اور صرف ایک ہی انجام اور حصول تھا' دوزخ کی آگ سے رہائی اور جنت تک رسائی۔

صراطِ مستقیم کی تبلیغ:

تمام انبیاء علیہم السلام نے بڑے احسن طریقے کے ساتھ اس ثقیل کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ یہی بندوبست تو ہے جو نبوت کے ذریعہ سے کیا گیا ہے اور ہزاروں لوگوں کو جہنم کے گڑھے سے بچا کر جنت میں داخل کیا۔

ارشاد ربانی ہے:

((وعلیٰ اللہ قصد السبیل و منها جائر))(سورۃ النحل 9)

''اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جبکہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔''

دنیا کی ہر امت کے لیے رسول:

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا تھا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں سے مخاطب فرماتا ہے کہ تم اپنے شرک اور خودمختارانہ تحلیل و تحریم کے حق میں ہماری مشیت کو کیسے سند جواز بنا سکتے ہو۔ جبکہ ہم نے ہر امت میں اپنے رسول بھیجے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ تمہارا کام صرف ہماری بندگی کرنا ہے۔ تم طاغوت کی بندگی کیلئے پیدا نہیں کیے گئے ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

((ولقد بعثنا فی کل امة رسول))

''ہم نے ہر امت میں رسول مقرر کیے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیراً))

''اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک (چھوٹی چھوٹی) بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔''

رسولوں کی باہمی فضیلت:

اللہ رب العزت نے ہر پیغمبر کی علیحدہ شان اور مقام متعین کیا اور ہر ایک کو درجات کے لحاظ سے افضل کر دیا ہے۔ انہیں درجات اور فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

((تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض))

''یہ (حضرات) مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعض پر فوقیت عطا کی۔''

(سورۃ البقرہ:253)

Marfat.com

اپنی قوم کی زبان میں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس قوم اور علاقے کیلئے کوئی نبی مقرر کیا تو وہ اسی قوم اور علاقے کی زبان بولتا تھا۔اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو نبی جس قوم کی طرف بھیجا اس پر اس قوم کی زبان میں اپنا کلام نازل کیا، تا کہ وہ قوم اسے اچھی طرح سمجھے اور اسے یہ عذر پیش کرنے کا موقع نہ ملے کہ آپ کی بھیجی ہوئی تعلیم ہماری سمجھ میں نہیں آسکی۔اس لیے ہر نبی اسی زبان میں تبلیغ کیا کرتا جو قوم کے فہم میں آسکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وماارسلنامن رسول الابلسان قومی لیبین لھم))

''اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ان سے کھلم کھلا بیان کریں۔''(ابراہیم:4)

نبوت ورسالت صرف مردوں کو ملی:

اللہ جل شانہ نے ان گمراہ قوموں کیلئے جب اور جہاں بھی پیغمبر مبعوث کیے وہ سب کے سب مرد تھے۔کبھی بھی کسی عورت کو یا فرشتہ کو نبی نہیں بنایا گیا اور یہ شرف صرف مرد کی ذات کو حاصل تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وما ارسلنا من قبلك الارجالاً))

''اور ہم نے تجھ سے پہلے مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا''(سورۃ النحل:3)

رسالت پر کیے گئے اعتراضات اوران کے جوابات

بشریت اور رسالت:

ہر زمانے کے جاہل لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔اس لیے جب کوئی رسول آیا تو یہ دیکھ کر کہ کھاتا ہے' پیتا ہے' بیوی بچے رکھتا ہے' گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔فیصلہ کر دیا کہ پیغمبر نہیں ہے، کیونکہ ''بشر'' ہے۔غرض بشریت اور پیغمبری کا ایک ذات میں جمع ہونا جاہلوں کیلئے ایک معمہ ہی بنا رہا اور اس غلط فہمی میں رہے کہ جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہوسکتا اور جو رسول ہے وہ بشر نہیں ہوسکتا۔

قوم نوح:

قوم نوح کے سرداروں نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا تو یہی کہا تھا:

((ماھذاالابشر مثلکم یریدان یتفضل علیکم))

(المومنون:24)

''یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک بشر ہے تم ہی جیسا اور چاہتا ہے کہ تم پر اپنی فضیلت جمائے۔''

Marfat.com

قوم عاد:

قومِ عاد نے یہی بات حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق بھی کہی تھی:

((ماھذا الابشر مثلکم یأکل مماتأکلون منه ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشراً مثلکم انکم اذالخسرون))(سورۃ المومنون:343)

''یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔کھاتا ہے وہی کچھ جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے وہی کچھ جو تم پیتے ہو۔اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت کرلی تو تم بڑے خسارے میں رہے۔''

قوم ثمود:

قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق یہی کہا تھا:

((ابشرا امناواحد انتبعه))(سورۃ القمر:24)

''کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی پیروی اختیار کرلیں۔؟''

جمیع انبیاء کرام:

اور یہی معاملہ قریب قریب تمام انبیاء کے ساتھ پیش آیا کہ کفار نے کہا:

((ان انتم الابشر مثلنا))(سورۃ ابراھیم:10)

''تم بس ہم جیسے بشر ہو۔''

جب گمراہ ہٹ دھرم اور جاہل لوگ عقیدہ رسالت کا انکار کرتے اور ان کو اپنے جیسا ہی سمجھ کر راہ ہدایت کی طرف نہ آتے تو انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا:

((ان نحن الابشر مثلکم ولکن اللہیمن علی من یشاء من عبادہ))

(سورۃ ابراہیم:11)

''واقعی ہم تمہاری طرح بشر کے سوا کچھ نہیں ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔''

کفارِ مکہ کا رسالت سے انکار اور اعتراضات

دو وجوہات:

مشرکین مکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار دو بنیادی وجوہات کی بنیاد پر کرتے تھے۔ایک وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے تھے اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ مکہ یا طائف میں سے کسی رئیس کو رسالت کا منصب کیوں عطا نہیں ہوا۔

Marfat.com

اہلِ مکہ اور انکارِ رسالت:

رسالت سے اہل مکہ کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مفادات پر زد پڑتی تھی۔ اس لئے وہ منکر رسالت ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے بنیاد مطالبات بھی کرتے اور ان کے پورے نہ ہونے پر مذاق اڑاتے اور دوسروں کو اسلام سے منحرف کرتے۔

حضور کی رسالت سے انکار اور قدیم جاہلانہ خیال:

کفار مکہ کہتے:

"محمد رسول نہیں ہیں بلکہ ہماری طرح کے انسان ہیں۔"

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔"

قرآن مجید کفار مکہ کے اس جاہلانہ خیال کی تردید کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ یہ کوئی نئی جہالت نہیں ہے۔ جو آج پہلی مرتبہ ان لوگوں سے ظاہر ہو رہی ہے، بلکہ قدیم ترین زمانے سے تمام جہلاء اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ فرقان کی آیت نمبر 20 میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

((وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم ليا كلون الطعام ويمشون فى الاسواق))

"اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔"

انسانیت اور رسالت:

پھر قرآن مجید پوری صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ نے ہمیشہ انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور انسان کی ہدایت کیلئے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے، نہ کہ کوئی فرشتہ یا بشریت سے بالاتر کوئی ہستی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً نوحى اليهم من اهل القرىٰ))

(سورۃ الیوسف:109)

"اے محمد! تم سے پہلے ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجے تھے وہ سب انسان ہی تھے اور ان ہی بستیوں میں رہنے والوں میں سے تھے۔"

یہ لوگ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے کہ جو شخص کل ان کے شہر میں پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوا اس کے متعلق کیسے یقین کریں کہ یکا یک ایک روز اللہ نے اسے اپنا پیغمبر مقرر کر دیا ہے، لیکن یہ بات کوئی انوکھی بات نہیں، اس سے پہلے بھی اللہ اپنے نبی بھیج چکا ہے اور وہ سب

Marfat.com

انسان ہی تھے اور پھر یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ کوئی اجنبی شخص کسی شہر میں نمودار ہو گیا ہو اور اس نے کہا ہو کہ میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، بلکہ جو بھی لوگ انسانوں کی اصلاح کیلئے منتخب کیے گئے وہ سب ان کی اپنی ہی بستی کے رہنے والے ہوتے تھے۔

نبوت اور فرشتہ:

کفار مکہ کا یہ باطل خیال تھا کہ کوئی انسان کیسے نبی ہو سکتا ہے، اس لیے وہ فرمائش کرتے ہیں کہ ہم اس شرط پر ایمان لائیں گے کہ آسمان سے فرشتہ اترے اور وہ آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کرے۔

ان کے اس مطالبے کو اللہ نے اس طرح پیش کیا:

((و قالوا لو لا انزل علیهم ملك))

(سورہ الانعام:8)

''اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ۔''

پھر قریش مکہ اپنے عقیدے کی صداقت کیلئے کہتے:

''اگر اللہ کو ہمارا یہ مذہب پسند نہ ہوتا اور وہ ہمیں اس سے باز رکھنے کیلئے کوئی رسول بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا تم چونکہ فرشتے نہیں ہو لہٰذا ہم نہیں مانتے کہ تم کو اللہ نے بھیجا ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((قالوا لو شآء ربنا لانزل ملئكة فانا بما ارسلتم به كفرون))

(سورۃ حم سجدہ:14)

''انہوں نے کہا: ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا لہٰذا ہم اس بات کو نہیں مانتے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔''

مشرکین مکہ کے اس نامعقول سوال کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((قل لو كان فى الارض ملئكة يمشون مطمئنين لنزلنا عليهم من السمآء ملكاً رسولاً))

(بنی اسرائیل:95)

''ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔''

اگر آدمیوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیں جو نہ بھوک کو جانتا ہے نہ پیاس کو، نہ جنسی خواہشات کو نہ سردی گرمی کے احساس کو نہ اس کو کبھی محنت سے تھکان لاحق ہوتی تو وہ انسانوں سے بھی ایسے ہی عمل کی توقع رکھتا۔ ان کی کمزوری و مجبوری کا احساس نہ کرتا۔ اس طرح انسان بھی فرشتوں کے کاموں کی نقل کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے تو اس

Marfat.com

کی اتباع کیا خاک کرتے۔ اس لیے ضروری تھا کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ان ہی میں سے ایک پیغمبر ہوتا۔

نبوت اور رئیس:

پہلے تو کفار عرب اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے بھی تیار نہ تھے کہ کوئی انسان نبوت کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے کہ فرض کر لیا جائے کہ اگر ایسا ہو سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو سرداران مکہ یا سرداران طائف میں سے کسی کو رسول بنانا چاہیے تھا۔ وہ کہتے کہ مکہ میں ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ جیسے نامی گرامی سردار اور طائف میں عروہ بن مسعود، حبیب بن عمرو اور کنانہ بن عبد عمر جیسے رئیس موجود نہ تھے۔ اس کے برعکس اللہ نے ایسے آدمی کو رسول بنایا ہے جو یتیم پیدا ہوا۔ جس کے حصے میں کوئی میراث نہ آئی، جس نے بکریاں چرا کر جوانی گزار دی اور نہ وہ کسی قبیلے کا شیخ ہے اور نہ ہی کسی خانوادے کا سربراہ ہے۔؟

قریش مکہ کے اس بیان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا:

((وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القريتين عظيم))

(سورۃ الزخرف، آیت نمبر:31)

''اور کہنے لگے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو ان دو شہروں میں بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض، طنز اور سوال کا جواب یوں دیا:

((ينزل الملئكة بالروح من امره علی من يشاء من عباده))

''وہ اس روح کو (جبرائیل کو وحی دے کر) اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعہ نازل فرما دیتا ہے۔''

اس آیت میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسالت نہ استحقاقی ہے اور نہ ہی اکتسابی ہے، بلکہ اللہ جس پر چاہتا ہے یہ ذمہ داری نازل فرماتا ہے۔

مشرکین رسالت کو بے مقصد سمجھ کر انکار کرتے تھے لیکن اخروی اور دنیاوی کامیابی و ناکامی کا انحصار اسی پر ہے۔

مطالبہ معجزات:

کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل معجزات بھی طلب کیے:

((وقالوا لن نؤمن لك حتی تفجرلنا من الارض ينبوعا اوتكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهر خللها تفجيراً))

''اور انہوں نے کہا: ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔''

((اوتسقط السماء كما زعمت علينا كسفاً اوتاتی بالله والملئكة قبيلاً))

Marfat.com

”یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرادے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ اللہ اور فرشتوں کو روبرو ہمارے سامنے لے آئے۔“

((اویکون لك بیت من زخرف اوترقیٰ فی السمآء ولن نومن لرقیك حتی تنزل علینا کتباً نقرؤه))

”یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے سے ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔“

(بنی اسرائیل:93,92,91,90)

آیات مذکورہ میں جو سوالات اور فرمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ایمان لانے کی شرط قرار دی گئی ہیں وہ صرف کفار کے لغو مطالبات اور لایعنی فرمائشوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لمبے چوڑے مطالبوں کا بس یہ جواب دے کر چھوڑ دیا گیا:

((قل سبحان ربی هل کنت الا بشر رسولا))

”ان سے کہو پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں۔“

☆☆☆

Marfat.com

فرائضِ امت

اتباع واطاعت رسول:

جو لوگ اسلام قبول کرلیں اور امت مسلمہ میں داخل ہوجائیں اُن کے لیے رسول کی حیثیت محض پیغام پہنچانے والے کی نہیں ہے بلکہ رسول ان کیلئے معلم اور مربی بھی ہے، اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ہے اور ایسا امیر بھی ہے جس کی اطاعت ہر زمانے میں ہے جو کی جانی چاہیے۔

معلم، مربی اور نمونہ:

معلم کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ پیغام الٰہی کی تعلیمات اور اس کے قوانین کی تشریح وتوضیح کریں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویعلمهم الکتب و الحکمة))

''اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔''

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر:164)

مربی ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات اور قوانین کے مطابق مسلمانوں کی تربیت کرے اور ان کی زندگیاں اسی سانچے میں ڈالے۔

نمونہ ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ ہے کہ خود قرآنی تعلیم کا عملی مجسمہ بن کر دکھائے اور اس کے ہر قول وفعل کو دیکھ کر معلوم ہوجائے کہ زبان کو اس طرح استعمال کرنا ہے اور اپنی قوتوں سے یوں کام لینا اور دنیا کی زندگی میں ایسا برتاؤ رکھنا ہے جو کتاب اللہ کے مقصد کے مطابق ہو۔ ہمارے رسول یقیناً اسی طرح کے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة))

''بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔''

(سورۃ احزاب، آیت نمبر:21)

بحیثیت امیر:

اس کے ساتھ ہی رسول کی حیثیت مسلمانوں کے امیر کی بھی ہے۔ ایسا امیر نہیں جس سے نزاع کی جاسکے، بلکہ ایسا امیر جس کے حکم کو بلاچون وچرا ماننا فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیات کو ماننا فرض ہے۔

Marfat.com

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((ومن اطاع الرسول فقد اطاع اللہ))

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

ایسا امیر نہیں جو صرف اپنی زندگی ہی میں امیر ہوتا ہے بلکہ ایسا امیر جو قیامت تک امت مسلمہ کا امیر ہے۔

قرآن مجید میں بار ہا جگہ پر اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین))

(سورۃ الانفال:1)

''اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم))

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔''

ایک جگہ فرمایا:

((واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون))

(آل عمران:132)

''اور اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً))

(سورۃ الاحزاب:71)

''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔''

☆☆☆

Marfat.com

منصبِ ختم المرسلین

آیت کریمہ:

سورۃ احزاب کی آیت 46,45 میں ارشاد ربانی ہے:

((یاایھاالنبی انا ارسلنك شاھداً و مبشراً ونذیراً و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً))

”اے نبی بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا ہے۔“

پس منظر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین بہتان تراشیاں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتا ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ آپ کو ہم نے یہ کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں، آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان افتراء کے طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ بگاڑ سکیں، لہٰذا آپ بہتان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں نہ ہی ان کے پروپیگنڈے کو پرکاہ کے برابر کوئی وقعت دیں۔ اپنے فرائض منصبی ادا کیے جائیں، اس کے ساتھ ضمناً تمام خلق کو جس میں مومن کافر سب شامل ہیں بتایا گیا ہے کہ ان کا سابقہ کسی معمولی انسان سے نہیں ہے، بلکہ ایک بہت بڑی شخصیت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔

خلاصہ:

اس آیت میں نبی اکرم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تاکہ آپ پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں۔

منصب رسالت:

اس آیت میں ان پانچ صفات یا پانچ قسم کے فرائض منصبی کا ذکر کیا گیا ہے:

1: شاہد۔ 2: مبشر۔

3: نذیر۔ 4: داعی الی اللہ۔

5: سراج منیر۔

Marfat.com

شاہد:

شاہد وہ ہوتا ہے جو شہادت دے، جس نے کسی واقعہ کی اطلاع دی ہو اور وہ واقعہ اس طرح بیان کرے کہ گویا اس نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

امام راغب اصفہانی کے بقول:

((الشھادۃ والشھود الحضور مع المشاھدہ انما بالبصر او البصیرۃ))

”شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بالبصیرت۔“

اس آیت میں لفظ شاہد سے تین قسم کی شہادت مراد ہے:

1: قولی گواہی۔

2: انبیاء پر گواہی۔

3: اس امت پر گواہی۔

قولی گواہی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دین جن حقائق اور اصولوں پر مبنی ہے، ان کی صداقت کا گواہ بن کر کھڑا ہو اور دنیا سے صاف صاف کہہ دے کہ وہی حق ہے اور ان کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

اس میں مندرجہ ذیل شہادتیں آسکتی ہیں:

اللہ کی ہستی اور اس کی توحید، ملائکہ کا وجود، وحی کا نزول جس کو لوگوں نے نہیں دیکھا نبی اس پر گواہی دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی دے کر بھیجا گیا کہ احوال آخرت، جنت، دوزخ، حساب کتاب اور پل صراط جن کو ہم نے نہیں دیکھا اس پر شہادت دیں کہ ایسا ہوگا۔

اخلاق، تہذیب اور تمدن کے جو تصورات، اقدار، اصول اور ضابطے اللہ نے ان پر منکشف کیے ہیں انہیں اگر ساری دنیا غلط کہتی رہے اور ان کے خلاف چل رہی ہو تب بھی نبی کا کام یہ ہے کہ انہی کا اعلان پیش کرے۔

جو کچھ اللہ کی شریعت میں حلال ہے نبی اس کو حلال ہی کہیں، خواہ ساری دنیا اس کو حرام سمجھتی ہو اور جو کچھ اللہ کی شریعت میں حرام ہے نبی اس کو حرام ہی کہیں خواہ دنیا اس کو حلال ہی کہے۔

انبیاء کرام پر شہادت یہ کہ نبی اپنی پوری زندگی میں گواہی دیں گے کہ واقعتاً ہر رسول نے اپنا اپنا پیغام پہنچا دیا تھا۔

قرآن پاک میں ہے:

((فکیف اذاجئنا من کل امۃ بشیھد وجئنا بک علی ھولاء شھیداً))

”پس کیا ہوگا ہر امت پر ایک گواہ ہوگا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔“

ایک اور جگہ قرآن پاک میں آتا ہے:

Marfat.com

((یوم نبعث فی کل امت شھیداً علیھم من انفسھم و جئنابك شھیداً علی ھولاء))

"قیامت کے دن ہر امت پر ایک گواہ ہوگا انہی میں سے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔"

قیامت کے روز نوح علیہ السلام پیش ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا:

"کیا آپ نے ہمارا پیغام امت کو پہنچا دیا تھا۔؟"

تو وہ عرض کریں گے:

"میں نے پہنچا دیا تھا۔"

پھر ان کی امت پیش ہوگی تو وہ ان سے انکار کرے گی۔اس وقت حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا:

"آپ اپنے دعوے پر شہادت پیش کریں۔"

وہ عرض کریں گے کہ امت محمدیہ اس پر گواہ ہے تو امت نوح علیہ السلام اس پر جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملے میں کیسے گواہی دے سکتے ہیں، جبکہ یہ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔امت محمدیہ جواب دے گی:

"بے شک ہم اس وقت موجود نہ تھے،مگر ہم نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے ذریعے تصدیق وتوثیق کریں گے کہ ہاں یہ بات تھی۔

شاھد کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تبلیغ کا آپ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔قیامت کے دن جب کہ ان کے زمانہ کے لوگ اپنے بچاؤ کے لیے ان کی تبلیغ سے انکار کریں گے تب آپ اپنی گواہی سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے اپنا فرض تبلیغ کما حقہ ادا کر دیا تھا۔

اپنی امت پر گواہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اس امت کی شہادت دیں گے کہ جو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے سامنے اپنے قول اور عمل سے حق واضح کر دینے میں کوتاہی نہیں کی۔اسی شہادت پر فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزاء کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

((وکذلك جعلنکم امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً))

"اور اسی طرح ہم تم کو درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بنا پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح شام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک بار پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

مبشر:

مبشر کے معنی ہیں: خوشخبری دینے والا۔ یعنی جو لوگ اللہ کے احکام کو مان لیں گے ان کے لیے خوشخبری دینے والا۔

نذیر:

نذیر: ڈرانے والا خبردار کرنے والا۔ اس انداز سے کہ لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ راہِ حق ہے اور یہ راہِ ضلالت۔ جو حق ہے اس کا انجام یہ ہے اور جو دوسری راہ ہے اس کا انجام یہ ہے۔

نبی کا کسی کام پر بشارت دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ جس احکم الحاکمین کی طرف سے وہ بھیجا گیا ہے وہ اس کام کے پسندیدہ اور مستحق اجر ہونے کا اعلان کر رہا ہے کہ اس کا کرنے والا ضرور اجر پائے گا اور کسی کام کے برے انجام کی خبر دینا کہ قادر مطلق اس کام سے منع کر رہا ہے لہٰذا وہ ضرور گناہ اور حرام ہے اور یقیناً اس کا مرتکب سزا پائے گا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یہ آیت سنا کر فرمایا کہ تم لوگ یمن کو بھیجے جاتے ہو جاؤ لوگوں پر سختی مت کرنا۔

داعی الی اللہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وداعیاً الی اللہ باذنہ))

داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

باذنہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی ہے وہ آپ کی اپنی خود ساختہ نہیں بلکہ دعوت الٰہیہ ہے۔ یہاں مستشرقین کے سوال کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام آپ کا اپنا قائم کردہ نظام ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فرائضِ نبوت

سورت الاحزاب کی آیت مبارکہ:

سورۃ الاحزاب میں ہے:

((یایھاالنبی اتق اللہ و لاتطع الکفرین و المنافقین ان اللہ کان علیماً حکیماً))

"اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مانیے۔ بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔"

سورۃ احزاب میں حضرت زید بن حارثہ متبنیٰ رسول کا واقعہ موجود ہے کہ حضرت خدیجہ نے ان کو شادی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ دے دیا۔ زید بڑے ہوئے تو ان کے ورثاء کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ فلاں جگہ ہے، وہ آئے اور کہا کہ یہ ہمارا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسے لے جاؤ۔!"

حضرت زید بن حارثہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹا بنالیا اور ان کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہا جانے لگا۔

قدیم روایت کے مطابق منہ بولے بیٹے اور حقیقی بیٹے کا ایک جیسا تصور تھا۔ زید جوان ہوئے تو ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر آپ کی پھوپھی زاد حضرت زینب سے کرنے کا فیصلہ ہوا۔ عرب روایت میں غلام کو معاشرے میں کوئی مقام نہ ملتا تھا۔ حضرت زینب کے بھائی اور خود حضرت زینب نے اس سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا:

((وما کان لمؤمن و لامؤمنة اذاقضی اللہ ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص اللہ ورسوله فقد ضل ضلالاً مبیناً))

اس آیت کے نزول کے بعد دونوں بہن بھائی راضی ہو گئے اور حضرت زید کی شادی حضرت زینب سے کر دی گئی۔ ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے رہے۔

اللہ کی مشیت اور حکمت تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسم جاہلیت کو توڑنا تھا اور شادی حضرت زینب سے کرنا تھا اور حقیقی بیٹے اور متبنیٰ میں فرق نمایاں ہونا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہچکچاہٹ محسوس ہوئی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی یعنی بہو کے ساتھ نکاح کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوربین نگاہ کو اٹھنے والے طوفان کا اندازہ تھا۔

Marfat.com

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی کردار اور اخلاق وذاتیات بھی محفوظ نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ منہ بولے بیٹے اور حقیقی بیٹے میں امتیاز فرمانا چاہتا تھا اور ایک مسلمہ اصول کو توڑنا مقصود تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب سے شادی کے دو مقاصد تھے:

1: حضرت زینب کی تالیف قلب۔

2: متبنّیٰ اور حقیقی بیٹے میں امتیاز۔

چنانچہ سورۂ احزاب کے آغاز میں فرمایا گیا:

((یایھا النبی اتق اللہ و لا تطع الکفرین و المنافقین ان اللہ کان علیماً حکیماً و اتبع مایوحی الیك من ربك ان اللہ بما تعملون خبیراً و توکل علی اللہ و کفی باللہ وکیلاً))

پہلا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایھا النبی اتق اللہ))

”اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے۔“

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے تھے، یہاں اس اعتبار سے آپ کو بنیاد بنا کر تمام دنیا کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ راہِ حق میں دعوت کے لیے بنیادی چیز تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ ہوگا تو انسان ہر اچھا کام کرے گا اور برے کام سے بچے گا۔

جیسا کہ احزاب کی آیت نمبر 39 میں فرمایا:

((الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونه و لا یخشون احداً الا اللہ))

”وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں وہ اسی سے ڈرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے۔“

مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ صرف اور صرف اللہ سے ڈرے، انسانوں سے ڈرے گا تو حق کو ان کے سامنے کھول کر بیان نہیں کر سکے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے بات نہ کرے جس کا اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ انسانوں کا خوف کئی طرح کے خوف پیدا کر سکتا ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے امر بالمعروف نہ کرے، نہی عن المنکر نہ کرے۔

دوسرا فرض:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((و لا تطع الکفرین و المنافقین))

”کافروں اور منافقوں کی پیروی (پرواہ) نہ کیجئے۔“

Marfat.com

کسی بھی نبی سے اس بات کا قطعاً گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کافروں کی اطاعت کرنے لگ جائے۔ یہاں اطاعت کا معنی ہے کہ کافر اور منافق جو چاہیں وہ نہ کریں یا ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ سورۂ بقرہ میں کفار کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے:

((ولن ترضی عنك الیهود ولن النصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدی ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذی جاء ك من العلم مالك من الله من ولی و لا نصیر))

''آپ سے کبھی بھی یہود و نصاری راضی نہ ہوں گے، جب تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔ اگر آپ نے علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے ہاں آپ کا کوئی مددگار ہوگا نہ دوست۔''

سورۂ بقرہ میں ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہے:

((ود کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً حسداً من عند انفسهم من بعد ماتبین لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی الله بامره ان الله علی کل شیء قدیر))

''اہل کتاب چاہتے ہیں کہ کاش کسی طرح تم کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹا دیں، اس حسد کی وجہ سے جو ان کے سینوں میں ہے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق واضح ہو چکا ہے۔ پس آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ایک ہوتا ہے امن کے ساتھ معاہدہ، دوسرا ہوتا ہے سازگاری پیدا کرنا۔ سازگاری یہ ہوتی ہے کہ سودے بازی کرنا، کچھ لینا اور کچھ دینا۔ نہ تم ہم کو برا کہو نہ ہم تم کو برا کہیں۔

مکہ میں سازگزاری کا بہت سی کوششیں کی گئیں۔ ایک کافر سردار آپ کے پاس آیا اور کہا:

''آپ اگر مال و دولت' حکومت' شہرت' اچھے گھرانے میں شادی کے خواہاں ہیں تو سب کچھ آپ کیلئے کر دیتے ہیں لیکن ہمارے معبودوں کو برا مت کہیں اور ہم آپ کو برا نہیں کہتے نہ آپ ہمیں برا کہیں۔''

ایک اور وفد آپ کے چچا جناب ابو طالب کے پاس آیا اور کہا:

''ان کو منع کریں۔ یہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے مشن سے باز نہ آؤں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سازگاری پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

ایک کافر سردار عقبہ بن ربیع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سازگاری پیدا کرنے کی کوشش کی کہ کچھ دن

Marfat.com

آپ ہمارے معبودوں کو پوجیں اور کچھ دن ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔اس پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی:

((قل یاایھاالکفرون لااعبد ماتعبدون و لاانتم عبدون مااعبدو لاانا عابدماعبدتم و لاانتم عابدون مااعبدلکم دینکم ولی دین))

(پارنمبر 30،سورۃ الکافرون)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں ان کی پوجا کرتا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم اس کی پوجا کرتے ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں، اور نہ میں ہی ان کی پوجا کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہوں اور نہ ہی تم اس کی پوجا کرنے والے ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں۔تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 73 میں فرمایا:

((وان کادوا لیفتنوك عن الذی اوحینا الیك لنفتری علینا غیرہ واذاالاتخذوك خلیلاً))

''اے نبی! جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ لوگ تم کو اس سے پھسلا دیں تا کہ تم اس کے سوا اور باتیں ہماری طرف بنالو اور اس وقت وہ تم کو دوست بنا لیتے۔''

سازگاری کے حوالے سے ہی دیگر مقامات پر مختلف طریقوں سے منع فرمایا:

((لایتخذ المومنین الکفرون اولیاء من دون المؤمنین))

''مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں مومنوں کو چھوڑ کر۔''

ایک جگہ فرمایا:

((وما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کان اولی قربی من بعد ماتبین لھم انھم اصحب الجحیم))

''نبی اور مومنوں کے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں،اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں،اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا ہو کہ وہ (مشرک) جہنمی ہیں۔''

ایک جگہ فرمایا:

((لاتتخذوا ابائکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان))

''اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔''

کافروں کے ساتھ معاہدہ ضروری ہے اور ان کے ساتھ دوستی اور سازگاری اسلامی معاشرے اور اسلام کی بقاء کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔

Marfat.com

تیسرا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واتبع مایوحی الیك من ربك))

"اور اسی کی پیروی کریں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔"

اس آیت میں دراصل پابند کیا گیا ہے کہ ایک داعی کا منشور، پروگرام مرکز اور محور صرف اور صرف قرآن ہونا چاہیے۔ اگر قرآن کی بنیاد پر تحریک چلے گی تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ اگر لوگ قرآن وسنت کو چھوڑ دیں گے تو راہِ حق پر نہیں آسکیں گے اور کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

اہل اسلام کی

((الحب للہ و البغض للہ))

"اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض"

والی کیفیت ہونی چاہیے۔

انعام میں اس حوالے سے فرمایا:

((واتبع مایوحی الیك من ربك لاالہ الاھو واعرض عن المشرکین))

"اور اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کے رب نے آپ پر نازل فرمائی ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور مشرکین سے منہ پھیر لیجیے۔"

سورۃ سبا میں فرمایا:

((قل ما سالتکم من اجر فھولکم ان اجری الا علی اللہ وھو علی کل شیء شھید))

"آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر میرے اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

((فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین))

"جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس پر پختہ رہیے اور مشرکوں سے اعراض کر لیجیے۔"

اتباع کے ضمن میں میثاق الانبیاء کے حوالے سے احزاب میں فرمایا:

((واذاخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظاً لیسئل الصدقین عن صدقھم واعد للکفرین عذاباً الیماً))

(سورۃ الاحزاب: 7 تا 8)

"اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا وعدہ لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے

Marfat.com

اور ہم نے اس سے پختہ وعدہ لیا، تاکہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں سوال کریں اور اللہ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرما رکھا ہے۔"

مذکورہ دونوں آیات میں دو مضمون بیان ہو رہے ہیں یعنی صاحب وحی کو اپنی وحی کا اتباع اور غیر صاحب وحی کو صاحب وحی کا اتباع کرنا واجب ہے۔ آیت مذکورہ میں انبیاء کرام سے عہد و اقرار لینے کا ذکر ہے، وہ اس اقرار عام کے علاوہ ہے جو ساری مخلوق سے لیا گیا تھا۔ یہ عہد انبیاء سے نبوت و رسالت کے فرائض کو ادا کرنے اور باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور مدد کرنے کا عہد تھا۔

سورۃ احزاب کی آیت نمبر 38 میں فرمایا:

((ماكان على النبى من حرج فيما فرض الله له سنة الله في الذين خلوا من قبل و كان امر الله قدراً مقدوراً))

"نبی کے لیے کوئی حرج نہیں اس میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا حکم مقرر ہو چکا۔"

یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ یہی سنت آپ سے پہلے انبیاء میں بھی جاری رہی اور مصالح دینیہ میں عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی جن میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام زیادہ معروف ہیں۔

چوتھا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الله كان عليماً حكيماً))

"بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔"

علیما اور حکیما دونوں صیغہ مبالغہ کے ہیں۔ چونکہ مسلمان اس وقت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تسلی دے رہا ہے کہ وہ ہر کسی کو جانتا ہے۔ وہ حکیم بھی ہے علیم بھی ہے۔ ایک حکمت کے تحت تمہیں مشکلات میں ڈالا جا رہا ہے، مشکلات کی بھٹی سے گزر کر تمہارے اندر صحیح اخلاقی توشہ پیدا ہوگا کیونکہ لوہا آگ میں ہی ڈالنے سے کندن بنتا ہے۔ مشکلات میں ڈالنا در اصل حکمت کا تقاضا ہے۔

1: اللہ مومنوں کو کافروں سے الگ فرما رہا ہے۔

2: مومنوں کے تعلقات اللہ کے ساتھ مضبوط ہوتے ہیں۔

علیما: مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ایک ایک کی قربانی اللہ جانتا ہے اور اس کا اچھا اجر دے گا۔

حکیما: مشکلات میں ایک حکمت کا تقاضا ہے۔

اصل مقصد مشکلات میں صبر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔

Marfat.com

ارشادات ربانی ہیں:

((واصبر لحکم ربك ولا تطع منهم اثما او کفورا))

"اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کیجئے اور ان میں سے کسی گناہ گار اور ناشکرے کی پیروی مت کیجئے۔"

((واصبر حتی یحکم اللہ وھو خیر الحاکمین))

"اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور وہ بہترین حکم فرمانے والا ہے۔"

((واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم))

"اور اس طرح صبر کیجئے جس طرح اولعزم رسولوں نے کیا اور ان کے لیے جلدی مت کیجئے۔"

((ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیه راجعون))

"اور یقیناً ہم تم کو آزمائیں گے خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں میں نقص کے ساتھ اور صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ وہ صابر کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔"

پانچواں فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وتوکل علی اللہ))

"اور اللہ پر توکل کیجئے۔"

توکل علی اللہ کے ضمن میں یہ یقین ہو کہ ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ یہ چیز انسان کے ایمان کا حصہ بن جائے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے۔

زبردستی کا عالم ہے آپ مسکین ہو کر زندگی گزار رہے ہوں، آپ کے پاس طاقت بھی نہ ہو جب کہ دشمن کے پاس طاقت، مال، وسائل سب کچھ ہے، ایسے میں آپ اللہ سے مدد کی امید پر اس کیفیت کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کریں۔

توکل ہی مسلمانوں کی کامیابی کا راز ہے:

((ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون))

"اور اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں رسوا کر دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل رکھنا چاہیے۔"

Marfat.com

اللہ پر توکل کے ضمن میں کفار کا داؤ نہیں چل سکتا:

((وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انه هو السميع العليم وان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله هو الذى ايدك بنصره وبالمؤمنين))

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔اور اگر وہ آپ کے ساتھ دھوکے کا ارادہ کریں تو آپ کو اللہ کافی ہے اور اللہ وہی ہے کہ جس نے مومنوں کی تائید کی اپنی مدد کے ساتھ۔''

متوکلین کو اللہ کافی ہے:

((ومن يتق الله يجعل له مخرجاً ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره))

''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاملے کو پورا کرنے والا ہے۔''

الغرض فرائض نبوت ارشاد فرما کر تمام مبلغین اسلام کے لیے منضبط اصول وضوابط اور اصول دعوت کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور یہی وہ اصول ہیں جن پر کسی بھی ملک وقوم کے دین کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

عقیدۂ آخرت...... مشرکین و کفار اور اہل اسلام

آخرت کے لغوی معنی:

لفظ آخرت کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔ آخرت کا لفظ آخیرہ سے نکلا ہے۔ قرآن مجید میں چونکہ یہ لفظ ''الدار'' (گھر) کے ساتھ استعمال ہوا ہے، یعنی بطور صفت کے دار کا لفظ عربی میں مونث ہے، اس لیے صفت بھی مونث ہے۔ یوں ''الدار الاخرۃ'' کے معنی ہیں: آخرت کا گھر۔

اصطلاحی معنی:

عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ پھر انسان کو اس کے نیک اور بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگ ایسی جگہ پر ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور ہوگی، اس کا نام جنت ہوگا۔ برے لوگ انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے جہاں وہ اللہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، جس کا نام جہنم ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم))

(سورۃ الانفطار، آیت نمبر: 12 تا 14)

''بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور بے شک برے لوگ جہنم میں ہوں گے۔''

سورۃ الملک کی آیت نمبر 2 میں ہے:

((الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفور))

''اللہ وہ ہے کہ جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کر سکے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست بخشنے والا ہے۔''

سورۃ الزلزال کی آیت نمبر 8-7 میں ہے:

((فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ

''سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

((ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ))

Marfat.com

''اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا' وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

ہر مسلمان کا عقیدہ:

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے بعد ایک اُخروی زندگی بھی ہے۔ یہ دنیا فانی ہے، آخر کار اس دنیا کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور قیامت کا دن برپا ہو جائے گا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ان کے قالب میں دوبارہ زندہ کرے گا۔ حشر کے میدان میں تمام لوگوں کا حساب و کتاب لیا جائے گا۔ اپنی دنیاوی زندگی میں جس نے نیک اعمال کیے ہوں گے انہیں جزا کے طور پر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور بداعمال لوگوں کو سزا کے طور پر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

مشرکین اور عقیدۂ آخرت کا انکار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے رہتے تھے۔ اس پر وہ آخرت (قیامت' جزاوسزا) کی خبر پر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے رہتے تھے اور کہتے تھے:

''جس عذاب اور قیامت کی خبر دی جارہی ہے اسے آنے دو۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ''سورۃ النحل'' کی آیات نازل فرمائیں' جس میں مشرکین کو خبر دی گئی:

((اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ))(سورۃ النحل، آیت:1)

''اللہ کا حکم آپہنچا، پس اس کی جلدی مت کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فالذین لایؤمنون بالآخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون))(سورۃ النحل، آیت 22)

''پس جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے ان کے دل نہیں مانتے، وہ مغرور ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین کے دل مردہ ہو چکے ہیں اور بے جا فخر و غرور نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اس لئے ان کے دل پر کوئی ہدایت اثر پذیر نہیں ہوتی اور وہ آخرت کی زندگی کے منکر ہیں۔

سزا مل کر رہے گی:

مشرکین اپنے کیے کی سزا بھگت کر رہیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیمۃ))(النحل، آیت:25)

''تاکہ اپنے بوجھ پورے کے پورے اُٹھائیں قیامت کے دن۔''

اپنے گناہوں اور دوسروں کو گمراہ کرنا کے سبب پکڑے جانا:

کفار و مشرکین قیامت کے دن صرف اپنے ہی گناہوں میں نہیں پکڑے جائیں گے، بلکہ ان لوگوں کے گناہ بھی ان لوگوں کے سر پر سوار ہوں گے جنہیں وہ دنیاوی زندگی میں بہکاتے اور گمراہ کرتے رہے ہوں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((ومن اوزارالذین یضلونھم بغیر علم))

"اوران کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جن کو یہ بہکاتے ہیں بغیر علم کے۔"

آخرت کا بوجھ:

اس کے بعد خبردار کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

((الاساء مایزرون))(سورۃ النحل، آیت:35)

"خبردار ہوجائے یہ (آخرت کا بوجھ) بڑا بوجھ ہے، وہ بوجھ یہ اٹھائیں گے۔"

مشرکین کی تباہی:

اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے اور آخرت سے انکار کرنے والوں پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ برباد ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

(ثم یوم القیمة یخزیھم ویقول این شرکاء ی الذین کنتم تشآقون فیھم))

(سورۃ النحل، آیت:27)

"پھر قیامت کے دن اللہ ان کو رسوا کرے گا اور کہے گا: کہاں ہیں میرے شریک جن پر تم کو بڑی ضد تھی۔؟"

اہل علم اور اہل ایمان کا جواب:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکین سے پوچھے گا کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں جنہیں تم میرے شریک ٹھہراتے تھے؟ آج وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ مشرکین کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہوگا اور میدان حشر میں سناٹا چھا جائے گا۔ اس پر اہل علم اور اہل ایمان کہیں گے:

((قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین))

(النحل: آیت: 27)

"وہ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے: بے شک آج کے دن برائی (عذاب) اور رسوائی منکروں پر ہے۔"

مشرکین پر جان کنی کا وقت:

سورۃ نحل کی آیت نمبر 28 اور 29 میں مشرکین و منکرین کی جان کنی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((الذین تتوفھم الملئکة ظالمی انفسھم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوء بلی ان اللہ علیم بما کنتم تعملون))(نحل، آیت:28)

"وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں۔ تب ظاہر کریں گے

Marfat.com

اطاعت کہ ہم تو کچھ برائی نہیں کرتے تھے۔ کیوں نہیں (ہاں!) بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے۔"

بتایا گیا ہے کہ جب ملک الموت مشرکین کی روح قبض کرنے کیلئے آئے گا تو وہ موت اور آخرت سے ڈرتے ہوئے اپنی بے گناہی کا عذر بیان کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ کون کون سی برائیاں کرتے رہے۔ پھر یہ لوگ حشر میں قسمیں کھا کھا کر اپنی بے گناہی بیان کریں گے۔ ان کی توبہ وقت نزع قبول ہوگی اور نہ ہی آخرت میں۔ انہیں ان کے اعمال بد کی سزا بھگتنے کیلئے دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

دوزخ میں جھونکا جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فادخلوا ابواب جھنم خلدین فیھا))(نحل، آیت: 29)

"پس داخل ہو جاؤ دوزخ کے دروازوں میں۔ تمہیں اسی میں ہمیشہ رہنا ہے۔"

مشرکین کا انجام:

مشرکین کا انجام بتاتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

((فلبئس مثوی المتکبرین))(سورۃ نحل، آیت:29)

"سو کیا برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔"

دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے:

اسی سورت میں آگے چل کر بتایا گیا ہے کہ مشرکین خود تو آخرت کی زندگی کے قائل نہیں، وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔ ان کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اسی قالب میں زندہ ہونا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

((لیبین لھم الذی یختلفون فیه ولیعلم الذین کفروا انھم کانوا کذبین))

(سورۃ نحل، آیت:39)

"اٹھائے گا اللہ تاکہ اُن پر ظاہر کر دے جس بات میں وہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ کافر معلوم کر لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کی طاقت:

مشرکین کا کہنا تھا:

"مرنے کے بعد اسی قالب میں دوبارہ زندہ ہونا ناممکن ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے:

((انما قولنا لشیء اذاارد نه ان نقول له کن فیکون))(سورة نحل، آیت40)

''ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔''

اچانک عذاب:

اس سورت میں مشرکین کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو وہ انہیں اسی دنیا میں عذاب سے دوچار کر سکتا ہے، ان کو زمین میں دھنسا سکتا ہے یا آسمانوں سے عذاب نازل کر سکتا ہے۔ انہیں گستاخی کے جرم میں چلتے پھرتے بھی پکڑا جا سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ بہت نرم ہے، وہ کافروں کو ڈھیل دیتا ہے، اس لئے انہیں جلدی نہیں پکڑتا۔ جب ان کا وعدہ آ پہنچا تو ایک لحہ بھی آگے پیچھے نہ سرک سکیں گے۔

بری مثال والے لوگ:

آخرت کی زندگی پر یقین نہ رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

((للذین لایؤ منون بالآخرة مثل السوء))(نحل، آیت 60)

''جو آخرت کو نہیں مانتے ان کی بری مثال ہے۔''

آخرت کے انکار کی سزا:

ارشاد ربانی ہے:

((ان لهم النار))

''بے شک ان کے لیے جہنم ہے۔''

رسول اللہ پر بس تبلیغ ہے:

قرآن مجید میں جا بجا مشرکین و منکرین کو سمجھانے کی ترغیب دی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ وہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں رسول کی ذمہ داری نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

((فان تولوا فانما علیك البلغ المبین))(سورة النحل، آیت نمبر 82)

''پھر اگر پھر جائیں تو آپ کا کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا۔''

قیامت کے مناظر اور مشرکین:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 84 سے آیت نمبر 89 تک آخرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے:

''قیامت کے روز ہر اُمت کے درمیان اُس نبی کو کھڑا کیا جائے گا جو اس امت کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس

Marfat.com

روز منکروں کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، نہ انہیں کوئی ڈھیل دی جائے گی اور نہ ان پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ مشرک اپنے بتوں کی طرف رخ کر کے کہیں گے کہ یہ ہمارے رب تھے، جنہیں ہم پکارتے تھے اور پھر وہ اپنے ان بتوں کی تکذیب کریں گے۔ وہ عاجز ہو کر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے، لیکن اس روز ان کی عاجزی اور توبہ کسی کام نہیں آئے گی۔ جو لوگ خود منکر ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہے ان کی سزا بڑھا دی جائے گی۔"

دلائل قرآنی:

قرآن نے مشرکین کو مختلف دلائل سے سمجھانے کی ترغیب دی ہے اور کفر و شرک پر قائم رہنے والوں کیلئے آخرت میں جہنم کی خبر دی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ دوبارہ زندہ کیا جانا ناممکن نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو جس طرح پیدا کیا ہے، اُس طرح اسے فنا کر کے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "کن" ہو جا تو وہ شے نیستی سے ہستی میں آجاتی ہے، فیکون پس وہ ہو جاتی ہے۔

انسانی اعضاء کی گواہی:

سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 65 میں ہے:

((الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون))

"آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے۔ ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے۔ ان کے پاؤں شہادت دیں گے کہ یہ لوگ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔"

سورۃ حم السجدہ کی آیت نمبر 22-21-20 میں ہے:

"یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس وقت وہ لوگ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف ہی کیوں گواہی دے دی؟ تو وہ کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے قوت گویائی دی اور اس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو اور تم دنیا میں اس بات سے اپنے آپ کو چھپا ہی نہیں سکتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف ہی گواہی دیں گے لیکن تم گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر ہی نہ رہی۔"

اللہ کی پکڑ پر انسان کی حیرانگی:

سورۃ الکھف کی آیت نمبر 48 میں ہے:

((وعرضوا علی ربک صفاً لقد جئتمونا کما خلقنکم اول مرۃ بل زعمتم الن نجعل لکم موعداً))

Marfat.com

''آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کیے جائیں گے۔تم ہمارے پاس آئے جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لیے کوئی موعد نہ لائیں گے۔''

سورۃ الکہف کی آیت نمبر 49 میں ہے:

''اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے۔اس میں جو کچھ لکھا ہوگا' وہ اسی سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بدبختی! اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کیے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ کوئی چھوڑا اور جو کچھ انہوں نے کیا اسے موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔''

انسانی زندگی کے مختلف ادوار:

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ انسانی زندگی مختلف ادوار میں بٹی ہوئی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: دنیا۔

2: عالم برزخ۔

3: قبر کا مرحلہ۔

4: یوم حساب۔

آخرت پر ایمان لانے کی اہمیت

بنیادی عقیدہ:

آخرت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔اگر کوئی شخص باقی تمام عقائد پر تو ایمان لے آئے اور آخرت کے عقیدہ کو چھوڑ دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے تمام عقائد سے انکار کر دیا یعنی وہ عقیدہ اسلام میں سے خارج ہو جاتا ہے۔قرآن مجید کا شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ہو جو عقیدہ آخرت کے بیان سے خالی ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 147 میں ہے:

((والذین کذبوا بایاتنا و القآء الاخرۃ حبطت اعمالھم))

''وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلایا' ان کے اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔''

توحید اور آخرت لازم وملزوم ہیں:

دراصل توحید اور آخرت ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ لازم وملزوم ہیں۔قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ اللہ علیم اور عادل ہے یعنی جاننے والا اور انصاف کرنے والا ہے۔اب جاننے کا نتیجہ مرتب ہونے کا خوف ضروری ہے۔پھر اللہ ہرگز ناانصافی کرنے والا بھی نہیں۔اللہ کے علیم اور عادل ہونے کا مظاہرہ یوم آخرت کو ہوگا۔اس لیے اللہ پر ایمان

Marfat.com

لانا اور جزا و سزا کا انکار کرنا یہ دونوں باتیں درحقیقت اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

سورۃ الحج کی آیت نمبر 56 میں ہے:

((الملك يومئذ لله يحكم بينهم))

"اس دن بادشاہی اللہ کے لیے ہے۔ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

آخرت پر ایمان لانے کے مقاصد

انسانی پیدائش کا مقصد:

آخرت پر ایمان لانے کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ انسان سچے دل سے اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اس کی پیدائش کا ایک خاص مقصد ہے۔ وہ ایک ذمہ دار ہستی ہے۔ اس کے پیدا کرنے والے نے اسے زندگی گزارنے کا ایک مکمل ہدایت نامہ دے کر پیدا کیا ہے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہی حق اور نیکی ہے۔ اسے چھوڑ کر من مانا طریقہ اختیار کرنا گمراہی اور برائی ہے۔

دنیاوی زندگی کا خاتمہ اور اخروی زندگی کی شروعات:

انسان کی زندگی موت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے بعد تو زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ انسان اس دنیا کی زندگی میں وہ جو کچھ کرتا ہے' اس کی جزا و سزا اس کو اگلی زندگی میں ملے گی۔ ایک دن ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق زمین و آسمان کا یہ سارا نظام تہ و بالا کر دیا جائے گا۔ اس پر ایک جاندار بھی زندہ نہیں رہے گا۔ حشر کے بعد انسانی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگا۔ اللہ کی عدالت میں پیش ہونا ہوگا۔ وہ ہم سے ہماری زندگی کے پہلے دور کا حساب لے گا۔ انصاف کی ترازو نصب ہوگی اور کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی۔

سورۃ البقرہ میں ہے:

((كيف تكفرون بالله وكنتم امواتا فاحياكم ثم يميتكم ثم يحييكم))

"تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی دی۔ پھر وہی تم کو موت دے گا اور وہی تمہیں زندہ کرے گا۔"

حیات اخروی اور مشرکین مکہ کا نقطہ نگاہ

نبی کریم کا آخرت کا خوف دلانا:

سورۃ القمر کی آیت نمبر 3-2-1 میں ہے:

"قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اگر یہ لوگ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہی ہے جو ابھی ختم ہوا چاہتا ہے۔ ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔"

Marfat.com

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 1 میں ہے:

((اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون))

''ان لوگوں سے ان کا حساب نزدیک آ پہنچا۔ یہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔''

قدرت کاملہ پر غلط فہمی:

مشرکین مکہ اللہ کی قدرت کاملہ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھے۔

سورت بنی اسرائیل کی آیت نمبر 49 میں ہے:

((وقالو آء اذا کنا عظاماً ورفاتاً ء انا لمبعثون خلقاً جدیداً))

''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر ہڈیاں اور چورا ہوائیں گے تو کیا ہم ازسرنو پیدا اور زندہ کیے جائیں گے؟''

آخرت کے منکر:

مشرکین مکہ آخرت کے دن کا انکار کرتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کو موت دینے کے بعد ازسرنو زندہ کیا جائے گا بلکہ وہ تو اس عقیدے کا مذاق اڑاتے تھے۔

دوہرا جرم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو فکر آخرت دیتے اور یہ لوگوں کو اس سے بری الذمہ قرار دیتے تھے۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 38 میں ہے:

((واقسموا باللہ جهد ایمانهم لا یبعث اللہ من یموت بلیٰ وعدا علیه حقاً ولکن اکثر الناس لایعلمون))

''اور یہ لوگ بڑا زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتے ہیں اللہ ان کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ کیوں نہیں اس وعدے کو اس نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے، لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے۔''

ایک تو یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، دوسرے اللہ کو جھٹلاتے ہیں۔ گویا یہاں ان کے جرم کی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو خود قیامت پر یقین نہیں رکھتے، دوسرا لوگوں کو بھی اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی۔ یہاں اللہ فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جسے خود اللہ نے اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے اور وعدہ یہ کہ ایک مقررہ وقت پر قیامت آئے گی۔ تب اچھوں کو ان کی اچھائی کا بدلہ اور بروں کو ان کی برائی کا بدلہ مل کر رہے گا۔

انکارِ معاد کا رد اور اخروی زندگی کا ثبوت

اخروی زندگی کا انکاری فرقہ:

عرب کے مشرکین میں ایک ایسا طبقہ بھی موجود تھا جو حشر نشر اور اُخروی زندگی سے انکار کرتا تھا۔ وہ دہریت کی

Marfat.com

جانب مائل تھا۔ یہی وہ فرقہ ہے جس کے الحاد اور کفر کی حکایت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

((وقالوا ماھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا ومایھلکنا الاالدھر))

(سورۃ جاثیہ)

''وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کے لئے ہے اور یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ ہی مارتا ہے۔''

ان کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید))

''کیا ہم عاجز رہے پہلی بار پیدا کرنے سے (کہ ہم دوبارہ زندہ نہ کر سکیں گے) بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے بلا دلیل شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔''

پھر فرمایا:

((کمابدأ اول خلق نعید))

''جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا اسی طرح مخلوق کا اعادہ بھی کریں گے۔''

پھر فرمایا:

((قال من یحی العظام وھی رمیم قل یحیھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم))

''کہا: کون ہے بوسیدہ اور پارہ پارہ ہو جانے والی ہڈیوں کو زندہ کرنے والا۔؟ کہہ دیجئے: ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

آخرت کے منکرین کے نظریات کی مذمت

انکار کی وجہ ہٹ دھرمی اور تکبر:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 22 میں ہے:

((فالذین لایؤمنون بالآخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون))

''تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، ان کے دل منکر ہو گئے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔''

یہاں بتایا گیا ہے کہ مشرکین محض تکبر وغرور کی بنا پر آخرت کا انکار کرتے ہیں، ورنہ حقیقت ان پر واضح ہو گئی ہے۔

ہٹ دھرمی کی مذمت:

سورۃ النحل کی آیت نمبر 23 میں ہے:

((لاجرم ان اللہ یعلم مایسرون ومایعلنون انہ لایحب المستکبرین))

Marfat.com

"ضروری بات یہ ہے کہ اللہ ان کے سب پوشیدہ اور ظاہری احوال جانتا ہے اور اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

روزِ قیامت مشرکین کی عاجزی:

اب تو یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں مگر جب قیامت آجائے گی' یہ اتنے ہی جھکے ہوئے ہوں گے جتنا اب تکبر کررہے ہیں۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 28 میں ہے:

((الذین تتوفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم فالقوا))

"جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی' پھر وہ لوگ صلح ڈالیں گے کہ ہم نے تو کوئی برا کام نہ کیا تھا۔ کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔"

سورۃ النحل کی آیت نمبر 87 میں ہے:

"اور یہ لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے سب گم ہو جائیں گی۔"

روز قیامت جب یہ ہر طرف سے عاجز ہوں گے تو اللہ کی طرف سلامتی کا ہاتھ بڑھائیں گے اور جو کچھ یہ غلط کام کرتے تھے بھول جائیں گے۔

اللہ کا وعدہ پورا ہوگا:

مشرکین جو روزِ قیامت کو جھٹلاتے تھے اللہ اس بارے میں وعدہ کرتا ہے کہ ایسا ضرور بہ ضرور ہوگا۔ النحل کی آیت 38 میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کون ہوگا؟

((ان اللہ لایخلف المیعاد))

"بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔"

قیامت کے واقعہ ہونے کے عقلی دلائل

حق اور باطل کا فیصلہ:

قیامت کے دن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 39 میں ہے:

((لیبین لھم الذی یختلفون فیہ ولیعلم الذین کفروا انھم کانوا کذبین))

"تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے ان کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ جان

Marfat.com

لیں کہ وہی جھوٹے ہیں۔"

اللہ کی اس ہدایت پر دو گروہ بن گئے۔ایک گروہ وہ جس نے ہدایت پر عمل کیا اور دنیا میں صعوبتیں اٹھائیں۔دوسرا گروہ وہ جس نے ہدایت سے انکار کیا اور دنیاوی صعوبتوں سے بے نیاز بھی رہا۔اب عقل بھی یہ کہتی ہے کہ اگر روز قیامت نہ ہو تو یہ گروہ بندی بے معنی ہے۔اب ان دونوں گروہوں کے درمیان فیصلہ ہونا چاہیے۔

اعمال کا بدلہ:

اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرے گا تاکہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی جزا مل جائے۔روز قیامت اللہ مومنین کی حوصلہ افزائی کرے گا اور کفار کو ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔عقل بھی یہ کہتی ہے کہ انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ ملنا چاہیے۔ ایک شخص جو نیکی سے زندگی گزارتا ہے۔دوسروں کی راحت کا باعث بنتا ہے' اسے اس کی نیکی کا کچھ اجر تو ملنا چاہیے اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہے جو ہمیشہ بدی اور تخریب کا سبب بنتا ہے' قانون کی پہنچ سے بھی باہر ہے تو کوئی تو ایسی ہستی ہو جو اسے اس کی بداعمالیوں کی سزا دے سکے۔اس لیے اللہ نے ایک دن مقرر کر دیا ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو قانونی سزا نہ دے سکا تو خود اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کو سزا دیں گے۔

اللہ کی قدرت کا مظاہرہ:

روز جزا اس لیے بھی قائم ہوگا کیونکہ اس دن اللہ کی قدرت کا مظاہرہ ہوگا۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 40 میں ہے:

((انما قولنا لشیء اذا اردنه ان نقول له کن فیکون))

"ہم جس چیز کو چاہتے ہیں پس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا کافی ہوتا ہے کہ تو ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔"

قیامت آئے گی:

مشرکین اس قدر سرکش اور منہ زور تھے کہ وہ نہ صرف اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے تھے بلکہ قیامت کے آنے کا بھی اصرار کرتے تھے۔یہاں اللہ انہی کو مخاطب کرتے ہوئے سورۃ النحل کی آیت نمبر 61 میں فرماتا ہے:

"اور اگر اللہ ان لوگوں پر ظلم کے سبب دارو گیر فرماتا تو سطح زمین پر کوئی حرکت کرنے والا نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک معیاد معین تک مہلت دے رہا ہے۔پھر جب وقت معین قریب آن پہنچے گا' اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔"

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت برپا کرنے کا ایک وقت اللہ نے معین کر رکھا ہے اور وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی۔اب یہ اللہ کی مشیت پر ہے کہ وہ جب چاہے قیامت برپا کرے۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 77 میں ہے:

((وللہ غیب السموت والارض وماامر الساعة الا کلمح البصر او هو اقرب ان الله علی

Marfat.com

کل شیء قدیر))

''اور آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے لیے خاص ہیں اور قیامت کا معاملہ بس اتنا ہی ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلدی اور یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اب یہاں آنکھ جھپکنے سے دو پہلو مراد ہیں۔ ایک جلدی اور دوسرا آسانی کا یعنی قیامت کا برپا کرنا اللہ کے لیے ایسے ہی آسان ہے جیسے آنکھ جھپکنا یا اس سے بھی جلدی۔ جلد یا بدیر قیامت برپا ہوگی اور اس وقت کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کی فکر ہوگی اور اس وقت ہر کوئی جان لے گا جو کچھ اس نے اعمال کیے ہوں گے۔

دوبارہ زندہ کرنے پر دلائل

اللہ کی قدرت کاملہ:

مشرکین کا کہنا تھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مرنے کے بعد جب کہ ہڈیاں تک اپنا وجود کھو بیٹھیں یعنی گل سڑ کر خاک ہو جائیں' انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ قرآن مجید نے ان کے اس استدلال کو یوں بیان کیا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 49 میں ہے:

((وقالوا آء اذا کنا عظاماً ورفاتاء انا لمبعوثون خلقاً جدیداً))

''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کیے جائیں گے۔؟''

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 51-50 میں ہے:

''آپ فرما دیجئے کہ تم پتھر یا لوہا یا اور کوئی ایسی چیز ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہنوں میں بہت ہی بعید ہو۔ اس پر پوچھیں گے: وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا؟ آپ فرما دیجئے: وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے، یہ کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے: عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہنچا ہے۔''

یعنی تم چاہے پتھر یا لوہے جیسی کوئی سخت چیز بن جاؤ تب بھی اللہ اس بات کا اختیار رکھتا ہے کہ وہ تمہیں زندہ کر دے۔ ہڈیاں تو پھر گل سڑ کر نرم پڑ چکی ہوتی ہیں اور ان کا زندہ کیا جانا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔

سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 79 میں ہے:

((قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم))

''آپ جواب دے دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا تھا اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔''

Marfat.com

سورۃ القیامہ کی آیت نمبر 3-4 میں ہے:

((ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ))

''کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ان کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے۔ ہم ضرور جمع کریں گے کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوروں تک کو درست کر دیں۔''

انسان کی پیدائش میں نشانیاں:

قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ اٹھائے جانے میں شک ہے تو اپنی پیدائش پر غور کرو تا کہ تمہارا یہ شک زائل ہو جائے کہ پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا دوسری دفعہ پیدائش پر بھی قادر ہے۔

''اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا دیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں۔ پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں۔ پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ یوں ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تا کہ تم سمجھو۔''

یہاں دلیل دی گئی ہے کہ جس طرح نباتات کو خشک زمین سے نکالتے ہیں' اسی طرح مردوں کو زمین سے نکال کھڑا کریں گے۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر 65 میں ہے:

''اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی برسایا۔ پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اور اس میں ایسے لوگوں کے لیے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں۔''

نتیجہ بحث:

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ قیامت کا ایک دن مقرر ہے، جس دن ہر شخص کو اس کے نیک یا بد اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی سے کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔

مسلمان ہونے کے ناطے آخرت کے دن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ عقیدہ' عقیدہ توحید کی تقویت کا سبب بھی بنتا ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ کوئی بھی کام خوف یا لالچ کے تحت کرتا ہے۔ جزا اور سزا کا نظریہ بڑا محرک ہے۔ اگر ایسا کوئی تصور نہ ہوتا تو آج انسان گناہ اور جرم کی اندھی دنیا میں بھٹک رہا ہوتا جیسا کہ یورپین ممالک اور دیگر غیر مسلم ممالک میں نظر آتا ہے۔ عقیدہ آخرت دراصل ایک مسلمان کو کافر اور مشرک سے الگ کرتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

نفاق اور اس کی حقیقت

منافق کے معنی:

منافق سے مراد وہ شخص ہے جو زبان سے تو اسلام کا اقرار کرے لیکن دل سے اسلام کے مخالف ہو۔ منافق کی جمع منافقین آتی ہے۔

زمانہ رسالت میں دو قسم کے منافق:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو قسم کے منافق تھے:

1: وہ گروہ جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتا اور کہا کرتا:

((امنا باللہ والیوم الاخر))

''ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر۔''

لیکن دل سے اسلام سے برگشتہ تھے اور کفر پر پختگی کے ساتھ قائم تھے۔ صرف متاع دنیا کیلئے وہ یہ فریب اختیار کرتے تھے۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے:

((ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار))

''یقیناً منافق جہنم کی آگ میں طبقہ اسفل السافلین میں سے ہوں گے۔''

2: دوسری قسم کے منافق وہ تھے جو دائرہ اسلام میں تو داخل ہو گئے تھے مگر ان کا ایمان کمزور تھا۔ اس کی مزید کئی اقسام ہیں:

پہلی قسم: ضعف اعتقاد کے ساتھ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور تذبذب کا شکار تھے۔ کبھی اسلام کی طرف جھک جاتے اور کبھی کفار کی طرف۔ خواہشات نفسانیہ اور دنیوی لذات نے ان کے قلوب کے نور کو مسخ کر دیا تھا۔ ان کے دلوں میں ذکر الٰہی عبادت الٰہی کا کوئی شوق نہ تھا۔ ان کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

((واذاقاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی))

''اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

((یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذالک لا الی ھولاء ولا الی ھولاء))

Marfat.com

''وہ دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ اسلام اور کفر کے بارے میں ان کے دل تذبذب کے عالم میں ہیں۔ نہ وہ صحیح طور پر اسلام کی طرف ہیں اور نہ کفر کی طرف۔''

دوسری قسم: انہی میں بعض ایسے لوگ بھی تھے کہ وہ دنیوی معاملات اور امور معاش میں اس قدر مصروف تھے کہ وہ نہ تو آیات الٰہی پر غور کرتے اور نہ آخرت کے سفر کیلئے ہی زادِ راہ تیار کرتے۔ ان کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

((افلایتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها))

''وہ قرآن مجید پر غور فکر کیوں نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر قفل ہیں۔''

تیسری قسم: بعض ایسے لوگ بھی تھے جو ایمان اور کفر اختیار کرنے میں اپنی قوم کے مقلد تھے۔ اگر ان کی قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتی تو وہ بھی ایمان لے لیتے۔ اگر کفر پر قائم رہتی تو وہ بھی کفر کی طرف لوٹ جاتے۔

چوتھی قسم: بعض وہ لوگ تھے کہ ان کے قلوب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ پیدا ہوتے تھے اور آپس میں گاہے بگاہے ان خیالات کا اظہار بھی کرتے اور کچھ طعن و تشنیع اور تمسخر سے بھی کام لیتے۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یحذر المنافقون ان تنزل علیهم سورة تنبهم بما فی قلوبهم قل استهزؤ ان الله مخرج ماتحذرون))

''منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سورت نازل کر دی جائے ان کے بارے میں جو ان کے دلوں کے راز کو ظاہر کر دے۔ کہہ دیجئے کہ مذاق کر لو۔ اللہ اس راز کو ظاہر کر دینے والا ہے جس کا تم اندیشہ کرتے ہو۔''

نفاق کی دو بڑی اقسام:

درحقیقت نفاق کی دو بڑی اقسام ہیں:

1: عقیدہ کا نفاق۔

2: عمل کا نفاق۔

عقیدہ کا نفاق:

نفاق کی پہلی قسم یعنی عقیدہ کا نفاق جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سمجھنا اور پہچاننا بہت مشکل ہے اور ناممکن ہے، کیونکہ دل کے حالات سے آگاہ ہونا کسی کیلئے ممکن نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع دے دی جاتی تھی۔

عمل کا نفاق:

البتہ نفاق کی دوسری قسم یعنی عمل کا نفاق بہت عام ہے۔ اس کی پہچان کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی واضح حدیث موجود ہے:

((ثلاث من کن فیہ کان منافقاً خالصاً اذاحدث کذب و اذاوعداخلف و اذاخاصم فجر))

''تین خصلتیں منافق کی علامت ہیں کہ جس میں وہ تینوں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے۔ جب بولے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کی خلاف روزی کرے اور جب لڑے تو گالی دے۔''

''بعض کتب حدیث میں (و اذااؤتمن خان) آیا ہے کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

ایک اور حدیث ہے جو منافق کی علامت ظاہر کرتی ہے:

((هم المنافق بطنه وهم المومن فرسه))

''منافق ہمیشہ اپنی معاش کی فکر میں سرگرداں پھرتا ہے اور مومن رضائے الٰہی کی خاطر جہاد کی فکر میں رہتا ہے۔''

دورحاضر کے منافق:

امراء وزراء اور روساء کے مصاحبین اور نوکر چاکر جو اُن کے احکام کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں وہ بھی عملی لحاظ سے منافق ہیں۔ اسی طرح منطقی و فلسفی لوگوں کی وہ جماعت بھی اسی دائرہ میں شامل ہے جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک اور شبہات ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مشرکین کی ہٹ دھرمی کی مذمت از روئے قرآن

مشرکین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام کا آغاز کیا تو کچھ لوگ تو ایسے تھے جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی دعوت کو قبول کرلیا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے دعوت اسلام کا انکار کیا۔ یہ لوگ ازراہِ تکبر اور ازراہِ سرکشی حق کا انکار کرتے تھے اور اسلام کے مقابلے میں مختلف حربے استعمال کرتے تھے۔ وہ ترغیب اور ترہیب دونوں طرح کے طرزِعمل کو اپنائے ہوئے تھے اور ذات وصفات الٰہی کے مقابلے میں شرک کے مرتکب ہوئے۔

ایسے لوگوں کو ''مشرک'' کہا گیا۔ یہ اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے۔ ان کا شرک کئی سمتوں پر مشتمل تھا۔ کہیں باطل معبودوں کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھتے تھے اور کہیں فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بناتے اور کہتے کہ وہ ان کے ذریعے اپنے بندوں کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید نے ان کے تمام گمراہ کن عقائد کا تذکرہ کچھ یوں کیا:

((سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ مالم ینزل بہ سلطانا))

''عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اللہ نے اس کے ساتھ کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''

((وللہ یسجد مافی السموت ومافی الارض من دابۃ والملئکۃ وھم لایستکبرون))

''اور آسمان وزمین کی ہر چیز اور جانور اور فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے کبھی بھی تکبر نہیں کرتے۔''

سرکشی، پروپیگنڈا اور بے جا مطالبات:

وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور قرآن پاک کے خلاف پروپیگنڈا کا سا ماحول پیدا کیے ہوئے تھے اور آئے دن ایسے مطالبات کرتے تھے جن کی تکمیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ کار میں نہ تھی، بلکہ خود ذات الٰہی کے تصرف میں تھی اور جب یہ مطالبات پورے نہ ہوئے تو شور مچاتے کہ ہمارے مطالبات تو پورے کرتے نہیں اور ایمان لانے کو کہتے ہیں۔

کفار جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار چیلنج کررہے تھے کہ اب آ کیوں نہیں جاتا وہ فیصلہ اللہ کا جس سے تم ہمیں ڈرایا

Marfat.com

کرتے تھے؟

ان کا استدلال یہ تھا کہ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور محمد سے جھگڑیں اور یہ سچے ہوں اور پھر بھی ہماری شامت نہ آئے؟

حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کو مہلت اس لیے دیتا ہے کہ جو لوگ حق کی طرف میلان رکھتے ہیں وہ اپنا فیصلہ جلد بدل لیں اس دوران مکہ کے مشرکین کو قیامت کے آنے کی وعید بھی سنائی جاتی رہی۔ سب سے پہلے فرمایا:

((اقتربت الساعة وانشق القمروان یروااية یعرضوا ویقولوا سحر مستمر))

(سورۃ القمر، آیت نمبر: 1 تا 3)

''قیامت قریب ہوگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے۔''

کچھ عرصہ گزر گیا اور قیامت نہ آئی تو یہ زور شور سے کہنے لگے کہ قیامت نہیں آئی۔ تو پھر یہ آیات نازل ہوئیں:

((اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون))

(سورۃ انبیاء، آیت نمبر: 3)

''لوگوں کا حساب کتاب قریب ہوگیا اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔''

اب جب مزید قیامت نہ آئی تو کہنے لگے کہ درحقیقت یہ ڈراوے اور دھمکاوے کی پالیسی ہے۔

پھر ارشاد الٰہی ہوا:

((ویستعجلونك بالعذاب ولولا اجل مسمى لجاء هم العذاب یستعجل بهاالذین لایؤمنون بها والذین اٰمنوا مشفقون منها ویعلمون انهاالحق))

''اور آپ سے عذاب میں جلدی مچاتے ہیں اور اگر ایک وقت مقرر نہ کردیا ہوتا تو ان کے پاس وہ عذاب آجاتا جس کی ایمان نہ لانے والے جلدی مچاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ ڈرتے ہیں عذاب سے اور جانتے ہیں کہ یہ حق ہے۔''

قرآن نے جواب دیا:

((اتی امر اللہ فلاتستعجلوه سبحنه وتعالیٰ عما یشرکون))

(سورۃ النحل، آیت نمبر: 1)

''اللہ کا حکم آپہنچا۔ پس تم اس کی جلدی نہ مچاؤ۔ وہ پاک اور بلند ہے اس سے جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔''

سب کچھ سننے اور سمجھنے کے بعد بھی نہیں مانتے تو تیار ہو جاؤ اللہ کا عذاب آگیا ہے۔ اب جلدی نہ کرو۔ چنانچہ اہل مکہ اس کے فوراً بعد قحط کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے۔

''اتی'' سے مراد ہے کہ بس آگیا ہے۔ صیغہ ماضی انتہائی یقینی اور قریب ہونے کا تصور دلانے کے لیے فرمایا گیا

Marfat.com

پھر اس لیے کہ کفار مکہ کی سرکشی و بدعملی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور آخری فیصلہ کن قدم اٹھائے جانے کا وقت آ گیا تھا۔
''امر اللہ''، یعنی سزائے کفر و شرک کا حکم الٰہی۔ عذاب دنیوی بھی مراد ہو سکتا ہے اور عذاب قیامت بھی۔
دیکھا جائے تو اس سورت کے نزول کے مطابق ان پر عذاب آ چکا تھا اور ایسا وقت آیا کہ وہ درختوں کے پتے کھا گئے اور اونٹ کی اوجڑی کا گندا پانی پینے پر مجبور تھے۔
قرآن مجید نے شروع ہی میں کہہ دیا تھا:

((و اذاقلنا لك ان ربك احاط بالناس))(سورۃ بنی اسرائیل)
''اور جب ہم نے آپ سے کہا کہ بے شک آپ کے رب نے لوگوں کا احاطہ فرمالیا ہے۔''
قریش مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کر رہے تھے کہ قیامت برپا کیوں نہیں کروا دیتے۔ ارشاد نبوی ہوا:
((من مات فقد قام قیامة))
''جو فوت ہو گیا اس کے لیے قیامت برپا ہو گئی۔''
ارشاد ربانی ہے:
((فاذاجاء اجلهم لایستاخرون ساعة و لایستقدمون))
''پس جب عذاب آ جائے گا تو وہ ایک ساعت مؤخر نہیں ہو گا اور نہ ہی ایک ساعت پہلے۔''

رسول اللہ کی رسالت کا انکار:

مشرکین یہودیوں کے اکسانے پر رسالت محمدی کا انکار کرتے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے تھے جب کہ صدیوں سے نبوت بنی اسرائیل میں چلی آ رہی تھی۔ ان کے اس اعتراض پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

((ینزل الملئکة بالروح من امره علی من یشاء من عباده ان انذروا انه لااله الاانافاتقون))(سورۃ النحل 2)
''فرشتے اور روح (جبرائیل) اس کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اس کے بندوں میں سے جس پر وہ چاہتا ہے، یہ کہ وہ ڈرائیں کہ بے شک میرے (اللہ تعالیٰ کے) سوا کوئی معبود نہیں اور مجھ ہی سے تقویٰ اختیار کرو۔''
ارشاد ربانی ہے:
((ومن یرد اللہان یهدیه یشرح صدره للاسلام))(سورۃ الانعام 125)
''اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے ہدایت دے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔''

Marfat.com

ایک جگہ فرمایا:

((اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ))

"اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کسے دینی ہے۔"

پھر فرمایا:

((یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ))

"روح (جبرائیل) ملتی ہے اس کے حکم سے اس کے بندوں میں سے اسے جس کے بارے میں وہ چاہتا ہے۔"

سورۃ الحج میں فرمایا:

((اللہ یصطفی من الملئکۃ ورسلًا ومن الناس))(الحج:75)

"اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول چن لیتا ہے۔"

کفار کا کہنا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نازل نہ کیا گیا؟ ان کے اس اعتراض کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

((وقالوا لولا انزل علیہ ملك))

"اور انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا۔"

سورۃ الفرقان میں فرمایا:

((وقالوا مال هذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملك فیکون معہ نذیرا))(سورۃ الفرقان آیت نمبر 7)

"اور انہوں نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا بھی ہے۔ اس پر کوئی فرشتہ نازل کیوں نہیں کیا گیا جو اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان بیہودہ سوالات کے جواب میں فرمایا:

((وما ارسلنا من قبلك الا رجالًا نوحی الیهم فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون))

"اور ہم نے آپ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے وہ مرد ہی تھے۔ ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔ جاننے والوں سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔"

سورۃ الفرقان میں فرمایا:

((وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انهم لیأکلون الطعام ویمشون فی الاسواق))

(سورۃ الفرقان، آیت نمبر:20)

"اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔"

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل لو کان فی الارض ملائکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء ملکاً رسولاً))

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوئے تو ہم بھی آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

کفار تیسرا اعتراض یہ کرتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی حجاز یا طائف میں سے نبی کیوں نہ ہوا۔ اللہ کو نبوت و رسالت کے لیے (نعوذ باللہ) یہی شخص ملا تھا کیونکہ نہ تو یہ مالی طور پر مستحکم ہے اور نہ کسی اعلیٰ عہدے پر ہے۔

((و قالوا لو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم))

''اور وہ بولے یہ قرآن (مکہ و طائف) دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔''

قرآن کا جواب:

((الله اعلم حیث یجعل رسالته))

''اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کسے عطا فرمانی ہے۔''

((فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام))

''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمانا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔''

یعنی نبوت پر سرفراز کرنا اللہ کی منشاء کے مطابق ہے۔ اس میں تمہاری خواہش کا کوئی دخل نہیں۔

عقیدۂ آخرت اور کفار کی غلط فہمیاں:

یہودی عیسائی اور مشرکین کہتے تھے کہ ہم جن کی پرستش کرتے ہیں یہ ہمیں قیامت کے دن چھڑا لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((و الذین اتخذوا من دونه اولیاء مانعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی))

(سورۃ الزمر، آیت نمبر: 3)

''یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو لوگ اس کے سوا دوست بناتے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم صرف اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ قرب کے درجے میں اللہ کا مقرب بنا دیں۔''

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں وہ کہتے تھے:

((قال من یحیی العظام و هی رمیم))

''کافر کہتا ہے کہ ہڈیوں کے گلنے سڑنے کے بعد کون انہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔؟''

اللہ رب العزت نے فرمایا:

Marfat.com

((قل یحیھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم))
"آپ کہہ دیجئے کہ وہی دوبارہ پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہ ہر مخلوق کو جانتا ہے۔"
کفار کے عقائد کی مذمت کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے:
((خلق السمٰوات والارض بالحق تعلیٰ عما یشرکون))
"اسی نے آسمان اور زمین پیدا کیے حق کے ساتھ۔ وہ پاک ہے اس سے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔"
ارشاد فرمایا:
((سبحن اللہ عما یصفون))
"اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔"
((عالم الغیب والشھادۃ فتعالیٰ عما یشرکون))
"اللہ تعالیٰ غیب وظاہر کا جاننے والا ہے، پس وہ بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔"
((سبحن اللہ وتعلیٰ عما یشرکون))(القصص:68)
"اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

شرک کو اللہ کی طرف منسوب کرنا:

کفار شرک کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((وقال الذین اشرکوا لوشآء اللہ ماعبدنا من دونہ من شیء))(سورۃ النحل:35)
"اور مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے۔"
((سیقول الذین اشرکوا لوشاء اللہ مااشرکنا ولاآباء ونا))(سورۃ الانعام:148)
"مشرک کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباواجداد شرک نہ کرتے۔"
قرآن مجید ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتا ہے:
((کذلک فعل الذین من قبلھم فھل علی الرسل الا البلاغ المبین))(سورۃ النحل:35)
"اسی طرح ان لوگوں نے بھی شرک کیا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ پس رسولوں پر کھلی تبلیغ فرض ہے۔"
پھر فرمایا:
((کذلک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا بأسنا قلْ ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا

Marfat.com

ان تتبعون الا الظن وان انتم الاتخرصون))(سورۃ الانعام:14)

''اوراسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا،حتی کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا ذائقہ چکھا۔آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے سامنے لاؤ۔تم تو بس گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم تو بس انکل پچو لگاتے ہو۔''

اللہ کا یہ قاعدہ نہیں کہ ہر ایک کو پکڑ کر سیدھے راستے پر چلائے۔ارشاد ربانی ہے:

((فالھمھا فجورھا وتقوھا قدافلح من زکھا وقد خاب من دسھا))

(سورۃ الشمس آیت نمبر 7 تا آیت نمبر 10)

''پس اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے دو راستے رکھ دیئے،برا اور اچھا۔پس جس نے نیک کام کیے وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے برے اعمال کیے وہ ناکام۔''

مشرکوں کی الٹی سوچ دیکھئے کہ گناہ کریں،حلال کو حرام،شرک کریں اور تقدیر کو حجت بنائیں اور کہیں کہ اگر اللہ کو ہمارے اور تمہارے بڑوں کے کام برے لگتے تو ہمیں سزا ملتی۔

جب کہ اللہ نے فطری طور پر ہر شخص میں حق و باطل کی تمیز کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے،اس کے بعد اللہ نے نبی بھیجے تاکہ انسانوں پر راہ ہدایت واضح کریں اور ہر انسان کو چھوڑ دیا کہ وہ کو راہ چاہے اختیار کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ارسلنا من قبلك من رسول الانوحی الیه انه لااله الاانا فاعبدون))

''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف یہ وحی کی کہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں،پس میری ہی عبادت کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر))

''جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جنھم وساء ت مصیرا))(سورۃ النساء:115)

''اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے کے علاوہ کسی ڈگر پر چلے تو ہم اسے اسی ڈگر پر چلائیں گے اور اسے جہنم میں پھینک دیں گے اور کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((ولکل قوم هاد))

"ہر قوم کے لیے ایک رسول ہادی ہوتا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً وذرية وما كان لرسول ان ياتي باية الاباذن الله لكل اجل كتاب))(سورة الرعد:38)

"اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ان کی بیویاں اور اولادیں تھیں۔ کوئی رسول اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ ہر ایک کے لیے ایک مقرر تحریر ہے۔"

مشکل وقت میں اللہ اور عام اوقات میں دوسروں کو مدد کے لیے پکارنا:

مشکل وقت میں الٰہ واحد کو پکارنا اور مشکل دور ہونے کے بعد اوروں کو بھی شریک ٹھہرانا یہ مشرکین مکہ کا طریقہ تھا۔ قرآن ان کے اس طرز عمل کو یوں بیان کرتا ہے:

((ومابكم من نعمة فمن الله ثم اذامسكم الضر فاليه تجئرون ثم اذا كشف الضر اذافريق منكم بربهم يشركون))(سورة النحل 52)

"پس تمہیں جو بھی نعمت ملتی ہے تو اللہ کی طرف سے ملتی ہے، پھر جب تم کو کوئی تکلیف آتی ہے تو اللہ ہی سے مدد مانگتے ہو اور جب تکلیف دور کر دی جاتی ہے تو تم میں سے ایک گروہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگ جاتا ہے۔"

قرآن مجید ان کے اس طرز عمل کی مذمت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا تصور ان کے اندر موجود تھا لیکن انہوں نے معبودانِ باطلہ کو حاجت روا قرار دے رکھا تھا۔ مگر جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اللہ کو پکارتے۔

مزید فرمایا:

((واذامسكم الضر في البحر ضل من تدعون الا اياه فلما نجكم الى البر اعرضتم وكان الانسان كفوراً))(سورة بني اسرائيل)

"جب تم کو سمندر میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو تم ان سب شریکوں کو بھلا کر بس اللہ کو پکارتے ہو۔ پس جب تمہیں اس سمندری مصیبت سے نجات دی جاتی ہے تو تم اللہ سے اعراض کرتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔"

عکرمہ بن ابی جہل فتح مکہ کے وقت فرار ہو کر جا رہے تھے تو ان کی کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ کشتی والوں نے اللہ کو پکارنا شروع کیا۔ عکرمہ نے کہا:

"اب بھی لات، منات اور عزیٰ کو پکارو۔"

Marfat.com

انہوں نے کہا:

''وہ یہاں کام نہیں دیتے۔''

حضرت عکرمہ نے کہا:

''کشتی کنارے لگا دو۔''

بعد میں آپ نے واپس آ کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاذا ركبوا فى الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجهم الى البر اذاهم يشركون))
(سورۃ العنکبوت:18)

''جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو خالص ہو کر پکارتے ہیں۔ پس جب انہیں خشکی کی طرف نجات دی جاتی ہے تو وہ پھر شرک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔''

قرآن مجید نے ایسے شرک کا مختلف جگہوں پر یوں رد فرمایا ہے:

((قل اريتكم ان اتاكم عذاب الله او اتتكم الساعة اغير الله تدعون ان كنتم صادقين بل اياه تدعون فيكشف ماتدعون اليه ان شاء وتنسون ماتشركون))

''فرما دیجئے کہ مجھے بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب یا قیامت آ جائے تو کیا تم غیر اللہ کو مدد کیلئے پکارو گے، بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ وہ اسی اللہ کو پکاریں گے۔''

((ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد ضل ضلالا بعيدا))

''بے شک اللہ تعالیٰ شرک (کی حالت میں مرنے والے مشرک) کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ بہت دور کا گمراہ ہو گیا۔''

((اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحنه عما يشركون))

''انہوں نے راہبوں اور پادریوں کو رب بنا لیا اللہ کے علاوہ اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ اور انہیں تو بس ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ پاک ہے ان کے شرک سے۔''

((ليكفروا بما اتينهم فتمتعوا فسوف تعلمون))

''انہوں نے انکار کیا اس کا جو ہم نے انہیں دیا۔ پس خوب فائدہ اٹھا لو عنقریب تم جان لو گے۔''

Marfat.com

نعمتوں کے شکریہ میں اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرانا:

کفار انعامات ربانی میں اللہ کا بھی شکر ادا کرتے اور دوسرے بتوں کا بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یوں رد فرمایا:

((ویجعلون لما لایعلمون نصیباً مما رزقنهم))

"اور جو ہم نے انہیں رزق دیا جسے وہ جانتے بھی نہیں تھے، تو پس وہ شرک کرنے لگ گئے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام نصیباً فقالوا هذا للہ بزعمهم وهذا لشركائنا فما كان لشركائهم فلایصل الی اللہ وما كان للہ فهو یصل الی شركائهم سآء مایحكمون))

(سورۃ انعام:136)

"اور جب اللہ تعالیٰ ان کو کھیتی اور چوپائے عطا فرماتا ہے تو وہ اپنے زعم میں کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اور یہ شرکاء کا۔ جو شریکوں کا حصہ ہے وہ اللہ کے حصے میں ملنے نہیں دیتے لیکن اللہ کا حصہ شریکوں کے حصے میں ملنے دیتے ہیں۔ کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔"

اللہ رب العزت نے اس شرک کا یوں رد فرمایا:

((الاان للہ مافی السموت ومن فی الارض ومایتبع الذین یدعون من دون اللہ شركاء ان یتبعون الا الظن وان هم لایخرصون))(سورۃ یونس)

"خبردار! جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ جو وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ شریکوں کی عبادت کرتے ہیں وہ بس گمان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ تو بس اٹکل پچو کر رہے ہیں۔"

((هو الذی جعل لكم اللیل لتسكنوا فیه والنهار مبصرا ان فی ذلك لایت لقوم یسمعون))(سورۃ یونس)

"اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لیے رات کو سکون کرنے کے لیے بنایا اور دن کو آنکھیں کھولتا بنایا۔ بے شک اس میں سننے والے قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔"

((وله ماسكن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم))(سورۃ انعام)

"اور اسی کی ملکیت ہے جو دن اور رات میں ٹھہرے ہیں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

((ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونهم كحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذیرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعا وان اللہ شدید العذاب))(سورۃ البقرہ)

"اور وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ شریک بناتے ہیں ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان

Marfat.com

والے ہیں وہ تو بس اللہ ہی سے شدید محبت کرتے ہیں۔ اور کاش تو ظالموں کو دیکھے کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے، بے شک ساری قوت اللہ ہی کو ہے، بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔"

((ویوم نحشرھم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاء وکم فزیلنا بینھم وقال شرکاء وھم ماکنتم ایانا تعبدون))(سورۃ یونس:28)

"اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکوں اور ان کے شریکوں سے کہیں گے کہ تم اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ شریک کہیں گے کہ تم کب ہماری عبادت کرتے تھے، بے شک ہم تو تمہاری عبادت سے ناواقف تھے۔"

((انه من یشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنة وماواه النار وما للظالمین من انصار))
(سورۃ المائدہ)

"بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

((ولئن سالتھم من نزل من السمآء ماء فاحیابه الارض من بعد موتھا لیقولن الله قل الحمد لله بل اکثرھم لایعقلون))(سورۃ العنکبوت)

"اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے کون بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے تو وہ ضرور کہیں کہ اللہ ہی ایسا کرتا ہے۔ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔"

اللہ کی طرف اولاد اور بیٹیاں منسوب کرنا:

مشرکین مکہ اللہ کی طرف بیٹیوں کو منسوب کرتے حالانکہ وہ خود بیٹیوں سے نفرت کرتے تھے۔ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقالوا اتخذ الرحمن ولدًا))(سورۃ المریم)

"اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی اولاد ہے۔"

ایک جگہ فرمایا:

((ویجعلون لله البنت سبحنه ولھم مایشتھون))

"اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں بناتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے، اور ان کے لیے وہی ہے جو وہ چاہتے ہیں۔"

وہ اپنے لیے تو بیٹوں کو پسند کرتے تھے لیکن بیٹیوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتے۔ قطع نظر اس کے کہ اللہ کی طرف اولاد منسوب کی جائے جس سے کمزوری کے پہلو کا اظہار ہوتا ہے۔ حالانکہ اپنا حال تو یہ تھا:

Marfat.com

((اذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودًا ھو کظیم یتواری من القوم من سوء مابشربہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الا ساء ما یحکمون))(سورۃ النحل 59)

''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ ہوتا ہے۔ اپنی قوم سے بیٹی کی پیدائش کی وجہ سے چھپتا پھرتا ہے۔ اسے ذلت سہہ کر زندہ رہنے دیتا ہے یا پھر زندہ درگور کر دیتا ہے، کتنا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

مشرک کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اس کے رد میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے لیے تو بیٹیاں پسند ہی نہیں کرتے حالانکہ خود بیٹوں کی بقا میں محتاج ہیں۔ اس پر بھی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سے غم کے مارے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ زندہ گاڑنے کا فیصلہ کرتے ہو، کبھی بڑی ذلت سمجھ کر رہنے بھی نہیں دیتے، خدائے بے نیاز کو اولاد اور بیٹوں سے کیا تعلق ہے؟ اس کی شان بلند و بالا ہے۔

قرآن ان الفاظ میں مذمت کرتا ہے:

((وقل الحمدللہ الذی لم تتخذ ولدا ولم یکن لہ شریك فی الملك ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا))(بنی اسرائیل)

اس بیہودہ عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی خدائی کا بار سنبھالنے سے عاجز ہے اس لیے وہ ہستیاں تلاش کر رہا ہے اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ عاجز نہیں کہ اسے کچھ بیٹوں یا مددگاروں کی حاجت ہو۔

((ان دعواللرحمن ولدا ومایںبغی للرحمن ان یتخذ ولدا))(مریم)

''وہ اللہ رحمٰن ورحیم کے لیے بیٹا بناتے ہیں، حالانکہ اولاد اللہ کے شان کے لائق نہیں۔''

((وجعلو اللہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون))(انعام)

''اور وہ اللہ کے لیے جنوں سے شریک بناتے ہیں حالانکہ اللہ نے انہیں پیدا کیا، اور وہ اللہ کے لیے بیٹے او ربیٹیاں گھڑتے ہیں بغیر علم کے، وہ پاک اور بلند ہے ان کی بتائی ہوئی باتوں سے۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ ان تمام طرح کے شرک سے مبرا ہے جو مشرکین نے بیان کیے ہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

((قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد))

''کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے اور وہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ ہی وہ جنا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

ردِّ نصاریٰ

نصاریٰ توحید کی راہ چھوڑ کر الوہیت، تثلیث، ابنیت مسیح اور کفارہ کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ وہ عقائد ہیں جن کا حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن مجید نے نصاریٰ کے ان عقائد کا رد کیا۔

ردالوہیت مسیح

قرآن مجید اور یسوع کی الوہیت:

((وقالت الیهود عزیز اللّٰہ ابن اللّٰہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللّٰہ ذلك قولهم بافواههم یضاهون قول الذی کفروا من قبل قاتلهما اللّٰہ انی یوفکون))

(سورۃ توبہ: 30)

''اور یہودی کہتے ہیں عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ مشابہت پیدا کرنے لگے پہلے کافروں کی بات کی۔ اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں پھرے جاتے ہیں۔''

پھر فرمایا:

((وقالوا اتخذ اللّٰہ ولد اسبحنه بل له مافی السموات والارض کل له قانتون))

''انہوں نے کہا اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ اللہ کی ذات ان باتوں سے پاک ہے بلکہ اللہ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے ہر چیز اللہ کے لئے تابعدار ہے۔''

پھر فرمایا:

((قل هو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد))

''کہہ دیجئے اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔''

ردِّ تثلیث

عیسائیوں کا معروف ترین عقیدہ:

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روح القدس یعنی جبرائیل، ایک اقنوم باپ یعنی خدا اور ایک اقنوم ابن یعنی بیٹا حضرت

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام۔ ہر ایک اقنوم خدا پھر تینوں مل کر ایک خدا، نہ تین خدا کہ ایک تین ہے اور تین ایک۔

قرآن مجید میں تین خداؤں کا رد:

اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کی قرآن مجید میں بار بار تردید کی ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة وما من اله الا اله واحد))

"ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں سے تیسرا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے ایک معبود کے۔"

پھر فرمایا:

((لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم قل فمن یملك من اللہ شیئا ان اراد یهلك المسیح ابن مریم وامه ومن فی الارض جمیعاً))

"یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے یہ کہا کہ بے شک اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ کہہ دیجئے پھر کون ہے جو اللہ کی طرف سے کسی چیز کو روک سکے اگر اللہ مسیح ابن مریم، ان کی ماں اور روئے زمین کے تمام انسانوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرے۔؟"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ وہ شخص جو اللہ کی قدرت اور تصرف کے نیچے ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ اور روئے زمین کے تمام اشخاص کو اگر اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہے تو کوئی چیز بھی اللہ کو اس کے ارادے سے ہٹا نہیں سکتی۔

پھر فرمایا:

((ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون))

"بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا، پھر اس کو کہا ہو جاؤ، وہ اسی طرح ہو گیا۔"

اس آیت میں عیسائیوں کی اس دلیل کو بھی باطل قرار دیا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے؟ آخر آدم بھی تو مٹی سے پیدا ہوئے جن کا نہ باپ تھا اور نہ ہی ماں۔

ارشاد الٰہی ہے:

((فامنو اباللہ ورسوله ولا تقولوا ثلثة انتهوا خیر لکم انما الهکم اله واحد))

"پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین خدا ہیں۔ باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہے اور تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔"

Marfat.com

تثلیث کا معنی:

تثلیث باب تفعیل سے ہے۔ ثلث، یثلث ص سے تثلیثاً مصدر ہے۔عقیدہ تثلیث عیسائیوں کے ہاں اہم عقیدہ ہے جس کے مطابق وہ تین خداؤں کے قائل ہیں۔عیسائیوں کی اکثریت اس بات پر اتفاق کرتی ہے کہ تثلیث میں باپ، بیٹا اور روح القدس شامل ہیں۔

گورکھ دھندا:

خود عیسائی مانتے ہیں کہ تثلیث ایسا گورکھ دھندا ہے جس کی وضاحت مشکل ہے۔تین میں ایک اور ایک میں تین۔یعنی تینوں کا مجموعہ بھی خدا ہے اور ایک ہر بذات خود خدا ہے۔

تین اور ایک:

امام فخر الرازی رقمطراز ہیں:

"تین اگر مل کر خدا ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک خدا کی اہلیت نہ رکھتا تھا گویا ایک کے اندر پوری صفات نہیں ہیں تو وہ کمزور ہے اور جو کمزور ہے وہ الہ نہیں ہو سکتا۔"

بائبل سے قرآن تک:

عقیدہ توحید فی التثلیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ خدا تین اقانیم یا شخصیتوں پر مشتمل ہے۔خدا کی ذات جسے باپ کہتے ہیں خدا کی صفت کلام جسے بیٹا کہتے ہیں اور خدا کی صفت حیات ومحبت جسے روح القدس کہا جاتا ہے۔ان تین میں سے ہر ایک خدا ہے، لیکن یہ تینوں مل کر تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔

Enc-of Britanica

عیسائی نظریے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں، اسی طرح ہمیں مذہب نے اس بات کی ممانعت کر دی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں گے۔

St. Allgustine- on the Trinity

عیسائی علماء کی خدائی وحدت کی تعلیم جو اپنی ماہیت اور حقیقت کے اعتبار سے ایک اور نا قابل تقسیم ہے اسی وجہ سے وہ تین خدا نہیں ہیں بلکہ ایک خدا ہے۔اگر چہ باپ نے بیٹے کو پیدا کیا لہٰذا جو باپ ہے وہ بیٹا نہیں ہے، اسی طرح بیٹا باپ سے پیدا ہوا ہے اس لیے جو بیٹا ہے وہ باپ نہیں ہے اور روح القدس بھی نہ باپ ہے نہ بیٹا بلکہ باپ اور بیٹے کی روح ہے۔جو دونوں کے ساتھ ساری اور تثلیثی وحدت میں ان کی ذمہ دار ہے۔

الہ صرف ایک ہے:

((وقال اللہ لاتتخذوا الھین اثنین انما ھو الہ واحد فایای فارھبون))(سورۃ نحل 5)

"تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے، اس لیے تم دو کے چکر میں نہ پڑو اور کہو کہ معبود صرف ایک ہے اور صرف

Marfat.com

اسی سے ڈرتے رہو۔"

ایک سے زائد الہ کا رد عمل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لو کان فیھما الھة الا اللہ لفسدتا))

"اگر اللہ کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔"

اگر الہ ایک سے زائد ہوتے تو ایک الہ دوسرے پر غلبہ پانے کی فکر میں رہتا اور الہ آپس میں لڑتے رہتے اور نظام کائنات تباہ ہو کر رہ جاتا۔

سورۃ بنی اسرائیل میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

((قل لو کان معه الھة کما یقولون اذا لا تبتغوا الی ذی العرش سبیلاً سبحنه و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً))

"اگر الہ اور بھی ہوتے اور اقتدار کئی الہ کے ہاتھ میں ہوتا تو کوئی ایک دوسرے کے اقتدار کو برداشت نہ کر سکتا اقتدار اور طاقت اپنے سے بڑھ کر برداشت نہیں کیا جا سکتا۔"

تین خدا:

سورۂ نساء 171 میں ارشاد ربانی ہے:

((یااھل الکتب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمته القھا الی مریم و روح منه فامنوا باللہ و رسوله و لا تقولوا ثلثة انتھوا خیر الکم انما اللہ اله واحد سبحنه ان یکون له ولد))

"اے اہل کتاب! دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے معاملے میں بس حق بات کہو۔ بے شک عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القاء فرمایا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور یہ نہ کہوں کہ تین خدا ہیں۔ رک جاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ بے شک اللہ ہی اکیلا معبود برحق ہے اور وہ اولاد سے پاک ہے۔"

یہود و نصاریٰ نے اپنے دین میں غلو کا پہلو شامل کر کے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا۔

((وقالت الیھود عزیز ابن اللہ وقالت النصاریٰ مسیح ابن اللہ))(سورۃ البقرہ)

"یہود کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن اللہ ہیں۔"

حضرت عیسیٰ کی عاجزی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللّٰہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم و امہ و من فی الارض جمیعًا))

"اگر میں عیسیٰ اور مریم دونوں کو ہلاک کرنا چاہوں اور زمین میں جو سب کچھ ہے اس کو تباہ کرنا چاہوں تو کون ہے جس میں اختیار ہے کہ مجھے ایسا کرنے سے روکے۔؟"

فرمایا: موت میں نے دینی ہے، الٰہ میں ہی ہوں، مریم کو میں موت دے چکا ہوں، مسیح کو بھی موت دوں گا اور جس کو موت آئے گی اور پیدا ہوا تھا وہ کیسے الٰہ ہو سکتا ہے۔؟

اسی مضمون کو آیت الکرسی میں بیان فرمایا:

((اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم))(سورۃ البقرہ)

"اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ حی و قیوم ہے۔"

اور سورۂ حدید میں فرمایا:

((یحیی و یمیت))

"وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔"

حضرت عیسیٰ اللہ کی مخلوق ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((و للّٰہ ملک السمٰوات والارض و ما بینھما یخلق ما یشآء واللّٰہ علی کل شیء قدیر))

(سورۃ آل عمران)

"اور آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان سب کچھ کا بادشاہ اللہ ہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے تخلیق فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ محترمہ کے جسم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھونک ماری اور اللہ کے حکم سے مسیح کی تخلیق ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یخلق مایشاء))

"وہ جو چاہتا ہے تخلیق فرماتا ہے۔"

حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ان کو تو خدا کہتے ہو لیکن حضرت آدم علیہ السلام بن باپ اور ماں کے پیدا ہوئے ان کو معبود کیوں نہ بنالیا؟

Marfat.com

حضرت عیسیٰ کا خود اپنا تعارف کروانا:

((قال انی عبداللہ اتنی الکتب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً این ماکنت واوصنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاً))

''حضرت عیسیٰ نے فرمایا: بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے صاحب برکت بنایا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں، اور مجھے نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے جب تک زندہ رہوں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ کے بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے خود کسی قسم کی ربوبیت کا اقرار نہیں کیا اور محض اللہ کا بندہ اور اس کا نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم وقال المسیح یبنی اسرائیل اعبدو اللہ ربی وربکم))(سورۃ آل عمران)

''تحقیق ان لوگوں نے شرک کیا جنہوں نے کہا کہ بے شک مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود کو اللہ کا بندہ قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے خالص توحید الٰہی کا درس دیا اور وہ خود شرک یا الوہیت سے مبرا تھے۔

نصاریٰ کی گمراہی کا ایک اور پہلو:

ارشاد ربانی ہے:

((افلایتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم))

''پس وہ اللہ کی بارگاہ میں کیوں توبہ نہیں رکتے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔''

نصاریٰ اس قدر حد سے بڑھے ہوئے ہیں کہ احکامات وعید سن کر اور جب کہ ان کو اپنی حقیقت حال کا علم ہے پھر بھی اللہ سے توبہ نہیں کرتے اور اپنے راہ پر گامزن ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تو توبہ سننے والا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

((نحن اقرب الیہ من حبل الورید))

''ان شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((اللہ یقبل التوبة عن عبادہ ویعفوا عن السیات))

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اوران کی خطائیں مٹاتا ہے۔''

معجزات عیسیٰ:

ارشاد ربانی ہے:

((وابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وماتدخرون فی بیوتکم))(سورة ال عمران، آیت نمبر 49)

''حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں پیدائشی اندھے اور برص والے کو درست کردیتا ہوں اور میں اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کردیتا ہوں اور میں تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں جو تم گھروں میں کھا کر آئے اور جو گھروں میں چھپا کر آئے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اپنے اندر بہت سے معجزات رکھتی ہے۔ان کی معجزانہ تخلیق کی بناء پر لوگوں نے ان کو الوہیت کے درجہ پر فائز کردیا۔حالانکہ وہ تو بس اللہ تعالیٰ کے رسول تھے۔

اور بھی بہت سے رسول ہیں جن کو اللہ نے معجزات دیئے مثلاً: آدم وحواء علیہما السلام کی پیدائش وتخلیق' حضرت یوشع کے معجزات' حضرت الیاس علیہ السلام وغیرہ لیکن ان معجزوں کی بناء پر اور نبیوں کو الٰہ نہ بنایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت کے مقام پر فائز کر کے ظلم عظیم کمایا۔

سورت مائدہ کی آیت نمبر 75 میں ارشاد ربانی ہے:

((ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة کانا یاکلن الطعام انظر کیف نبین لهم الایت ثم انظرانی یوفکون))

''حضرت عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اوران سے پہلے بھی کئی رسول گزرے اوران کی والدہ مریم صدیقہ تھیں۔وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔کس طرح ہم ان کے لیے آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھئے کہ کس طرح وہ اوندھے پڑے ہیں۔''

حضرت مریم کی براءت:

قرآن نے حضرت مریم کی الوہیت سے یوں براءت کا اقرار کیا ہے اوران کو نیک اور پاکدامن قرار دیا ہے:

((وامه صدیقة))

''حضرت عیسیٰ کی والدہ اللہ کے ہاں درجہ صدیقیت پر فائز تھیں۔''

ردِّ الوہیت پر انسانی استدلال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((کانا یاکلن الطعام))

"وہ دونوں (حضرت عیسیٰ و مریم) کھانا کھایا کرتے تھے۔"

جو کھانا کھاتا ہے وہ گویا کھانے کا محتاج ہے، کھانے کے بغیر اس کے اوقات گزر نہیں اور جو محتاج ہو وہ الٰہ نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی ضرورت، مجبوری، عاجزی سے ماورا صرف خدائے بزرگ و برتر کی ذات ہے۔

کھانا کھانا ایک استفادہ ہے اس کے ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں منسلک ہیں، کھانے کے بعد کے معاملات اور اس کے اثرات تمام زندگی اور طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں کھانے والا اس سے محفوظ نہیں رہ سکتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ بھی ان اثرات سے متاثر ہوں گے اور یہ عاجزی اور کمزوری ہے اور الٰہ عاجز اور کمزور نہیں ہوسکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((سبحنه و تعالیٰ عما یشر کون))

صرف یہ کہ اس میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ وہ ذات بہت بلند ہے اس کی تمام خوبیاں اس کے اندر ذاتی طور پر موجود ہیں۔

جھوٹے معبودوں کی بے بسی کا ذکر:

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 74 میں ہے:

((قل اتعبدون من دون الله مالا یملك لکم ضرًا و لا نفعًا و الله هو السمیع العلیم))

"کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے علاوہ اس کی پوجا کرتے ہو جو نہ تمہارے نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

ایک معبود جو واقعی کوئی فائدہ یا نقصان دینے کا حق دار ہے اور جس کے اختیار میں یہ سب کچھ ہے اس کو چھوڑ کر ایسے معبود سے مانگنا جس کے بس میں نہ ہو جو نفع و نقصان پر کچھ قدرت نہ رکھتا ہو نہایت احمقانہ فعل ہے۔

قیامت اور حضرت عیسیٰ:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

((واذقال الله یعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی و امی الٰهین من دون الله قال سبحنك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی و لا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ماقلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدو الله ربی و ربکم و کنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم و انت علی کل شیء شهید))(سورۃ المائدہ:171-161)

"اور جب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم سے فرمائے گا کہ کیا آپ نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟

Marfat.com

عیسیٰ بن مریم عرض کریں گے: تو پاک ہے مجھے یہ لائق نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو تو اس سے واقف ہوتا۔ جو کچھ میرے دل میں ہے وہ تو جانتا ہے، لیکن جو تیرے نفس مبارک میں ہے میں اسے نہیں جانتا۔ بے شک تو سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے انہیں ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی، بلکہ میں نے تو ان کو حکم دیا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ جب تک میں ان میں تھا ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر رقیب تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر چیز جاننے والا ہے، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال اس لیے نہیں فرمارہا کہ اسے کو معلوم نہیں ہے، بلکہ اس سے مقصود ان کی قوم نصاریٰ کی سبکی اور سرزنش ہے کہ جس کو تم الہ مان رہے ہو وہ خود تمہارے عقیدے کے خلاف اپنی عبدیت کا اقرار کر رہا ہے اور وہ تمہارے بہتان سے بری ہے۔

یہ گفتگو قیامت کے دن ہوگی اور اس وقت آسمان سے نزول کے بعد حضرت عیسیٰ کی موت حقیقی واقع ہو چکی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ کی التماس:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے:

((ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم))

(سورۃ ال عمران)

"اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تُو غلبے والا حکمت والا ہے۔"

ردّ ابنیت

قرآن مجید میں آتا ہے کہ:

((وقالوا اتخذالرحمن ولدا لقد جئتم شيئاادا تكادالسموت يتفطرن منه وتنشق الارض وتخرالجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا))

(مریم:91)

"اور کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا اور یقیناً تم ایک خطرناک بات کر گزرے۔ قریب ہے آسمان اس سے پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کہ وہ رحمٰن کیلئے بیٹے کا دعویٰ کرتے ہیں۔"

ردّ کفارہ

کفارہ کے عقیدے کے مطابق خدا کے برانگیختہ عدل کو اس موروثی گناہ کے فدیے میں خون کی قربانی درکار تھی یہ قیمت یسوع مسیح نے ادا کی جس نے اپنا خون صلیب پر بہا کر اس موروثی گناہ کا فدیہ دیا۔ انجیل میں ہے:

Marfat.com

"کیونکہ تم جانتے ہو کہ تمہاری مخلصی سونے چاندی جیسی فانی چیز سے نہیں ہوتی۔۔۔بلکہ مسیح کے بیش قیمت خون سے جو بے داغ اور بے عیب برہ ہے۔"

قرآن مجید ایمان اور اعمال صالحہ کو نجات کا ذریعہ ٹھہراتا ہے، نہ کہ کسی شخص کے سولی پر چڑھ کر جان دینے کو۔ یہ عقل کے بھی خلاف ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی تمام انبیاء علیہ السلام نے ایمان اور اعمال صالحہ کو ہی ذریعہ نجات ٹھہرایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

((ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون))

(سورۃ البقرہ)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور جو صابی ہیں۔ ان میں سے جو بھی اللہ پر اور آخرت پر ایمان لے آیا اور اس نے اچھے عمل کیے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

قرآن مجید میں ہے:

((لاتزروازرة اخری))(سورة القمر:38)

"قیامت کے روز تو کوئی بھی ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا۔"

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح تمام عیسائیوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر پر لے کر صلیب پر چڑھے اور اب جو مسیح پر ایمان لائے گا تو اس کے تمام گناہوں کا کفارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو جائیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

ردِّ یہود

قرآن مجید کے نزول سے قبل یہود بے شمار گمراہیوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے برعکس عقائد اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان کے غلط اور باطل عقائد کا رد پایا جاتا ہے۔

تحریف:

یہود نے تورات میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف کر دی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

((فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللّٰہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا))

(سورۃ البقرہ:79)

"ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ دنیا کی تھوڑی سی دولت حاصل کر لیں۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

((یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظاً مماذکروا بہ))(سورۃ المائدہ:13)

"وہ کلمات الٰہیہ کو اپنی جگہ سے تحریف کرتے ہیں اور انہوں نے بہت سا حصہ ان چیزوں میں سے بھلا دیا جن کی ان کو یاددہانی کرائی گئی تھی۔"

اعتقادی غلطی:

یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ جنت میں صرف یہود ہی جائیں گے، خواہ ان کے اعمال کیسے ہی ہوں:

((وقالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودۃ))(سورۃ البقرۃ:80)

"یہود نے کہا کہ آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر چند دنوں کیلئے۔"

یہود کے اس عقیدہ کی قرآن مجید میں تردید ان الفاظ میں آگئی ہے:

((بلیٰ من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون))

(سورۃ البقرہ)

"بے شک جس نے برا عمل کیا اور اس کے گناہ نے اسے گھیر لیا تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

Marfat.com

کتمانِ آیات اور افتراء:

یہود تورات کی ان آیات کو جو ان کی منشاء اور مقاصد کے خلاف ہوتی تھیں، چھپا دیتے۔ مثلاً: تورات میں زانی کیلئے یہ حکم تھا کہ اسے رجم کیا جائے۔ لیکن علماء یہود نے اس حکم کو بدل ڈالا اور اس کے بجائے درّے مارنے اور منہ کالا کرنے کی سزا تجویز کی۔ ایک دفعہ ایک یہودی کے زنا کا مقدمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ فیصلہ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تورات لاؤ۔"

جب یہود تورات لائے تو ان میں سے ایک نے اس آیت کو اپنے ہاتھ سے چھپا لیا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ اس امر کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ میں آتا ہے:

((وکیف یحکمونك وعندهم التوراة فیها حکم اللّٰہ ثم یتولون من بعد ذلك وما اولئك بالمومنین))(سورۃ المائدۃ 43)

"یہود آپ کو حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے۔ اس میں اللہ کا حکم موجود ہے پھر یہ آپ کا فیصلہ سن کر بھی اس کے بعد پیٹھ پھیرتے ہیں اور بے شک یہ لوگ ایماندار نہیں ہیں۔"

اقامت دین میں سستی:

یہود تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیا کرتے تھے، وہ تساہل اور لاپرواہی سے کام لیتے تھے اور وہ ہر قسم کی برائی میں مبتلا ہو چکے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے دینی راہنماؤں کے متعلق فرمایا ہے:

((لولا ینهھم الربنیون والاحبار عن قولهم الاثم واکلهم السحت لبئس ما کانوا یصنعون))(سورۃ المائدہ 63)

"ان یہود کے علماء و مشائخ انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یقیناً بہت ہی برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

((وتری کثیر امنهم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلهم السحت لبئس ما کانوا یعملون))(المائدہ 62)

"تو دیکھا ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ گناہ اور ظلم کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور حرام کا مال کھاتے ہیں۔ بہت برا ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

رسول کریم کے متعلق پیشن گوئیوں کو چھپانا:

یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے صرف حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے ہی نبی دنیا میں

Marfat.com

آئیں گے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے نبی نہیں آسکتے۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے:

((ولاتومنوا الالمن تبع دینکم))(سورة آل عمران)

''تم نہ ایمان لاؤ مگر اس پر جو تمہارے دین کی پیروی کرتا ہو۔''

اس وجہ سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بعید از قیاس سمجھتے تھے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں دیا:

((فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلاخوف علیهم ولا هم یحزنون))

(سورۃ البقرہ:38)

''پس اگر میری طرف سے ہدایت آئے تو جو کوئی اس کا اتباع کرے گا تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

((ان الذین امنوا والذین هادوا والنصاریٰ والصابئین من امن باللّٰہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلهم اجرهم عندربهم فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون))(سورة البقره: 62)

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے اور جو صابی ہوئے اور نصاریٰ میں سے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں گے اور نیک کام بجالائیں گے، ان کیلئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

عقیدہ ابنیت:

یہود نے حضرت عزیز کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا۔ قرآن مجید نے عقیدہ ابنیت کی ان الفاظ میں تردید کی ہے:

((وماینبغی للرحمن ان یتخذولدا))

''اللہ رحمٰن کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ بیٹا بنائے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

''اس کا بیٹا کیسے ہوگا جبکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔''

☆☆☆

Marfat.com

قرآن مجید قیامت تک کے لیے چشمہ ہدایت

شخصی اور بین الاقوامی زندگی:

اسلام میں قرآن مجید شخصی زندگی سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک کے تمام مسائل کے حل کا مصدر اول ہے اور قرآن کی روشنی میں ہی تمام مسائل حل کرنے کی تعلیم ہے۔

راہِ قرآن چھوڑنے والا گمراہ:

جو کوئی قرآن مجید کی تعلیم کو چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔قرآن مجید میں ہے:

((فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهوآء هم عما جاء ك من الحق))

(سورۃ المائدہ:48:5)

’’پس تم لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون (قرآن) کے مطابق فیصلہ کرو اور قانون حق جو تمہارے پاس آیا ہے، اسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الذین یحادون الله ورسوله اولئك فی الاذلین))(سورۃ المجادلہ:20:58)

’’جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔‘‘

پھر فرمایا:

((لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط))

(سورۃ الحدید:25:57)

’’ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔‘‘

سورۃ المائدہ میں فرمایا:

((ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الکفرون))(سورۃ المائدہ 44:5)

’’اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔‘‘

Marfat.com

حقیقی خلیفہ حکم قرآن کولاگوکرتا ہے:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''صحیح معنی میں خلیفہ وہی ہے جو کتاب اللہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ کرے اور رعیت پر اس طرح شفقت کرے جس طرح ایک شخص اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔''

یہ آیات اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ اسلام میں قرآن مجید ہی تمام احکام کا سرچشمہ ہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کامل ترین کتاب ہے

کامل ہونے کا دعویٰ:

کامل کتاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ کامل ہونے کا دعویٰ کرے اور اس پر دلائل و براہین مہیا کرے، نیز وہ کسی انسانی وکالت کی محتاج نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

((الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا))

''آج میں نے تمہارے لئے اسلام بطور دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام بطور دین کے پسند کیا ہے۔''

دوسری جگہ آتا ہے:

((فیھا کتب قیمۃ))

''اس میں تمام کتب سابقہ کے علوم موجود ہیں۔''

پھر فرمایا:

((نزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین))

''اور ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری ہے جو بیان کرنے والی اور ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کیلئے جو فرمانبرداری اختیار کریں۔''

پھر فرمایا:

((مافرطنا فی الکتاب من شیء))

''ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی ہے۔''

چنانچہ جو شخص قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ اس کتاب میں دلائل ہستی باری

Marfat.com

تعالیٰ ضرورت الہام اور دیگر اصول و فروع مدلل ہیں۔ چنانچہ قانون شادی کہ کس عورت سے نکاح جائز ہے اور کس سے نہیں اور قانونِ وراثت اور تدبیر منزل یعنی خانہ داری و سیاست اور پہلے مذاہب میں جو اختلافات ہیں ان کا فیصلہ، غرض حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ضروری پہلوؤں پر مفصل بحث ہے۔

زندہ زبان والی کتاب:

کامل کتاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک زندہ زبان میں نازل ہو، تاکہ اس کتاب کے فہم میں اور اس کے الفاظ کی تفسیر میں محض خیالات پر بنیاد نہ رکھی جائے، بلکہ کامل اور زندہ کتاب کیلئے زندہ زبان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ایسی کتاب جس کی زبان کسی ملک اور کسی شہر میں بولی نہیں جاتی اس کا وجود و عدم برابر ہے، چنانچہ قرآن مجید اس اصل کی طرف آیات ذیل میں رہنمائی کرتا ہے:

((اناانزلناه قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون))

"ہم نے اس کتاب کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم عقل کرو۔"

پھر فرمایا:

((بلسان عربی مبین))

"قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور یہ وہ زبان ہے جو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔"

عقل بھی اس دلیل کی تائید کرتی ہے کہ کلام الٰہی زندہ زبان میں ہونا چاہئے۔ جو کامل کتاب روئے زمین کیلئے اور ہمیشہ تک تعلیم دینے والے اللہ کی طرف سے مقرر کی گئی ہے اس کی زبان بھی ہمیشہ کیلئے محفوظ اور زندہ رہنی چاہئے۔ جیسا کہ عربی زبان قرآن کریم کی خاطر زندہ اور محفوظ ہے۔

حفاظت:

کامل کتاب جو کہ تمام قوموں اور زبانوں کی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حفاظت بھی اللہ کی طرف سے کی جائے جیسا کہ تمام ضروریات زندگی کا مہیا کرنا اور اس کا محفوظ کرنا اسی کا کام ہے۔ ارشاد ہے:

((انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون))

"ہم نے ہی اس کامل نصیحت نامہ کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایسی حفاظت فرمائی کہ لاکھوں انسانوں کو اس کا حافظ بنادیا اور ان کے لوح قلب میں اس کو محفوظ رکھا۔ مخالفت کی سخت آندھیاں چلیں اور حوادثات کے سخت حملے ہوئے، لیکن اس کتاب کا ایک شوشہ بھی نہ ہلا جا سکا۔ اگر دنیا پر خدانخواستہ ایسا سیلاب آئے جس سے دنیا کی تمام کتابیں نابود ہو جائیں تو صرف قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے کہ جو سینوں میں محفوظ رہے گی۔

Marfat.com

نزول کا زمانہ:

کامل کتاب ایسے زمانے میں آنی چاہئے کہ جس زمانہ میں گمراہی اور گنہگاری اور مفاسد بھی کمال تک پہنچ جائیں، کیونکہ ایک چیز کی قدر و منزلت اس کی ضرورت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ پس کامل کتاب کا کسی ایسے زمانہ میں نازل ہونا جس زمانہ میں ابھی مفاسد اور ظلم موجود ہی نہیں بالکل غیر ضروری اور غیر مفید ہے، بلکہ ایسے زمانہ میں اس کا نزول مضر ہے۔

قرآن مجید اس زمانہ میں نازل ہوا جب خشکی اور تری میں فساد برپا ہو چکا تھا، توحید کا پودا مرجھا چکا تھا اور دلوں سے اللہ کا خوف جاتا رہا تھا۔ غرضیکہ ہر قسم کے مفاسد ظہور میں آچکے تھے۔

قرآن مجید میں ہے:

((ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدى الناس))

''براعظموں اور سمندروں (الجزائر) میں خرابی اور فساد غالب آیا لوگوں کی بداعمالی کی وجہ سے۔''

بے مثل کتاب:

کامل کتاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بے مثل ہو اور اس کی مثل لانے پر انسانوں میں سے کوئی قادر نہ ہو سکے۔ اس لئے قادر نہ ہو سکے کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور وہ اپنی ذات اور صفات اور افعال میں بے مثل ہے اس لئے اس کے آثار بھی جو اس کے افعال سے ظاہر ہوتے ہیں وہ بھی بے مثل ہونے چاہئیں۔ جیسا کہ اللہ کی خلق اور انسان کی صنعت میں فرق ظاہر ہے۔ جیسے اللہ درخت بناتا ہے اور ان کے پھول پھل ویسے انسان بنانے پر قادر نہیں، چنانچہ اس اصل کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت توجہ دلاتی ہے:

((قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذاالقرآن لاياتون بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا))

''ان سے کہہ دے کہ اگر جن وانس مل کر بھی کوشش کریں تو بھی وہ کبھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ نہ فرداً فرداً اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے''

چنانچہ فصحاء عرب، ادباء قوم اور بلغاء مکہ کی زبانیں اس کلام کے مقابلہ میں گنگ رہیں اور اس کتاب کے سننے سے انہوں نے اپنے معلقات کو اتار پھینکا۔

کامل نمونہ کو بیان کرنے والی کتاب:

کامل کتاب کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنے سے کامل نمونہ تیار ہو، کیونکہ اگر اس کتاب کا لانے والا ہی کامل اور مکمل نہیں تو کیسے معلوم ہو کہ وہ کتاب کامل ہے۔ جس کتاب کے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ تمام دینی امور کو بیان کرنیوالی ہے اور اس پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے تو چاہئے کہ اس پر عمل کرنے والے پہلے دینی ترقی کے کامل

Marfat.com

نہ ہوں اور ان کے حالات قومی اور صحیح تاریخ عوام کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس مقصد کی طرف
ں آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))

''تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے۔''

پھر فرمایا:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ))

''کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ پس اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

ل ترین تعلیم:

کامل کتاب کی تعلیم بھی اعلیٰ اور اکمل ہو۔ جس میں بتایا جائے کہ انسان اپنے نفس سے کیا معاملہ کرے، اپنے یزواقارب سے کیا سلوک کرے، حاکم ہو تو کیا کرے اور محکوم ہو تو کیا کرے۔ غرض جو حالات انسانی زندگی میں پیش سکتے ہیں سب پر مفصل بات کرے تاکہ انسان کا اپنا حق ضائع نہ ہو اور نہ دوسرے کے حق کو دبانے والا ہو۔ یہ دلیل آن مجید پر ہی پوری اتری ہے۔ صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتی ہے۔ شاد الٰہی ہے:

((مافرطنا فی الکتاب من شیء))

''ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔''

طبقہ کے لیے قابلِ عمل:

کامل کتاب جو سب لوگوں کیلئے ہو اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کی تعلیم پر ہر ملک وطبقہ کا انسان امیر وغریب ری وبحری عمل کر سکتا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

((لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا))

''اللہ کسی جان کی طاقت سے بڑھ کر اسے کوئی حکم نہیں دیتا۔''

للہ کی ذات کا حی وقیوم ہونا:

کامل کتاب وہ ہے جو زندہ خدا کو پیش کرتی ہو اور جس کی زندگی کا ثبوت تازہ بتازہ نشان ہوں۔ اور اس خدا کا مدار صرف قصہ کہانیوں پر نہ ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

((ادعونی استجب لکم))

''تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

Marfat.com

پھر فرمایا:

((من یجیب المضطر اذادعاہ ویکشف السوء))

''وہ اللہ جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے اور دکھوں کو دور کرتا ہے۔''

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن مجید ایک زندہ خدا پیش کرتا ہے جو لوگوں سے تعلق پیدا کرتا ہے، ان کی دعائیں سنتا ہے اور ان کے دکھ دور کرتا ہے۔

درست پیشن گوئیاں:

کامل کتاب کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس میں پیش گوئیاں پائی جاتی ہیں جو ہر دور میں پوری ہوں تاکہ لوگوں کا ایمان مزید تازہ ہو۔

جب ہم قرآن مجید کو اس معیار پر تولتے ہیں تو پورا اترتا ہے۔ قرآن مجید پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے جو ہر دور میں پوری ہوئیں اور مستقبل میں بھی پوری ہوتی رہیں گی۔

عہد نبوی میں ایرانی رومیوں پر غالب آگئے۔ اس وقت قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کی کہ چند سالوں میں رومی غالب آجائیں گے۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

((الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین))

''رومی مغلوب ہوئے مگر چند سالوں میں پھر وہ غالب آجائیں گے۔''

یہ پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پوری ہوئی۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں جب ہم قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتب سماوی پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہ ہدایت انسانی کیلئے کامل معلوم نہیں ہوتیں۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ انہوں نے کامل ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا اور اس لیے بھی کہ ان کی تعلیم وقتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی۔

قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی ایک بھی آسمانی کتاب نہیں ہے جس کے ماننے والے یہ دعویٰ کرسکیں کہ وہ محفوظ ہے۔ اول تو وہ زبانیں جس میں وہ کتب نازل ہوئیں مردہ ہوچکی ہیں، نہ وہ کسی علاقہ میں بولی جاتی ہیں اور نہ لکھی جاتی ہیں اور جس زبان میں وہ کتاب نازل ہوئی اس میں اس کا ایک نسخہ بھی موجود نہیں اور جب اصل نسخہ ہی موجود نہیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کتب تحریف وتبدل سے محفوظ ہے۔؟

اگر قرآن مجید کے علاوہ دوسری سماوی کتب کی تعلیم پر بھی نظر دوڑائیں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان کی تعلیم زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی نہیں کرتی۔ نہ ان کتب میں اللہ کی ہستی کا صحیح تصور موجود ہے اور نہ عائلی زندگی کے متعلق ہی رہنمائی ملتی ہے۔ نہ مدنی زندگی کے متعلق کوئی واضح ہدایت ہے اور نہ سیاست کی گتھیاں ہی سلجھائی ہیں اور نہ وقت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حقانیتِ قرآن

منزل من اللہ ہونا:

قرآن مجید کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتاب ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے جسے ماننے کے لئے اہل باطل کسی صورت تیار نہ تھے اور اسی کا انکار کرتے ہوئے وہ اسے بھی پہلے لوگوں کی بنیاد کہانیاں یعنی اساطیر الاولین کہتے۔ قرآن کو کبھی کلام ساحر کہتے، کبھی کلام شاعر، کبھی کچھ اور کچھ کسی اور طرح کی ہرزہ سرائیاں کرتے رہتے تھے۔ قرآن مجید کے نزول من اللہ ہونے پر اس نے عقلی اور نقلی دلائل پیش کئے ہیں۔

مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کے آغاز میں متعدد مقامات پر اس کے منزل من اللہ ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

((تنزیل من الرحمٰن الرحیم))

"یہ قرآن نہایت رحم کرنے والے مہربان کی طرف نازل کیا ہوا ہے۔"

(سورۃ حم سجدہ آیت نمبر 2)

قرآن مجید کے نزول کی نسبت اللہ تعالیٰ اپنی طرف فرماتے ہیں:

((وبالحق انزلنا))

"ہم نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا۔"

((انا انزلنه))

"بے شک ہم نے اسے نازل کیا۔"

((انا نحن نزلنا الذکر))

"ہم نے ہی بے شک یہ نصیحت نازل کی۔"

جب ہم قرآن مجید کو منزل من اللہ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان تمام معائب سے مبرا ہے جو ایک انسانی تصنیف میں ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر جو فوقیت ہے وہی فوقیت قرآن کو باقی کتابوں پر حاصل ہو جاتی ہے۔

حق و باطل کے درمیان امتیازی دلائل:

قرآن مجید میں حق و باطل کو واضح کرنے کے لئے تمام دلائل واضح طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں ارشاد ہے:

Marfat.com

((تبیاناً لکل شیء))(سورۃ النحل:89)
''اس میں ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔''
سورۃ الانعام کی آیت نمبر 50 میں فرمایا:
((مافرطنا فی الکتب من شیء))
''ہم نے کتاب میں کسی چیز کی بھی کمی نہیں کی۔''
اسی سورت کی آیت 59 میں فرمایا:
''نہ کوئی تر چیز ہے نہ خشک چیز مگر وہ کتاب مبین میں درج ہے۔''
مفسرین نے اس تفصیل کا یہی معنی بیان کیا ہے کہ اس میں تمام اصول وہدایت بیان کر دیئے گئے ہیں۔اس کے ساتھ ہی اسے ہر شخص کیلئے آسان بنادیا گیا ہے تاکہ آسانی سے سمجھ سکے۔

مہیمن:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کو دی گئی ہدایت کے سلسلے کی آخری کتاب ہے۔اس میں پہلی تمام کتابوں کی تعلیمات مرتکز کر دی گئی ہیں۔سورۃ المائدہ میں قرآن کو مصدق اور ''مھیمن ''یعنی پہلی کتابوں کی تعلیمات کی تصدیق کرنے والی اور ان کی تعلیمات کی محافظ کہا گیا ہے۔گویا قرآن مجید پہلی تمام کتابوں کی تعلیمات کا مجموعہ بھی ہے اور ہدایت بھی اپنی جامع ترین شکل میں اس میں موجود بھی ہے۔تعلیمات اور حقائق کی سچائی کو پرکھنے کا معیار قرآن ہوگا نہ کہ پہلی کتابیں۔یہی مضمون قرآن کے اور بھی کئی ایک مقامات پر بیان ہوا ہے۔

محفوظ ترین کتاب:

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی محفوظیت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لے رکھی ہے:
((انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون))
''بے شک ہم نے یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''
قرآن جیسی دنیا کی کوئی اور ایسی کتاب نہیں ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہو اور جس کے بارے میں اس قدر واشگاف الفاظ میں کہا گیا ہو کہ یہ محفوظ ہے۔
عالم اسباب میں بھی قرآن (کی حفاظت بذریعہ حفظ وکتابت) کیلئے جو اہتمام کیا گیا ہے اس کی مثال دنیا کی کوئی کتاب پیش نہیں کر سکتی۔روزانہ اس کی تلاوت کی تاکید'نمازوں میں اس کا پڑھا جانا' چھوٹے بچوں کا بھی حافظ قرآن ہونا'متن کے بغیر محض ترجمہ لکھنے پر پابندی'جن کی مثال قرآن کے علاوہ کہیں دکھائی نہیں دیتی۔

Marfat.com

کتاب حق:

سورہ سبا کی آیت 6 میں فرمایا:
"علم والے جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف حق تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا وہ حق ہے اور وہ خدائے عزیز وحمید کا راستہ دکھاتا ہے۔"
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیك من ربك هو الحق ویهدی الی صراط العزیز الحمید))
اس کے علاوہ السجدہ کی آیت نمبر 3، فاطر کی آیت 31 'الزمر کی آیت نمبر 2 اور دیگر مقامات پر قرآن کو حق کہا گیا ہے۔

عالمگیر:

قرآن مجید کا خطاب تمام انسانوں کے لئے ہے۔ گزشتہ کتابیں مخصوص اور محدود علاقوں اور زمانوں کیلئے آئیں لیکن قرآن مجید کا خطاب تمام انسانوں کی جانب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
((یاایها الناس))
(البقرۃ:21)(النساء:1)(الحجرات:13)(سبا:3)(الاعراف:158)(یونس:104)
"اے لوگو!"
سورت ابراہیم کی آیت نمبر 52 میں فرمایا:
((هذا بلغ للناس))
"یہ تمام لوگوں کیلئے دعوت ہے۔"
ایک جگہ فرمایا:
((ان هو الا ذکر للعلمین))
"یہ نصیحت ہے جہان والوں کے لیے۔"(سورۃ التکاثر آیت نمبر 27)

اہل اسلام اور طبقات سے پاک معاشرہ:

قرآن مجید کا ایک خطاب:
((یاایها الذین اٰمنوا))
ہے۔ جس میں کوئی طبقاتیت اور علاقائیت کا تصور نہیں ہے۔ اس نے دعوت کے اعتبار سے اے انسانو! اور احکام کا مکلف ہونے کے حوالے سے اے ایمان والو کے الفاظ سے خطاب کیا ہے۔

Marfat.com

کتاب معجزہ:

قرآن مجید متعدد پہلوؤں سے معجزہ ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کے اعجاز کے مختلف پہلوؤں پر ضخیم کتب لکھی ہیں۔ وہ اپنے الفاظ کی بناوٹ‘ فصاحت‘ بلاغت‘ معانی کی گہرائی و گیرائی اور شیرینی و چاشنی کے اعتبار سے معجزہ ہے کہ اس جیسا کلام کوئی نہ لا سکا۔

سابقہ حالات کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہی بات درست نکلتی ہے جو قرآن نے کہی اور آئندہ بھی وہی کچھ رونما ہو رہا ہے جو قرآن مجید نے کہا۔ جوں جوں قرآن کی بتائی ہوئی باتیں سچ ثابت ہوتی رہیں گی قرآن کا اعجاز ثابت ہوتا رہے گا۔

اسی طرح کوئی کلام یا پیشن گوئی اور فصاحت و بلاغت کا نمونہ ہوتا ہے یا سادہ گوئی کا۔ یہ متضاد خصوصیات یکجا نہیں ہو سکتیں لیکن قرآن مجید میں دونوں کا امتزاج موجود ہے۔ اسی طرح قرآن نہ نثر ہے نہ نظم۔ اس میں انسانی نثر نگاری یا شاعری کے اصولوں کا تتبع نہیں ہے، لیکن اس میں شاعری اور نثر دونوں کی وہ خصوصیات موجود ہیں جو پسندیدہ ہیں۔

قرآن مجید جو ہدایت دیتا ہے اس کے بارے میں اس کا اعلان ہے:

((ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم))

”قرآن مجید ایسی راہ کی جانب رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے۔“

یہ بات دراصل اس سیاق و سباق میں کہی گئی ہے۔ بنی اسرائیل کو متنبہ کیا گیا ہے۔ اب لازم ہے کہ وہ قرآن ہی کی پیروی کریں اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہ آخری ہدایت آچکی ہے۔ کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی پر عمل کرنے یا نہ کرنے پر ہے۔

((لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ))

(سورۃ الحشر آیت نمبر 21)

”ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ یہ اللہ کے خوف سے پھٹا اور دبا جاتا ہے۔“

اسی بات کو دوسرے انداز سے یوں بیان کیا گیا:

((انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنھا))

(سورۃ احزاب آیت نمبر 72)

”بے شک ہم نے یہ امانت آسمان و زمین پر پیش کی لیکن انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا۔“

قرآن مجید کے بارے میں مشرکین مکہ نے کہا کہ یہ بندے کا کلام ہے تو انہیں کہا گیا کہ وہ اس جیسی ایک کتاب لے آئیں۔

((قل فاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صدقین))

”ان سے کہیں کہ اگر یہ اپنے قول کے سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں۔“

Marfat.com

جب وہ اس جیسا کلام نہ لاسکے تو اس کے بعد انہیں اس جیسی دس سورتیں ہی لے آنے کو کہا گیا:

((قل فاتوا بعشر سور مثله))

''انہیں کہیں کہ اس جیسی دس سورتیں بنالائیں۔''

لیکن وہ ایسا بھی نہ کر سکے۔ آخر میں انہیں چیلنج کیا گیا کہ وہ اس جیسی ایک سورت بنالائیں''

((قل فاتوا بسورة مثله))

''انہیں کہو کہ اس جیسی ایک سورت بھی لا کر دکھا دیں۔''

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ چیلنج تو آج بھی موجود ہے، لیکن کسی کو بھی اس کی مثل لانے کی ہمت نہیں ہوئی، بلکہ انہیں متنبہ کیا گیا کہ تم ہرگز ایسا نہیں کرسکو گے اور تمہیں قرآن کو انسانی کلام کہتے ہوئے اس آگ سے ڈرنا چاہئے جس کا ایندھن پتھر ہے۔

سورت بنی اسرائیل میں اس سلسلے میں فرمایا:

''اگر تمام انسان اور جن اس کے لئے اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسی کتاب بنالائیں تو اس جیسا کلام نہیں لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔''

یہ درحقیقت ان کی غیرت کو چیلنج تھا۔ اس کا جواب دینے کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوگا لیکن کامیاب نہ ہوسکنا اسی بات کی دلیل ہے کہ وہ ایسا کر سکتے ہی نہ تھے۔

قرآن مجید کے اس چیلنج کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ دراصل مشرکین کی غیرت کو للکارا گیا تھا کہ وہ اپنے تمام معبودوں اور ساتھیوں کو بھی ساتھ لے لیں اور قرآن جیسی کتاب تیار کرلیں۔ مشرکین اپنے معبودوں کی عزت کے بارے میں بڑے حساس تھے، اس کے باوجود اگر وہ اس چیلنج کا مقابلہ نہیں کر سکے تو یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکتے ہی نہ تھے۔

قرآن مجید کے آغاز میں ہی اعلان کیا گیا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں:

((ذالك الكتب لاريب فيه))

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔''

(سورۃ البقرۃ آیت نمبر 2)

اس میں ہر طرح کے شک کو رفع کر دیا گیا ہے، اس کی تعلیمات کے سچا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں اور اس کے محفوظ ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

باطل سے پاک ومبرا:

سورت حم السجدہ میں ہے:

((لاياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه))

Marfat.com

”اس میں باطل نہ آگے سے داخل ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے۔“

آگے پیچھے سے نہ آسکنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی کسی حقیقت کو غلط ثابت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔ کوئی ایسی حقیقت نہیں ہوسکتی جو قرآن کی بتائی ہوئی حقیقت کو جھٹلا سکے۔ باطل خواہ براہ راست سامنے سے حملہ آور ہو یا چھپ کر خفیہ سازشیں کرے وہ قرآن کی دعوت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

خصائصِ قرآن:

قرآن مجید نے خود اپنے ایسے خصائص بیان کیے ہیں جو اس کی حقانیت کی دلیل ہیں:

((قرانًا عربیًا غیر ذی عوج))

”قرآن وہ کتاب ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔“

((انه لکتب عزیز))

”یہ ایک اٹل کتاب ہے۔“

دشمن اپنی چالوں سے اسے نیچا نہیں دکھا سکتا:

((کتاب مکنون))

”پوشیدہ اور محفوظ کتاب۔“(سورۃ البیروج، آیت نمبر 21 تا آیت نمبر 22)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ))

”بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔“

((وانه فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم))(الزخرف 5:

”اصل الکتاب وہ کتاب جس سے تمام انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں۔“

سورت عبس میں فرمایا:

”دیکھو یہ قرآن نصیحت اور قابل احترام اوراق میں لکھا ہوا ہے جو بلند مقام پر ہونے اور پاک ہیں۔“

سورت ص میں فرمایا:

((ص والقرآن ذی الذکر))

”قرآن شرف وعزت والا اور نصیحت سے بھرپور ہے۔“(سورۃ ص، آیت نمبر 1)

سورت ص کی آیت نمبر 29 میں فرمایا:

”یہ ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں۔“

Marfat.com

فضیلتِ قرآن:

حدیث ہے:

((فضل کلام اللّٰہ علی سائر الکلام کفضل اللّٰہ علی خلقه))

"اللہ کے کلام کی فضیلت ہر کلام پر ایسی ہے جیسی اللہ کی برتری اس کی تمام مخلوق پر ہے۔"

حدیث میں ہے:

((ان اللّٰہ یرفع بھذا الکتاب اقوامًا ویضع به آخرین))

"اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے کچھ لوگوں کو اٹھائے گا (ترقی دے گا) اور کچھ لوگوں کو گرائے گا۔"

اسی بات کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

((یضل به کثیراً ویھدی به کثیراً))

"وہ اس قرآن کی بدولت بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

"خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔"

میں نے پوچھا:

"یا رسول اللہ! اس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی۔؟"

آپ نے فرمایا:

"کتاب اللہ" اس میں اس چیز کی خبر بھی ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں پر کیا گزری اور اس بات کی خبر بھی ہے کہ تمہارے بعد آنے والوں کا کیا حال ہوگا اور اس چیز کا ذکر بھی ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی صورت کیا ہے۔ یہ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کتاب ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

اثرِ قرآن

مومنین سے خطاب:

سورۃ الحدید کی آیت نمبر 16 میں ہے:

((الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰہ وما نزل من الحق و لا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فسقون))

"کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ڈر جائیں اللہ کے ذکر سے اور اس سے جو حق کے ساتھ نازل کیا گیا۔ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی تو لمبی ہوگئی ان کی مدت گمراہی اور ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔"

زیر نظر آیت مبارکہ میں دو پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

1: اس آیت میں مومنوں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ ان کے سامنے اللہ کی کتاب نازل ہو رہی ہے اللہ کا ذکر ہو رہا ہے کیا وجہ ہے کہ ان پر اللہ کا خوف طاری نہیں ہو رہا۔

2: پھر فرمایا گیا ہے کہ تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جن کی نیت کو اللہ نے دراز کر دیا اور ان کے دل سخت ہوگئے، سو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔

مومنوں کو تنبیہ:

ارشاد ربانی ہے:

((الم یان للذین اٰمنوا))

یہاں مومنوں سے خطاب فرمایا۔ اس سے مراد تمام مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کا وہ خاص گروہ ہے جو ایمان کا اقرار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں شامل ہو گیا تھا مگر اسلام لانے کے باوجود اُن کا دل اسلام کے درد سے خالی تھا۔ تمام تر مشکلات کے باوجود یہ گروہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا، اس پر ان لوگوں کو شرم دلائی جا رہی ہے کہ تم کیسے ایمان والے ہو؟ کیا اب وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کا ذکر سن کر تمہارے دل پگھلیں اور اس دین کے لیے تمہارے دلوں میں ایثار و قربانی کے جذبات پیدا ہوں۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ معاشی سہولتیں اور آرام ملا تو بعض حضرات میں عمل کی جدوجہد جو ان کی عادت تھی اس میں کچھ کمی اور سستی پائی گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیتِ عتاب نزولِ قرآن کے تیرہویں سال نازل ہوئی۔

اس آیت تنبیہ کا مقصد مومنین کو مکمل خشوع اور عمل صالح کے لیے مکمل مستعد رہنے کی تعلیم دینا تھا اور خشوع قلب ہی پر تمام اعمال کا دارومدار ہے۔

خشوع کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اٹھالی جائے گی وہ خشوع ہے۔"

شانِ نزول:

منافقین مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے رہتے تھے،ان کو پرانے زمانے کی یاد دلا کر اشتعال دلاتے تھے۔کئی دفعہ مسلمان مشتعل ہو جاتے۔اوس وخزرج ایک دفعہ اکٹھے بیٹھے تھے اور منافقین نے ان میں لڑائی کروادی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں صلح کروادی اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قرآن کا مثبت اثر ہونا چاہیے:

مذکورہ واقعہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن پاک کا مثبت اثر مرتب ہونا چاہیے۔جب قرآن پڑھا جائے تو اللہ چاہتا ہے کہ اس کا اثران کے دلوں پر بھی ہو۔ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوگی تو حق بات قبول کرنے کی صلاحیت اور بڑھ جائے گی۔

مومن اور منافق پر نزول قرآن کی کیفیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

((واذا ماانزلت سورۃ فمنهم من يقول ايكم زادته هذه ايمانًا فاماالذين أمنوا فزادتهم ايمانًا وهم يستبشرون واماالذين فی قلوبهم مرض فزادتهم رجسًا الى رجسهم وماتوا وهم كافرون))

"جب مومن پر قرآن کی آیات نازل ہوتی ہیں اور ان کے سامنے ذکر الٰہی کیا جاتا ہے تو اس سے ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔مومن اس سے خوش ہوتے ہیں مگر کافر سن کر حسد کی آگ میں جلتے ہیں اور وہ اسی ضد کی آگ میں مرجاتے ہیں۔"

قرآن مجید کا تدریجاً نزول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ہم آہستہ آہستہ نازل کرتے ہیں تا کہ مومنوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ تقویت دے۔مومنوں کا ایمان اس سے اور مضبوط ہوتا ہے اور منافق ایک دوسرے کو ازراہ تضحیک قرآن کو سن کر مذاق کرتے ہیں اور تضحیک و

Marfat.com

مذاق کا ماحول پیدا کرتے ہیں۔"

منافق اور مومن کی کیفیت کو ایک مثال سے واضح کیا گیا ہے۔ جس طرح بارش گندگی اور باغ دونوں پر برستی ہے، باغ کے اندر پھل، پھول ترو تازہ گھاس اگتی ہے اور گندگی کے ڈھیر پر بارش سے اور زیادہ بدبو اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح نزول قرآن، مومن اور منافق دونوں کے دلوں پر جدا جدا اثرات رکھتا ہے۔

منافقین کی مذمت:

قرآن منافقین کی یوں مذمت کرتا ہے کہ جب قرآن نازل ہوتا ہے تو پھر منافق اپنے اندر چھپا سکتا ہے کہ شاید یہ آیات میرے متعلق نازل ہوئی ہیں ان کے اندر مرض ہے جو اور بڑھ جاتا ہے اس کیفیت سے مطمئن ہونے کے لیے وہ پھر قرآن کی تضحیک شروع کر دیتے ہیں اور یوں قرآن کی آیات کو استحصال کا شکار بناتے ہیں۔

یہود کی کیفیت:

سورہ بقرہ میں یہود کی کیفیت بیان کی گئی ہے:

((ثم قست قلوبکم من بعد ذلك فهي كالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار وان منها لما يشقق فيخرج منه المآء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون))

"پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پتھروں کی طرح، بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت۔ اور کچھ پتھروں سے نہریں بہہ پڑتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔"

پتھروں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی اللہ کے خوف سے لرز جاتے ہیں، ان میں خشیت الٰہی پیدا ہو جاتا ہے اور بعض پھوٹ پڑتے ہیں پانی کے چشموں کی مانند مگر یہ اس قدر سنگ دل ہیں اور ان کا عالم یہ ہے کہ ان کے دل بالکل ٹس سے مس نہیں ہوتے اور اپنی حالت پر برقرار ہیں۔

عظمت قرآن بموازنہ انسانی دل:

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 72 میں ہے:

((انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوماً جهولاً))

"ہم نے زمین اور آسمان کو امانت پیش کی اور پہاڑوں پر پھر کسی نے قبول نہ کیا اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے، بیشک یہ بڑا بے ترس اور ناداں ہے۔"

امانت قرآن کو ہم نے زمین، آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو بڑے بڑے اجسام نے سن کر التجا کی اے

Marfat.com

پروردگار ہم اب بھی آپ کے تابع فرمان چل رہے ہیں، اس بار کو اٹھانے سے ہم اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں ہم یہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب کے متحمل ہیں۔

پہاڑ اور آسمان اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس کو اٹھانے سے قاصر رہے، یہ ان چیزوں کی کیفیت ہے جو بہت وسیع، دیو ہیکل اور بلند ہے۔

پہاڑوں پر نزول قرآن کی کیفیت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لوانزلنا هذاالقرآن على جبل لرأيته خاشعًا متصدعًا من خشية الله))

"اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو وہ اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔"

پتھروں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ کے خوف سے پھٹ جاتے ہیں لیکن انسان جس کا دل حاملِ قرآن ہے اتنا سخت ہے کہ اثرات اس پر مرتب نہیں ہوتے، اس پر یہ اثر ہونا چاہیے کہ نزول قرآن کے وقت اس کے دل پر خوف الٰہی طاری ہو۔

مومنوں کو تنبیہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولاتكونوا كالذين اوتواالكتب من قبل فطال عليهم الامدفقست قلوبهم و كثير منهم فسقون))

یہاں یہود کی مذمت کی گئی ہے کہ مسلمانو! تم ان کی مانند نہ ہو جاؤ۔ قرآن نے ان کے بطور خاص طویل مدت دے رکھی اور چاہیے تو یہ تھا کہ اس طویل مدت میں فائدہ اٹھاتے لیکن ان کے دل سخت سے سخت تر ہو گئے۔

یہود سے عہد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولقد اخذالله ميثاق بنى اسرائيل وبعثنا منهم اثنى عشر نقيبًا وقال الله انى معكم لئن اقمتم الصلوٰة واتيتم الزكوٰة وامنتم برسلى وعزرتموهم واقرضتم الله قرضًا حسنًا لاكفرن عنكم سياتكم ولادخلنكم جنٰتٍ تجرى من تحتها الانهار فمن كفر بعد ذلك منهم فقد ضل سوآء السبيل فبما نقضهم ميثاقهم لعناهم وجعلنا قلوبهم قاسية يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظًا مماذكروابه))

"اللہ تعالیٰ نے یہود سے عہد لیا اگر تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو تو اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں جنت عطا فرمائے گا، لیکن اس کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ بھول گئے جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی

Marfat.com

اور ہمارے عذاب نے اچانک آ کر پکڑ لیا۔"

سورۂ انعام 43-42 میں ہے:

((ولقد ارسلنا الی امم من قبلك فاخذنهم بالباسآء والضرآء لعلهم یتضرعون، فلولا اذجآء هم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبهم وزین لهم الشیطن ماکانوا یعملون فلما نسوا ماذکروابه فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذافرحوابمااوتوااخذنهم بغتة فاذاهم مبلسون))

یہود نے اللہ کے عہد کو توڑا اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا، یہ گناہ میں آلودہ ہو گئے اور ان کے دل سخت ہو گئے کیونکہ کوئی نصیحت اور ڈر ان کو خوفزدہ نہیں کرتا تھا اور ایسی حالت میں برائی اور اچھائی کی تمیز نہیں رہتی۔

حدیث میں ہے:

"جب تو برائی کرے تو اگر تیرے دل میں کھٹکا پیدا ہو تو اس کو چھوڑ دے۔"

جب دل سخت ہو جاتے تو اللہ کی طرف سے بڑا سے بڑا ڈراوا اس پر کوئی اثر نہیں کرتا اور وہ اپنی گمراہیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔

الغرض آیت مبارکہ: "الم یان للذین امنوا" سے غالب گمان یہ ہے کہ نزولِ قرآن اور ذکرِ الٰہیہ انسانی دل پر اثرات کیسے مرتب ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایمان اور خالق کائنات اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مومنوں کے دلوں پر خوف اور خشیت الٰہی طاری ہونا چاہیے اور رب العالمین مسلمانوں کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار یہود کی رنگت میں نہ رنگ جانا جنہوں نے سرکشی کی اور اللہ کے تمام عہدوں کو بھلا دیا۔

زمین کی روئیدگی سے مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اعلموا ان اللّٰہ یحی الارض بعد موتها قدبینا لکم الایت لعلکم تعقلون))

"جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ تحقیق ہم تمہارے لیے آیات بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو۔"

مومنین کی نشانی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انماالمؤمنون الذین اذاذکراللّٰہ وجلت قلوبهم واذاتلیت علیهم ایاته زادتهم ایماناً وعلی ربهم یتوکلون))

"بے شک مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب آیات ربانی

Marfat.com

پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔"
مومنین کی ایک اور جگہ یہ نشانیاں بیان کی گئی ہیں:
((الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون اولئک المومنون حقًا لھم درجات عندربھم ومغفرۃ ورزق کریم))
"وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا اس سے خرچ کرتے ہیں اور وہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے ہاں درجات ہیں اور مغفرت اور رزق کریم ہے۔"
جب کوئی حکم الٰہی آدمی کے سامنے آئے اور وہ اس کی تصدیق کرے' سر اطاعت سے جھکا دے تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، ہر اس موقع پر جب آدمی کی مرضی کے خلاف اس کی رائے اور تصورات و نظریات کے خلاف' اس کی مانوس عادتوں کے خلاف' اس کے مفاد اور اس کی لذت و آسائش کے خلاف اس کی محبتوں اور دوستیوں کے خلاف' اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی ہدایت میں ہے اور آدمی اس کو جان کر فرمان الٰہی اور رسول کو بدلنے کی بجائے اپنے آپ کو بدل ڈالے اور اس کی قبولیت میں تکلیف برداشت کرے تو اس سے انسان کے ایمان کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ جیسا فرمایا:
((الابذکر اللہ تطمئن القلوب))
"جان لو کہ دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر میں ہے۔"
اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرے گا اور بہت سوں کو پس کر دے گا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"بنی آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آجاتا ہے۔"
عرض کیا گیا:
"دلوں کے زنگ کو دور کرنے کا کیا طریقہ ہے۔؟"
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔"

☆☆☆

Marfat.com

تلاوتِ قرآن مجید اور تعوذ

تعوذ پڑھنے کا قرآنی حکم:

ارشاد ربانی ہے:

((فاذاقرأت القرآن فاستعذبالله من الشیطن الرجیم))(سورۃ النحل آیت نمبر 98)

''اور جب آپ قرآن کی قرات کریں تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ضرور پڑھ لیا کریں۔''

اس آیت سے قبل نیک اعمال اختیار کرنے کا حکم ہے اور قرآن مجید کی تلاوت تمام نیک اعمال میں سے بہترین عمل ہے اور شیطان چونکہ انسان کا دشمن ہے وہ کوشش کرے گا کہ تمہیں قرآن پڑھنے سے روکے یا اگر پڑھنے کا موقع مل جائے تو کوشش کرے گا کہ پورے طور پر توجہ قرآن میں مرتکز نہ ہو۔ قرآن کے معانی اور اس کے اسرار میں غور و فکر نہ کر سکے اور قرآن کی برکات سے مستفید نہ ہو سکے۔

یوں بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان انسان کے ذات کو غلط ڈگر پر چلا دے اور انسان قرآن کے بارے میں کج فہمی کا شکار ہو کر اس کے مفاہیم و مطالب کو غلط سمجھنے لگے۔ اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے تعوذ پڑھ لے یہ ایک طرح سے اللہ سے مدد مانگنا بھی ہے کہ قرآن کا پڑھنا ایک عظیم کام اور شیطان بدترین دشمن ہے۔ اس کے حملے سے بچ سکنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے اس سے بچا جا سکتا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ انسانوں میں سے جو تمہارے ساتھ دشمنی کرے تو اس کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ برائی کا جواب نیکی سے دے کر برائی کو دفع کرو۔ برائی کرنے والا خود شرمسار ہو کر برائی سے باز آجائے گا اور دشمن بھی دوست بن جائے گا۔

اگر شیطان دشمنی کرے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا کہ ہم اس کی پناہ حاصل کریں، کیونکہ یہ دشمن حسن سلوک سے زیر نہیں کیا جا سکتا۔ تعوذ پڑھنے کا ایک مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انسان تلاوت قرآن جیسا عمل کر کے غرور اور گھمنڈ کا شکار ہو جائے۔ یہ پڑھنے سے یہ گھمنڈ ٹوٹتا اور اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ یوں بھی کہا گیا ہے کہ انسان دنیوی کاموں میں مصروف ہوتا ہے۔ قرآن حکیم پڑھنے سے قبل اسے تعوذ کا حکم دیا گیا تاکہ وہ دنیا اور شیطانی کاموں سے نفسیاتی طور پر اپنے آپ کو الگ کرے اور شعوری طور پر ایسا محسوس بھی کرے۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

واہی تباہی باتوں سے منہ میں جو ناپاکی ہو جاتی ہے اس سے وہ دور ہو جاتی ہے اور منہ اللہ کا کلام پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اس میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کی جاتی ہے اور اس کی عظیم الشان قدرت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اپنے بدترین دشمن کے مقابلے میں اپنی کمزوری اور عاجزی کا اقرار بھی ہے اور اللہ کی پناہ طلب کرنا بھی۔

تعوذ کا معنی:

تعوذ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ شیطان رجیم مجھے دین و دنیا میں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ جن احکام کی بجا آوری کا مجھے حکم دیا گیا ہے ایسا نہ ہو کہ میں ان کی بجا آوری سے رک جاؤں اور جن کاموں سے منع کیا گیا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ افعال مجھ سے سرزد ہو جائیں۔ اللہ کے سوا شیطان سے بچانے والا اور کوئی نہیں۔

لفظ شیطان کی تحقیق:

لفظ شیطان شطن سے بنا ہے۔ اس کے معنی دوری کے ہیں۔ شیطان کو اس لیے یہ نام دیا گیا ہے کہ یہ انسان کی طبیعت سے دور بلکہ ہر بھلائی سے دور ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ آگ سے بنا ہے اس لیے یہ لفظ شاط سے بنا ہے۔ ابن کثیر پہلی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے لیے انہوں نے عرب علماء کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے۔ یہ شیطان انسانوں میں سے بھی ہو سکتے ہیں اور جنوں میں سے بھی۔

رجیم کا معنی:

رجیم فعیل کے وزن پر مفعول کے وزن پر ہے یعنی مرجوم ہے۔ مرجوم ہر بھلائی سے دور قرآن مجید میں ہے:

((ولقد زينا السمآء الدنيا بمصابيح وجعلنا ها رجوماً للشيطين))

"ہم نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی اور ہر سرکش شیطان سے بچاؤ بنایا۔"

شیاطین غیب کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ ان کے پیچھے آگ کا ایک گولہ پھینکا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

((ولقد جعلنا في السماء بروجًا وزينها للنظرين وحفظنها من كل شيطن رجيم))

"ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کے لیے زینت دی اور اسے ہر راندے ہوئے شیطان سے ہم نے محفوظ کر لیا۔"

تعوذ اور مسائل فقہ:

تعوذ کے بارے میں علماء کے ہاں مختلف آراء ہیں کہ اس کا پڑھنا واجب ہے یا مستحب؟ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے خیال میں قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ مستحب ہے۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ بن ابی رباح اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں یہ صیغہ امر کے ساتھ آیا ہے اور قاعدہ بھی ہے کہ امر کا صیغہ واجب کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ عمل کیا

Marfat.com

کہ آپ تعوذ پڑھا کرتے تھے۔ مزید یہ کہ اس سے شیطان کا شر دور ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں صیغہ امر میں بات کی گئی ہے لیکن وہ کام کرنا فرض یا واجب نہیں مثلاً سورت الحج میں قربانی کے گوشت کے بارے میں ہے:

"یہ گوشت تم خود بھی کھاؤ اور ہر مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔"

یہاں صیغہ امر کے باوجود ایسا کرنا لازم نہیں۔ اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 2 میں فرمایا:

"جب احرام کھول دو تو پھر شکار کر لو۔"

یہاں بھی شکار کرنے کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام دلائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت عین ہے کیونکہ اس سے مقصود قاری کا اعتصام اور اللہ تعالیٰ سے شیطان کے شر میں مبتلا ہونے سے پناہ طلب کرنا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ التزام کے ساتھ اعوذ باللہ پڑھے۔"

بعض علماء کا خیال ہے کہ تعوذ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد پڑھا جائے کیونکہ النحل 98 میں صیغہ استعمال ہوا ہے:

"جب تم قرآن پڑھ لو۔"

لیکن جمہور علماء کا خیال ہے کہ جس مقصد کے تحت اعوذ پڑھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کی جائے اور یہ مقصد قرأت سے پہلے اعوذ پڑھنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے بعد میں نہیں۔

اگر قرآن پڑھنے کے دوران مختصر وقفہ آجائے تو دوبارہ تلاوت شروع کرتے وقت صرف تعوذ پڑھنا کافی ہے بسم اللہ ضروری نہیں۔

تعوذ کے الفاظ:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور نے تعوذ کے لیے جو الفاظ اختیار کیے ہیں وہ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ہی ہیں۔ یہی الفاظ قرآن کے الفاظ کے قریب تر ہیں۔ اس کے علاوہ استعیذ، نستعیذ اور استعذت کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

قرآن اور اسلام پر مشرکین کے اعتراضات اور ان کے قرآنی جوابات

تین بنیادی نکات:

قرآن مجید پر مشرکین مکہ طرح طرح کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ان کے اس رویئے کو ہم تین بنیادی نکات میں بیان کر سکتے ہیں:

1: اسلام سچا دین نہیں ہے۔

2: قرآن منزل من اللہ نہیں ہے۔

3: محمد نبی برحق نہیں ہیں۔

ذیل میں ان بنیادی اعتراضات کا مختصر تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

قرآن پاک اللہ کا کلام نہیں

قرآن مجید کلام ربانی نہیں:

مشرکین مکہ نے سارا زور اسی پر لگایا کہ یہ ثابت کر دکھایا جائے کہ قرآن حکیم اللہ کا کلام نہیں ہے اور یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، کیونکہ قرآن پاک کی فوقیت اللہ کا کلام ہونے پر منحصر ہے۔اس بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ نے خود باتیں کیں۔اس کے لیے انہوں نے دو طریقے اختیار کیے۔انہوں نے یہ کوشش کی کہ نسخ فی القرآن کی بنیاد پر یہ ثابت کیا جائے کہ محمد کا کلام ہے۔درج ذیل تفصیل سے اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مشرکین کا نسخ فی القرآن کی بنیاد پر قرآن کو نبی کریم کا کلام کہنا:

قرآن مجید کے کچھ احکام اور آیات الٰہی اس میں موجود تھیں، لیکن بعد میں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے منسوخ کر دیا گیا۔قرآن حکیم کے احکام کے اندر ایک حکمت کے تحت وقتاً فوقتاً تبدیلی آتی رہی۔اس کی بنیاد پر مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ محمد کا اپنا کلام ہے۔جب چاہتے ہیں شامل کر دیتے ہیں اور جب چاہیں نکال لیتے ہیں۔

مشرکین کے اس رویئے کو تفسیر ابن کثیر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ لوگ ازلی و ابدی بدنصیب ہیں۔ناسخ و منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا۔اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق اللہ جو چاہے حکم کرے یا ایک حکم کو اٹھا کر دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ایک زمانے میں ایک وقت پر حکم جاری کرتا ہے۔اس کا مقصد جب پورا ہو جاتا ہے تو پھر اور حکم لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کس موقع پر اس نے کیا حکم جاری کرنا ہے۔ ناسخ ومنسوخ اللہ کا عمل ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔

قرآن حکیم نے مشرکین کے اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا ہے:

((ماننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللّٰہ علی کل شیء قدیر))

''کوئی آیت جسے ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے ہم بھلا دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔'' (سورۃ البقرہ: 106)

کتب سابقہ اور قرآن کے احکام میں اختلاف:

مشرکین نے یہ اعتراض کیا کہ پہلی شریعتوں اور قرآن میں فرق ہے۔ احکام کے لحاظ سے بھی فرق ہے۔ پہلی کتابیں یکبارگی نازل ہوئیں۔ قرآن حکیم آہستہ آہستہ نازل ہوا ہے۔ مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ اللہ کا دین ہے تو اس کی دوسری کتابوں سے مشابہت ہوتی۔ یہاں پر ان کی اس بات یعنی انکار کا توڑ کیا جاتا ہے۔ پہلی کتابیں بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور قرآن حکیم بھی۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

((واللّٰہ اعلم بما ینزل))

''اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے۔'' (سورۃ النحل آیت نمبر 101)

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قوم یا کس زمانے میں کس طرح کے احکامات نازل فرمانے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے احکامات میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے احکامات میں فرق تھا۔

مشرکین کہتے ہیں کہ قرآن محمد نے خود گھڑ لیا ہے

قرآنی بیان:

مشرکین کہتے ہیں کہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے۔ مشرکین کی اس بات کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

((واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللّٰہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لایعلمون))

''اور جب ہم کوئی حکم کسی دوسرے کی جگہ بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، وہ (کافر) کہتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ تم (خود) گھڑ لیتے ہو۔ بلکہ ان میں اکثر علم نہیں رکھتے۔''

(سورۃ النحل: 101)

اس آیت مبارکہ میں بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ مشرکین کہتے ہیں کہ یہ کلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بناتے ہیں۔

Marfat.com

حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر اس بات کا علم ہی نہیں رکھتے۔

قرآنی جواب:

قرآن پاک اس کا جواب اس طرح دیتا ہے کہ یہ کتاب تو اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے:

((قل نزله روح القدس من ربك بالحق ليثبت الذى أمنوا وهدى وبشرىٰ للمسلمين))

"آپ کہہ دیں کہ اسے جبریل امین نے تمہارے رب کی طرف سے اتارا ہے۔ حق کے ساتھ تاکہ مومنوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔" (النحل: 102)

تین عجمی غلام اور قرآن:

مدینے میں تین عجمی غلام تھے جو مدینے کے اندر لوہار تھے۔ لوگوں نے یہ مشہور کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن گھڑ لیتے ہیں۔

مشرکین نے یہ بھی اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ قرآن کو گھڑنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد تین عجمی غلام کرتے ہیں۔ سورۂ فرقان میں اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

((وقال الذين كفروا ان هذاالاافكنافتراه واعانه عليه قوم اخرون فقد جآء وظلماً وزوراً))(سورة الفرقان 4)

"اور کافروں نے کہا: یہ تو صرف بہتان ہے۔ اس نبی نے اسے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔ تحقیق وہ اتر آئے ظلم اور جھوٹ پر۔"

عقلی جواب:

وہ عجمی غلام کون تھے۔؟ وہ خود ہی قرآن کیوں نہ لے کر آئے۔ کیا عظمت بڑھانے کے لیے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ملے تھے۔ اگر انہوں نے یہ کام کرنا ہی تھا تو پھر وہ کسی سردار کو دیتے کہ جس کے سامنے ان کی عزت بنتی۔ اس کام کے لیے انہوں نے رسول کو ہی منتخب کیوں کیا؟

ان لوگوں نے یہ کام کرنا تھا تو پھر انہوں نے اپنی دکانداری کیوں نہ چمکائی۔ انہوں نے کسی دوسرے کو دیا تو پھر ان لوگوں پر نبی پریشان ہوتا کہ ہم نے آپ کو گھڑ کر دیا ہے۔ آج ان غلاموں کا پتہ بھی نہیں۔

عجمی روم کا باشندہ قرآن حضور کو سکھاتا ہے:

مشرکین کہتے ہیں کہ عجمی روم کا باشندہ محمد کو قرآن سکھاتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

((ولقد نعلم انهم يقولون انما يعلمه بشر لسان الذين يلحدون اليه اعجمى وهذا لسان عربى مبين))

"اور تحقیق ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اسے اس نے سکھایا ہے جو عجمی ہے، حالانکہ یہ قرآن عجمی

Marfat.com

نہیں بلکہ عربی مبین میں ہے۔"
مشرکین یہ کہتے تھے کہ ایک روم کا باشندہ لوہار جس کا نام ملہام یا مقبین تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں جی لگا کر سنتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے اور وہ کچھ انجیل وغیرہ بھی جانتا تھا۔ اس پر کافروں نے کہا کہ یہی شخص حضور کو قرآن سکھاتا ہے۔

عقلی رد:

عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی عجمی اور وہ عربی پر اتنا عبور حاصل کرے اور قرآن کو گھڑنے لگے۔ ویسے بھی یہ ہے کہ غلام کا معاشرہ میں کوئی مقام نہیں ہوتا۔ عرب سوسائٹی میں غلام کو غلام ہی سمجھا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کا کام نہیں کرسکتا۔ اتنا فصیح و بلیغ کلام کسی عجمی کے بتانے میں نہیں ہوسکتا۔ محض مشرکین اپنے دل کی آگ بجھا رہے تھے اور اس طرح کے الزامات لگا رہے تھے۔

تفسیر ابن کثیر میں مشرکین کے اس اعتراض کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"یہ شخص صحیح عربی زبان بولنے پر بھی قادر نہ تھا۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل اپنا مطلب ادا کر لیتا تھا۔ اس افتراء کا جواب باری تعالیٰ نے بھی دیا ہے کہ وہ کیا سکھائے گا جو خود بولنا نہیں جانتا، وہ عجمی زبان کا آدمی ہے اور یہ قرآن تو عربی زبان ہے۔ اگر ذرا سی عقل بھی مشرکوں میں ہوتی تو یوں ہتھیلی پر چراغ رکھ کر چوری کرنے نہ نکلتے اور ایسا جھوٹ نہ بک سکتے جو بے وقوفوں کے ہاں بھی نہ چل سکے۔"

(تفسیر ابن کثیر)

قرآن کسی ساحر کا کلام ہے:

مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ قرآن کسی ساحر کا کلام ہے۔ قرآن پاک نے ان کی اس ذہنی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

((ھل ھذا الا بشر مثلکم افتاتون السحر وانتم تبصرون))(الانبیاء:3)

"وہ کیا ہیں مگر ایک بشر تم ہی جیسے، کیا (پھر بھی) تم جادو کے پاس آؤ گے؟ جبکہ تم دیکھتے ہو۔"

سورہ الحاقہ میں بھی مشرکین کے اس رویئے کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار جب بیٹھتے ایک کہتا کاہن کا کلام ہے۔ دوسرا کہتا یہ کاہن کا کلام ہے ہی نہیں۔ دوسرا کہتا یہ شاعر ہے وہ کسی فیصلے تک پہنچ ہی نہ پاتے۔ مشرکین کبھی یہ کہتے کہ یہ ساحر کا کلام ہے۔

قرآن شاعری ہے:

مشرکین یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن شاعری ہے کیونکہ مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ جو قرآن سنتا ہے وہ بس اسی کا ہو جاتا ہے۔ اسے رشتے ناطے کی پرواہ نہیں رہتی۔ دنیا اور اس کے جاہ و جلال اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی

Marfat.com

لگن اس کو لگ جاتی ہے اور کوئی طاقت اسے اس راستے سے ہٹا نہیں سکتی تو انہوں نے گمان کیا کہ لازماً قرآن ایک ایسا خوبصورت شاعرانہ کلام ہے۔ جس سے لوگ مسحور ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((بل قالوا اضغاث احلام بل افتراه بل هو شاعر))(سورة الانبياء:4)

"بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو خوابی باتیں ہیں بلکہ اس کو اس نے خود ہی گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ تو شاعر ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

((انه لقول رسول كريم وماهو بقول شاعر قليلًا ماتؤمنون))(سورة الحاقة:40:41)

"بے شک البتہ یہ بزرگ فرشتے کا (لایا ہوا) کلام ہے اور کسی شاعر کا کلام نہیں' تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔"

کلام کاہن:

درج بالا دونوں اعتراضات خاطر خواہ اثر نہ لائے تو مشرکین نے قرآن کو کاہن کا کلام قرار دیا۔ وہ اس اعتراض سے عوام الناس کو یہ باور کروانا چاہتے تھے کہ قرآن میں ایسی باتیں ہیں جو عقل وفہم سے دور ہیں اور اس کی فصیح وبلیغ زبان کسی عام شخص کی تصنیف نہیں۔ یہ یقیناً کسی کاہن کا کلام ہے۔ قرآن حکیم نے اس بے بنیاد بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

((ولابقول كاهن قليلًا ماتذكرون))(الحاقة:43)

"اے کافرو! یہ کسی کاہن کا کلام نہیں۔ تم میں سے کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔"

قرآن کلام ربانی ہے:

قرآن مجید نے عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ مثال کے طور پر وہ سورتیں جو مقطعات سے شروع ہوتی ہیں تو اگلی ہی آیت میں یہ وضاحت کردی گئی ہیں کہ قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

((الم تنزيل الكتب لاريب فيه من رب العلمين))(السجده 1:2)

"الم" اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کرنا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔"

قرآن مجید میں حم السجدہ میں فرمایا گیا ہے:

((حم تنزيل من الرحمن الرحيم))(حم السجده 102)

"حم" (کلام) نازل کیا ہوا ہے نہایت رحم کرنے والے مہربان (اللہ کی طرف) سے۔"

((حم تنزيل الكتب من الله العزيز العليم))(سورت مومن 1:2)

Marfat.com

''حم''اس قرآن کا اتارا جانا اللہ غالب' ہر چیز کے جاننے والے کی طرف سے ہے۔''

مندرجہ بالا نکات کو بیان کرنے کے بعد اور ان کا جائزہ لینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کفار نے قرآن حکیم پر جو اعتراضات کیے کہ یہ کاہن کا کلام ہے یا شاعری ہے یا ساحر کا کلام ہے اور یہ بھی کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود گھڑ لیتے ہیں یا کسی عجمی کی مدد سے اس کو بیان کرتے ہیں' یہ غلط ہے۔ کفار مکہ نے ہر طرح سے یہ کوشش کی کہ قرآن حکیم کی اہمیت کو کم کیا جائے اور یہ روایت کیا جائے کہ اللہ کا کلام یہ نہیں ہے تو یہ محض ان کے بہانے تھے۔ ان کی بدنصیبی تھی کہ وہ اس کتاب سے ہدایت لینے کی بجائے اس پر اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ ان کے یہ اعتراضات اللہ کے نازل کردہ ہیں۔ اس میں نہ تو نبی نے خود احکام لکھے اور نہ ہی کسی انسان کا یہ کام تھا کہ وہ قرآن حکیم جو کہ ایک روشن کتاب اور واضح دلیل ہے اس کو خود لکھتا ہے۔

اعتراضات کرنے کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ اپنی دلی آگ کو بجھا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے کئی بار چیلنجز کفار کو پیش کیے کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر لادو لیکن وہ نہ بنا سکے، کیونکہ یہ تو انسان کے بس میں ہی نہیں کہ وہ قرآن کی کسی ایک آیت کو بھی خود بنا سکے۔

☆☆☆

Marfat.com

سنت وحدیث کی حجیت واہمیت

اہمیت حدیث وسنت

حدیث کے لغوی معنی:

لفظ حدیث کے لغوی معانی ہیں: کوئی خبر یا کوئی بیان، (یا کوئی نئی بات)"

قرآن مجید اور لفظ حدیث:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((واما بنعمة ربك فحدث))(سورة الضحیٰ:آیت 11)

"اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((فبای حديث بعده يؤمنون))(سورة المرسلت: آیت 50)

"تو پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لاؤ گے۔"

محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف:

محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر۔"

شرعی اصطلاح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، تقاریر وسیرت وچال، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک آپ کی زندگی مطہرہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔"

حدیث کا لفظ رسول اللہ نے خود پسند فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تاکہ آپ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔"

حدیث اور قرآن میں فرق:

حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جبکہ قرآن کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ حدیث کے معانی ومضامین من جانب اللہ ہی ہوتے تھے مگر الفاظ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی

Marfat.com

دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے تھے۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث نبوی کی ضرورت:

قرآن مجید کے بعد شریعت کا ماخذ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حدیث ہی سنت کی حقیقت جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح اور اس کے احکامات کی تکمیل حدیث سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرآن کے پہلے شارح اور مفسر ہیں۔ قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہی تمام بنی نوع انسان کیلئے قابل تقلید ہے اور عملی نمونہ ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی جو تشریح وتفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ہو وہی اعلیٰ وارفع ہے۔ اسی کا نام سنت ہے جو حدیث کی بدولت ہمیں ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں فرمایا ہے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے احادیث نبوی کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ازحد ضروری ہے۔ احادیث پر عمل کے بغیر قرآنی آیات پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، لیکن ان کے مسائل اور غرض وغایت کے جاننے کیلئے احادیث کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مبارک زندگی ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))(سورۃ الاحزاب : آیت 21)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔"

حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا نام ہے۔ اس لئے سرور کونین اور محسن انسانیت کے پیغام ہدایت کو سمجھنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ کے واقعات اور پر مغز اور پر حکمت تعلیمات سے واقف ہونا ازحد ضروری اور لازمی ہے۔

رسول اللہ کی زندگی دائمی نمونہ ہے:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ہی کی شریعت ہمیشہ اور دائمی ہے اور قیام قیامت تک محفوظ ہے۔ انسان کیلئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بطور عملی نمونہ ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس میں ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی موجود نہ ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم دامن رسول کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

حدیث نبوی کی تاریخی اہمیت:

احادیث نبوی کو دین اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل

Marfat.com

ہے۔عہد نبوی کی تاریخ، اجتماعی حالات اور اس زمانے کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ثقافت سب کچھ حدیث ہی کی وجہ سے محفوظ ہے۔گویا کہ عہد رسالت کا پورا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کا طرز معاش کیا تھا، وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے، ان کے معاشی اور اقتصادی حالات کس طرح کے تھے، ان کا رہنے سہنے کا طریقہ وسلیقہ کیا تھا، وہ کن چیزوں کو پسند کرتے تھے اور کن چیزوں کو ناپسند۔

حجیت حدیث اور قرآن مجید

رسول اللہ کی اطاعت کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنو بکم و اللہ غفور رحیم))(سورۃ آل عمران:آیت 31)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

رسول اللہ حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں:

اسی سورت میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین))

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 164)

"بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی ضروری قرار دی گئی ہے۔اطاعت نبی سے ہی اللہ کی اطاعت نصیب ہوگی۔پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان سے نہ صرف محبت کرے گا، بلکہ اس کے گناہوں کی بخشش بھی فرمادے گا۔

امت مسلمہ پر اللہ کا احسان عظیم:

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرمادیا اور یہ واقعی احسان عظیم ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے گا۔جسے سمجھنا ہر انسان کیلئے آسان ہوگا۔اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض بیان کیے گئے ہیں۔

Marfat.com

1: آیات قرآنی کی تلاوت۔ 2: تزکیہ نفس۔
3: کتاب وحکمت کی تعلیم۔

حضور بطور معلم:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کیلئے معلم تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قرآن مجید کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ اس کی مکمل طور پر تشریح اور توضیح کو بھی بیان فرمادیا اور لوگوں کو عبادات اور معاملات کے عملی نمونے پیش فرمائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر سنایا، انسانوں کا تزکیہ نفس کیا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔

تعلیم وتربیت کے تین طریقے:

تعلیم وتربیت کے تین طریقے ہوتے ہیں:

1: بذریعہ اقوال۔ 2: بذریعہ افعال۔ 3: بذریعہ تقاریر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم انسانوں کی جو تعلیم وتربیت فرمائی اور راہ ہدایت سے روشناس کرایا اسی کا نام حدیث اور سنت ہے۔

رسول اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی:

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا))(سورة الاحزاب : آیت 36)

"اور کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔(یادرکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

اس آیت مبارکہ کے مطابق ہر کسی کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمائیں اسے من وعن قبول کرنا لازمی ہے۔لہٰذا حدیث اور سنت کے تمام اقوال وافعال کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

حضور کا ہر حکم اللہ کے اذن سے ہوتا ہے:

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس بما ارك الله ولا تكن للخائنين خصيما))(سورة النساء : آیت 105)

"یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس چیز کے

Marfat.com

مطابق فیصلہ کریں جس سے اللہ نے آپ کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں۔"

رسول اللہ کی اطاعت اور اختلافی بات میں اللہ اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر و احسن تاویلا))(سورۃ النساء : آیت 59)

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔"

تمام انسانوں کیلئے اصلی دین یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کریں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ان کے درمیان اولی الامر اور اختیار والے ہیں ان کی پیروی کریں، اسی طرح فقہاء کرام کی پیروی کریں۔ اولی الامر اور فقہاء کی پیروی اسی صورت میں ہوگی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کا کام کرتے ہوں اور اگر مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہو جائے تو انہیں چاہئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کریں۔ پھر اللہ و رسول جو فیصلہ بھی فرما دیں اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ زندگی کے تمام معاملات اور مسائل کا حل قرآن اور حدیث کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے:

حدیث کا انکار سراسر قرآن کا انکار ہے، کیونکہ یہ قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ نزاع کے موقع پر قرآن کے بعد احادیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

حدیث کے بغیر فرائض کی ادئیگی بھی نہیں ہو سکتی:

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون))

(سورۃ النور: آیت 56)

"نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر نماز کس طرح ادا کرنی

Marfat.com

ہے؟اس کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟اور مصارف زکوٰۃ کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئیں۔

قرآن مجید نے نماز وزکوٰۃ اور دوسری عبادات کے تفصیلی احکامات کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جانب اشارہ فرمادیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات ومعاملات کیلئے عملاً نمونہ پیش فرمایا۔ لہٰذا ہر قسم کی عبادات اور معاملات کی ادائیگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی لازمی ہے۔

حجیت حدیث احادیث کی روشنی میں

حضور نبی اکرم کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے:

حضرت ابوہریرہ کی روایت حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل فرمائی ہے:

((ان رسول الله ﷺ قال من اطاعني فقد اطاع الله ومن عصى فقد عصا الله))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام۔ جلد 9: صفحہ 77)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔“

اس حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو انسان یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے اسے چاہیے کہ وہ دامن رسول کو مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو خودبخود اپنا محبوب بنائے گا۔ اس کے برعکس اگر اطاعت رسول میں ذرا سی لغزش آئی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے درمیان دراڑ پڑ جائے گی۔ جو انسان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا گویا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

نبی اکرم کی سابق انبیاء پر فضیلت:

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال مامن الانبياء نبی الا اعطی من الايات مامثله اومن او آمن عليه البشر وانما كان الذی اوتيت وحيا او حاه الله الی فارجوا انی اكثر هم تابعا يوم القيامة))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 113)

”ہر نبی کو جس قدر آیات دی گئی ہیں اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا (اسی قدر) لوگ ایمان لائے اور مجھے تو وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اسی لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہوں گے۔“

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اسی امتیازی حیثیت کی بدولت

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو بھی عطا فرمائی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء کے ماننے والوں کی نسبت میری اتباع کرنے والے اور میرے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

رسول اللہ کی اطاعت کرنے والے اہل جنت ہوں گے:

((عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی، قالوا!یا رسول الله ﷺ ومن یابی ؟ قال من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقدابی))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 114)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا، سوائے اس کے کہ جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے (تو جنت میں جانے سے) انکار کیا۔''

سنت سے روگردانی کرنے والا:

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من رغب عن سنتی فلیس منی))

(صحیح بخاری و مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔''

نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ کی سنت کا خیال رکھنا:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صلوا کما رأیتمونی اصلی))

(صحیح بخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

گمراہی سے بچنے کا ذریعہ:

حدیث میں ہے

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم امرین من تضلوا ما تمسکتم بهما، کتاب الله وسنة رسوله))

(موطا امام مالک)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔''

Marfat.com

حدیث کی حجت صحابہ کرام اور علماء کی نگاہ میں

حضرت ابوبکر صدیق کا منکرین زکوٰۃ سے قتال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق منصب خلافت پر فائز ہوئے تو منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا۔ مدینہ منورہ میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور استدلال یہ پیش کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ حکم صرف ان کے زمانے تک ہی محدود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے قتال کا اعلان فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"آپ ایسے لوگوں سے کیونکر قتال کریں گے کہ جو لوگ کلمہ گو ہیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور اختلاف رائے سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے صاف کہہ دیا:

"اللہ کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا، کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔"

جیش اسامہ کی روانگی:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تھا۔ لشکر اسامہ جرف کے مقام پر ہی پہنچ پایا تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پہنچ گئی۔ لشکر اسی جگہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس وقت اس طرح کے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ ہر طرف منافقت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق سے مسلمانوں کی تعداد کی قلت کی بناء پر کہا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے الگ نہ کریں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے تو میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔"

(تاریخ طبری، حصہ دوم خلافت راشدہ، صفحہ 37)

Marfat.com

حضرت عثمان اور حجیت حدیث:

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مر جائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔''

(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 1، کتاب الایمان، ص 111)

حضرت عائشہ صدیقہ اور حجیت حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) یہ پڑھا کرتے تھے:

((سبحنك اللهم وبحمدك و تبارك اسمٰك و تعالٰى جدك ولا اله غيرك))

''اے اللہ! تو پاک ہے اور ہم تیری پاکی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند و برتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

(ترمذی وابوداؤد)

حضرت علی اور حجیت حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ عدل و انصاف سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرماتے ہیں:

''انسان کے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

1: ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری و ساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)

2: تمام لوگوں میں باہمی عدل و انصاف قائم کرنا۔

3: مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

حضرت عمر فاروق اور حجیت حدیث:

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''نماز عید الاضحی کی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی دو، مسافر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں اور یہ سب پوری ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق ان میں قصر نہیں۔''

(سنن نسائی، صفحہ 497)

حضرت معاذ بن جبل:

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"جو اللہ کی راہ میں لڑا بشرطیکہ مسلمان اتنی دیر تک جتنی دیر اونٹنی کے دودھ دوہنے میں ٹھہرا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔" (سنن ابن ماجہ)

حجیت حدیث فقہاو علماء کی نظر میں:

1: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا مطلب حاصل نہ کرسکتا۔ جب کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ و حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ اور حدیث نبوی کی اتباع کرو۔"

2: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"جس نے حدیث نبوی کا رد کیا وہ ہلاک ہوا۔"

3: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو سنت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوئی ہو اس کے خلاف کسی کی بھی رائے قابل قبول نہیں ہے۔"

حجیت حدیث اور عقل

حدیث کی حجیت نہ ماننا اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہے:

حجیت حدیث سے منحرف ہونا اور قرآن مجید پر حجیت کو ختم کر دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تفریق پیدا کرنے کے برابر ہے اور اس سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

((ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویرید ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا))

(سورۃ النساء، آیت 150)

"جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔"

ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اللہ کی تو اطاعت کرتے ہیں مگر رسول اللہ کی اتباع نہیں کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی دوسری راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ رسول کی اطاعت میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ کی نافرمانی میں ہی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے لوگ بلاشک کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

Marfat.com

اہل ایمان کا شیوہ:

اس کے برعکس اہل ایمان وہ ہیں جو اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر بھی ان کا پختہ ایمان اور یقین ہے۔ ایسے لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً))

(سورۃ النساء: آیت 152)

''اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ پورا پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

اسی حوالے سے جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو پڑھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تمام اہل مکہ، آپ کے جانی دشمن بھی آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہہ کر یاد کرتے تھے۔

قرآنی احکامات پر عمل کے لیے حدیث کی حجیت ماننا لازم ہے:

اگر حدیث کی حجت کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ مثلاً: قرآن مجید میں نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے مگر قرآن میں ان احکامات کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان احکامات کی تفصیلات جاننے کیلئے اور پھر ان پر عمل کرنے کے لئے ہمیں احادیث نبوی سے رجوع کرنا پڑے گا۔

حدیث کی ضرورت اور اہمیت:

قرآن مجید ایک حکیمانہ، جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق احکامات بیان فرمادیئے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو اور شعبہ نہیں جس کے متعلق قرآن میں بیان نہ کیا گیا ہو۔ اگرچہ قرآن مجید مین عقائد، عبادات اور اخلاقیات کے تمام ابواب کا ذکر کیا گیا ہے مگر وہ تمام کے تمام اصل ہیں۔ ان احکامات کی توضیح وتشریح اور تفصیل کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی ضرورری ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے معلم کی ضرورت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین معلم قرآن اور مفسر قرآن ہیں۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو انسانوں کیلئے معیار حق بنائی گئی ہے۔ ایسی کتاب کے معلم اور مفسر اول وہی ہستی ہو سکتی ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے معلم کتاب ہونے کی سند عطا فرمائی ہو۔ جن کی زبان مبارک سے ادا کیا گیا ہر لفظ اور اس سے صادر ہونے والا ہر عمل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے عین مطابق ہو۔

حضور معلم کتاب وحکمت ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

Marfat.com

((کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون))

(سورۃ البقرہ: آیت 151)

"جس طرح ہم نے تمہی میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔"

حضور کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی ہے:

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید ہی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی))

(سورۃ النجم، آیت نمبر 4-3)

"اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتے ہیں، بلکہ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

حدیث کی قانونی حیثیت:

قرآن مجید اسلام کا اساسی قانون ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ثانوی قانون ہے۔ ہر قانون کی وضاحت کیلئے تشریح کی ضرورت ہوتی ہے اور ماہر قانون ہی اس کی تشریح ہوسکتا ہے۔ اس کی شرح خود بخود قرآن بن جاتا ہے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی مبعوث ہوئے اس وقت لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اس وقت عرب کے جو حالات تھے ان پر نظر دوڑائیں تو نازیبا اخلاق اور رسم ورواج نہ تو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پسند فرماتے تھے۔

صحابہ کرام کا عمل:

قرآن مجید بتدریج نازل ہوا۔ صحابہ کرام ہر کام کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، یا صحابہ کرام خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمالیتے تھے۔ جس امر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے وہی کرتے تھے اور جس امر سے منع فرمادیتے وہاں سے رک جاتے تھے۔ اسی کا نام "حدیث" ہے۔

اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسول کا طرز عمل (نعوذ باللہ) وہی تھا جو جہال عرب کا تھا۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا۔

قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کوئی ایک رکن بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا یہ آیت مبارکہ:

((الیوم اکملت لکم دینکم))

Marfat.com

"آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔"

صحیح نہیں قرار پاسکے گی۔ سب انسان یکساں فہم و فراست، علم و قابلیت کے نہیں ہوتے، سب کی ضرورتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اس کے متعلق افہام و تفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور آیت کو سنتے ہی یہ صحابہ اس کے کلی و جزئی احکام سے باخبر ہو گیا ہو گئے ہوں گے۔"

حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے:

قرآن مجید کے اسلوب اور مذکور وضاحت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احادیث نبوی کس طرح دین اسلام میں اہمیت کی حامل ہیں۔ احادیث پر عمل کے بغیر نہ تو قرآن کو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل ممکن ہے۔ حدیث پر عمل کے بغیر نماز اور زکوٰۃ تک نہیں کی جا سکتی۔ قرآن جو نہ صرف نظریات اور عقائد کی تعلیم دیتا ہے بلکہ پوری نوع انسانی کیلئے ایک مکمل نظام عمل ہے۔ اگر احادیث نبوی کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن مجید کا پیش کیا ہوا دین ادھورا رہ جائے۔

یہی حدیث کی وہ بنیادی اہمیت اور قرآن اور سنت رسول کا باہمی ربط ہے جس کی بنا پر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے محدثین عظام نے احادیث نبوی کو آنے والی نسلوں تک حفاظت کے ساتھ پہنچانے کیلئے اپنی جانوں تک کی بھی پروا نہیں کی۔ کائنات کے جس جس کونے میں پیغام الٰہی (قرآن) پہنچا حدیث بھی ساتھ ساتھ پہنچی اور الحمد للہ یہ عمل قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

الغرض احادیث نبوی پر ایمان و یقین رکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی لازمی اور ضروری ہے جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان و یقین رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فلسفۂ حلال وحرام

فلسفۂ حلت وحرمت

ہر پاکیزہ چیز حلال ہے:

قدیم مذہبی خیال کے لوگ اکثر اس ذہنیت کے شکار ہوتے تھے کہ دنیا کی ہر چیز حرام ہے، بجز ان کے جن کو صراحت سے بتادیا گیا ہو کہ یہ حلال ہیں۔ اس ذہنیت کی وجہ سے لوگوں پر قانونیت اور اہمیت کا تسلط ہو جاتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں حلال اشیاء اور جائز ماحول کی فہرست مانگتے ہیں اور ہر کام اور ہر چیز کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگتے کہ وہ کہیں ممنوع تو نہیں۔ قرآن نے اس ذہنیت کی اصلاح کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

((یسئلو نک ماذااحل لهم قل احل لكم الطيبت))

"لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہو تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔"

(سورۃ المائدہ:40)

پوچھنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ انہیں تمام حلال چیزوں کی تفصیل بتائی جائے تا کہ ان کے سوا ہر چیز کو وہ حرام سمجھیں۔ جواب میں قرآن مجید نے حرام چیزوں کی تفصیل بتا کر ہدایت دے دی کہ ساری پاک چیزیں حلال ہیں۔ اس طرح ان کا مذہبی نظریہ بالکل الٹ گیا۔ قدیم نظریہ یہ تھا کہ سب کچھ حرام ہے بجز اس کے جسے حلال ٹھہرایا جائے۔

قرآنی اصول حلت:

قرآن کریم نے اس کے برعکس یہ اصول مقرر کیا کہ سب کچھ حلال ہے بجز اس کے جس کی حرمت کی تصریح کردی جائے۔ یہ ایک بہت بڑی اصلاح تھی جس نے انسانی زندگی کو بندشوں سے آزاد کر کے دنیا کی وسعتوں کا دروازہ اس کیلئے کھول دیا۔ پہلے حلت کے ایک چھوٹے دائرے کے سوا ساری دنیا اس کے لئے حرام تھی۔ اب حرمت کے ایک مختصر دائرہ کو مستثنیٰ کر کے اس کیلئے ساری دنیا حلال ہوگئی۔

حلال کے لیے پاکیزہ ہونے کی قید:

حلال کیلئے پاک کی قید اس لئے لگائی کہ ناپاک چیزوں کو اس عام اباحت کی دلیل سے حلال ٹھہرانے کی کوشش نہ کی جائے۔ رہا یہ سوال کہ پاک ہونے کا تعین کس طرح ہوگا تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ جو اصول شرع میں سے کسی اصل کے ماتحت ناپاک قرار پائیں یا جن چیزوں سے ذوق سلیم کو کراہت ہو یا جنہیں مہذب انسان نے بالعموم اپنی فطری

Marfat.com

احساس لطافت کے خلاف پایا ہو، ان کے سوا سب کچھ پاک ہے۔

چیزوں کے اخلاقی فوائد و نقصانات:

اس مقام پر آیات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں حلال وحرام کی جو قیود شریعت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں ان کی اصل بنیاد ان اشیاء کے طبی فوائد اور نقصانات نہیں ہوتے، بلکہ زیادہ تر ان کے اخلاقی فوائد اور نقصانات ہوتے ہیں۔ جہاں تک طبی امور کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کی اپنی سعی و جستجو اور کاوش اور تحقیق پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دریافت کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ مادی اشیاء میں سے کیا چیزیں اس کے جسم کو غذائے صالح بہم پہنچانے والی ہیں اور کیا چیزیں تغذیہ کیلئے غیر مفید یا نقصان دہ ہیں۔

اگر یہ کام شریعت نے اپنے سر لیا ہوتا تو سب سے پہلے اس نقطہ نظر سے سنکھیا کو حرام کیا ہوتا، مگر سب کو معلوم ہے کہ قرآن و حدیث میں اس کی یا ان دوسرے مفردات و مرکبات کی جو انسان کیلئے سخت مہلک ہیں، تفصیلات نہیں پائی جاتیں۔ شریعت غذا کے سلسلے میں جس چیز پر روشنی ڈالتی ہے اس کا غالب پہلو یہ بتلاتا ہے کہ کس غذا کا انسان کے اخلاق پر کیا اثر ہوتا ہے اور کونسی غذائیں طہارت نفس کے لئے کیسی ہیں اور غذا حاصل کرنے کے طریقوں میں سے کون سے طریقے اعتقادی و نظری حیثیت سے صحیح یا غلط ہیں، چونکہ اس کی تحقیق کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے اور اسے دریافت کرنے کے ذرائع انسان کو میسر ہی نہیں ہیں اور اسی بناء پر انسان نے اکثر ان امور میں غلطیاں کی ہیں، اس لئے شریعت انہی امور میں اس کی رہنمائی کرتی ہیں۔ جن چیزوں کو اس نے حرام کیا ہے یا تو اخلاق پر ان کا برا اثر پڑتا ہے یا وہ طہارت کے خلاف ہیں یا ان کا تعلق کسی فاسد عقیدے سے ہے، برعکس اس کے کہ جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے ان کی حلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان برائیوں میں سے کوئی برائی بھی اپنے اندر نہیں رکھتی۔

حرمت اشیاء کی وجوہ:

سوال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ہم کو ان اشیاء کی حرمت کیلئے وجوہ کیوں نہ سمجھائے تاکہ ہمیں بصیرت حاصل ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان وجوہ کو سمجھنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ مثلاً: یہ بات کہ خون یا سور کا گوشت یا مردار کھانے سے ہمارے اخلاق میں کیا خرابیاں رونما ہوتی ہیں' کس قدر اور کس طرح ہوتی ہیں؟ اس کی تحقیق ہم کسی طرح نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اخلاق کو ناپنے اور تولنے کے ذرائع ہمیں حاصل نہیں ہیں۔ اگر بالفعل ان کے برے اثرات کو بیان کر بھی دیا جاتا تو شبہ کرنے والا تقریباً اس مقام پر ہوتا جہاں وہ اب ہے، کیونکہ وہ اس بیان کی صحت و عدم صحت کو آخر کس چیز سے جانچتا۔

حلال وحرام کی حدود کی پابندی اور کفر واسلام:

اس لئے اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کی حدود کی پابندی کا انحصار ایمان پر رکھ دیا ہے۔ جو شخص اس بات پر مطمئن ہوجائے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ علیم وحکیم ہے تو وہ اس کی مقرر

Marfat.com

کئے ہوئے حدود کی پابندی کرے گا، خواہ ان کی مصلحت اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اور جو شخص اس بنیادی عقیدے پر ہی مطمئن نہیں اس کیلئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ جن چیزوں کی خرابیاں انسانی علم کے احاطہ میں آگئی ہیں صرف انہی سے پرہیز کرے اور جن کی خرابیوں کا احاطہ نہیں کر سکا ان کے نقصانات کا تختہ مشق بنتا رہے۔

انسان کی فطری کمزوریاں اکثر اوقات بعض چیزوں کی خرابیوں کا علم ہو جانے کے باوجود ان کو چھوڑنے پر اس کو آمادہ نہیں کرتیں۔ مثال کی طور پر شراب ہی کو لیجئے۔ تمام دنیا کے ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ شراب کے اخلاقی طور پر برے نتائج کے علاوہ طبی نکتہ نگاہ سے بھی انسان کیلئے بے حد نقصان دہ ہے۔

حلال وحرام کے بارے میں مومن کا عقیدہ:

لہٰذا قرآن حکیم پورے زور سے یہ اصول مقرر کرتا ہے کہ اشیاء کی حلت وحرمت کیلئے مالک کی اجازت وعدم اجازت کے سوا کسی اور بنیادی کی ضرورت نہیں اور اسی طرح بندے کے لئے کسی کام کے جائز ہونے یا نہ ہونے کا مدار بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ جس کو جائز رکھے وہ جائز ہے اور جسے ناجائز قرار دے وہ ناجائز۔ حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہی حاصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا لاتحرموا طیبت مآاحل اللہ لکم ولاتعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین وکلوا ممارزقکم اللہ حللا طیبا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مومنون))

(سورۃ المائدہ 85:5)

”اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ جو کچھ حلال و پاک رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس سے کھاؤ پیو اور اس اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔“

جانوروں میں حلال وحرام

مویشی قسم کے سب جانور حلال ہے، سوائے چند ایک کے:

ارشاد ربانی ہے:

((یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بھیمۃ الانعام الامایتلیٰ علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ان اللہ یحکم مایرید))

(سورۃ المائدہ 1:5)

”اے ایمان والو! وعدوں کی پوری پابندی کرو۔ تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کئے گئے ہیں، سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے، لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے

Marfat.com

حلال نہ کرلو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔"

اس آیت میں مویشی کی قسم کے سب جانوروں کا ذکر کر کے اس بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر چرنے والے چوپائے یعنی اونٹ گائے بھیڑ اور بکری جیسے ہوتے ہیں، سب حلال کیے گئے ہیں۔ مویشی کی خصوصیات یہ ہیں کہ ان کی کچلیاں نہیں ہوتیں اور وہ حیوانی غذا کی بجائے نباتی غذا کھاتے ہیں۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو جانور کچلیاں رکھتے ہوں اور دوسرے جانوروں کو مار کھاتے ہوں حلال نہیں۔ اس اشارے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

"درندے حرام ہیں۔ وہ پرندے بھی جن کے پنجے ہوتے ہیں اور جو دوسرے جانوروں کا شکار کر کے کھاتے ہیں یا مردار خور ہوتے ہیں۔"

حرام جانوروں کی فہرست:

((حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللّٰہ به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب))

(المائدہ:5)

"تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹ کر مر جائے اور وہ جو ٹکر کھا کر مر جائے اور جو بلندی سے گر کر مر جائے اور جو سینگ لگنے سے مر جائے اور وہ بھی حرام ہے جسے درندے پھاڑ کھائیں، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا ہو۔ اور وہ جو کسی بت خانے میں ذبح کیا گیا ہو۔"

اسی طرح قرآن مجید نے شراب اور جوئے کی حرمت کو بیان فرمایا۔

حرمتِ شراب

خمر کے معانی:

پینے کی جو چیز قرآن مجید میں ناجائز ہے وہ خمر کے نام سے بیان کی گئی ہے۔ خمر کے اصل معنی ہیں: کسی چیز کا ڈھانک دینا یا اس کو چھپانا۔ شراب کو اسی لئے خمر کہا جاتا ہے کہ یہ عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ عام نشہ آور چیزوں پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے۔

حرمت شراب وجوا:

قرآن مجید میں آتا ہے:

((یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما))

(سورۃ البقرہ، آیت:219)

Marfat.com

"آپ سے شراب اور جوئے کے تعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑی برائی اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں اور ان کی برائی ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔"

دوسری جگہ آتا ہے:

((یاایھاالذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون))(سورۃ المائدہ 5:90)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک کام صرف شیطان کے عمل ہیں اور ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یاایھاالذین لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکریٰ حتی تعلموا ماتقولون))

(سورۃ النساء، آیت:43)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! نماز کے نزدیک نہ جاؤ جب تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو تم کہتے ہو۔"

ہر نشہ آور چیز حرام ہے:

چونکہ شراب کو نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے، اس لئے ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے:

((کل مسکر حرام))(بخاری: کتاب الاشربہ)

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

لہٰذا بھنگ، چرس اور دوسری نشہ آور اشیاء حرام ہیں۔

حلال چیز سے بنائی جانے والی نشہ آور چیز بھی حرام ہے:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نشہ آور مشروب کے متعلق جو شہد سے بنائی جاتی ہے دریافت کیا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر مشروب جو نشہ پیدا کرے، شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"(صحیح مسلم)

شراب پینے اور پلانے والے پر لعنت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر اور کشید کرنے والے پر۔"

جس کی زیادہ مقدار نشہ دے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے:

جب کوئی چیز نشہ آور ہو تو اس کی تھوڑی سی مقدار بھی خواہ وہ نشہ نہ لائے، جائز نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے: جس

Marfat.com

چیز کی بڑی مقدار نشہ لاتی ہے اس کی تھوڑی مقدار بھی ممنوع ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

جس دستر خوان پر شراب پی جارہی ہو وہاں کھانا ممنوع ہے:

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستر خوان پر کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب پی جارہی ہو۔

شراب بطور علاج:

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا شراب علاج کے طور پر تھوڑی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔ علماء اور فقہاء کا متفقہ یہ فیصلہ ہے کہ علاج کیلئے شراب کا استعمال جائز ہے۔ حضرت امام نووی صحیح مسلم شریف کے مشہور و معروف شارح نے لکھا ہے کہ خطرناک حالتوں میں جب کہ زندگی معرض خطرہ میں ہو شراب کا استعمال کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں تو مردار اور سور کے گوشت کے استعمال کی بھی اجازت ہے۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن اور نشہ آور چیزیں:

منشیات کے مضر صحت اثرات، نیز ان کے استعمال سے نفسیاتی بیماریوں اور معاشرتی برائیوں کے بارے میں کوئی کلام نہیں، بلکہ یہ اس قدر مسلمہ اصول ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ان کے استعمال کے برخلاف قوانین نافذ ہیں۔ چنانچہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ایک خاص کمیٹی اس امر کیلئے مقرر ہے کہ وہ نگرانی کرے کہ کس ملک میں ان کا ناجائز استعمال ہوتا ہے اور وہاں کی حکومت کو اس بارے میں توجہ دلائے۔

خطرناک ادویات:

مخزن الادویہ میں ان کے لئے خطرناک ادویات (Dangerous Drugs) کی اصطلاح مقرر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی مقررہ خوراک سے زیادہ مقدار دیگر سمیات (زہروں) کی مانند انسانی جسم کیلئے مہلک ہوتی ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا متواتر استعمال انسانی ذہن کی اعلیٰ صلاحیتوں کو مضمحل و ماؤف کر کے انسان کو ناکارہ و نکما بنادیتا ہے۔ اس لئے ان ادویات کے بنانے، اپنے قبضہ میں رکھنے، خرید و فروخت کرنے اور دوسرے ملک میں منتقل کرنے پر قانونی پابندی عائد کی گئی ہے۔ اس قانونی شق کو خطرناک ادویات کے قانون (Dangerous act) کا نام دیا گیا ہے۔

شراب نوشی کے معاشرتی نقصانات:

شراب کے پینے سے انسانی عقل جاتی رہتی ہے اور اس پر حیوانی جذبات غالب آجاتے ہیں جو شراب نوشی کا لازمی نتیجہ ہیں، اس وجہ سے شرابی زنا اور بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے معاشرتی بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک

Marfat.com

واضح حقیقت ہے کہ جن ممالک میں شراب نوشی کثرت سے ہوتی ہے وہاں زنا زیادہ ہوتا ہے۔

اقتصادی نقصان:

جب شراب پینے کی لت انسان کو لگ جاتی ہے تو اس عادت کو پورا کرنے کیلئے اپنا سب کچھ بیچ دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شرابی کنگال ہو جاتا ہے۔ اکثر ہمارے دیکھنے میں آتا ہے کہ شرابی کس طرح فاقوں کے عفریت کے چنگل میں چلا جاتا ہے۔

شرابی کی دنیاوی سزا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب پینے کی کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ جو اس زمانے میں پکڑا جاتا تو اُسے جوتے مکے وغیرہ مارے جاتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لگائی گئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چالیس کوڑے مارے جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی ابتداء چالیس کوڑوں کی سزا مقرر تھی، پھر جب لوگوں میں شراب نوشی عام ہونے لگی تو آپ نے صحابہ کے مشورہ سے اسی کوڑے کی سزا مقرر کی۔

اسی کوڑوں کی سزا کو امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شراب کی حد مقرر کرتے ہیں، مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 40 کوڑوں کے قائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑوں کی سزا کو پسند فرمایا ہے۔

میسر کی ممانعت و نقصانات

میسر (جوا) کا معنی:

میسر مصدر ہے جس کے معنی جوا ہیں یا اس لئے کہ یسر کے معنی سہولت ہیں اور جوئے میں مال آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

عرب اور جوا کا مخصوص طریقہ:

یسر کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہیں۔ عربوں کے ہاں میسر (قمار بازی جوا) یہ تھا کہ اونٹ ذبح کیا جاتا اور اس کے اٹھارہ یا دس حصے کئے جاتے اور دس تیر ہوتے جس سے سات کے حصے ایک سے لے کر سات تک ہوتے اور تین خالی ہوتے۔ پھر جس شخص کیلئے جو تیر نکلتا اس کے مطابق اس کا حصہ قرار پاتا۔ جس طرح بعینہ آج کل لاٹری ہے۔ میسر کے لفظ میں لاٹری اور ہر قسم کا جوا داخل ہے۔

جوئے کی ممانعت:

اسلام نے قمار بازی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من

Marfat.com

نفعھما))(سورۃ البقرہ 219:2)

"آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔کہو ان دونوں میں بڑی برائی ہے اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں اور ان کی برائی ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔"

دوسری جگہ واضح طور پر ممانعت کا حکم آیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

((انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون))(سورۃ المائدۃ 90:5)

"شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک کام شیطان کے عمل سے ہیں،سو ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو۔"

تمام قسم کی لاٹریاں اور برج کھیلنا خواہ وہ رقم جس پر شرط لگائی جائے کتنی ہی قلیل ہو اور وہ سارے کھیل اور کام جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کی بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے ،میسر کے ذیل میں آئے گا۔اسلام نے ان سب کو ممنوع قرار دیا ہے۔

حرام ہونے کی وجوہات:

قرآن مجید نے جوئے کو حرام کرنے کی وجہ اس آیت میں بیان کی ہے،ارشاد الٰہی ہے:

((انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلاۃ فھل انتم منتھون))(سورۃ المائدہ:91:5)

"شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے،پھر کیا تم ان چیزوں سے بچے رہو گے۔"

اس آیت میں حرام کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ میسر افراد میں فساد اور دشمنی پیدا کرنے میں مدد و معاون ہوتی ہیں۔دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شراب اور جوا ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔

دنیا کے جس معاشرے میں شراب اور قمار بازی کا رواج ہے وہاں یہ باتیں کھلی دلیل ہیں۔یورپ میں شراب اور قمار بازی کی وجہ سے لوگ اللہ کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں اور ان کے دلوں سے محبت الٰہی کے جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔

سورت بقرہ میں جہاں شراب اور جوئے کی ممانعت کا ذکر آیا ہے تو اس سے پہلے جنگ کا ذکر آ رہا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں کا تعلق جنگ سے گہرا ہے۔عموماً جنگوں میں کثرت سے شراب پی اور پلائی جاتی ہے کہ سپاہ اندھے ہو کر لڑیں،مگر شراب سے جو وقتی جرأت پیدا ہوتی ہے وہ حقیقی جوہر شجاعت کو تباہ کرنے والی چیز ہے۔اس لئے شراب سے روکا،جوئے کا بھی جنگ سے ایک گہرا تعلق ہے۔وہ یہ کہ عرب کے لوگ اخراجات جنگ کا روپیہ جمع کرنے کیلئے اکثر جوا کھیلتے تھے،اس لئے جوا کی ممانعت فرمائی تا کہ جنگوں کا سلسلہ ختم ہو۔

Marfat.com

بے کاری کی عادت:

جوا کھیلنے سے بے کاری کی عادت پیدا ہو جاتی ہے جس سے صرف جواری کو ہی نقصان نہیں ہوتا بلکہ ملک اور قوم کو بھی ہوتا ہے، کیونکہ ہر ملک کی ترقی کا راز محنت اور کام میں ہے۔

اسلام رزق حلال کمانے کی اہمیت کو خوب واضح کرتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((افضل الاعمال الکسب الحلال))

''بہترین عمل حلال روزی کمانا ہے۔''

پھر فرمایا:

((طلب الحلال فریضۃ علی کل مسلم))

''حلال طریقے سے کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں:

((قیل یارسول اللہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ و کل بیع مبرور)) (مسند احمد)

''پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! کون سی کمائی سب سے زیادہ پاک ہے؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر وہ تجارت جس میں پرہیزگاری ہو۔''

معاشی توازن کا بگاڑ:

جوئے سے معاشرہ میں معاشی توازن میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض افراد تو پائی تک کے محتاج ہو جاتے ہیں اور دوسرے ان کے اموال سے خوب ہاتھ رنگ لیتے اور سرمایہ دار بن جاتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حرام جانور، چیزیں اور حرمت کی وجوہ

حرام اشیاء کی تفصیل:

ارشاد ربانی ہے:

((انما حرم علیکم المیتة و الدم ولحم الخنزیر و مااهل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولاعاد فلااثم علیه ان الله غفور رحیم))

(سورۃ المائدہ)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار خون، سور کا گوشت اور ہر وہ جانور جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، حرام ہے، پھر جو بھوک سے پریشان ہو جائے بشرطیکہ وہ احکام الٰہی سے تجاوز کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنے والا ہو تو اس پر ان چیزوں کا کھا لینا گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم والا ہے۔"

حلال کا معنی:

حلال کا معنی ہے: جائز ہونا۔ شریعت اسلامی کی رو سے وہ ہے جس کی حلت وجواز یا مباح ہونا کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت ہو جائے وہ حلال ہے۔

حرام کا معنی:

حرام کا معنی ہے: ممنوع، محفوظ، معزز، محترم یعنی کسی چیز کو حرام قرار دے دینا جس میں تصرف یا استعمال سے روک دینا، حرمت تقدیس کے باعث بھی ہوتی ہے اور تحقیر کا نتیجہ بھی ہوا کرتی ہے۔

انما میں لفظ "ما" کی تشریح:

"ما" سے مراد حصر ہے یعنی "ما" کا معنی یہ ہے کہ یہی جو کچھ بیان ہوا ہے پس یہی کچھ حرام ہے باقی سب حلال ہے۔

جن جانوروں کے کھانے کا عام طور پر دستور ہے وہ یہی ہیں۔ یہ رائے بھی دی گئی ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں اور کوئی چیز حرام نہیں ہوئی تھی، پھر اس کے بعد سورۃ بقرہ نمبر 173 آیت نازل ہوئی۔

پھر المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

((حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر' وما اھل لغیر اللّٰہ بہ والمنخنقة والموقوذہ والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ماذکیتم وما ذبح علی النصب))

(سورۃ المائدہ:3)

''تم پر مردہ، خون، خنزیر کا گوشت، جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، گلہ گھوٹنے سے مرنے والا، زخم کی وجہ سے مرنے والا، گر کر مرنے والا، سینگ لگنے سے مرنے والا اور وہ جس کو درندے کھالیں، سب حرام ہیں، سوائے اس کے کہ جس کو تم زندہ پا کر ذبح کرلو، اور وہ جانور بھی حرام ہے جو بت خانے میں ذبح کیا جائے۔''

آیت کا سیاق وسباق:

سورۂ نحل کا عمومی موضوع اثبات توحید عقلی و نقلی بنیادوں پر رد شرک اور مشرک کی مذمت ہے۔ مشرکوں نے اپ طور پر کچھ ایسے غلط عقائد گھڑ لیے تھے کہ بے بنیاد ہونے کے ساتھ ساتھ خدا پر افتراء کے درجے میں آتے تھے۔ مثلاً حلال و حرام کا تصور خود سے ہی قائم کر لینا۔ حالانکہ یہ اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہود و نصاریٰ نے بھی یہ اختیار اپنے احبار و رہبان کو دے رکھا تھا جس کی دلیل قرآن پاک سے ہی مل جاتی ہے:

((اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ))

''انہوں نے احبار اور پادریوں کو رب بنالیا اللہ کے علاوہ۔''

اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی احادیث میں ملتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم پہلے عیسائی تھے، مسلمان ہونے کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلاوت کرتے سنا تو کہنے لگے:

''وہ اپنے احبار و رہبان کی عبادت نہیں کرتے۔''

فرمایا:

''جسے حلال کہہ دیا اسے حلال سمجھتے ہو، جو انہوں نے حرام کہہ دیا اسے حرام سمجھتے ہو اور یہی تو ان کی عبادت ہے جو کہ شرک ہے۔''

آیت کی تشریح:

اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ ناشکری نہ کریں جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کھائیں، اسی طرح کفار کو سرزنش کی ہے کہ حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تم ایک تو یہ اختیارات میں تجاوز کے مرتکب نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ تمہارا یہ فعل ناشکری کا اظہار ہے اور ناشکروں کے لیے عذاب کی وعیدیں آچکی ہیں۔

گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر تھا، پھر ان نعمتوں پر کفار کی ناشکری کے باعث عذاب کا بھی تذکرہ تھا، اس جگہ اول تو مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ناشکری نہ کریں اور حلال شدہ چیزوں کو شکریے کے ساتھ استعمال

Marfat.com

کریں۔

کفار نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اس انداز سے کی تھی کہ کئی ایک ایسی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے حلال کی تھیں، انہیں ان لوگوں نے اپنے اوپر حرام کر کے اپنے آپ کو ان سے روک لیا۔

اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے قائل ہو (جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے) تو حلال و حرام کے خود مختار نہ بنو، جس رزق کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے اس کو کھاؤ اور شکر ادا کرو اور حرام اور خبیث سے پرہیز کرو۔

میتۃ کے احکامات

حرمت کی وجوہات کا بیان:

مفسرین نے ان جانوروں کو جن کو حرام قرار دیا گیا ہے ان کی تشریح اور حرمت کی وجوہات بیان کی ہیں اور مختلف پہلوؤں سے پیدا ہونے والے مسائل کا بھی ذکر کیا ہے۔

میتۃ کی تعریف:

میتۃ ہر وہ جانور میتۃ ہے جو ذبح کیے بغیر مر گیا ہو۔ اس کا مرنا چاہیے طبعی طور پر ہو یا حادثاتی طور پر، دراصل اس طرح مرنے والے جانور کا خون اور اس کے جسم کی گندی حرارت اس کے جسم میں ہی جذب ہو کر رہ جاتی ہے۔ جب کہ اگر ذبح کر دیا جائے تو یہ تمام مادے باہر نکل کر طبی اعتبار سے جو نقصانات پہنچ سکتے ہیں ان سے محفوظ کر دیتے ہیں۔

مردار کے نقصانات:

مردہ کے درج ذیل نقصانات ہیں:

1: انسان جو کہ سلیم الطبع ہے اس کو گھن آتی ہے۔

2: مردار کو کھانے سے انسان میں گھٹیا پن کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ یہ بات وقار انسانی کے منافی ہے کہ وہ کوئی ایسا جانور کھائے جس کے حصول میں اس کی جدوجہد کو دخل نہ ہو۔

3: میتۃ کو کھانے سے منع اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو عادی بنایا جائے کہ جانور کی جان نکالنے میں جب تک انسان کا مقصد شامل نہ ہو وہ اس کا گوشت نہ کھائے۔

4: جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا وہ بھی حرام ہے کیونکہ ضروری تھا کہ جس نے اس کو پیدا کیا ہے جان نکالنے کے وقت بھی اس کا نام لیا جائے۔ یہ سب شرعی ہے۔

5: جو جانور اپنی طبعی موت مر گیا اس کے بارے میں یہ بات عین ممکن ہے کہ اس کو کوئی بیماری لاحق ہوئی ہو۔

6: اس حکم میں جانوروں کی حفاظت بھی مطلوب ہے کہ جانوروں کو یونہی کھلا نہ چھوڑ دو کہ وہ حادثے کا شکار ہو کر مر جائیں۔ یا آپس میں لڑ کر مر جائیں یا پھر خود ان پر ایسی سختی کرو کہ وہ مر جائیں تو ان تمام صورتوں میں سزا یہ دی جا رہی ہے وہ جانور جو تمہاری اپنی ملکیت ہی تھا تم اس کی حفاظت نہ کر سکے لہٰذا اب گوشت کو بھی نہ استعمال کرو،

Marfat.com

بلکہ اس سے دور رہو یہ حرام ہے۔

7: اگر کوئی جانور بیمار ہو تو اس کی دیکھ بھال کرو۔ اگر ممکن نہ ہو کہ وہ صحت یاب ہو تو اس کو ذبح کرلیا تو وہ حلال ہے وگرنہ حرام۔ چاہے کتنی ہی دیکھ بھال کی ہو اور اپنی نظروں کے سامنے اس کی روح نکلتی دیکھی ہو۔

میتۃ کو فروخت کرنا:

آیت میں ''میتۃ'' کو مطلق حرام قرار دیا گیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح اس کا گوشت کھانا حرام ہے اسی طرح اس کا فروخت کرنا بھی حرام ہے۔

ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

''میتۃ کے حرام ہونے کا حکم عام ہے لیکن دوسری آیت میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے کہ اس کے تمام اجزاء حرام نہیں بلکہ مردار کے وہی اعضاء حرام ہیں جو کھانے کے قابل ہوں۔ اس کی ہڈیاں اس کے بال وغیرہ جو کھانے کے کام نہیں آتے، یہ استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔ سورۃ النحل کی آیت میں جانوروں کے اعضاء مثلاً کھال و بال وغیرہ سے مطلقاً فائدہ اٹھانے کے بارے میں ذکر موجود ہے:

((ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا ومتاعا الی حین))

کھال کا حکم:

مردار کی کھال کی اگر دباغت کردی جائے تو وہ حلال ہے اور اگر خون لگا رہ جائے تو وہ حرام ہے نا قابل استعمال ہے۔

مردار کی چربی:

مردار کی چربی اور اس سے بنائی ہوئی چیزیں حرام ہیں۔ ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔

بعض صحابہ کرام مثلاً: حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہم) یہ حضرات صرف کھانے کی حد تک مردار کی چربی کو حرام قرار دیتے ہیں جب کہ خارجی استعمال اور خرید و فروخت ان کے ہاں جائز ہے۔

جانور کو مردار کا گوشت کھلانا:

علامہ جصاص اور قرطبی کے مطابق مردار کا گوشت کسی جانور کو کھلانا جائز نہیں۔

مچھلی اور ٹڈی کا حکم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے ہیں: ایک مچھلی اور دوسرا ٹڈی۔''

سمندر کے پانی کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

Marfat.com

((ھوالطھور ماءہ والحل میتة))

"اس کا پانی پاک ہے اور اس کا میتة (مچھلی) حرام ہے۔"

بخاری مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ کسی مہم پر بھیجا۔ ان لوگوں نے ایک ایسی بڑی مچھلی جسے سمندر نے باہر پھینک ڈالا تھا کھالی۔ مدینہ واپسی پر آپ سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر اس میں سے کچھ ہے تو ہمیں دو۔"

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔

ابن ابی اوفیٰ کی روایت ہے جس کو ابن ماجہ کے علاوہ سب نے نقل کیا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ ہمارے ساتھ ٹڈی استعمال کیا کرتے تھے۔

کون سی مچھلی حرام ہے:

روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شراب، مردار خنزیر اور وہ مچھلی جو گلنے اور مر چکنے کے بعد خود ہی پانی کی سطح پر آجائے وہ حرام ہے۔"

(تفسیر جصاص)

مردار و خنزیر کی چربی:

یورپ وغیرہ سے آئی ہوئی چیزوں صابن وغیرہ میں چربی استعمال ہوتی ہے اس سے پرہیز بہتر ہے۔

دودھ کا پنیر:

دودھ کا پنیر بنانے کے لیے ایک چیز استعمال ہوتی ہے جسے عربی میں انفحہ کہتے ہیں یہ جانور کے پیٹ سے نکالی جاتی ہے اسے دودھ میں شامل کریں تو اس کا دہی بن جاتا ہے، یہ کس جانور کے پیٹ سے نکالی گئی؟ اس کا علم ہمیں نہیں ہوتا۔ اگر اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو پھر تو کوئی مسئلہ نہیں لیکن اگر غیر مذبوح جانور کے پیٹ سے لیا گیا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک اسے پاک کہتے ہیں، مگر امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام ثوری اسے ناپاک قرار دیتے ہیں۔

یورپی ممالک سے آنے والے پنیر میں بھی غیر مذبوح جانور کا انفحہ استعمال ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس لیے پرہیز بہتر ہے اور یورپ سے آئے ہوئے پنیر کے بارے میں لکھا ہو کہ اس میں سور کی چربی لگی ہوئی ہے تو پھر اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

Marfat.com

موقوذہ کے احکامات

جان نکلنے سے پہلے ذبح کرلینا:

اسی طرح بندوق کی گولی لگنے سے جو جانور ذبح کرنے سے قبل ہی مرجائے تو وہ موقوذہ (چوٹ لگنے سے مرنیوالے) شمار ہوگا، اگرچہ گولی چلاتے وقت اس پر تکبیر پڑھی ہو، اگر بندوق سے زخمی ہونے والے جانور کو جان نکلنے سے قبل ذبح کرلیا گیا تو یہ حلال شمار ہوگا۔

گولی سے ذبح ہونے والا:

موقوذۃ کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا جانور درحقیقت چوٹ سے مرتا ہے یا صدمے سے۔ آج کل بندوق کی گولی نوکدار بنائی ہوئی ہے اس کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ تیر کے حکم میں ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی تیر کی طرح زخمی کرنے والا آلہ نہیں ہے بلکہ خارقہ ہے جس سے بارود کی طاقت کے ذریعے گوشت پھٹ جاتا ہے۔ تیر سے زخمی ہوکر بغیر ذبح کیے مرجانے والے جانور کو اس لیے حلال قرار دیا گیا ہے کہ اس کی نوک ہوتی ہے اور وہ جانور کو اس دھار اور نوک سے اس طرح زخمی کرتا ہے جیسے جانور کے جسم پر ذبح کی طرح چیر پھاڑتا ہے اور اس کا خون بہنے لگتا ہے لیکن اس طرح کی گولی میں کوئی دھار نہیں ہوتی، جانور دھار سے زخمی نہیں ہوتا اس لیے گولی کا شکار بھی ذبح کے بغیر جائز نہیں۔

دم کے احکامات

خون کی حرمت:

دم کے معنی خون کے ہیں لیکن جس خون کی یہاں حرمت بیان کرنا مقصود ہے وہ خون وہ ہے جو جانور کے ذبح کے وقت اس کے جسم سے نکلتا ہے اور جم جاتا ہے۔ اس خون کے لیے دم مسفوح کا لفظ مستعمل ہے جیسا کہ سورۂ انعام میں اس کا ذکر ہے:

((قل لا اجد فیما اوحی الی محرمًا علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتتاًاو دماً مسفوحًا او لحم خنزیر))

(سورۃ الانعام:145)

”آپ کہہ دیجیے کہ مجھ پر جو وحی آتی ہے اس میں بس کھانے والا پر جو کچھ حرام کیا گیا ہے وہ یہ ہے: مردار، بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت۔“

نقصانات:

طبعی طور پر اس مین وہی نقصانات ہیں جو میتۃ میں ہیں۔ چونکہ میتۃ میں یہی خون جانور کے اندر رہ کر اس کو ضرر رساں ہوتا ہے تو جب یہ خون جسم سے باہر نکلتا ہے تو جسم پاک ہوجاتا ہے اور تمام ضرر رساں مواد بصورت خون نکلتا

Marfat.com

ہے۔علاوہ ازیں اس میں فاسد بدبودار مادے بھی شامل ہوتے ہیں یہ خون جلد ہضم نہیں ہوتا۔

خون جو قدرتی طور پر جم جائے:

دم مسفوح کے بعد جو خون قدرتی طور پر جم جائے چاہے وہ گوشت کے ساتھ ہی ہو حلال ہے اور ذبح خون میں
ل نہیں رہتا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گوشت پکاتی تو خون کے باعث ہنڈیا کے اوپر سرخی آجاتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کھا لیتے تھے۔''

حلال خون:

دار قطنی اور قرطبی دونوں نے اس بات کو نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((احلت لنا میتان الحوت و الجراد و دمان الکبدو الطحال))

''ہمارے لیے دو مردار حلال کیے گئے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون حلال کیے گئے جگر اور تلی۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

''کیا تلی کھا سکتے ہیں۔؟''

فرمایا:

''ہاں۔''

سائل نے پھر پوچھا:

''یہ تو خون نہیں۔؟''

فرمایا:

''خون وہی ہے جو ذبح کے وقت نکلے وہ حرام ہے۔''

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مسند احمد ابن کثیر اور ابن ماجہ میں اسی طرح ہے۔

جماع اُمت:

صحابہ و تابعین اور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ خون جو ذبح کے بعد گوشت پر لگا رہ جائے وہ حلال ہے۔

خون کی خرید و فروخت:

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خرید و فروخت اور خارجی استعمال کو بھی ناجائز لکھا ہے۔

لحم الخنزیر کے احکامات

تیسری چیز جو قرآن پاک نے حرام ٹھہرائی وہ سور کا گوشت ہے۔خنزیر کے گوشت کے سوا اس کے جسم کے باقی

Marfat.com

تمام حصے بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔ یہ مکمل طور پر نجس ہے۔ اس کی کھال، بال اور چربی وغیرہ کا استعمال بھی ممنوع ہے

اسباب حرمت:

1: یہ بے انتہا نجس جانور ہے۔

2: انسان جو کچھ کھاتا ہے اس کے اثرات اس کی طبیعت پر ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے نجس جانور کے کھانے سے اثرات کا ویسا ہی مرتب ہونا ناگزیر ہے۔ سب سے پہلا اثر انسان کے اخلاق پر پڑتا ہے۔

3: یہ انتہائی بے حیا جانور ہے۔ جنسی میلان اس میں بے حد پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے جو لوگ بھی اس کا گوشت استعمال کرتے ہیں وہ اس قسم کی اخلاقی باختگیوں کا شکار ہوتے ہیں اور یہ ان کے لیے معمولی بات ہے۔

4: خنزیر کے گوشت سے بدبو آتی ہے۔

5: یہ گندگی کھاتا ہے، لہٰذا اس کے جسم میں گندے جراثیم ہوتے ہیں جو بہر حال مضر صحت ہیں۔

6: یہ چوہے کھاتا ہے اور چوہوں سے طاعون پھیلتا ہے، لہٰذا یہ طاعون کی وبا کا موجب بھی ہے۔

7: یہ درندہ صفت بھی ہے، لہٰذا اس کے کھانے والے میں قدرتی امر ہے کہ یہ صفت پیدا ہو جائے۔

8: اس کا گوشت بوجھل ہوتا ہے، دیر سے ہضم ہوتا ہے اور معدے کے لیے نقصانات کا باعث ہے اور خصوصاً اسہال کی مرض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

9: اس کی چربی استعمال کرنے سے جسم میں ضرورت سے زیادہ گھٹن پیدا ہو جاتی ہے اور بے چینی جنم لیتی ہے۔

10: اس کے گوشت اور چربی کے استعمال سے طبیعت میں ہیجان پیدا ہونا بدیہی امر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوۂ احزاب

احسانِ الٰہی:

قرآن مجید کی "سورۃ الاحزاب" آیت نمبر 9 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یاایھاالذین امنوا اذکروانعمۃاللہعلیکم اذجاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحاً وجنودالم تروھا))

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کا احسان کہ جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں، پھر ہم نے بھیج دی اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔"

مندرجہ بالا آیات میں جنگِ احزاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

دوسرا نام:

جنگِ احزاب کو خندق کی جنگ یا "غزوۂ خندق" بھی کہا جاتا ہے۔

خندق......وجہ تسمیہ:

اس جنگ میں چونکہ مسلمانوں نے مدینہ کے اردگرد کھائی کھود لی تھی، کھائی کو فارسی زبان میں "خندق" کہتے ہیں، اس لئے یہ جنگ "جنگ خندق" کہلاتی ہے۔

احزاب......وجہ تسمیہ:

احزاب عربی زبان کا لفظ ہے جو "حزب" کی جمع ہے۔ حزب کے معانی ہیں: گروہ، ٹولی، جتھا، فوج۔ لہٰذا "احزاب" کے معنی ہوئے ٹولیاں، جتھے، لشکر، گروہ۔ اس جنگ میں چونکہ کفار کے بہت سے گروہوں نے متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا اس لئے اسے "جنگ احزاب" کہتے ہیں۔ اس جنگ میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے اور جس جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل رہے ہوں اسے غزوہ کہتے ہیں، اس لئے اسے "غزوہ احزاب" کہا جاتا ہے۔

تاریخ احزاب:

غزوۂ احزاب (غزوہ خندق) ماہ ذی قعدہ 5 ہجری میں پیش آیا۔

Marfat.com

وجوہات واسباب:

مدینہ منورہ کے نواح میں بنونضیر نامی ایک یہودی قبیلہ آباد تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدعہدی اورشرارتوں کی بنا پر مدینہ سے نکال دیا۔ بنونضیر مدینہ سے نکل کر خیبر میں آباد ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ روسائے بنونضیر میں سے سلام بن ابی الحقیق، حیی بن اخطب، اور کنانہ بن الربیع وغیرہ مکہ گئے اور قریش کو آمادہ کرنے کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور لالچ دیا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں تو وہ خیبر کا نصف محاصل ان کو ہمیشہ دیا کریں گے۔ چنانچہ یہ قبیلہ بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر تیار ہو گیا۔ غطفان والوں نے بنواسد کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ قریش نے قبیلہ بنوسلیم کو بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ علاوہ ازیں ایلہ بنوسعد کو بھی یہودیوں نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ چنانچہ تمام قبائل عرب سے ایک گراں لشکر جس کی تعداد تقریباً 24 ہزار سے زائد تھی، تیار ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی غرض سے چل پڑا۔

کفار کی فوجیں:

کفار نے اپنے لشکر کو تین مستقل فوجوں میں تقسیم کر دیا تھا:

1: غطفان کا لشکر عیینہ بن حصن فزاری کی کمان میں تھا۔

2: بنواسد کے لشکر کا سردار طلحہ تھا۔

3: قریش کا لشکر ابوسفیان کی کمان میں تھا۔ ابوسفیان ان تینوں لشکروں کا سپہ سالار بھی تھا۔

مسلمانوں کی تیاری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار کے مدینہ پر حملہ کرنے کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کے طریقہ سے واقف تھے، اس لئے انہوں نے مشورہ دیا کہ کھلے میدان میں نکل کر حملہ کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں، ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کر لیا جائے اور ارد گرد خندق کھود لی جائے۔ چنانچہ اس مشورہ پر عمل درآمد کیا گیا۔

مدینہ میں تین جانب مکانات اور نخلستان کا سلسلہ تھا، جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رخ کھلا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام میں خندق کھودنا شروع کر دی۔ خندق کھودنے کے کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شامل رہے، چنانچہ بیس دن میں خندق تیار ہو گئی۔

مسلمانوں کی صف آرائی:

سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی۔ عورتوں اور بچوں کو شہر کے محفوظ مقامات پر بھیج دیا گیا۔ مسلمانوں کو بنوقریظہ کے حملہ کا خدشہ تھا، اس لئے سلمۃ بن اسلم کو 200 آدمیوں کے ساتھ متعین کر دیا گیا کہ اُدھر سے حملہ نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

کفار کا حملہ:

لشکر کفار نے مدینہ منورہ پر پورے زور سے حملہ کر دیا۔ سورۃ الاحزاب میں اس حملہ کی تصویر کشی یوں کی گئی ہے:

((اذجاؤ کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذزاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا))

(سورۃ احزاب، آیت:10)

"جبکہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں ڈگنے (بدلنے) لگیں اور کلیجے گلے میں آگئے۔ اور تم اللہ سے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا۔"

لیکن مومنین جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار تھے وہ اس موقعہ پر قطعاً نہیں گھبرائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی کیفیت سورۃ الاحزاب میں یوں بیان فرمائی ہے:

((ولمارأالمومنون الاحزاب قالواھذاماوعدنااللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ ومازادھم الاایماناً وتسلیماً))

(احزاب، آیت:22)

"اور جب مسلمانوں نے کفار کی فوجیں دیکھیں تو بول اُٹھے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ اللہ نے اور اس کے رسول نے کیا تھا اور اللہ اور اس کا رسول دونوں سچے ہیں اور اس بات نے ان کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔"

اہل ایمان کی کیفیت:

سورۃ الاحزاب کی اگلی آیات (نمبر 24,23) میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی کیفیت بیان کی ہے:

((من المومنین رجال صدقواماعاھدوااللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر ومابدلوا تبدیلاً))

(احزاب، آیت:23)

"ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے۔ پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ایک ذرہ۔"

مدینہ کا محاصرہ:

لشکر کفار نے جب مدینہ کے گرد خندق دیکھی تو ان کے حملہ کر دینے کی ساری تجاویز دھری رہ گئیں۔ انہوں نے کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مشرکین کی طرف سے لڑائی کا یہ انتظام کیا گیا کہ سپہ سالار قریش ابوسفیانؓ

Marfat.com

خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب اور جبیرہ کا ایک ایک دن مقرر ہوا۔ ہر سردار اپنی باری کے دن فوج کو لے کر لڑنے نکلتا تھا۔ وہ خندق تو عبور نہ کر سکتے، اس لئے باہر ہی سے پتھر اور تیر برساتے رہتے۔ جب انہیں اس طریقے سے ناکامی ہوئی تو قرار پایا کہ اب عام حملہ کیا جائے۔ خندق ایک جگہ سے کم چوڑی تھی انہوں نے یہ جگہ حملہ کیلئے منتخب کر لی۔

لڑائی:

عرب کے مشہور بہادروں ضرار، جبیرہ، نوفل اور عمرو بن عبدود وغیرہ خندق عبور کر کے اس پار جا پہنچے۔ عمرو بن عبدود نے مسلمانوں کو للکارا کہ اس کے مقابلہ میں کون آتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے انہیں دوبار مقابلے میں جانے سے منع کیا، لیکن عمرو کے تیسری بار پکارنے پر حضرت علی اجازت طلب کر کے اس کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے۔ عمرو نے حضرت علی پر وار کیا جس سے آپ کی پیشانی زخمی ہوگئی۔ عمرو کے وار کے جواب میں حضرت علی نے وار کیا، ان کی تلوار عمرو کا شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہوگیا۔

عمرو کے بعد ضرار اور جبیرۃ نے حملہ کیا، لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضرار کا تعاقب کیا تو وہ بچ کر بھاگ گیا۔ نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گر گیا۔ حضرت علی نے خندق میں اُتر کر اُسے قتل کر دیا۔

حملہ کا دن بہت سخت تھا۔ دن بھر لڑائی ہوتی رہی اور کفار ہر طرف سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ اُدھر جس قلعہ میں مستورات اور بچے مقیم تھے، وہ بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ یہودیوں نے اس قلعہ پر حملہ کر دیا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ وہ ابھی قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ نے اسے دیکھ لیا۔ حضرت صفیہ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ لی اور اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ نے یہودی کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینکا تو وہاں موجود یہودیوں کو یقین ہوگیا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے۔ اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کی جرأت نہ کی۔

منافقین کا حال:

محاصرہ بہت طویل ہوگیا تو منافقین نے اہل ایمان کے حوصلے پست کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ منافقین میں سے مختلف لوگ طرح طرح کے بہانے بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت طلب کرنے لگے۔ کوئی کہتا کہ اس کا گھر خطرے میں ہے، اس لئے اسے گھر جانے کی اجازت دی جائے اور کوئی کہتا کہ اسے فلاں ضروری کام ہے اس لئے اُسے میدان جنگ سے معذور سمجھا جائے۔ مسلمانوں پر یہ بہت کڑا وقت تھا۔ صرف اہل ایمان ہی ثابت قدم تھے۔ منافقین خود بھی ڈول چکے تھے اور دوسروں کو بھی خائف کرنے میں مصروف تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں منافقین کی مذمت کرتے ہوئے جابجا ان کی کیفیت بیان کی ہے:

Marfat.com

((واذیقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ماوعدنا اللہ ورسولہ الاغرورًا))

(احزاب،آیت:12)

"اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا۔"

منافقین میں سے کچھ لوگ بھاگنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور دوسروں کو بھی اکسار ہے تھے۔ سورۃ الاحزاب میں ان کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے۔

((واذاقالت طائفۃ منھم یاھل یثرب لامقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الافرارًا))

(احزاب،آیت:13)

"اور جب کہنے لگی ایک جماعت اُن میں سے اے یثرب والو! تمہارے لئے ٹھکانا نہیں، سو لوٹ چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک گروہ ان میں سے نبی سے۔ وہ کہنے لگا ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ اور وہ کھلے نہیں، ان کی غرض صرف بھاگ جانا تھا۔"

منافقین کی اس کیفیت پر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

((قل لن ینفعکم الفراران فررتم من الموت اوالقتل واذا لا تمتعون الاقلیلًا))

(احزاب،آیت:16)

"اے نبی! کہہ دیجئے کہ کچھ کام نہ آئے گا یہ بھاگنا اگر مرنے یا مارے جانے سے بھاگو گے تو پھر بھی فائدہ نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دن۔"

پھر فرمایا:

((قل من ذاالذی یعصمکم من اللہ ان ارادبکم سوءًا واراد بکم رحمۃ ولایجدون لھم من دون اللہ ولیاً ولانصیراً))

(احزاب،آیت: 17)

"اے نبی! کہہ دیجئے! کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر برائی یا چاہے تم پر مہربانی اور نہ پائیں گے اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔"

پھر فرمایا:

((قدیعلم اللہ المعوقین منکم والقائلین لاخوانھم ھلم الینا ولایأتون الباس الاقلیلًا))

(الاحزاب،آیت:18)

"اللہ کو معلوم ہے جو اٹکانے والے ہیں تم میں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہمارے پاس اور لڑائی

Marfat.com

میں نہیں آتے مگر کبھی۔"

منافقین کی کیفیت یوں بھی بیان کی گئی ہے:

((اشحة عليكم فاذاجاء الخوف رأيتهم ينظرون اليك تدور اعينهم كالذى يغشى عليه من الموت فاذاذهب الخوف سلقوكم بالسنة حداداشحة على الخير اولئك لم يؤمنوا فاحبط الله اعمالهم وكان ذلك على الله يسيرًا))

(احزاب، آیت:19)

"اے نبی! وہ تجھ سے بخل رکھتے ہیں۔ پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تُو دیکھے ان کو کہ تکتے ہیں۔ ان کی آنکھیں تیری طرف پھرتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو۔ پھر جب ڈر کا وقت جاتا رہا وہ تم پر چڑھ کر بولیں، تیز تیز زبانوں سے۔ بخل کرتے ہیں بھلائی پر۔ وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے ان کے کیے کام اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

الغرض سورۃ الاحزاب میں منافقین کی سخت مذمت کی گئی ہے۔

بنی قریظہ کی عہد شکنی:

یہودیوں کی ایک جماعت بنو قریظہ مدینہ میں موجود تھی اور اس نے مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ کفار کی طرف سے (حی بن اخطب) بنی قریظہ کے پاس گیا تاکہ وہ معاہدہ توڑ کر کفار کے ساتھ مل جائیں۔ پہلے تو بنی قریظہ نے انکار کیا، لیکن پھر کفار سے مل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی عہد شکنی کی خبر ہوئی تو آپ نے کچھ صحابہ کو انہیں فہمائش کرنے کیلئے بھیجا، لیکن انہوں نے برملا کہہ دیا کہ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔ چنانچہ ان کی عہد شکنی کی خبر سن کر مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو گیا، کیونکہ شہر کا وہ حصہ بھی خطرے میں پڑ گیا تھا جہاں دفاع کا کوئی انتظام موجود نہ تھا اور سب کے اہل گھرانہ بھی اسی جانب تھے۔

کفار میں پھوٹ:

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک غطفانی رئیس تھے جو اسلام لاچکے تھے، لیکن عام لوگوں کو ان کے مسلمان ہونے کی خبر نہیں تھی۔ قریش اور یہود نعیم بن مسعود کی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ جا کر اس قسم کی باتیں کیں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نعیم رضی اللہ عنہ نے یہود سے کہا کہ قریش تو چار دن کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے، تمہارا اور مسلمانوں کا ہموطنی کا ساتھ ہے، اس لئے تم کیوں بیچ میں پڑ کر ہمیشہ کی لڑائی مول لیتے ہو؟ اگر تم اس پر یقین ہو تو قریش سے کہو کہ وہ کچھ معزز آدمی ضمانت کے طور پر تمہارے پاس بھجوا دیں کہ اگر قریش لڑائی کا فیصلہ کے بغیر جانا چاہیں تو تم ان لوگوں کو روک لینا۔ قریش نے اس قسم کی ضمانت نامنظور کر دی اور ان میں رخنہ پیدا ہو گیا۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ نعیم بن مسعود قریش اور غطفان کے سرداروں کے پاس بھی گئے۔ انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

بنی قریظہ کچھ ڈھیلے پڑتے نظر آتے ہیں' کچھ بعید نہیں کہ وہ تم سے یرغمال کے طور پر کچھ آدمی مانگیں اور انہیں محمد کے حوالے کرکے اپنا معاملہ صاف کرلیں' اس لئے ذرا ان کے ساتھ ہوشیاری سے معاملہ طے کرنا۔

قریش نے بنی قریظہ کو پیغام بھیجا کہ اس طویل محاصرے سے اب ہم تنگ آچکے ہیں۔ اب ایک فیصلہ کن لڑائی ہوجانی چاہئے۔ کل تم اپنی طرف سے حملہ کردو اور ہم اپنی طرف سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ بنو قریظہ نے قریش کو کہلا بھیجا کہ وہ جب تک کچھ آدمی یرغمال کے طور پر ان کے سپرد نہ کردیں' وہ حملہ کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اس پر قریش نے انکار کردیا اور دونوں میں پھوٹ پڑگئی۔

مسلمانوں کی غیبی امداد:

موسم میں بہت سختی آگئی' یہود قریش سے علیحدہ ہوگئے۔ ان کا سامان رسد ختم ہوگیا اور زور کی آندھی شروع ہوگئی اور کفار گھبرا اٹھے۔ سورۃ احزاب میں اس غیبی امداد کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

((یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحاً وجنوداً لم تروھا))

(احزاب، آیت:9)

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر، جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں، پھر بھیج دی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔"

اللہ تعالیٰ نے کفار پر آندھی (ہوا) کی صورت میں عذاب نازل کیا اور مسلمانوں کی امداد کیلئے فرشتوں کو بھیجا۔

انجام:

بالآخر کفار ناکام ونامراد ہوکر واپس لوٹ گئے۔ ان کی ناکامی کے بارے میں "سورۃ الاحزاب" میں یہ آیت بیان کی گئی ہے:

((ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیراً و کفی اللہ المؤمنین القتال و کان اللہ قویاً عزیزاً))

(احزاب آیت:25)

"اور اللہ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کو کچھ ہاتھ نہ آیا اور اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے اوپر لے لی اور اللہ زور آور زبردست ہے۔"

غزوۂ احزاب اور مسلمان کی مشکلات

احزاب کے معنی:

"احزاب" حزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا پارٹی کے ہیں۔ اس غزوہ میں چونکہ کفار کی مختلف جماعتیں

Marfat.com

متحد ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئیں اس لیے اس کو غزوۂ احزاب کہا جاتا ہے، اس کا دوسرا نام ''غزوۂ خندق'' ہے جو کہ خندق کی وجہ سے مشہور ہے۔

مسلمانوں کی مشکلات:

جنگ احد شوال 3 ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیے ہوئے تیر اندازوں کی غلطی سے لشکر اسلام کو جو شکست نصیب ہوئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین عرب، یہود اور منافقین کی ہمتیں بڑھ گئیں تھیں کہ وہ مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں گے، ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے بے شمار مشکلات درپیش تھیں یہ مشکلات دو قسم کی تھیں:

1: اندرونی مشکلات۔

2: بیرونی مشکلات۔

ذیل میں ان کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اندرونی مشکلات:

سیاسی عدم استحکام: سیاسی طور پر مسلمان عدم استحکام کا شکار تھے، تمام عرب مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈے بنا رہا تھا کہ ان کو تہ تیغ کر دیا جائے اور ان کا نام و نشان مٹا دیا جائے لیکن مسلمان پے در پے جنگوں کے باعث اس پوزیشن میں نہ تھے کہ ایک بڑی آفت کا مقابلہ کر سکیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی سیاسی کمزوری ایک بڑی مشکل تھی۔

معاشی بدحالی: معاشی طور پر بھی مسلمان بدحال تھے۔

اس وقت مسلمانوں کی پسماندگی کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس سخت سردی میں لباس بھی نہ تھا، بھوک اور سردی کی وجہ سے ان کا برا حال تھا۔ خندق کھودنے کے دوران مسلمانوں نے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے اور کئی کئی روز مسلمانوں کو فاقہ کشی کرنا پڑی۔

معاشی طور پر مسلمان بہت پست حال تھے۔ خندق کھودنے کے دوران صحابہ کرام سے کام نہ ہوتا تھا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

جنگی کمزوری: جنگی لحاظ سے مشکلات مسلمانوں کو جو درپیش تھیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''جنگی لحاظ سے مسلمان انتہائی پسماندہ تھے۔ ان کے پاس ساز و سامان اور اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جنگی لشکر بہت کم تھا، ان کے پاس موسم کے مطابق غذا کی اشیاء اور لباس بھی مہیا نہ تھا۔''

یہود کی بدعہدی: میثاق مدینہ کے سلسلہ میں یہ بات طے شدہ تھی کہ مدینہ پر حملہ کی صورت میں تمام لوگ۔ یہود اور مسلمان مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے، لیکن جب وقت آیا تو انہوں نے مدد کرنے کی بجائے کفار کے ساتھ یہ سازش کی کہ تم باہر سے آ جاؤ ہم اندر سے ان پر حملہ کریں گے اور یوں ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

Marfat.com

اس پروگرام کا گھناؤنا پن یہ تھا کہ دھوکا دے کر مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے اور اس دھوکہ کا نتیجہ یہ ہوتا کہ تمام مسلمان اور صحابہ کرام شہید ہو جاتے اور اسلام مٹ جاتا۔

منافقین: مسلمانوں کی اندرونی مشکلات میں بڑی مشکل منافقین کی افترا پردازیاں تھیں۔ یہ لوگ بظاہر مسلمان تھے، لیکن درپردہ مسلمانوں کو اندر سے کھوکھلا کرنے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی اور سازشوں میں مصروف رہتے۔

جاسوسی: منافقین کا بدترین طرز عمل جس نے مسلمانوں کے لیے بعد میں عظیم مشکلات پیدا کیں ان کا جاسوسی کرنا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کی محفلوں میں گھس آتے اور ان کی تمام خبروں کی رپورٹ اپنے لوگوں کو جا کر بتاتے۔ قرآن نے اس سلسلہ میں کہا ہے:

((سمّٰعون للكذب سمّٰعون لقوم آخَرين))

یہ مسلمانوں کی جمعیت میں اس لیے گھس گئے تھے کہ ان کے عزائم کی ٹوہ لگائیں اور اپنی قوم کو ان سے باخبر کریں۔

راز افشاء کرنا: منافقین کی ایک روش کا ذکر بھی کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے اہم سیاسی منصوبوں اور اہم معاملات کی خبروں کو وصول کر کے ان کو منظر عام پر لے آتے اور یوں ان کے راز فاش کرنے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔

قرآن کہتا ہے:

((الم تر الى الذين نهوا عن النجوى ثم يعودون لما نهوا عنه ويتناجون بالاثم والعدوان ومعصية الرسول))

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو خفیہ بات چیت سے منع کیا گیا، پھر انہوں نے وہی کیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، اور وہ گناہ وسرکشی اور رسول کی نافرمانی میں خفیہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔"

((ويقولون طاعة فاذا برزوا من عندك بيت طائفة منهم غير الذى تقول))

"اور وہ کہتے ہیں اطاعت کریں گے۔ اور جب آپ کے پاس سے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کے وقت آپ کے حکم کی نافرمانی کی بات کرتا ہے۔"

بیرونی مشکلات:

اہل عرب کا مسلمانوں کے خلاف اجتماع: جنگ خندق کی بیرونی مشکلات کے سلسلہ میں بہت بڑی مشکل اہل عرب کا مسلمانوں کے خلاف اجتماع تھا۔ مدینہ سے یہودیوں نے مکہ آ کر قریشیوں کو ابھارا کہ مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دیا جائے اور روز بروز کی لڑائی سے ایک آن میں ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے عرب کے دیگر علاقوں میں بھی اپنے وفود بھیجے اور ان کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا اور لڑنے پر آمادہ کیا۔

اہل عرب کا اعتماد: اہل عرب بہت پر اعتماد تھے کہ مسلمانوں کا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے اور جس بات کی یقینی

Marfat.com

کیفیت ہو تو یقیناً اس کے لیے اعتماد بھی اتنا ہی بحال ہوتا ہے۔

ذہنی ونفسیاتی سکون: کفار ومشرکین اس لیے بھی ذہنی اور نفسیاتی لحاظ سے پرسکون تھے کہ وہ تمام عرب کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ کر چکے تھے اور ان کو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہو رہا تھا اور وہ بہت امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے۔

مندرجہ بالا مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت مسلمانوں کی اندرونی اور بیرونی صورتحال اور ان کی پریشانی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ غزوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تمام غزوات سے زیادہ اشد تھا کیونکہ اس میں حملہ آور کفار کے حملے کی تعداد بارہ ہزار سے پندرہ ہزار تک بتائی گئی ہے اور اس طرف سے مسلمان کل تین ہزار اور وہ بھی بے سروسامان اور زمانہ سخت سردی کا۔

مسلمانوں کی اضطرابی کیفیت: لشکر کفار ومشرکین جب چاروں اطراف سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو اس وقت مسلمانوں پر اضطرابی اور پشیمانی کی کیفیت طاری ہو گئی۔

یہ اس خوف کی تصویر ہے جس نے مسلمانوں کو ڈرایا تھا، یہ وہ کرب ہے جو مدینہ پر چھا گیا تھا اور اہل مدینہ میں سے کوئی بھی اس سے بچ نہ سکا۔

قرآن پاک اس منظر کی یوں عکاسی کرتا ہے۔

احزاب 10 میں فرمایا:

((اذجاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذزاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا))

"جب وہ اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے، جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔"

من فوقکم ومن اسفل منکم:

چونکہ نشیب میں احزاب تھے، فراز پر بنو قریظہ اور درمیان میں مسلمان، اس لیے قرآن نے اس طرف اشارہ کیا کہ تمہارے اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔

زاغت الابصار:

آنکھیں پتھرا گئیں۔ یہ ایک نفسیاتی کیفیت ہے اور پریشانی کے عالم میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی آنکھیں بھی ٹھیک کام نہیں کرتیں۔

بلغت القلوب الحناجر:

کلیجے منہ کو آنے لگے۔ یہ پریشانی کی کیفیت کا نقشہ

Marfat.com

تظنون باللہ الظنونا:

اللہ کے بارے میں تم گمان کا شکار ہو گئے۔ طرح طرح کے وسوسے تمہارے دل میں آنے لگے۔

کچھ نومسلم صحابہ تھے جن کے دل میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا، یہاں پر ایسے نومسلموں کا ذکر کیا گیا ہے۔

بشارتوں پر گمان: مسلمانوں کو بشارتیں دی گئی تھیں کہ تم ضرور بالضرور کامیاب ہو گئے۔ فتح کی بشارتیں دی گئی تھیں:

((ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین))

"اور نہ ڈرو اور نہ غم کرو، تم ہی بلند ہو اگر تم مومن ہو۔"

((ان تنصروا اللہ ینصرکم))

"اگر تم اللہ کے راستے (جہاد) میں مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد فرمائے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارتیں دی تھیں لیکن یہاں شکوک وشبہات والی کیفیت تھی اور مسلمان اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے کہ صورتحال بہت نازک ہے اور ہمارا خاتمہ ہونے والا ہے۔

گمان کی یہ شکل بھی تھی کہ مسلمان سوچنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خوشخبری اور بشارت کامیابی دے رکھی ہے وہ کب پوری ہوگی۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔

((الا ان نصر اللہ قریب))

"خبردار! اللہ کی مدد قریب ہے۔"

ابتلاء وآزمائش: اس پر مزید یہ کہ مسلمانوں کو ابتلاء وآزمائش میں ڈالا گیا۔

احزاب آیت 11 میں فرمایا:

((ھنالک ابتلی المومنین وزلزلوا زلزالاً شدیداً))

"یہاں مومن خوب آزمائے گئے اور شدید ترین ہلائے گئے۔"

انسان کی آزمائش یہ تھی کہ کیا وہ اسلام کی روح اور قربانیوں پر قائم رہتے ہیں یا ان پریشانیوں کو چھوڑ کر عافیت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

تائید ربانی: ایسے ابتلاء وآزمائش کے کٹھن مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تائید ومدد فرمائی جیسا کہ احزاب میں فرمایا:

((یاایھا الذین أمنوا اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جاء تکم جنود فارسلنا علیھم ریحاً وجنوداً لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیراً))

"اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر اس نے فرمائی کہ جب تم پر لشکر ٹوٹ پڑے تو اس نے ہوا اور

Marfat.com

ایسا لشکر بھیجا جسے تم نہیں دیکھ سکتے تھے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔"

اس موقع پر ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلائی گئی کہ ایک عظیم لشکر جڑ سے اکھاڑنے کے لیے مدینہ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ تم اللہ کی خاص مدد اور تدبیر کے ساتھ بچے، ورنہ ان آنے والوں کے ارادے تو بڑے برے تھے۔ دشمنوں کے لشکروں کا آنا، ان پر آندھی کا بھیجا جانا اور ایسے لشکروں کا مسلط کیا جانا جن کو انسانی نظریں نہیں دیکھ سکتیں ان کا ذکر کر کے بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیا کردہ اسباب وعوامل ہی تمہارے فتح ونصرت کا باعث بنے تھے۔

جنگ میں منافقین کا طرزِ عمل:

مسلمانوں میں بدنظمی پیدا کرنا: ارشاد ربانی ہے:

((واذیقول المنافقین والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنااللہ و رسولہ الاغرورا))

"اور جب منافقین اور ان لوگوں نے کہا جن کے دلوں میں بیماری تھی کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ بس دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔"

مسلمانوں کے اندر سے ہی ایسے اللہ اور رسول کے منکر اور منافق ان کے لیے بہت بڑی مشکل تھے کیونکہ اس طرح ان کے جوش اور ولولہ میں کمی آ رہی تھی۔

ایمانداروں کو میدان چھوڑنے کی ترغیب: ارشاد ربانی ہے:

((واذقالت طائفة منھم یااھل یثرب لامقام لکم فارجعوا))

"اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا اے اہل یثرب تمہارے لیے کوئی بچاؤ نہیں، پس لوٹ چلو۔"

ظاہری وجہ یہ ہے کہ خندق کے سامنے کفار کے مقابلہ پر ٹھہرنے کا موقع نہیں اور چل پڑو۔ اسلام پر ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں لہٰذا اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ چلو۔

مسلمانوں کو کمزور کرنے کی سازش: مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ان کا ساتھ نہ دیا جنگ میں اور مختلف بہانے بنائے۔ ارشاد ربانی ہے:

((ویستاذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورة وماھی بعورة ان یریدون الافرارا))

"اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے رخصت مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے اور ان کا ارادہ بس جنگ سے بھاگ جانے کا ہے۔"

گھروں کی حفاظت محض ان کا بہانہ تھا۔ اس خطرے سے بچاؤ کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے۔ ان کے گھر مضبوط حلقوں میں واقع تھے جہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا، یہ محض ان کا بھاگنا فرار اور غرور تھا۔

قتل سے فرار کا کچھ فائدہ نہیں: ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل و اذا لا تمتعون الا قلیلًا))

''تمہیں یہ فرار ہرگز فائدہ نہ دے گا اور پھر تمہیں دنیا میں تھوڑا سا فائدہ دیا جائے گا تو کہہ کہ اگر اللہ تمہیں برائی سے بچانا چاہے یا تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ کرے تو کون اس کو روک سکتا ہے۔؟''

جہاد میں رکاوٹ ڈالنے والے اللہ سے اوجھل نہیں: ارشاد ربانی ہے:

((قد یعلم اللہ المعوقین منکم و القائلین لاخوانھم ھلم الینا و لا یأتون البأس الا قلیلًا))

''اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے جو مسلم جماعت کی صفوں میں در آئے اور بد اعتمادی پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اپنے بھائیوں کو گھروں میں بیٹھے رہنے کی دعوت دیتے ہیں اور خود میدان جنگ سے دور رہتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان کو سازشوں کو خوب جانتا ہے۔''

نتائج

آندھی کا نزول: کفار کی ہٹ دھرمی اور مخالفت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی تائید کی صورت میں ان پر اللہ تعالیٰ نے شدید آندھی بھیجی جس سے وہ بے حواس ہو گئے۔

((یایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجاء تکم جنود فارسلنا))

پھر پروردگار نے وہ تیز آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام ہوش اڑ گئے' کوئی چیز رہنے سے نہ رہی۔ آگ کا جلانا مشکل ہو گیا۔ کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی، بالآخر تنگ آ کر نامرادی سے واپس آ گئے۔

فرشتوں کا نزول: اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج کر اپنی مدد فرمائی۔

((و جنودا لم تروھا))

''اور ایسا لشکر بھیجا کہ جس کو تم نہیں دیکھ سکتے۔''

ہوا کے ساتھ فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے، یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا کر کہنے لگے کہ نجات کی صورت تلاش کرو۔ یہ فرشتوں کا ڈالا ہوا رعب و دبدبہ تھا۔

تائید ربانی کا ثبوت: اس فتح سے اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ تائید ربانی مسلمانوں کے شامل حال رہتی ہے اور اللہ اپنے بندوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔

((ان تنصروا اللہ ینصرکم))

''اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہارے مدد فرمائے گا۔''

مسلمانوں کی قوت ایمانی میں اضافہ: پس جنگ کی ابتدا میں اگرچہ مسلمان پریشان ہوئے لیکن پھر مومنین نے صورتحال کو قابو میں لے لیا اور تائید ربانی کے ساتھ ان کی قوت و ایمان میں اضافہ ہوا:

Marfat.com

((ولما رأ المؤمنون الاحزاب قالوا ھذا ماوعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایماناً وتسلیماً))

منافقین کی سازشوں کا عیاں ہونا: منافقین پہلے چھپ چھپ کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور لبادہ اسلام کا اوڑھ رکھا تھا لیکن اس موقع پر یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ کون اسلام کا دشمن اور کون دفاع کرنے والا ہے۔ منافقین نے اللہ کے وعدوں کو جھٹلایا اور ان کی تکذیب کی۔

بے سروسامان واپس لوگے: ارشاد ربانی ہے:

((ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیراً))

کفار سخت بے سروسامانی کے عالم میں واپس لوٹے، ان کے خیمے اکھڑ گئے، ان کے مویشی بھاگ گئے اور آندھی اور اندھیرے میں آپس میں ہی ایک دوسرے کو ٹکریں مارنے لگے۔ فتح کا ارمان تشنہ رہ گئے۔ یہ تمام دنیاوی فائدے ہیں اس پر مزید کہ وہ آخرت کی سزا اور عذاب کے مرتکب ہوئے اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔

((ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار))

"بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔"

مزید فرمایا:

((وکان اللہ قویاً عزیزاً))

"اور اللہ تعالیٰ طاقت والا غلبے والا ہے۔"

اللہ پر کچھ دشوار نہیں، اس طرح کافروں کو مٹا دینا کوئی عجوبہ نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ (قویا) اور (عزیزا) بڑی زبردست قوت رکھنے والا غالب ہے۔ وہ جو چاہے کرسکتا ہے، اس کے فیصلوں میں کسی کا اختیار نہیں اور گویا کفار جو ارمان لے کر آئے کہ مسلمانوں کو ختم کر دیں گے یہ اللہ پر بہت آسان تھا کہ ان کو ہی نامراد واپس لوٹاتا اور وہ سب بری طرح ناکام ہوئے۔

مزید آیت 27 کے آخر میں فرمایا:

((وکان اللہ علی کل شیء قدیرا))

اس کی قدرت بہت بے پایاں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ وسع کل شی ہے۔

جنگ خندق کے حالات اور عصر حاضر کا موازنہ:

اگر غور کیا جائے تو اس قسم کے شیخ چلی لوگ ہر زمان ومکان میں ہر قوم اور نسل یا ہر ملک میں پھرتے ہیں۔ یہ لوگ بھاگتوں کی اگاڑی اور موتوں کی پچھاڑی میں رہتے ہیں۔ زبان کے مبادر اور میدان کے سخت بزدل ہوتے ہیں۔ امن ورفاہیت میں بڑے فصیح وبلیغ ہوتے ہیں مگر شدت وخوف کے وقت انہیں سانپ سونگھ جاتے ہیں۔ خیر اور اہل خیر کے

Marfat.com

لئے بڑے بخیل ہیں۔ فی سبیل اللہ مال خرچ نہیں کرتے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی پستی کا سبب:

آج عصر حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ہر طرف پریشان و پشیمان اور ذہنی و روحانی سکون سے خالی نظر آتے ہیں، غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ ایمان کی بشاشت ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوئی۔ نور ایمان سے دل خالی ہیں۔ باطن بے نور ہے اور ظاہر روشن ہے۔ جب ایمان نہیں ہے تو اعمال بھی صفر ہیں کیونکہ مرکز خالی ہے۔ جب دلوں کا نور سلامت نہیں تو ایمان کا کیا سوال اور اعمال صالحہ کی کیا امید۔؟

یہی سبب ہے کہ اس قسم کے لوگ جنگ احزاب میں دشمنوں کے لشکروں کے بے نیل و مرام کے ناکام نامراد ہو جانے کے بعد بھی خوف وحزن کا شکار رہے اور لرزہ براندام رہے، اس وقت کے منافقوں کی وہی خوبیاں ہیں جو آج کے مسلمان منافق کی ہیں۔

آج بھی تائید ربانی سے مسلمان فروزاں ہو سکتے ہیں:

غزوہ احزاب کے موقع پر جس طرح مسلمان بالکل بے سروسامانی کے عالم میں تھے، معاشی و معاشرتی جنگی اور اقتصادی لحاظ سے پسماندہ تھے لیکن ان تمام نقائص کے باوجود عظیم فتنہ نے ان کے قدم چومے، سبب اس کا یہ تھا کہ یہ لوگ جذبہ ایمان سے منور تھے۔ ان کے دلوں میں پختہ ایمان راسخ تھا، یہ اسلام پر مر مٹنے والے تھے۔

آج بھی مسلمان اگر اپنے اندر جذبہ ایمان کی قوت پیدا کریں اور اسلام کے نام پر قربان ہو جائیں تو کوئی ایسی بات نہیں کہ تائید ربانی ان کے حق میں نہ ہو۔ آج بھی مسلمان وہی ہیں جو ازمنہ سابقہ میں تھے، لیکن فرق صرف اللہ پر توکل اور قوت ایمان ہے، لہٰذا مختصر یہ کہ آج بھی بے سروسامانی کے عالم میں وہی حالات پیدا ہو سکتے ہیں جو کہ غزوۂ احزاب میں تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

غزوۂ بنو قریظہ

بنو قریظہ کا انجام:

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 26 میں فرمایا گیا ہے:

((وانزل الذین ظاهروهم من اهل الکتب من صیاصیهم))

''اورا تار دیا ان کو جو ان کی پشت پناہ ہوئے تھے اہل کتاب سے ان کے قلعوں سے۔''

آیت ہذا میں (من صیاصیھم) سے مراد ہے ان کے قلعوں سے ''صیاصی'' سے مراد ہے قلعے' پناہ گاہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ان کے قلعوں سے اُتار دیا' وہ لوگ بنی قریظہ ہیں۔ اس آیت میں بنی قریظہ کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بنی قریظہ کی بغاوت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آغاز قیام کے وقت یہود۔ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور ان کو جان و مال اور مذہب کے معاملہ میں ہر طرح کی آزادی دی تھی۔ جب قریش نے ان کو تحریض وتہدید کا خط لکھا تو وہ مسلمانوں سے بغاوت پر تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تجدید معاہدہ کرنا چاہی۔ بنو نضیر نے انکار کر دیا اور وہ جلا وطن کر دیئے گئے، لیکن بنو قریظہ نے نئے سرے سے معاہدہ کر لیا، چنانچہ ان کو امن دے دیا گیا۔ جب کفار قریش اور یہودیوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اس وقت تک بنو قریظہ معاہدہ پر قائم تھے، لیکن حملہ کے دوران بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے بنو نضیر سے وعدہ کیا کہ اگر قریش حملہ سے دستبردار ہو کر چلے گئے تو وہ خیبر چھوڑ کر ان کے پاس آجائے گا۔ چنانچہ بنو قریظہ نے عین حملہ کے دوران مسلمانوں سے معاہدہ توڑ دیا اور کفار کے ساتھ شریک ہو گئے۔

غزوہ احزاب سے فراغت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابھی لوگ ہتھیار نہ کھولیں اور قریظہ کی جانب بڑھیں۔ چنانچہ مسلمانوں کا لشکر بنو قریظہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب فوج سے آگے بڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشنام طرازی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ جو تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔

تورات کے مطابق فیصلہ:

بالآخر بنو قریظہ نے درخواست پیش کی کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہو گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کر لی۔

Marfat.com

حضرت سعد بن معاذ نے بنو قریظہ کے حق میں انہی کی مذہبی کتاب تورات کے مطابق فیصلہ دیا جو یوں تھا:

''لڑنے والے قتل کیے جائیں، عورتیں اور بچے قید ہوں اور مال واسباب غنیمت قرار دیا جائے۔''

یہودیوں کو جب یہ فیصلہ سنایا گیا تو ثابت ہوا کہ وہ خود بھی اسی فیصلہ کو حکم الٰہی کے موافق سمجھتے تھے۔

حیی ابن اخطب:

اس موقعہ پر حیی بن اخطب بھی موجود تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو نضیر کو جلاوطن کیا تھا تو ان کے سردار حیی بن اخطب نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کسی کی مدد نہیں کرے گا۔ اس معاہدہ پر اس نے اللہ کو ضامن کیا تھا، لیکن اس نے جنگ خندق میں نہ صرف مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا، بلکہ دوسروں کو بھی اس مقصد کے لئے اُکسایا۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سنانے کے بعد حیی بن اخطب کی گردن اُڑا دی گئی۔

مقتولین کی تعداد:

مؤرخین نے مقتولین کی تعداد 600 سے زائد بیان کی ہے۔ بعضوں نے یہ تعداد 400 کے قریب بیان کی ہے۔ مقتولین میں صرف ایک عورت شامل تھی۔ اس طرح بنو قریظہ کا خاتمہ ہوگیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا ہے۔ مال غنیمت تمام مجاہدین میں قرآنی احکام کے مطابق تقسیم کر دیا گیا۔

قرآن مجید کا بیان:

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 29، 30 اسی واقعہ سے متعلق ہے:

((وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً))

(احزاب، آیت: 26)

''اور اُتار دیا ان کو جو اہل کتاب میں سے کفار قریش کے پشت پناہ بنے ہوئے تھے ان کے قلعوں سے اور ڈال دی ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک، کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے اور کتنوں کو قید کیا۔''

احسانِ الٰہی:

اس معرکہ میں مال غنیمت سے متعلق آیت نمبر 27 میں بیان کیا گیا ہے:

((واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضالھم تطؤھا))

''اور تم کو ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مال دلائے اور وہ زمین بھی کہ جس پر تم نے قدم تک بھی نہیں رکھے تھے۔''

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو احسان یاد دلاتا ہے کہ اس نے انہیں معرکہ بنو نضیر میں کامیابی سے ہمکنار کیا اور ان کی

Marfat.com

چھوڑی ہوئی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد غنیمت کے طور پر عطا کردی۔ اللہ نے مسلمانوں کو بنو قریظہ کی خالی پڑی ہوئی وہ زمین بھی عطا کردی جن پر ابھی مسلمانوں کے نشان قدم بھی نہ پڑے تھے۔

متبنیٰ بنانے کی ممانعت

منہ بولی اولاد کا حکم:

قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا ہے:

((وماجعل ادعیاء کم ابناء کم))(احزاب، آیت 4)

''اور نہیں بنایا لے پالکوں کو تمہارے بیٹے۔''

لے پالک لڑکے حقیقی بیٹے کے برابر نہیں ہے۔

سب لوگوں کو ان کے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے:

اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے:

((ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عنداللہ))

''پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے۔ یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں۔''

حضرت زید:

سورۃ احزاب کی آیت نمبر 37 میں جس ''زید'' نامی شخص کا نام لیا گیا ہے اس سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت زید کے والد حارثہ بن شراجیل قبیلہ کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سعدیٰ تھا جو قبیلہ طے کی ایک شاخ معن سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی والدہ آپ کو ہمراہ لے کر ایک مختصر سے قافلہ کی معیت میں اپنے میکے جارہی تھیں کہ راستے میں کچھ لٹیروں نے پڑاؤ پر حملہ کردیا اور مال واسباب لوٹنے کے علاوہ کچھ آدمیوں کو بھی پکڑ کرلے گئے، ان لوگوں میں حضرت زید بھی شامل تھے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔

لٹیروں نے حضرت زید کو عکاظ کے میلے میں لے جاکر بیچ دیا۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے۔ انہوں نے حضرت زید کو حضرت خدیجہ کی خدمت میں نذر کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو ان کے ہاں زید کو دیکھ کر انہیں مانگ لیا۔ اس طرح حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو غلامی سے آزاد کردیا اور قریش کے عام مجمع میں اعلان کیا کہ آج سے

Marfat.com

زید میرا بیٹا ہے اور یہ مجھ سے وراثت پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو سب سے پہلے تسلیم کیا ان میں حضرت زید تیسرے نمبر پر تھے۔ اس وقت ان کی عمر 30 برس تھی۔

اب حضرت زید کو لوگ ''زید بن محمد'' کہنے لگے۔

ہجرت کے چوتھے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب (جو امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں) سے کرنا چاہا، لیکن چونکہ وہ غلام رہ چکے تھے اس لئے حضرت زینب کو یہ نسبت گوارا نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا تو وہ راضی ہوگئیں۔ چنانچہ حضرت زید اور حضرت زینب کا نکاح کر دیا گیا۔

حضرت زینب تقریباً ایک سال تک حضرت زید کے نکاح میں رہیں۔ اس دوران میاں بیوی میں اَن بَن رہی۔ یہاں تک کہ حضرت زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں انہیں طلاق دینا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بار بار سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔ سورۃ الاحزاب میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

((واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ))

(احزاب، آیت: 37)

''اور جبکہ آپ اس شخص سے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لئے رہو اور اللہ سے خوف کرو۔''

لیکن میاں بیوی کے درمیان مصالحت نہ ہوسکی اور بالآخر حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔

حضرت زینب کی رسول اللہ سے مناکحت:

حضرت زینب کو طلاق ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی دلجوئی کیلئے اللہ کے حکم سے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا، لیکن عرب میں اس وقت تک متبنّیٰ حقیقی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تامل فرماتے تھے، چونکہ یہ محض جاہلیت کی ایک رسم تھی اور اللہ تعالیٰ کو اس کا مٹانا مقصود تھا۔ اس پر سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی جو آیت نمبر 37 کا ایک حصہ ہے:

((وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ))

''اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو اللہ ظاہر کردینے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو، حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہئے۔''

سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے قبل آیت نمبر 4 میں ''متبنّیٰ'' سے متعلق حکم دیا جا چکا ہے کہ ان کی حیثیت حقیقی

Marfat.com

بیٹوں کے برابر نہیں۔

((وماجعل ادعیاء کم ابنائکم))

"اور نہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے حقیقی بیٹے۔"

چنانچہ یہ حکم نازل ہونے پر لوگوں نے حضرت زید کو "زید بن محمد" کے بجائے ان کے اصل باپ کی نسبت سے "زید بن حارثہ" کہنا شروع کر دیا تھا۔

سورۃ الاحزاب کی 37 نمبر آیت کے ایک حصہ میں فرمایا گیا ہے:

((فلما قضیٰ زید منہا وطراً زوجنکھا لکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذاقضوا منھن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً))

(احزاب، آیت: 37)

"پھر جب زید (بن حارثہ) تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا' تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیوی سے نکاح کر لینے پر کوئی گناہ نہ رہے، جب وہ ان سے اپنی غرض تمام کر لیں (طلاق دے دیں اور عدت پوری ہو جائے) اور یہ بات اللہ کا حکم بجا لانا ہے۔"

چنانچہ جب حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منشائے الٰہی کے مطابق حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔

☆☆☆

Marfat.com

اسلام اور پردہ

حکم حجاب:

اسلام سے پہلے عورتیں کھلم کھلا ننگے منہ پھرا کرتی تھیں۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمان عورتوں کا بھی یہ حال تھا پھر "سورۃ احزاب" کے ذریعہ سے عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔

ازواج النبی کو پردہ کا حکم:

ازواج رسول کیونکہ امہات المومنین تھیں اس لئے سب سے پہلے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ حجاب میں رہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ تمام مسلمان عورتیں ان کی پیروی کریں۔ چنانچہ حکم ہوا:

((ینسآء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقین فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً وقرن فی بیوتکن و لا تبرجن تبرج الجاهلیه الاولیٰ))

(الاحزاب، آیت:33:32)

"اے پیغمبر کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرو تو پس دب کر بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ طمع کرے۔ اور نیک بات کہو اور اپنے گھروں میں وقار سے رہو اور جاہلیت اولیٰ جیسی بے پردگی نہ کرو۔"

عام مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

((یاایها النبی قل لازواجك وبنتك ونسآء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذلك ادنی ان یعرفن فلایؤذین))

(الاحزاب، آیت:59)

"اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں نیچی لٹکا لیں اس سے یہ ہوگا کہ وہ پہچان پڑیں گے (کہ یہ شریف ہیں) تو ان کو ستایا نہ جائے۔"

مدینہ میں قاعدہ تھا کہ جب عورتیں خاص خاص ضرورتوں کیلئے گھروں سے نکلتی تھیں تو شریر اور منافق قسم کے لوگ ان کے پیچھے لگ جاتے تھے اور ان سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں اس بات پر ڈانٹا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم ان کو لونڈی سمجھتے تھے۔ اس برائی کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت کیلئے اپنے گھروں سے

Marfat.com

باہر نکلیں تو اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم ہوں اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک اور وضع الگ رکھیں۔اس کیلئے یہ صورت بتائی گئی کہ جب گھر سے نکلنے لگیں تو ایک بڑی چادر سر کے اوپر سے اوڑھ لیں جس سے اندر کا لباس اور بناؤ سنگھار سے چھپ جائیں اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ شریف گھرانوں کی بیٹیاں ہیں جن کی عزت کا احترام ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔

محرم اور نامحرم:

عورتوں کو ہر نامحرم سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔صرف ان لوگوں کے سامنے کھلے منہ رہنے کا حکم ہے جو ''محرم'' ہیں اور جن سے نکاح کا رشتہ حرام ہے۔ارشاد ربانی ہے:

((لا جناح علیھن فی اٰبائھن و لا اخوانھن و لا ابناء اخوانھن و لا ابناء اخواتھن و لا نسآئھن و لا ماملکت ایمانھن))

(الاحزاب،آیت نمبر:55)

''گناہ نہیں ان عورتوں کو سامنے ہونے کا اپنے باپوں کے اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجوں) کے اور نہ اپنی بہن کے بیٹوں کے اور نہ اپنی عورتوں سے اور نہ اپنے ہاتھ کے مال (غلاموں) کے۔''

مختصر یہ ہے کہ ہر اس مرد سے پردہ واجب نہیں ہے جس سے نکاح حرام ہے،غلام چونکہ ماتحت ہوتے ہیں اور انہیں مالک کی ضروریات کیلئے گھروں میں آنا جانا پڑتا ہے،اس لئے محرم لوگوں کے علاوہ غلام کے سامنے بھی بے حجاب آیا جا سکتا ہے،مگر مناسب شرائط کے ساتھ۔

نامحرم اور اشد ضرورت:

علاوہ ازیں حکم دیا گیا کہ اگر کسی مرد کو اشد ضرورت کے تحت کسی گھر سے ضرورت کی کوئی چیز مانگنا ہو تو وہ پردہ کے باہر کھڑے ہو کر مانگیں۔ارشاد ربانی ہے:

((و اذا سألتموھن متاعا فسئلوھن من ورآء حجاب))

''اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے۔''

حجاب کے بارے میں احادیث:

علاوہ ازیں حجاب اور عورتوں کی عفت سے متعلق سورۃ النور میں بھی احکامات مذکور ہیں اور اس بارے میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں:

1: جب عورت بالغ ہو جائے تو چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی اور حصہ دیکھنا جائز نہیں۔

(سنن ابی داؤد،کتاب اللباس)

Marfat.com

2: مخنث زنان خانوں میں نہ آنے پائیں۔

(کتاب الآداب' ابوداؤد)

3: کسی کے گھر میں جاؤ تو اجازت سے پہلے پردہ اٹھا کر اس کے اندر نہ جھانکو کہ اس کے اہل خانہ کی بے ستری ہو۔

(ابوداؤد)

4: عورت تیز خوشبو لگا کر باہر نہ نکلے۔ (ابوداؤد)

5: جب عورت باہر نکلے تو بیچ راہ سے الگ ہو کر کنارہ کنارہ چلے۔ (ابوداؤد)

6: کوئی مرد کسی غیر عورت کے گھر اس کے شوہر کی غیر موجودگی میں اکیلا نہ جائے۔

7: گھر کے دروازہ پر پردہ پڑا رہے۔

شرعی پردہ کی اہمیت وفضیلت اور پردہ کی تاریخ:

پردہ کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔ یونان قدیم کی عورتیں بہت ہی حسین وجمیل تھیں۔ ان کی عادت تھی کہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں کو اپنے دامن یا کسی خاص اوڑھنی سے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔

فنیقیہ کی عورتیں سرخ پردہ اوڑھا کرتی تھیں۔ یونان کے سب سے پہلے مصنف نے پردہ پر مضمون لکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ عولیس کی بیوی بنلاپ ہمیشہ پردہ اوڑھے رہتی تھی۔

شہر شیب کی عورتوں کا پردہ خاص ہوتا تھا جس میں آنکھوں کے سامنے دو سوراخ ہوتے تھے تا کہ بآسانی راستہ دیکھا جا سکے۔

اسپارٹا کی نوجوان لڑکیاں شادی ہونے سے پہلے لوگوں سے ملتی جلتی تھیں، مگر شادی ہونے کے بعد پردہ پوش ہو جاتی تھیں۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً عورتیں اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانکے رہتی تھیں، جب انہیں بازار جانا ہوتا تو سر سے لے کر پاؤں تک برقع اوڑھے ہوئے نکلنا ان پر ضروری تھا، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنواری۔

اسی طرح سیلفریہ' ایشیا' ایران اور عرب میں پردہ کا رواج پایا جاتا تھا۔ رومانی عورتوں میں یہ رسم انتہائی حد تک جاری تھی کہ جب ان میں سے کوئی عورت باہر نکلتی تو نہایت احتیاط کے ساتھ ایسا پردہ اوڑھتی جو ایک لمبی چادر کی شکل میں ٹخنوں کے نیچے تک لٹکا ہوا ہوتا تھا، پھر اس کے اوپر ایک عبا پہن لیتی تا کہ کوئی عضو نظر نہ آئے۔

اسلام کے ظہور قدسی کے وقت عورت اخلاقی حیثیت سے حد درجہ گری ہوئی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ عرب کی قوم میں شروع ہی سے پردہ کا رواج تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ کی عورتیں مردوں کے ساتھ بغیر پردہ کے سفر کرتی تھیں۔ چونکہ اس اختلاط سے دونوں جنسوں میں خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا، اس لئے اسلام نے عورتوں کو منظر عام پر ظاہر ہونے سے منع کیا اور ان کو اپنے گھروں کو زیب وزینت بخشنے کا حکم دیا:

"وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی" (سورۃ احزاب)

Marfat.com

''اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور حسن کا مظاہرہ کرتی نہ پھرو جیسا کہ پہلے جہالت کے وقت میں دستور تھا۔''

نصوص شرعیہ یعنی قرآن مجید کی صریح آیات اور صحیح احادیث و آثار سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے پردہ کے بارے میں تشدد برتا ہو جیسا کہ ہم ان ممالک میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں صحیح اسلامی تعلیمات کی کمی ہے:

''یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلك ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما''(سورۂ احزاب)

''اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکائے رکھیں، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو ان کو کوئی نہ ستائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

''وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن''(سورۂ احزاب)

''اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں۔''

ان آیات کا سمجھنا اور اس سے اصلاحی مقاصد کے نتائج اخذ کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے جنہوں نے گزشتہ زمانے کی قوموں اور اجتماعی حالتوں کا مطالعہ کیا ہے۔ نیز ان پر یہ امر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کی اصلاح کی جائے اور برائیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ عورت کے جملہ امور کی اصلاح کر کے اس کے ذریعہ سے ایک نظام قائم رکھا جائے تا کہ وہ ظالموں کے لیے مظالم کا تختہ مشق اور شہوت پرستوں کے حلق میں لقمۂ تر نہ بن جائے۔

مغربی مصنفوں میں سے ایک منصف مزاج مصنف ''ہملٹن'' اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کرتا ہے:

''اسلامی احکام عورت کی شان میں نہایت صریح ہیں جو اس کی عزت افزائی کو برقرار رکھنے اور اس کو بے حرمتی و ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی طرف خاص توجہ دلاتے ہیں۔ اسلام نے پردہ کے باب میں تنگ نظری سے کام نہیں لیا جیسا کہ بعض مصنفوں کا خیال ہے بلکہ اس نے غیرت و مروت کے اسباب کا لحاظ رکھا ہے۔''

ایک مغربی سیاح نے اپنے حالات سفر میں لکھا ہے:

''جاوا میں جو عرب مقیم ہیں وہ عام طور سے پردہ کی پابندی نہیں کرتے، جاوا کی عورتیں ہالینڈ میں رہنے والی اپنی ہم جنس بہنوں کی طرح آزادی سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔''

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ ازواج نبی کو ان کے گھروں میں ٹھہرے رہنے اور ان کو زیب و زینت کا مظاہرہ کرنے سے منع کرنے کا حکم صادر ہونے کے بعد وہ دنیا سے بے خبر اور عزلت گزین نہیں ہو گئی تھیں جیسا کہ بعض مغربی مصنفین کا خیال ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ زوجہ آنحضرت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جنگ میں شرکت کی، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دعویٰ میں بیشتر حصہ لیا اور سیدہ زینب نے اپنے چھوٹے یتیم

Marfat.com

بچے کو حادثہ کربلا کے بعد امویوں کے پنجہ سے رہائی دلائی۔

غرضیکہ نامور خواتین اسلام کے تذکرے تاریخ کے صفحات پر جابجا پائے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا ان پر گہرا اثر تھا اور وہ قومی زندگی کے میدان میں برابر شریک ہوا کرتی تھیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ عرب جاہلیت' یہود اور نصاریٰ کے اخلاق و کردار میں انتہائی زوال و انحطاط ہو چکا تھا۔ قرآن کریم نے ازواج نبی کو ان کے گھروں میں ٹھہرے رہنے اور جاہلیت کے سے زیب و آرائش کا مظاہرہ کرنے سے پرہیز اختیار کرنے کا جو حکم دیا تھا اس کی وجہ سے اخلاقی توازن برقرار ہو گیا اور سیرت و کردار کی سطح بلند ہو گئی کیونکہ ازواج نبی اوروں کے لئے بہترین نمونہ تھیں۔

یہاں ''وان ہیمر'' کا قول درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا وہ کہتا ہے:

''پردہ کو اسلام نے ضروری اور عورتوں کو اجنبیوں سے میل جول رکھنے کو جو حرام قرار دیا ہے اس کا مفہوم ہر گز یہ نہیں ہے کہ عورتوں سے اعتماد کے جذبہ کو فنا کر دیا جائے بلکہ یہ ایک وسیلہ ہے ان کے ناموس کی حفاظت واحترام کا اور ذریعہ ہے ان کی رسوائی کی روک تھام کا۔ درحقیقت اسلام کی نظر میں عورت کا جو درجہ و مقام ہے وہ یقیناً قابل رشک ہے۔''

ایک منصف مزاج مصنف کے اس زرین قول کو مدنظر رکھ کر ذیل کے اقوال و آراء کا جائزہ لیجئے:

ترتلیان نے اپنی کتاب ''عورت کی تعریف'' میں یہ بیان کیا ہے:

''عورت شیطان کا دروازہ ہے کیونکہ اس نے آدم علیہ السلام کو جو خدا کا ایک مظہر ہیں' ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دے کر بگاڑ دیا۔''

لوفی کہتا ہے:

''عورت ایک برائی ہے جو ناگزیر ہے' ایک نکہت ہے جس کی طرف دل کھنچے جاتے ہیں' ایک بلائے ناگہانی ہے جس سے راہ گریز نہیں' ایک بجلی ہے کوندتی ہوئی اور ایک بیماری ہے مہلک اور لاعلاج۔ اتھوڈ کلیسا کے حکام نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ عورت جماعت میں اپنے حق سے محروم رکھی جائے۔ چنانچہ اس کو محفلوں اور تقریبوں میں شریک ہونے سے ممنوع قرار دیا گیا۔ عورتیں چپ چاپ پردہ اوڑھے رہیں۔ ان کا کام محض یہ ہے وہ اپنے شوہروں کی اطاعت و فرماں برداری کریں اور چرخہ کاتنے' کپڑا بننے اور چکی پیسنے کے کام انجام دیتی رہیں۔ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے بدن کو سر سے پاؤں تک ڈھانکے رکھیں۔''

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ جاہلیت عرب میں عورت کو جو آزادی حاصل تھی وہ مقابلہ یونان کے بہت زیادہ تھی اسی کے بارے میں بائرن کہتا ہے:

''عورتیں جاہلیت میں مردہ دل اور مجبور نہیں تھیں' وہ میدان جنگ میں جنگجو شخص کی امداد کیا کرتیں اور ان

Marfat.com

میں حمیت و جواں مردی کے جذبات بیدار کیا کرتی تھیں۔ بہادر اور شہ سوار میدان جنگ میں اترتے تھے تو اپنی بہنوں' بیویوں اور اپنی معشوقوں کے گیت گایا کرتے تھے ان کے لیے یہی قابل تحسین و آفریں تھا کہ ان کی معشوقات ان کی بہادری کے کارناموں کو حیرت و استعجاب کی نظر دے دیکھیں۔ اس کے لیے ہر بہادر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ جس طرح اخلاق و شجاعت مردکی بلند ترین خوبیوں میں شمار ہوتے تھے' اسی طرح عفت اور پاکدامنی عورت کا خوبصورت اور دلفریب زیور تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ عورت کی توہین کسی غیر قبیلہ والے نے کر دی تو عرب کے ریگستانوں میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور خون کی بارش ہونے لگی۔''

عربوں کی طبیعت میں غیرت و حمیت کا جذبہ غالب تھا جس کی وجہ سے وہ عورت کا انتہائی احترام کرتے چنانچہ اسلام نے بھی ان کے اس عظیم الشان کردار کو اجاگر کیا اور ایسے احکام پیش کیے جنہوں نے عورت کے احترام اس کے مرتبہ کو دوبالا اور اس کی قدر و منزلت کو دوچند بلند کر دیا۔ مسلمانوں کے اندر کمزوروں کی دست گیری' مظلو داد خواہی اور انسانیت کی آواز پر لبیک کہنے کے جذبات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ یہ کردار شامیانوں سے عالی شان محل تک سرایت کر گئے۔

کیا مورخین کی یہ روایت ہم نے نہیں پڑھی کہ عبدالملک بن مروان اپنے دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے خبر پہنچی ایک عرب دوشیزہ شکوہ کر رہی ہے کہ وہ رومانیوں کے پاس قید ہے اور کہہ رہی ہے:

''اے عبدالملک!''

خلیفہ نے یہ سن کر قسم کھائی کہ جب تک اس دوشیزہ کو اس قید و بند سے رہائی نہ دلائے گا اس وقت تک زندگی لذتوں کے نزدیک نہ جائے گا اور اس نے اپنی اس قسم کو پورا کر دکھایا۔

اسلام کی پہلی صدیوں مین مشرق میں عربوں کی حکومت کے زوال تک عورت کی بڑی قدر و منزلت تھی' عورت کا مقام اور اس کا درجہ آج کل کی مغربی حکومتوں میں عورت کے مقام و درجہ سے کہیں زیادہ بلند و بالا تھا جس بعض شواہد و آثار یہ ہیں:

1: ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ اپنے عہد میں اپنے جلیل القدر کارناموں' بلند اخلاق اور بے شمار خوبیوں کی بدو مشہور ہے۔

2: سیدہ سکینہ بنت حسین اپنی ہمسروں میں درنایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی شان میں بارٔن کہتا ہے کہ وہ عہد کی سردار تھی۔ کیونکہ وہ حسن و جمال میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار میں بھی بے مثال تھی۔ علم کا ان کو بے حد شوق تھا۔ علماء و صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کا ان کو شرف حاصل تھا۔ اس کے ساتھ آپ اکثر علوم و فنون میں حصہ لیا ہے۔

3: شہدہ جو فخر النساء کے لقب سے مشہور ہے' پانچویں صدی ہجری میں جامع بغداد میں جمہور کو ادب اور تاریخ کا

Marfat.com

دیا کرتی تھی۔ ان کے حلقۂ درس میں اہل فضل وعرفان کا ایک جم غفیر شریک ہوا کرتا تھا۔ تاریخ اسلام میں ان کی وہی قدر ومنزلت ہے جو بڑے بڑے علماء کو حاصل ہے۔ اگر یہی شہدہ یورپ میں اسلامی تمدن وثقافت کی خوشہ چینی سے پیشتر نمودار ہوتیں تو وہ اس کو نذر آتش اس لئے کر دیتے کہ وہ جادوگر ہے۔

کیا ان تمام دلائل وشواہد کے بعد بعض مستشرقین دین اسلامی اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بہتان باندھنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے:

"مازال جبریل یوصینی باالنساء حتی ظننت انه سیحرم طلاقھن"

"جبریل مجھے ہمیشہ عورتوں کی خیر خواہی کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ ان کی طلاق کو بھی حرام کر دیں گے۔"

یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مغربی عورت انیس سو سال بعد اس مقام پر پہنچی جس میں اس نے اپنے احترام وشرف کا حصہ پایا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس نے وہ شرعی ومذہبی رتبہ حاصل کیا جو اسلامی عورت کو ملا تھا؟ ہرگز نہیں۔ مسلمان عورت کو وہ حقوق ومراعات دی گئیں جن سے اس کی وہ بہن محروم ہے جو اپنے قومی تمدن وثقافت پر فریفتہ وشیدا ہے۔

اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے لڑکی کو جب تک وہ غیر عاقلہ ہے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچی ہے اس کے ماں باپ اس کے سرپرستوں کے زیر نگرانی وکفالت رکھا ہے۔ جونہی وہ سن بلوغ تک پہنچ گئی اس کو وہ تمام حقوق سپرد کر دیئے جاتے ہیں جن سے وہ شخصی طور پر آزادی کے ساتھ اوروں سے بے نیاز ہو کر بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ نیز اسلام نے اس کے والدین کی میراث کا اس کو حق دار ٹھہرایا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے بالغ ہونے کے بعد کوئی شخص بغیر اس کے رضامندی کے اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ جب وہ بیاہی جائے تو وہ انسانی جماعت میں ایک مستقل رکن ہونے کی حیثیت سے اپنی شخصیت نہیں کھو بیٹھتی۔ نیز اسلام نے شوہر پر بیوی کے تمام کاموں کے انتظام کو (جیسا کہ وہ اس کی خواہش کرے) انجام دینے کو ضروری قرار دیا۔ شریعت نے بیوی کے اموال اور اس کی آمدنی میں اس کی اجازت کے بغیر مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی۔ عورت کو یہ حق عطا کیا کہ وہ اپنے شوہر یا اپنے باپ یا اپنے بھائی جس سے چاہے امداد طلب کر سکتی ہے۔ ماں ہونے کے اعتبار سے اس پر چند مقررہ حقوق ہیں۔

ان تمام مذکورہ بالا بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کو وہ مقام اور رتبہ عطا کیا جو مغربی عورت سے کئی گنا بہتر اور بڑھ چڑھ کر ہے۔ اب مغربی عورت کے مقابلہ میں مسلمان عورت کی پستی وانحطاط کا سبب محض یہ ہے کہ اسلامی جماعتوں کے درمیان علوم ومعارف کی نشرواشاعت بہت کم ہے حالانکہ اسلام اس امر کا متقاضی ہے کہ علم جس قدر پختہ گہرا اور وسیع ہوگا اتنا ہی اسلامی اصول اور اس کے احکام اجاگر ہوں گے اور مسلمان صحیح معنوں میں اس پر عمل درآمد کریں گے۔

کیا پردہ عورت کے لیے ضروری ہے؟:

گزشتہ صفحات میں ہم نے عورت کی ماہیت اور اس کے کمال کو بیان کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ عورتوں کو یہ کمال

Marfat.com

مردوں ہی کے ماتحت رہنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اب اس جگہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عورتوں کے استقلال اور ان
حریت وسعادت کے لیے پردہ نہایت ضروری ہے۔ اگر چہ عورتیں موجودہ وقت میں کچھ دنوں کے لیے بے پرد
ہیں اور مرد عورت خوش خوش نظر آ رہے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حالت طویل زمانہ تک باقی نہیں رہ سکتی' کیونکہ عور
یہ حالت فطرت انسانی پر منطبق نہیں ہے۔ فی الوقت اگر چہ مردوں کی غیرت کو مدنیت کی بعض شلوں اور لہو واجب
مظاہر نے کچھ دنوں کے لے مدفون کر دیا ہے' لیکن ہمیشہ کے لیے وہ فوت نہیں ہو سکتی' ایک روز آئے گا کہ یہ غیرت
پڑے گی اور پھر عورتیں نہایت سختی کے ساتھ قید کی جائیں گی۔

میری یہ تحریر ان حضرات کے نزدیک جنھوں نے انسان اور انسانیت کی مجموعی حالتوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے
خیالی اور شعری معلوم ہوگی' لیکن صاحب عقل وہوش کے نزدیک یقیناً یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ ہماری اس تحریر پر تا
شہادت موجود ہے۔ چنانچہ بطور مثال ہم رومی سلطنت کو پیش کرتے ہیں جس سے یورپ کی تمام سلطنتیں پیدا ہوئی ہیں

آٹھویں صدی قبل مسیح میں رومی سلطنت ایک چھوٹے پیمانہ پر قائم ہوئی' لیکن آہستہ آہستہ مرور زمانہ کے س
بڑھتی اور ترقی کرتی گئی، یہاں تک کہ لوگ زبردست مدنیت کے مالک ہو گئے۔ اس سلطنت میں تمام عورتیں پردہ
اندر رہا کرتی تھیں اور اپنی حیات منزلی کی تدبیر میں مصروف تھیں' پردہ یہاں تک ترقی کر گیا کہ دایہ بھی اپنے مکان
بالکل سر سے پیر تک مخفی ہو کر نکلتی تھی۔ اس دور پردگی میں رومیوں نے ہر چیز میں حیرت انگیز ترقی کی' بڑے بڑے مج
بنائے' عالی شان مکانات اور محل وغیرہ تیار کیے اور بڑی بڑی وسیع سلطنتوں کو فتح کیا۔ اکثر قومیں ان کی غلامی میں زن
بسر کرتی تھیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ لہو ولعب کی طرف میلان ہوا یہاں تک کہ عورتوں کو بھی پردے سے باہر نکالا گ
کہ مجلس طرب میں شریک ہوں اور مجلس کی زیب وزینت کو ترقی دیں۔ عورتیں پردہ سے باہر نکلیں تو اس طرح نکلیں
مردوں پر غالب آ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کی عفت وعصمت' اخلاق وطہارت سب ان کے نزدیک بے معنی الف
تھے اور وہ محض مردوں کی شہوات حیوانی کا آلہ کار سمجھی جانے لگیں۔ تھیٹروں میں شریک ہوتی تھیں' محفلوں اور مجلس
میں گاتی اور ناچتی تھیں۔ غرض اس طرح مردوں پر غالب ہوتیں کہ افراد حکومت کے عزل وتقرر میں بھی ان کی آواز
کی قدر وقیمت تھی لیکن افسوس! رومی سلطنت کی اس حالت پر تھوڑا زمانہ بھی نہ گزرا کہ مصائب وآلام کی پیہم بارش
ہونے لگیں اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والا شخص حیرت زدہ ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ سلطنت روما کی وسیع اور
عمارتوں کے پتھروں کو انہی عورتوں کے نازک ہاتھوں نے ہلا ڈالا اور ایک ایک کر کے پھینک دیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں
کہ عورتوں کی فطرت میں فساد داخل ہے' بلکہ مردوں نے ان کو فتنہ میں ڈال دیا اور خود بھی ان کے ساتھ فتنوں میں شا
ہو گئے۔ یہ ایک سیاسی حقیقت ہے جس میں مباحثہ ومجادلہ کی گنجائش نہیں۔

علامہ لوبز برول کہتا ہے:

"سیاسی فسادات ہر زمانے میں موجود ہوئے ہیں' لیکن یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اس فساد کے جو
اسباب گزشتہ زمانے میں ہوئے ہیں بعینہٖ وہی موجودہ زمانے میں بھی ہیں' یعنی عالم کے ہر دور میں اخلاق

Marfat.com

فاضلہ کی بنیادوں کے منہدم کرنے میں سب سے زبردست سبب عورت کا وجود ہوا ہے۔''
اس عمرانی مصنف کے شایان شان تھا کہ وہ اس بگاڑ کے بہتان کو عورت کے سر چسپاں نہ کرتا' کیونکہ مرد ہی نے ...ت کو محض اپنے میلانات وخواہشات کے لیے بگاڑ کا ذریعہ بنایا۔ پھر وہی مصنف موجودہ تمدن کی خطرناک علامتوں ...جمہوریہ رومان کے عہد کے حالات کے مابین موازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''جمہوریہ رومان کے آخری عہد میں ارباب سیاست ان کمینہ عورتوں کی صحبتوں میں زندگی بسر کرنے لگے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ آج کل وہی حال ہے جیسا کہ اس دور میں ہو گیا تھا۔ تم دیکھو گے کہ لوگ خواہشات نفسانی اورلذات جسمانی کے پیچھے جنون کی حد تک پڑ گئے ہیں۔''

رومانی قوم کو (جو مجد وشرف کی دلدادہ تھی) وہ کیا واقعہ پیش آیا جس نے ان کی سابقہ تاریخ کو حرف غلط کی طرح ...ڈالا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے روبرو اپنی عزت وشان کی بنیادیں اکھڑتی ہوئی دیکھیں مگر ان کے ...میں ذرا بھی غیرت وحمیت کا جذبہ نہ ابھرا۔ بھلا یہ کب تصور میں آنے والی بات تھی کہ رومانی قوم' جو اپنی عظمت و ...مت کے زمانے میں عورتوں کے پردہ میں غلو پسند واقع ہوئی تھی اس کے بعد ان کو اجازت دے ڈالے کہ وہ مرادنِ ...مت پر غالب ہو جائیں اور عزل وتقرر کی باگ جس وقت چاہیں ڈھیلی کر دیں؟ اس قدر تیزی کے ساتھ یہ عجیب و ...یب انقلاب کیا تھا۔؟ کیا ان دونوں حالتوں میں طبعی تدریجی رفتار نہیں پائی جاتی۔؟ بے شک وہی نسوانی فساد وانتشار ...ری اصول کے مطابق نشو ونما پایا' ابتدا حقیر مقدار میں شروع ہوا پھر وہ جسم میں ناگہاں مہلک مرض کی شکل میں نمودار ...کیا۔ انیسویں صدی کا دائرۃ المعارف کہتا ہے:

''عورتوں کی زیب وزینت کے لیے یہ جنونی عشق شہنشاہیت کے عہد ہی میں رواج پایا' لیکن جمہوریت کے ابتدائی زمانے میں عورت اپنے گھر ہی میں رہا کرتی اور اس میں چرخہ کاتا کرتی تھی' لیکن فساد اور بگاڑ روم میں رفتہ رفتہ سرایت کرتا گیا یہاں تک کہ کاتون نے آنے والے سیلاب شر وفساد کے خطرہ سے آگاہ کیا' اس کے چند دنوں کے بعد فسق وفجور اور شر وفساد کی انتہا نہ رہی۔''

کاتون نے اپنی قوم کے روبرو کیا کہا؟ پردہ کو چھوڑ دینے کے خطرہ سے کس طرح ڈرایا اور اس کی پیش گوئی کس ...درست نکلی؟ یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن پر ہم یہاں ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔
رومانیہ میں اس قانون کی تنسیخ کے لیے جس میں عورتوں کی بے جا آرائش وزینت کی حد بندی کی گئی تھی' جب ...غاوت وانقلاب کے آثار نمایاں ہونے لگے' تو کاتون نے (جو دوسری صدی قبل مسیح میں جمہور روما کے نزدیک فلسفہ ...حکمت میں مشہور تھا) اس انقلاب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور کہا:

''اے اہل روما! کیا تمہیں یہ وہم وگمان ہے کہ جب تم ان کے ان روابط وتقیدات کو توڑنے پر قابو پاؤ گے جوان ...کے استقلال کو محفوظ کرتے اور ان کو اپنے شوہروں کی اطاعت گزار بناتے ہیں تو عورت کی رضامندی تمہارے لیے ...آسان ہو جائے گی؟ کیا موجودہ قیود وشروط کے ہوتے ہوئے ہمارے لیے یہ دشوار نہیں ہو گیا ہے کہ وہ اپنے فرائض

Marfat.com

وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہی ہیں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ قریب میں ہمارے دوش بدوش ہو جائیں گی اور ہمیں اپنے غلبہ واقتدار میں کر لیں گی؟ وہ کس دلیل وحجت کی وجہ سے اپنا اجتماعی انقلاب برپا کر رہی ہیں۔؟

ان میں سے ایک لڑکی نے جواب دیا:

''ہم یہ چاہتی ہیں کہ سونے اور چاندی میں جگمگائیں' ریشمی پوشاکوں میں لہرائیں' شہر کی سڑکوں پر تہواروں کے دن اور دوسرے دنوں میں چلیں پھریں' شاندار سواریوں میں سوار ہوا کریں تا کہ ہم منسوخہ قانون پر اپنی فتح وکامرانی کا مظاہرہ کریں اور آزادی کے ساتھ ہم تمہیں انتخاب کر کے بہرہ ورہوں نیز ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ تم ہماری نقل وحرکت کے لیے کوئی حد مقرر نہ کرو۔''

کاتون نے کہا:

''پس اے اہل روما! تم نے میرے وہ اکثر وبیشتر شکورے سن لئے جو میں نے تمہارے روبرو مردوں اور عورتوں کی بے جا زیادتیوں کے متعلق پیش کیے۔ یہ بھی تم نے سن لیا کہ جمہور دو متضاد بیماریوں افراط وتفریط کے مابین گرفتار ہیں۔ یہ ایسی بیماریاں ہیں جنہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے۔''

انیسویں صدی کا دائرۃ المعارف مذکورہ بالا بیان درج کرنے کے بعد کہتا ہے کہ کاتون کو اس قانون کی مدافعت میں کامیابی نصیب نہ ہوئی لیکن اس کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ پھر اس کے بعد کہتا ہے:

''ہماری موجودہ اجتماعی ہیئت میں جس میں عورتیں اپنی بے جا آزادی سے بہرہ یاب ہو رہی ہیں' ہم ان کے اندر ادنیٰ درجہ کا ذوق اور میلان پاتے ہیں جو ان کو ہمیشہ اپنی آرائش جمال اور لوازمات حسن کی افزائش میں مشغول ہونے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ تمام نہایت خطرناک علامات ہیں جیسا کہ روما اس سے پہلے ان میں گھر چکا ہے۔''

اس داستان کو چھوڑیئے! اب ایک قدم آگے بڑھ کر دیکھئے کہ کہ رومانیہ کی تہذیب میں بگاڑ اور ملک میں فساد وخلل پیدا ہونے کے بعد کیا حالت ہوئی؟ کیا عورتیں سونا اور چاندی میں جگمگا اٹھیں؟ نرم ومہین پوشاکوں میں لہرائیں' سڑکوں پر ان کی صبح وشام آمد ورفت کا منظر رہا' شاندار سواریوں میں سیر کرتی رہیں' جیسا کہ سلطنت رومانیہ کے عظمت آفرین دور میں ان کی شان تھی؟ ہرگز نہیں، بلکہ ہم نے دیکھ لیا کہ لوگوں نے عورتوں کے حقوق کو ہضم کر لیا اور ان کو ان کے درجہ سے گرا دیا' یہاں تک کہ ان کے لئے گوشت کھانا اور ہنسنا بولنا حرام قرار دے دیا' اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ ان کے منہ میں بھاری مضبوط تالے ڈال دیئے جن کا نام انہوں نے موزلیبر رکھا تھا۔ حالت اس سے بھی نازک اور بدتر ہوگئی یہاں تک کہ ساتویں صدی عیسوی میں روما کی ایک مجلس میں جس میں بڑے بڑے لوگ جمع تھے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ کیا عورت کے لیے روح ہے۔؟

الغرض عورت کو ایسے مظالم وآفات میں گھیرا گیا جن کو سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' ان حوادث وواقعات میں غور کرنے والا حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور خود سے سوال کرتا ہے کہ کل تک جو عورتیں خوشحال اور مردوں پر

Marfat.com

...زادی وغلبہ کی وجہ سے خوش خوش تھیں، وہ آج کس طرح ظلم وستم کا تختہ مشق بن کر رہ گئی ہیں اور کیوں کر ان کی حالت ...روں سے بھی بدتر ہوگئی؟ اس قدر سریع انقلاب وتغیر کا سبب کیا ہے؟ وہ کیا راز ہے جس نے عورت کی گزشتہ آزادی ...چھین کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور اس کو وحشت و بربریت کے درجہ تک پہنچا دیا۔؟

یہ تمام سوالات وہ ہیں جن کو تاریخ کا پڑھنے والا اپنے دل میں پاتا ہے اور اسی وقت ان کی گہرائی اور تہہ تک پہنچ ...ہے جب کہ وہ ان کو نفسیاتی و عمرانی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھے۔ ہم ان کا نچوڑ چند الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

جب روما کی سلطنت وسیع ہوئی، اہل روما نے دیگر قوموں پر تسلط اور برتری حاصل کرلی، جب انہوں نے روئے ...ن پر کوئی مناظر باقی نہ چھوڑے تو ان کے اندر عیش پرستی اور عشرت پسندی کی محبت جاگزیں ہوگئی۔ یہ دونوں چیزیں ...ن جنسوں کے باہمی میل جول ہی سے پوری ہوتی تھیں۔ مزید برآں یونانی ملحدوں اور ان کے رومانیہ کے مقلدوں ...تعلیمات نے ان کے دل و دماغ پر سونے پر سہاگہ کا کام دیا، چنانچہ انہوں نے ان کی عورتوں کو پردہ سے باہر قدم ...لنے کی اجازت دے دی۔ اس میں رفتہ رفتہ یہاں یک ترقی ہوئی کہ عورتیں سیاسی امور پر غالب ہوگئیں۔ اس اختلاط ...ایسی آرائیشیں گھل مل گئیں جن کے ذکر سے قلم شرمسار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی ہمتیں مرگئیں، ان کے عزائم ...وران کے دل مردہ ہوگئے۔ وہ باہم جنگ وجدال اور خوں ریزی میں پڑ گئے۔ فساد بڑھتا ہی گیا اور اس دوران میں ...یت تلخ ناک نتائج وحوادث رونما ہوئے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات گھر کر گئی کہ اس شر و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔ ...بناء پر رفتہ رفتہ ان کے خلاف کینہ وعداوت کی چنگاریاں سلگنے لگیں، دلوں میں کدورت روز بروز بڑھنے لگی، یہاں تک ...بات اس نوبت پر پہنچ گئی جس کو ہم نے اوپر قرون وسطیٰ سے سترھویں صدی کی انتہا اور انیسویں صدی کی ابتدا تک ...ے حالات میں بیان کر دیا ہے۔ آج ہم یورپ میں دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کے لوگ جو روزانہ عورتوں کے فتنہ وفساد کو ...ھانے والے اسباب کا اختراع کرتے، ان کی طہارت وعفت پر حملہ کرنے اور ان کو اگلوں کی طرح گمراہی وتباہی کے ...ر میں دھکیلنے کے لیے مختلف وسائل وذرائع ایجاد کرتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ بعینہ رومانیہ کے دور کا اپنے ملک میں اعادہ ...ریں۔ اس کا اندازہ ان کے عقلاء ومفکرین نے بخوبی لگا لیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ان کے آراء وخیالات کا تھوڑا سا ...کہ کھینچا ہے۔

ایسے پرآشوب وپرفتن دور میں اور تہذیب وتمدن کے جاذب نظر مظاہر میں جب کہ عورت مرد کے ہاتھوں میں ...کھلونا بن گئی ہے، مسلمان عورت کا پردہ نشین ہونا ہی اس کی عصمت وعفت کا کفیل ہے۔ اسلام نے اس کے لیے ایسے ...مانہ قوانین پیش کیے ہیں جو دلوں میں سرایت کر چکے ہیں۔ ان میں تبدیلی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ بالکلیہ دین ...سلام ہی کو بدل دیں حالانکہ ایسا ناممکن ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ مسلمان عورت تیرہ سو سال سے ان حادثات ...انقلابات سے محفوظ ہے، جن سے دنیا کی دیگر عورتوں کو دوچار ہونا پڑا ہے؟ پردہ کی نعمت سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہوسکتی ...ہے جب کہ وہ عورت کو مرد کے ہاتھ کا کھلونا بننے سے مانع اور اس کی خواہشات کا نشان بننے میں رکاوٹ ڈالنے کا ...بہترین آلہ ہے۔؟

Marfat.com

مصنف ''خاتون جدید'' کہتا ہے کہ یورپ میں کئی ایسی جماعتیں ہیں جو بھاری مطالبات طلب کر رہی ہیں اس کے باوجود کسی کے دل میں یہ بات نہیں گزرتی کہ وہ عورتوں کے پردہ کا مطالبہ کرے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ارباب مذاہب میں سے جدت پسند افراد وسیع پیمانہ پر عورت کی آزادی اور اس کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مرد کے مساوی ہو جائے۔ یہ لوگ معتدل مسالک رکھنے والوں کے ساتھ اس معاملہ میں متفق ہیں' اس اتفاق و ہم آہنگی کا راز اور اس کا سبب کیا ہے؟ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ فلسفۂ عصر حاضر کا موسس اگسٹ کانٹ اور تمام فلاسفۂ وقت جو فلسفۂ حسی کے علمبردار ہیں' یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ عورت نے اس ظاہر فریب اور باطل آزادی سے نہ صرف ایک بڑا حصہ حاصل کیا' بلکہ وہ فطری سرحدوں سے باہر نکل گئی ہے۔ گزشتہ بیان میں ان مفکرین کے اقوال ثبوت میں پیش کر دیے گئے ہیں۔

ہم پردہ کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ وہ ان کی عفت کا سامان ہے۔ اس مقصد کے لیے تو پردہ کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ ہم اس کو محض اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ ایک مضبوط پناہ گاہ ہے جس میں عورتیں مردوں کے فاسد ارادوں اور ان کے گمراہ کن حملوں سے محفوظ اور بے خوف رہ سکتی ہیں' کیونکہ ان کو اعتماد ہے کہ ان کی جسمانی ترکیب وساخت میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ وہ کسی دن یا روزانہ بھی پردۂ عصمت کو چاک کر ڈالیں تو سر بازار رسوا ہو جائیں۔ اسی لیے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ہر حیلہ وتدبیر اور ہر وسیلہ سے عورتوں کو ورغلانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ دنیا کے حوادث کا استقراء کرنے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد ہی عورت کے اغواء کا سبب ہے۔ یہاں تک کہ ''جریدۂ المقطم'' جس نے پردہ کی عمرانی پہلو سے مذمت کی ہے' 8 فروری 1501 کے پرچہ میں اس صریح حقیقت کی شہادت دیتے ہوئے کہتا ہے:

''ہر نظام جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ مرد ہی دامن عفت کو چاک کرنے والا اور عورت ہی اپنی عفت وعصمت کی مدافعت کرنے والی ہے۔''

پردہ اور ترقی نسواں:

انسانی زندگی کے ہر دور میں ہم دیکھتے آئے ہیں کہ وہ جب کسی چیز سے محبت کرنے لگتا ہے تو اس کے حسن و جمال پر ہزاروں دلیلیں پیش کر دیتا ہے اور جب وہ کسی سے نفرت کرنے لگتا ہے تو اس کے قبح وفساد پر دنیا بھر کی براہینوں کو لا کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر وجود کے درمیان کوئی شاہد عادل آڑ نہ ہوتا تو حقائق وواقعات اس دنیا میں انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے۔ انسان ہر چیز کی بہ نسبت بے حد جدال پسند اور جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

مصنف ''خاتون جدید'' کہتا ہے:

''پردہ کا نقصان یہ ہے کہ وہ عورت کو اس کی فطری آزادی سے محروم کر دیتا' اس کو اس کی نشوونما اور تربیت کی تکمیل کرنے سے روک دیتا اور بوقت ضرورت اس کے کسب معاش میں حائل ہو جاتا ہے' نیز اس سے میاں بیوی عقلی وادبی زندگی کی لذت سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔ ان ماؤں کا وجود اس کو راس نہیں آتا جو اپنی اولاد کی تربیت پر قدرت رکھتی ہیں۔ پردہ کی وجہ سے قوم ایک ایسے انسان کی طرح ہو جاتی ہے' جس کا

Marfat.com

ایک بازو مفلوج ہو گیا ہو۔"
سابقہ حسی برہانوں اور دلیلوں کی روشنی میں پردے کے فائدے یہ ہیں کہ وہ عورت کو اس کی حقیقی آزادی عطا کرتا ہے' عورت کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آزادی کیا ہے۔ پردہ سے عورت اپنے آپ کو تربیت مادری کے لیے آراستہ کرنے کی قدرت رکھتی ہے' اس کی وجہ سے وہ مردوں کے ساتھ اشتراک عمل سے باز رہتی ہے۔ اسی کے ذریعے شوہر اور بیوی زندگی کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں' اسی کی بدولت اپنی اولاد کی تربیت پر قدرت رکھنے والی مائیں صحیح اسلامی تربیت دے سکتی ہیں' اسی کے وسیلہ سے قوم ایک ایسے تندرست انسان کی طرح ہو گی جس کے ظاہری اعضاء بھی ہیں اور باطنی بھی۔

مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ میں درج ذیل تین اہم نقصانات ہیں جو عورت پر نہایت برے اثرات چھوڑتے ہیں۔:

1: پردہ عورت کی صحت کو کمزور کر دیتا' مختلف امراض و آفات کا نشانہ بنا دیتا اور اس کے اعصاب کو مضمحل کر دیتا ہے۔ جب اعصاب کمزور پڑ گئے تو جسمانی قوتوں کا نظام درہم برہم ہو گیا' اس بناء پر پردہ نشین عورت لامحالہ اپنی شہوات و خواہشات کی اسیر ہو جائے گی کیونکہ تندرست اعصاب ہی انسان کے ضبط کے لیے بہترین مددگار ہیں اور ان کے کمزور ہو جانے سے انسان اپنی خواہشات کے ہاتھ میں کھلونا اور شہوات نفسانی کا غلام ہو جاتا ہے۔

2: پردہ منگنی کرنے والی اپنی منگیتر کا چہرہ دیکھنے سے باز رکھتا ہے' یہی بڑا سبب ہے کثرت طلاق اور باہمی مخالفت کا۔

3: پردہ عورت کو تہذیب و شائستگی اور علم و فن حاصل کرنے سے روکتا ہے، نیز وہ تعلیمی گھرانوں میں عورت کو عقلی و ادبی قوتوں کے نشوونما میں اپنے میلانات کی پیروی کرنے سے باز رکھتا ہے۔

ہم مخالفین کے مذکورہ بالا شکوک و شبہات کی اس طرح تردید کرتے ہیں کہ پردہ نشین عورتیں نہ بیمار ہیں اور نہ کمزور اعصاب کی بلکہ وہ مجموعی طور پر بے پردہ عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور تندرست ہیں۔ اس قضیہ کو ہر مشرقی مجرد نگاہ سے تسلیم کر سکتا ہے۔ مسلمان عورتوں پر چودہ سو سال گزر گئے کہ وہ پردہ نشینی میں اپنی عزت و آبرو کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ اگر محض پردہ ان کے اندر کسی قسم کا ضعف و اضمحلال رونما کرتا تو ضروری تھا کہ اس کو مرد اور عورتیں نسلاً بعد نسل موروثی طور پر پاتے' یہاں تک کہ آج مسلمان مرد اور مسلمان عورت کمزوری اور اضمحلال قوت کی ضرب المثل بن جاتے' کیونکہ عضویاتی اصول اسی کے متقاضی ہیں لیکن ہم اس کے برعکس مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ نشین عورتوں کے لڑکے بے پردہ عورتوں کے مردوں سے زیادہ قوی و تندرست ہیں' اس کے علاوہ از روئے صحت مردم شماری سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ مرنے والوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اگر پردہ صحت کے لیے مضر ہوتا تو طبعی طور پر مرنے والی عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی، حالانکہ یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔

مخالفین کا یہ قول کہ "پردہ نشین عورتیں اپنی خواہشات کی غلام ہوتی ہیں" عملی نفسیاتی نقطۂ نظر پر چسپاں نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ امر کسی انسان سے پوشیدہ نہیں کہ شہوتوں کی طرف شدت کا میلان انسان میں صرف اسی وقت پایا جاتا ہے

Marfat.com

جب کہ وہ محرکات نفسانی میں گرفتار ہو گیا ہو۔ جب بآسانی انسانی عقل اپنے مطلوب تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈھ لیتی ہے تو بے قابو ہو جاتی ہے۔ اب شہوتوں کی جولان گاہ دونوں عورتوں میں سے کون ہیں؟ پردہ نشین یا بے پردہ؟ اپنے شدید موروثی دینی غیرت کے جذبہ کے ساتھ مردوں کے اختلاط سے بالاتر عورت یا ان سے میل جول رکھنے والی۔؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دوسری قسم کی عورت ہی شہوتوں کی آماجگاہ بن سکتی ہے؟ نفسیاتی اصول اس حقیقت پر بہت بڑے شاہد ہیں۔ یہ تصویر کا ایک رخ ہوا، جبکہ اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ انسان کے لیے جب اپنی خواہشات نفسانی تک پہنچنا آسان ہوتا ہے تو اس کے دل پر اس کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا اور غیرت وحمیت کا جذبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کو مثال کے ذریعہ سمجھانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے روبرو اس قسم کی بے شمار مثالیں اور شواہد موجود ہیں جو ہمارے اس دعویٰ پر بین دلیل ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو پردہ نشین عورت ہی شہوتوں کی طرف بہت کم میلان رکھتی ہے اور دوسروں کی بہ نسبت یقینی طور پر اس کے دل ودماغ میں جذبات فاسدہ کا گزر بہت کم ہوتا ہے اس مسلمہ قضیہ میں بحث وجدل کی کوئی گنجائش نہیں۔

ضعف اعصاب اور اس کی وجہ سے عقلی قوتوں کے نظام میں عدم توازن کی زد سے دیکھا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ مشرقی عورتوں کے مقابلہ میں مغربی عورتوں کے نزدیک زیادہ ہے' کیونکہ یہ عصبی کمزوری محض پردہ نشینی اور گوشہ گزینی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے بے شمار اسباب ہیں جن میں سے غم وہم' فکر وتردد' بے جا زیادتی' فقر وفاقہ اور عشق وہجر وغیرہ ہیں۔ جو شخص طبی رسالہ کی ورق گردانی کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بیماری مغربی عورتوں میں ایک معمولی چیز ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی قوم میں کمزوری اعصاب کے لئے بے شمار علامات ہیں ان میں سب سے اہم کثرت خودکشی ہے۔ چنانچہ لومبروزو اور اس کے علاوہ دیگر محققین جرائم نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان اپنی صحیح عقلی قوتوں کے ہوتے ہوئے ہرگز قتل یا خودکشی کے جرم کا ارتکاب نہیں کرتا' چونکہ عقلی قوتوں کی درستگی صحت اعصاب کے تابع ہے۔ اس لئے کثرت خودکشی ایک ایسی علامت ہوگی جو ہمیں اس امر کی طرف رہبری کر رہی ہے کہ کس دنیا کی عورتیں عصبی کمزوری میں مبتلا ہیں۔

مجلہ مجلات جلد نمبر 11 نے اطالیہ کی سرکاری مردم شماری سے ثابت کیا ہے کہ وہاں 1889ء سے 1899ء تک یعنی دس سال کی مدت میں 569 عورتوں نے خودکشی کر لی۔ عین اسی مدت میں فرانس میں 5869 عورتوں کی خودکشی کے واقعات پیش آئے' ان آثار وشواہد کے پیش نظر کیا اسلامی ممالک میں اس قدر خودکشی کے حادثات کبھی دیکھنے میں آتے ہیں؟ لہٰذا کثرت خودکشی اس امر کی بین حسی دلیل ہے کہ لامحالہ اس کا سبب نفسانی بزدلی اور ضعف اعصاب ہے۔ اس بناء پر اسلامی عورتیں مغربی عورتوں کے بالمقابل قوی الاعصاب ہیں اور ان کی بہ نسبت اپنے نفس پر قابو رکھنے اور خواہشات پر غلبہ پانے کی زیادہ قدرت رکھتی ہیں۔

مخالفین کا یہ قول کہ پردہ منگیتر کو دیکھنے مانع ہے جس کی وجہ سے کثرت طلاق اور گوناں گوں شکایات عورتوں سے

Marfat.com

متعلق کی جاتی ہیں' صریحاً غلط ہے کیونکہ کثرت طلاق اور مردوں کا عورتوں پر ظلم وستم مسلمانوں ہی کے ساتھ کچھ مخصوص نہیں بلکہ یہ اکثر و بیشتر ہم سے زیادہ متمدن ملکوں اور تہذیب یافتہ طبقات میں بھی پایا جاتا ہے۔

باقی رہا مخالفین کا یہ دعویٰ کہ پردہ عورت کو تہذیب و تعلیم حاصل کرنے سے باز رکھتا ہے' صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ لڑکی ابتدائی عمر سے لے کر بارہ سال تک مدارس میں جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی عقل کو تہذیب و شائستگی کا ایک پاکیزہ درجہ حاصل کرنے کے لیے یہ پانچ برس کافی ہیں۔ امت کے غیور افراد کے لیے یہ امر مانع نہیں کہ وہ فوقانیہ مدارس ایجاد کریں جن میں تمام معلمات عورتیں ہی ہوں۔ لڑکیاں بغیر نقاب کے اندرون رہیں اور جب مدرسہ سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے پر نقاب اوڑھ لیں اور گھر جا کر اتار دیں۔ اگر وہ مدارس فوقانیہ یا اونچے درجے کی تعلیم کے لیے معلمات کے فقدان کا عذر کریں تو یہ بہانہ سازی میں شمار ہوگا کیونکہ کوئی چیز خلوص نیت سے کی جاتی ہے تو اس کے لیے ہمتیں اور عزائم بھی پختہ و بیدار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک فضول سی بات ہے کہ ہم کسی کام کو وقت واحد ہی میں شروع کر دیں۔ ہر کام آہستہ آہستہ انجام پاتا ہے' پہلے چھوٹے پیمانے پر کیا جاتا ہے اور پھر وہی رفتہ رفتہ نشوونما پا کر درجۂ کمال و تمام تک پہنچ جاتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو یہ کہنا بہت آسان ہے کہ پردہ نہ تو صحت کے لیے ضرر رساں ہے اور نہ اعصاب کو کمزور کرنے والا' بلکہ یہ ایک مادی ڈھال ہے اور اکثر برائیوں اور برے ارادوں کے حملوں کی روک تھام کرتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ پردہ پر علم وادب کے نقش و نگار بھی کر دیئے جائیں تو یہ انسانی سوسائٹی کی بہت سی خرابیوں کو دور کر دے گا جو اس مادی تمدن کے جسم پر ایک مہلک زخم کی صورت میں نمودار ہو رہی ہیں۔

نظام عفت و عصمت اور پردہ:

ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دلسوزی کا اظہار کرتی ہیں:

''جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں' ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں جس کے بعد گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے۔ ہماری لڑکیوں کے لیے بے سود اور غیر ضروری ہے۔''

جن ملکوں میں مخلوط تعلیم عام ہے ان کے واقعات ملاحظہ فرمایئے امریکہ کے متعلق وہاں کے جج لنڈسے کا بیان ہے:

''ہائی اسکول کی کم عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

اسی جج لنڈسے کا بیان ہے:

''اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم 45 فیصد لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہیں۔''

Marfat.com

ایک مغربی خاتون مسز ڈون تھی ہال اپنے مضمون ''عورتوں کی تعلیمی وقت'' میں رقمطراز ہیں:

''آخر میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں اگر چہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے۔ ان جذباتی وقتوں کے ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کے لیے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لیے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں۔''

امتیازی لباس کا حکم:

عہد نبوی میں کچھ بدمعاش یہودی اور منافق اس طرح کے تھے جو عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اور دوسری قسم کی عورتوں کے ساتھ بعض پاکدامن شریف عورتیں بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے نہیں بچتی تھیں۔ دوپٹہ اور چادر بڑھا کر آپ نے لباس میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اس امتیاز پیدا کر دینے کے بعد خود رب العالمین نے فرمایا:

''لئن لم ینته المنافقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا''

(سورۃ الاحزاب)

''اگر منافق اور جھوٹی خبریں مدینہ میں اڑانے والے باز نہ آئے تو پھر بلاشبہ ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دینگے، پھر وہ تیرے ساتھ تھوڑے دنوں کے علاوہ شہر میں رہنے نہ پائیں گے۔''

اس امتیازی شان کے بعد بھی اگر کسی بدطینت نے کسی پاک دامن عورت کو چھیڑا تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا اور عہد نبوی میں ایسا ہی ہوا کہ یہودی جلاوطن ہوئے۔

عورت کے باہر جانے کے آداب واحکام:

کہنا یہ ہے کہ اولاً: تو قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت گھر سے باہر نہ پھریں' جیسا کہ قرآن مجید کی اس سلسلہ کی پہلی آیت (وقرن فی بیوتکن) میں صراحتاً حکم گزرا ہے۔

ثانیاً: قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے ان کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں اور شہوت کے مقام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ پھر یہ کہ نکلیں تو ستر چھپا کر۔

ثالثاً: باہر نکلیں یا کسی کے سامنے آئیں تو چادر (دوپٹہ) اوپر سے ڈال لیں اور بدن کا تراش وخراش ظاہر نہ ہونے دیں جیسا کہ ابھی آیت گزری'' یدنین من جلابیبهن '' اور دوسری جگہ قرآن مجید نے اعلان کیا:

''اور عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال دیں۔''

Marfat.com

دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ:

خمار لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سر پر ڈالتی ہے۔ سلف صالحین نے بیان کیا کہ سر پر سے لاکر سینوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے اُبھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اس طرح ہرگز نہ ہو کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے جس سے سینہ کا ابھار نہ چھپ سکے، بلکہ اس میں اور ابھار پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا اور جس کو اسلام مٹانے آیا تھا۔ یہاں یہ حکم ہے کہ قمیض کے اوپر دوپٹہ اس طرح ڈالا جائے کہ پوری ستر پوشی ہو سکے۔

ہمارے شعراء کرام کے یہاں جوبن کے ابھار کو جو جگہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور طبعاً نیز شعراء وغیرہ کا تازہ کردہ احساس بسا اوقات آدمی کو اس اُبھار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اس لئے موجودہ دور میں اور بھی ضرورت ہے کہ اس کی پوری ستر پوشی عمل میں لائی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

"یرحم النساء المهاجرات الاول لما انزل اللہ (ولیضربن الخ) شققن مروطهن فاختمرن بها"

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 113)

"اللہ اول ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب دوپٹہ کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ پھاڑ کر دوپٹہ بنالیا۔"

رابعاً: نکلیں تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے زینت کا اظہار ہو یا دوسروں کی وجہ اس کی طرف کھنچے۔ نہ ظاہری طور پر ایسی بات ہو اور نہ باطنی طریقہ پر، بلکہ ہر طرح ظاہر و باطن پاک ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور" (سورۃ المومن)

"وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔"

اور ظاہر کے متعلق ہدایت فرمائی:

"ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایها المومنون لعلکم تفلحون" (سورۃ النور)

"اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت جانی جائے اور اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم بھلائی پاؤ۔"

عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں۔ بعض زیور بنایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ جب عورتیں اس کو پہن کر چلیں گی اس میں آواز پیدا ہو گی جیسے گھونگرو وغیرہ اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں۔ شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ بعض زیور خود تو نہیں بجتے، ہاں دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں جیسے چھڑا اور کڑا وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات کو پہننا جائز ہے، مگر احتیاط کا حکم ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ

Marfat.com

پیدا کریں، پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی چمک ودمک دوسروں کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر رہی ہوں کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک بسا اوقات یہ بھی فتنہ وفساد بن جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب زیورات کے اخفا کا حکم ہے اور ان کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے تو جن اعضاء میں یہ زیورات پہنے جاتے ہیں ان کے اخفا کا تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا اور شریعت میں ان اعضاء کے ستر کا تاکیدی حکم ہے بھی۔ پس معلوم ہوا کہ زیورات اور ان کے اعضاء سب کی ستر پوشی کا حکم ہے۔

"لایضربن بارجلھن" کے ضمن میں بیضاوی کہتے ہیں یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ آواز مردوں میں عورتوں کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

"یہ تعبیر اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ اظہار زینت سے منع کیا جاتا اور بلند آوازی سے روکا جاتا، کیونکہ اس تعبیر میں یہ سب خود بخود داخل ہو گئے۔"

تفسیر کبیر میں ہے:

"انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سنتا ہے تو اس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش میں زیادتی آجاتی ہے۔"

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیر کی صاحبزادی کو حضرت عمر کی خدمت میں لے گئیں۔ لڑکی کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا۔ حضرت عمر نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"مع کل جرس شیطان"

"ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا: اسے اُتار کر آؤ، اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا:

"لاتدخل الملئکة بیتا فیه جوس"

"اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔"

خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت:

اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی مخفی باتوں کی چغلی کرتی ہو یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا خوشبو اور عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ حدیث میں عورتوں کے لیے مسجد کی اجازت مذکور ہے، مگر وہاں بھی گو وہ عبادت کے لیے خدا کے گھر میں حاضر ہو رہی ہیں، خوشبو لگا کر نکلنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ ہدایت ہے کہ کپڑوں میں بھی چمک دمک نہ ہو۔ معمولی اور استعمال کے کپڑوں میں مسجد آئیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنے کی حاجت ہو تو اس طرح نکلیں کہ وہ دوسروں کے لیے جاذب نظر نہ ہوں۔ ایک حدیث ہے:

Marfat.com

"کل عین زانیة والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا و کذایعنی زاینه"
(تفسیر ابن کثیر)

"ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس پر گزرتی ہے وہ بھی زانیہ ہے۔"
حضرت ابو ہریرہ کی ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ دریافت فرمایا:
"مسجد سے آرہی ہو۔؟"
بی بی نے کہا:
"ہاں!"
فرمایا:
"خوشبو لگائی ہے۔؟"
انہوں نے کہا:
"جی ہاں!"
فرمایا:
"میں نے اپنے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔"
چنانچہ وہ پلٹی تو اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح دھویا۔
ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
"الرافلة فی الزانیة فی غیر اھلھا کمثل ظلمة یوم القیامة لا نور لھا ترمذی باب ماجاء فی کراھیة خروج النساء فی الزانیة"
"اپنے اہل و عیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا ایسا ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی جس کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔"

عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم:

اوپر جو آیت ذکر کی گئی اس سے یہ بھی کنایۃً معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کی خاطر صدر راستہ سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو، بلکہ وہ کنارے سے ہو کر گزر جائیں۔ مسجد میں جہاں ان کو حاضری کی اجازت ہے وہیں ان کو حکم ہے کہ پچھلی صف میں ملیں۔ حدیث میں صراحت ہے:
"خیر صفوف النساء اکرھا وشرھا اولھا"
(ریاض الصالحین:455)
"عورتوں کے لیے بہترین صف اس کی پچھلی صف ہے۔"

Marfat.com

مردوں کے لیے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے لیے بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین آخری۔ اسی طرح مسجد سے واپسی میں ہدایت تھی کہ عورتیں پہلے آجائیں تب مرد مسجد سے چلیں اور یہ کہ اگر مردوں کا ساتھ ہو جائے تو راستہ کے کنارے ہو جائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

''استاخرن فانه ليس لكن ان تختضرج الطريق عليكن بحافات الطريق''

(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 286)

''عورتیں پیچھے ہو جائیں۔ عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ راستہ کے کنارے سے چلیں۔''

اس حکم کے بعد عورتوں کا اسی پر عمل رہا' اسی طرح چلتی تھیں کہ ان کا کپڑا دیوار سے لگا ہوتا تھا۔

اسلام میں احترام عفت:

آج کون ایسا عقلمند ہے جس کو دنیا کا تھوڑا بہت بھی تجربہ ہو اور وہ ان ہدایات کی حکمتوں کا انکار کر دے۔ جو قوم اور جماعت ان ہدایات کو نہیں برتا کرتی وہاں عفت و عصمت خطرہ میں پڑ جاتی ہے جس کی خبریں رات دن ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر قصد و ارادہ بھی نوجوان تیر نظر کا شکار ہو جاتے ہیں اور ادائے جاناں پر فریفتہ ہو کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اسلام نے فروع سے صرف نظر کیا ہے مگر اصل حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور ان تمام راہوں پر آہنی دیوار کھینچ دی ہے جن سے فتنوں کے داخلہ کا خطرہ ہو سکتا ہے اور اس طرح عفت و عصمت کے دامن کو داغدار ہونے سے بچا لیا ہے۔

بات کرنے میں نرمی نہ ہو:

اسی حد تک بس نہیں ہے۔ اسلام نے اس کا حکم بھی دیا ہے کہ وہ اگر وہ کسی اجنبی مرد سے اپنے شوہر کے علاوہ مجبوراً باتیں کرے گو وہ پردہ کی اوٹ سے ہو تو بھی باتوں میں شیرینی پیدا نہ ہونے پائے، تا کہ کسی بدطینت کو شرارت کا موقع نہ ملے۔ ارشاد ربانی ہے:

''فلا تخضعن بالقول يطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولا معروفا''

(سورۃ الاحزاب)

''اور چبا کر باتیں نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے اور تم معقول بات کہو۔''

اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے کا جو طریقہ ہے وہ بس اسی کے لیے خاص ہے دوسروں کے لیے وہ طرز گفتگو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ غیر سے جو بات کی جائے وہ صاف اور بھلی ہو' عشوہ و ادا کے ساتھ ہرگز گفتگو نہ کی جائے اور گفتگو میں لب و لہجہ کشک ہی رکھا جائے۔ لگی لپٹی باتیں جس سے مرد کے شیطانی نفس کو حیلہ کی راہ سوجھتی ہے اس سے بالکلیہ اجتناب ضروری ہے۔

فقہاء نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے ضرورت کے وقت وہ اجنبی سے بول سکتی

Marfat.com

ہے۔ ہاں! کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسی گفتگو جس میں لوچ ہو عورت کے لیے جائز نہیں ہے یا بغیر ضرورت مردوں سے بات چیت کی آزادی نہیں ہے۔

صاحب ردالمختار نے علامہ مقدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

''کوئی نا سمجھ صوت المرأۃ عورۃ (عورت کی آواز ستر ہے) کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں، بلکہ ہم توبوقت ضرورت اجنبیوں کے لیے عورتوں سے کلام کو جائز کہتے ہیں۔ ہاں یہ جائز نہیں سمجھتے کہ عورتیں تیز آواز میں بولیں، لوچدار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں، جس سے مردوں کے دل ان کی طرف کھینچے چلے جائیں اور ان کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہم عورتوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے۔''

محرم کے لیے رعایت:

اسلام نے اظہار زینت، بے پردگی، چبا کر بات چیت کرنے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ اپنے ان خصوصی رشتہ داروں کے سامنے آنے کی اجازت دی ہے جن کو اپنے خصوصی رشتہ کی وجہ سے طبعاً عورت کے لیے خیر کی خواہش ہوتی ہے۔ جیسے باپ، اپنا خاص بھائی، اپنا لڑکا اور اپنا خاص بھتیجا وغیرہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

''ولایبدین زینتھن الا لبعولتھن او ابائھن او اباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساء ھن او ماملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورت النساء''

(سورۃ النور)

''اور اپنی زینت عورتیں نہ کھولیں مگر اپنے خاوند کے لیے یا اپنے باپ کے آگے یا اپنے خاوند کے باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی لونڈیوں کے یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی عورتوں کے بھید کو نہیں پہچانا۔''

اس آیت میں جہاں بھائی کا ذکر ہے اس سے صرف اپنا حقیقی، علاتی اور اخیافی بھائی مراد ہے۔ چچا زاد بھائی، ماموں زاد بھائی پھوپھا زاد بھائی اور اس طرح کے دوسرے وہ بھائی مراد نہیں ہیں جن سے شادی جائز ہے۔ ان سے بھی پردہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح غیروں سے۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی شادی درست نہ ہو اور ابداء زینت صرف انہی کے سامنے جائز ہے جو محرم ہیں۔

جن کے سامنے ابداء زینت کی اجازت ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کیا ہی جائے۔ ہاں ان کے

Marfat.com

سامنے کسی وجہ سے ظاہر ہو جائے تو شرعاً مضائقہ بھی نہیں ہے، مگر جن حصوں کا کھولنا جائز ہے وہ ہتھیلیاں اور چہرہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت گزر چکی ہے اور زیادہ سے زیادہ محرم کے سامنے وہ اعضاء بھی ضرورتاً کھولے جاسکتے ہیں جن میں زیور پہنے جاتے ہیں، میری مراد کان' بازو اور گردن وغیرہ سے ہے۔ ہاں! شوہر سے کسی حصہ کا اخفاء ضروری نہیں ہے۔ البتہ ادب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھے۔

مخنث عورتوں میں نہ آئے:

مخنث کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابتداء میں اجازت تھی۔ ایک مخنث آنحضرت ﷺ کے گھر میں آتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو عورتوں کی ذات میں کوئی توجہ نہیں، مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اس کو بھی عورتوں کے حسن و جمال سے مناسبت ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ بیٹھا کسی عورت کی آمد کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔ اس کی خبر جب آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''الا اری ھذا یعلم ماھھنا لایدخلن علیکم''

''یہ یہاں کی باتیں جانتا ہے اب یہ تمہارے پاس نہ آئے۔''

اور اس کے بعد اسے عورتوں میں آنے سے روک دیا گیا۔

مراہق کے لیے ہدایت:

شریعت مطہرہ نے مراہق (قریب البلوغ) لڑکے کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ عورتوں کو ان کے سامنے ابداء زینت کی۔ مراہق کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم والدخول علی النساء''

(مشکوۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

''عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔''

شوہر کے عزیز و اقارب سے اجتناب:

شوہر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے اور مذاق کرنے کا جو رواج ہے وہ بھی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ وہ شوہر کا بھائی ہو یا کوئی اور عزیز۔ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے دوسرا کوئی نہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے شوہر کے عزیز و اقارب (بھائی) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''الحمو الموت'' (مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

''شوہر کے رشتہ دار عزیز (بھائی) موت ہیں۔''

ان سے تو اور بھی پرہیز کرنا چاہئے جو غیر محرم ہیں اور قرابت دار ہیں، ان کے نزدیک جانا بھی نہیں چاہئے' اس لیے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے اور فتنہ میں پڑنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ یہ تو بے دھڑک

Marfat.com

پہنچیں گے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے:

اسلام ان تمام خطروں سے عفت وعصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جن سے عفت پر حرف آسکتا ہے۔ کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ پھر مزید اس سے تہمت جو خواہ مخواہ آئے گی وہ بھی پوشیدہ نہیں۔ اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا: ارشاد نبوی ہے:

"لایخلفون رجل بامرأة الا کان ثالثها الشیطان" (مشکوٰۃ)

"کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا ہے، مگر تیسرا شیطان موجود رہتا ہے۔"

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت میں ابھار پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے اور مرد وعورت دونوں کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں کامیابی نہیں ہوتی تو کسی تیسرے کو بہکاتا ہے کہ ان کے حق میں سوء ظن کا اظہار کرے اور اس طرح ناکردہ گناہ میں کلنک کا ٹیکہ لگوانا چاہتا ہے۔

اس مہذب زمانہ میں برائی کا سبب بہت کچھ یہی طریقہ ہے کہ عورتیں بے باکانہ تنہائی میں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔

جن کے شوہر گھر میں نہیں ان سے بچو:

ایک حدیث میں ہے کہ ان عورتوں کے پاس ملنے کے لیے نہ جایا کرو جن کے شوہر گھر میں نہیں ہیں اور اس ممانعت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شہوت میں تحریک پیدا کر دے۔

"فات الشیطان یجری من احدکم بحری الدم" (مشکوٰۃ: 269)

"اس لیے کہ شیطان تم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔"

اسی حدیث میں ہے کہ راوی نے خود ذات بابرکت ﷺ کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا:

"میرا بھی یہی حال تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شیطان پر مجھے غلبہ حاصل ہو گیا اور اب اس سے ہر طرح محفوظ ہوں۔"

ان حدیثوں کی روشنی میں مرد وعورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پیدا ہوتے رہتے ہیں ان سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے اور ہر ذی عقل حدیث کے اس نقطہ نظر کے ماننے پر مجبور ہے۔

ام المومنین صفیہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ معتکف تھے۔ میں ایک رات آپ ﷺ سے ملنے گئی۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے بات چیت کی' پھر اٹھی کہ واپس چلی چلوں۔ میرے ساتھ آنحضرت ﷺ بھی ہو لیے تاکہ مجھے گھر تک پہنچا دیں۔ ہم دونوں جا رہے تھے کہ دو انصاری بزرگ گزرے اور جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو

Marfat.com

اور جلدی سے چل دیئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا:

اطمینان سے جاؤ! یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حی ہیں۔"

ان دونوں نے کہا:

"سبحان اللہ! یا رسول اللہ" یعنی کیا آپ کے متعلق بھی بدگمانی ہو سکتی ہے۔؟"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا"

(ریاض الصالحین، کتاب الملح والمنثورات، صفحہ نمبر 683)

"آدمی میں شیطان خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔"

بے پردگی کا انجام:

اب تک اس باب میں قرآن مجید، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں بحث کی گئی مگر کچھ لوگوں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی' جب تک وہ اہل یورپ کی رائے نہیں ملاحظہ کر لیتے۔ چنانچہ ایسے روشن خیال طبقہ کے لیے انسائیکلو پیڈیا وغیرہ کے حوالہ سے کچھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں جن سے ہمارے مطمح نظر کی تائید ہوتی ہے:

رومن ایمپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے اور جو حکومت تمدن وتہذیب کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی' یہاں رومن امپائر میں بھی عروج وترقی کے زمانہ میں عورتیں پردہ ہی میں رکھی جاتی تھیں۔ ان کو باہر کے کاموں سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ انیسویں صدی کی انسائیکلو پیڈیا میں مذکور ہے:

"رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں جس طرح مرد پسند کرتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں۔ ان کے شوہر اور باپ بھائی صرف میدان جنگ میں سرفروشی کرتے رہتے تھے۔ خانہ داری کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد عورتوں کے اہم کام یہ بھی تھے کہ وہ سوت کا تیں اور اون کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں۔ رومانی عورتیں سخت پردہ کیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپا لیتی اور اس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی پھر اس چادر پر بھی ایک عبا اوڑھی جاتی۔ جس کے سبب سے اس کی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔

اس دور میں اس ملک اور قوم کی ترقی وعروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ تمام شعبہائے زندگی میں سب سے فائق تھے۔ مگر ٹھیک یہی زمانہ تھا کہ ان کو عیش پرستی اور لہو ولعب کا شوق پیدا ہوا اور پھر اس سلسلہ میں مردوں نے اپنی ہر مجلس نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ ان کے بغیر مجلس سونی اور بے رونق معلوم ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو

Marfat.com

پردہ کی قید سے باہر نکالا اوران کے دامن عصمت کو داغدار کرنے کی سعی کی اور کچھ ہی دنوں میں ان کی عورتیں ناچ و رنگ کی محفلوں میں کھل کر آ گئیں۔ پھر رومانی حکومت کا کیا حشر ہوا؟ بربادی شروع ہوگئی اور ساری عظمت وشوکت کی عمارت زمین پر آ گئی اور بلاشبہ اس بربادی کا بڑا سبب عورتوں کی آزادی ہی تھی۔ تاریخ کی روشنی میں علامہ فرید وجدی تحریر فرماتے ہیں:

''مگر بات یہ ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو باقتضائے فطرت مرد اُن پر مائل ہونے لگے اور اس کے لیے آپس میں کٹنا مرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے جس کے ماننے میں کوئی شخص بحث ہی نہیں کر سکتا ہے۔''

علامہ لوئش پیرول نے ریویو آف ریویوز جلد 11 میں ''پولیٹکل فساد'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں کہتا ہے:

''اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی بنیادیں منہدم کرنے میں سب سے زبردست کارکن عورت ہی رہی ہے۔ رومانی جمہوری حکومت کے پچھلے دور میں مدبران سلطنت اور اعیان مملکت نازک مزاج اور عیش پسند عورتوں کی صحبت بہت پسند کرنے لگے تھے اور ایسی عورتیں ان دنوں بکثرت پائی جاتی تھیں۔''

پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور آزادی پانے کے بعد ملک کی کیا حالت ہوئی؟ تاریخ میں پڑھیے عورتوں کی آزادی کی وجہ سے ملک کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے۔ فتنہ وفساد کے چشمے اُبلنے لگے' ان کے اخلاق واعمال نے تعفن پیدا کر دیا اور پھر ہوا یہ کہ:

عورت ومرد کے اس آزادانہ میل جول کی وجہ سے روما والوں میں جیسی کمینہ عادتیں اور گندہ خصلتیں پیدا ہوگئیں تھیں کہ میرا قلم ان کے لکھنے سے شرماتا ہے، جن سے ان کی ہمتیں مردہ ہوگئیں، ارادے پست ہوگئے اور طبیعتوں میں کمینہ پن آ گیا۔ پھر تو ان میں باہمی چشمک اور خوں ریزی وخانہ جنگی کا زور ہوا اور یہ فساد اس قدر بڑھا کہ انسانیت کا ان میں نام تک نہیں رہا۔''

یہ ایک تاریخی واقعہ تھا جو آپ نے سامنے پیش کیا گیا، مگر عرض یہ کرنا ہے کہ عورتوں کے متعلق حجاب کا جو خداوندی قانون ہے، تجربات کی روشنی میں اہل یورپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ چنانچہ فلسفہ حسی کا موسس گسٹ کونٹ اپنی مشہور تصنیف ''النظام السیاسیہ علی حسب الفلسفة الحیہ'' میں لکھتا ہے:

جس طرح ہمارے زمانہ میں عورتوں کی سوشل حالت کے متعلق خیالی گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں اسی طرح تغیر نظام تمدن اور آداب معاشرت کے ہر ایک دور میں پیدا ہوتی رہی ہیں، مگر وہ لاء آف نیچر جو جنس محب (عورت) کو منزلی زندگی کے لیے مخصوص رکھتا ہے' اس میں کبھی کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔ یہ قانون الٰہی اس درجہ صحیح اور محقق ہے کہ گو اس کی مخالفت میں سینکڑوں باطل خیالات قائم ہوتے رہے، مگر یہ بغیر کسی نقصان یا تغیر کے سب پر غالب آتا رہا۔ مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی کثرت سے جو خوفناک نتائج

Marfat.com

اور فساد پیدا ہو رہے ہیں ان کا علاج یہی ہے کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محب (عورت) کے جو ابدی فرائض ہیں، ان کی حد بندی اور تعیین کر دی جائے۔ مرد پر واجب ہے کہ عورت کے تغذیہ کا انتظار کرے، یہی وہ قانون طبعی اور ناموس الٰہی ہے جو جنس محب کی اصلی زندگی کو منزلی دائرہ میں محدود کرتا ہے۔ یہی وہ قاعدہ ہے جو ہیئت اجتماعی کے خوفناک اور مہیب اشکال کو احسن و اکمل کر دیتا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقی نوع انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے۔

علوم مادیہ کا ایک اور ماہر ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:

''عورت کو چاہیے عورت رہے۔ ہاں بے شک عورت کو چاہیے عورت رہے۔ اسی میں اس کے لیے فلاح ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے اور قدرت کی یہ ہدایت ہے، اس لیے جس قدر عورت اس سے قریب ہوگی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی اور جس قدر دور ہوگی اس کے مصائب ترقی کریں گے۔ بعض فلاسفہ انسانی زندگی کو پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی دلفریب، پاک اور بے حد پاکیزہ ہے، بشرطیکہ ہر مرد اور ہر عورت اپنے ان مدارج سے واقف ہو جائے جو قدرت نے اس کے لیے قرار دیئے ہیں اور اپنے ان فرائض کو ادا کرے جو قدرت نے اس کے لیے قرار دیئے ہیں۔

غیر عورت کی حالت:

اسلام نے ان راستوں پر بھی پہرہ بٹھا دیا ہے جو غیر محسوس طور پر عفت و عصمت کے لیے خطرناک ہیں۔ مثلاً رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

''عورت جب عورت سے ملے اور اسے دیکھے تو وہ جا کر دوسری عورت کا حال کھول کر اپنے شوہر سے بیان نہ کرے کہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اور اس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔''

مرد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے:

اسی طرح رحمت عالم ﷺ نے مرد کو بھی منع کیا ہے کہ وہ اپنے باہمی راز کی بات کسی غیر مرد سے بیان کرے۔ عورت کو جس طرح دوسری عورت کی ہیئت جسمانی وغیرہ کے بیان سے روکا گیا ہے اسی طرح یہاں مرد کو روکا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے پرائیویٹ پہلو کو کسی کے سامنے بیان کرے۔ یہاں اور باتوں کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ دوسرے کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسانی شہوت کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے فطرتاً اس میں تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی انسانی دماغ کہاں کہاں کے چکر لگانے لگتا ہے، اس لئے عقل و شعور کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی بے ہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے اور شہوت انگیز باتوں سے مکمل اجتناب برتا جائے۔

Marfat.com

امام نووی فرماتے ہیں کہ بلا فائدہ مجملاً جماع کا تذکرہ بھی مکروہ ہے۔ وہاں ضرورت کی بات اور ہے جیسے کوئی یہ سمجھے کہ جماع پر اس کو قدرت نہیں ہے تو البتہ ایسے موقع پر جماع کا تذکرہ مکروہ نہ ہوگا اور تفصیل تو ہر حال میں حرام اور بری چیز ہے۔

ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب

شریعت نے اسی وجہ سے ہر اس طریقہ سے منع کیا ہے جو انسانی طاقت میں ہیجان پیدا کرسکتا ہے اور جس سے کسی فتنہ وفساد یا گناہ اور معصیت کا اندیشہ سامنے آسکتا ہے۔ سید الکونین ﷺ نے سارے دواعی پر کڑی نگرانی فرمائی ہے۔ کوئی بھی داعیہ جو عقل وشعور میں معصیت کا موجب ہوسکتا ہے اس کو عمل میں لانے سے منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

"لاینظر الرجل الی عورة الرجل و لاالمرأة الی عورة المرأة"

(مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

"کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ عورت ہی دوسری عورت کا ستر دیکھے۔"

انسانی فطرت ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ مرد مرد کا ستر دیکھے یا عورت عورت کا' یا یہ شکل ہو کہ مرد عورت کا ستر دیکھے اور عورت مرد کا ستر دیکھے۔ شہوت میں جب ہیجان پیدا ہوتا ہے تو خطرہ منڈلانے لگتا ہے، انسانی طبیعت بے قرار ہوجاتی ہے اور پھر ایک غلط جذبہ اس کے دل میں گھر کر لیتا ہے' کبھی مرد کو مرد سے عشق ہوجاتا ہے اور طبیعت میں گندگی ہے تو موقع پا کر گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ کبھی اس کی شہوت کا زور اسے کسی اجنبی عورت کی طرف مائل کردیتا ہے اور کم وبیش یہی حال عورت کا ہوتا ہے کہ کبھی وہ آپس میں عشق ومحبت کی داستان چھیڑ دیتی ہے اور کبھی کسی غیر مرد سے نظر لطف وکرم کی متمنی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی طریقے غلطی میں بلکہ معصیت میں مبتلا کردیتے ہیں۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ ستر پوشی اسلام میں ضروری ہے اور دیکھنا اس کے خلاف ہوتا ہے، یوں بھی رسم ورواج میں ستر پوشی ایک ضروری چیز سمجھی جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنا ذلت کی بات۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں:

انسانی طبیعت اور اس کی قوت شہوت ہی کے پیش نظر اسلام نے اس بات سے بھی روکا ہے کہ دو مرد ایک ساتھ ایک کپڑے میں سوئیں یا لیٹیں۔ اسی طرح دو عورتیں ایک کپڑے میں لیٹیں یا سوئیں۔ اسی حدیث کا آخری حصہ ہے:

"ولایفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولاتفضی المرأة فی ثوب واحد"

(مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

"کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت ہی دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں سوئے یا لیٹے۔"

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورت کا لیٹنا نفسیات نے بھی غلط ثابت کردیا ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ خوشگوار نہیں ہوتا۔ یہ چیز

Marfat.com

شہوت میں بہت ہیجان کا باعث ہو جایا کرتی ہے جس سے کبھی کبھی سحاق کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی لواطت کی جو نہایت مبغوض فعل ہیں۔

عورت تنہا سفر نہ کرے:

اسلام نے عفت و عصمت کو کہیں بھی بے سہارے نہیں چھوڑا ہر جگہ گنجائش پر اس کے تحفظ کی سعی کی ہے۔ زندگی میں اگر کبھی عورت کو سفر کی ضرورت پیش آتی ہے تو اسلام سفر میں بھی اس کی عصمت کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ قانون الٰہی ہے کہ عورت سفر میں اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو۔ حج جو عبادات میں داخل ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے اس کی ادائیگی بھی وہ بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔ ظاہری احتیاط کو بھی اسلام نے اس باب میں فراموش نہیں کیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لایحل لامرأة تومن باللہ والیوم الاخر تسافر مسیرة یوم ولیلة الامع ذی محرم علیھا"

(ریاض الصالحین)

"مومنہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لیے ایک دن اور ایک رات کی مسافت تنہا طے کرے۔"

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی بھی اس کی شادی جائز نہ ہو جیسے اپنا بھائی، باپ وغیرہ یا وہ شوہر کے ساتھ ہو۔ بغیر محرم کے تنہا عورت کا سفر حرام ہے۔ محرم کے علاوہ کوئی غیر محرم ساتھ ہو اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عقل میں بھی بات آتی ہے کہ گھر چھوڑ کر عورت جب باہر جاتی ہے تو اسے خطرات سے ہو کر راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ راستہ میں نیک و بد ہر طرح کے آدمیوں سے ہو کر راستہ طے کیا جاتا ہے۔ خلقتاً عورتیں کمزور ہوتی ہیں' جذبات کی نازک ہوتی ہیں' ان کے عقل و شعور میں نسبتاً وہ پختگی نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے، اس لیے ایسے موقع پر کسی خاص آدمی (جیسے شوہر، باپ، بھائی وغیرہ) ہی ساتھ ہونا ضروری ہے جو اس کی ہر موقع پر مناسب امداد کر سکے اور کبھی رفیق سفر سے امداد و اعانت سے متاثر ہو تو کوئی غلط جذبہ ابھارنے والا نہ ہو۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایخلون رکل بامرأة الا ومعھا ذومحرم ولاتسافر المرأة الاذی محرم فقال رجل یارسول اللہ ان امرأتی خرجت حاجة وانی کنت فی غزوة کذاو کذاقال انطلق فحج مع امرأتك"

(ریاض الصالحین:178)

"کوئی مرد کسی ایسی عورت سے نہ ملے جس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو' اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میں نے غزوہ کی شرکت کا ارادہ کر لیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے جا۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے عورتوں کے متعلق قانون الٰہی کا اندازہ لگایا جا سکتا

Marfat.com

ہے کہ ان کی عفت وعصمت اور دوسری ضروریات کا کتنا لحاظ اور پاس ہے۔ جہاد کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ سفر حج میں جائے' عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ جہاد کی شرکت سے بھی ضروری اس وقت عورت کے ساتھ جانا ہے۔

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت:

مرد سفر میں جاتا ہے تو وہاں بھی عورتوں کو فراموش نہیں کرسکتا۔ اپنی اور بیوی دونوں کی عفت وعصمت اور دوسری ضرورتوں کا لحاظ پاس کرنا ضروری ہے۔ سفر کے لیے گھر سے نکلا ہے تو اس کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایسی دعائیں پڑھے جس میں اپنے اور اپنے بال بچوں کے تحفظ اور آرام کی درخواست ہو۔ رحمت عالم ﷺ جب سفر کے لیے نکلتے تو دعا پڑھتے جس کا ایک حصہ یہ ہے:

"اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل اللهم انى اعوذبك وعثاء السفر وكابه المنظر وسوء المنقلب في المال الاهل"

(ریاض الصالحین، باب مایقولہ اذا رکب)

"اے اللہ! تو سفر میں مالک ہے اور اہل وعیال میں خلیفہ۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ سفر کی مشقت، برے منظر اور اس سے کہ مال اور عیال میں برائی دیکھوں۔"

امت کو بھی یہ ہدایت ہے کہ نکلتے ہوئے یہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ تمام اور باتوں کے ساتھ رب العزت تو میرے بال بچوں کی محافظت کرنا' الہ العالمین! اس بات پناہ مانگتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر مال اور بال بچوں میں کوئی ناگوار بات دیکھنے میں آئے۔ گویا اس طرح وہ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی محافظت میں دیتا ہے یوں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی محافظ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہاں سفر کی ضرورت پوری ہو جائے فوراً اپنے بال بچوں میں واپس آؤ۔ ارشاد نبوی ہے:

"السفرة قطعة من العذاب يمنع احدكم طعامه وشرابه ونومه فاذاقضى تمته من سفره فليجعل الى اهله"

(ریاض الصالحین، باب استحباب تعجیل السفر)

"سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ تم کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ لہٰذا جوں ہی سفر کی ضرورت ختم ہو جلدی سے بال بچوں میں پلٹ آؤ۔"

مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال:

مجاہدین اسلام کی بیویاں جو شوہروں کے جہاد میں چلے جانے کے بعد تنہا رہ جاتی ہیں' ان کے درجہ اور ان کی حرمت کو عام مسلمانوں کی عورتوں سے بہت بڑھا کر رکھا گیا ہے۔ ان کو ماں کا درجہ دیا گیا ہے اور ان کی عفت وعصمت کا لحاظ ہر مسلمان پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم ما من رجل من القاعدين يخلف رجلا من المجاهدين فی اهله فیخونه فیهم الا وقف له یوم القیامة فیاخذ من حسناته ماشاء حتی یرضیٰ"

(ریاض الصالحین، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ:665)

"مجاہدین کی بیویوں کی عزت گھر پر رہنے والوں کے لیے ان کی ماں کے برابر ہے کوئی گھر میں رہنے والا مجاہدین میں سے کسی کے اہل میں خیانت کا ارتکاب کرے گا تو قیامت کے دن اس مجاہد کو لایا جائے گا اور وہ اس خائن کی جتنی نیکیاں لے کر خوش ہوگا لے لے گا۔"

حکمِ اجازت:

اسلام نے جہاں تمام جزئی وکلی اُمور کے لیے قوانین وضع کیے اور ضابطے مقرر کیے وہاں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ گھروں کے داخلہ کے لیے کوئی باضابطہ دستور نہ بناتا۔؟ چنانچہ اس نے عفت وعصمت کے تحفظ اور دوسری حکمتوں کے پیش نظر یہ ضابطہ قرار دیا کہ کوئی غیر کے گھر میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور پھر حصول اجازت کا طریقہ بھی بتایا کہ اسے عمل میں لا کر اجازت طلب کرے۔

سوائے اس گھر کے جو رہن سہن کے لیے نہیں ہے، یا ہے، مگر وہ عام ہے، آنے کی کسی کو رکاوٹ نہیں، جیسے خانقاہ کا وہ حصہ جو عوام وخواص ہر ایک کے لیے ہے۔ مدرسہ جہاں کسی کو ممانعت نہیں۔ سرائے جو ہر شخص کے لیے برابر ہے۔ دروازہ اور دالان جو بنایا ہی عام لوگوں کے لیے گیا ہے، یا وہ گھر جس میں کوئی رہتا نہیں ہے، اس طرح کے گھر میں تو بلاشبہ بغیر حصول اجازت بھی آسکتا ہے کہ یہ اپنے وضع ہی کے اعتبار سے عام ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم و اللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون"

(سورۃ النور)

"اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں تمہارا سامان ہے اور اس میں کوئی رہتا بستا نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔"

ہاں جن لوگوں کو ایسے عام گھروں سے روک دیا گیا ہے وہ البتہ نہیں جاسکتے ہیں۔

بقیہ اور دوسرے گھروں کا حکم یہ ہے کہ بغیر اجازت داخل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یاایها الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اهلها ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون"

(سورۃ النور)

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور اس گھر

Marfat.com

والے کو سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

غیر کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو پہلے شرعی طریقہ سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ یہ گھر خواہ اس کی ملکیت ہو یا وہ کرایہ پر رہتا ہو یا وہ عاریۃً اس میں گزر بسر کرتا ہو۔ پھر اس گھر میں محارم ہوں یا غیر محارم۔ مرد رہتے ہوں یا عورتیں۔ تمام شکلوں میں جو مختار خانہ ہے اس سے اجازت لینی چاہئے، بغیر اس کے کوئی چارہ کار نہیں۔ خود گھر والا اجازت دے یا اس نے جس کو اجازت دینے کا اختیار دیا ہے وہ اجازت دے۔

حصول اجازت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر سلام کرے اور پوچھے کیا میں اندر آؤں۔؟ آنے کی اجازت مل جائے تو اندر جائے، اجازت نہ ملے یعنی گھر کے مختار نے کہا کہ ابھی نہیں آسکتے تو ایسی حالت میں فوراً پلٹ آئے، اصرار نہ کرے اور نہ زبردستی کرے۔ اگر آواز دی جواب نہیں ملا تو تین مرتبہ اذن کے لیے شرعی طریقہ اختیار کرے۔ تیسری مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملے تو پلٹ آئے۔

ایسا گھر جس کے متعلق صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں تو اس طرح کی مشکوک حالت میں بھی بغیر اجازت اندر داخلہ کا حکم نہیں ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

"فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھوازکی لکم واللہ بما تعلمون علیم"

(سورۃ النور)

"پھر اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں داخل نہ ہو، جب تک تم کو اجازت نہ مل جائے اور اگر جواب دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو پھر جاؤ۔ اس میں تمہارے لئے پاکیزگی ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔"

فرض کر لیا جائے کہ گھر میں کوئی نہ ہو تو سوال ہے کہ دوسرے کے یہاں تم جانے کا کیا حق رکھتے ہو جب کہ وہ گھر ایسا ہے جہاں اذن عام نہیں اور گھر والے نے جب کھل کر کہہ دیا کہ واپس جایئے تو پھر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے بعد زبردستی جانا کسی کو ایذا دینا ہے اور ایذا سخت جرم ہے۔ دوسرے اپنی رسوائی بھی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کے یہاں جم گئے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب کہہ دیا گیا کہ واپس ہو جاؤ تو اجازت کے حصول کے لیے اصرار نہ کیا جائے۔ پردہ میں سہولت کا طالب نہ ہو اور نہ دروازہ پر کھڑے ہو کر انتظار کیا جائے، کیونکہ یہ ساری شکلیں کراہت سے خالی نہیں ہیں۔ نیز آداب حسنہ کے خلاف ہیں، بلکہ واپس پلٹ جائے، دروازہ پیٹنے کی اجازت نہیں ہے۔

پھر طلب اذن میں بڑی حکمت اور بہت فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ طلب اذن جس کو حدیث کی اصطلاح میں "استیذان" کہتے ہیں واجب ہے اور واجب پر عمل ضروری ہے۔

دوسرا یہ کہ کیا معلوم دفعتہً اندر جانا تمہارے لیے خود مضر ہو یا گھر والے کا اس سے نقصان ہو اور ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر ایک سے اجتناب ضروری ہے۔

Marfat.com

تیسرا یہ ہو سکتا ہے کہ دفعتہً یکبارگی جانے میں نظر ایسے محل پر پڑے جہاں دیکھنا ناگوار خاطر ہو' خود جانے والے کے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دفعتہً کسی ناپسندیدہ یا ناجائز چیز پر نظر پڑ جانے سے زندگی کو روگ لگ جاتا ہے، اس لیے عقل و خرد کا تقاضا یہی ہے کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کیے بغیر گھسنے کی جرأت نہ کی جائے۔

ایسی حویلی جس میں ایک باپ کی متعدد اولادیں ہوں اور وہ سب یا کچھ ان میں سے شادی شدہ ہوں تو ایسی حالت میں بھی اپنا خیال ہے کہ اصول کے مطابق اجازت کے حصول کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ غیر محرم عورتیں ہیں یا کم از کم ایسی صورت اختیار کی جائے کہ گھر کی عورتیں داخل ہونے سے پہلے خبردار ہو جائیں اور وہ اپنے کو سنبھال لیں اور یہ طریقہ ہر زنانہ گھر میں جانے کے وقت اختیار کرنا چاہیے۔

رحمت عالم ﷺ نے استیذان کی تعلیم عملی طور پر صحابہ کرام کو دی، اس لیے اس سے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ طلب اذن کے باب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الاستیذان ثلاث فان اذن لك و الافارجع''

(ریاض الصالحین، باب الاستیذان)

''طلب اذن تین مرتبہ ہے۔ اگر اجازت مل جائے تب تو خیر ورنہ واپس ہو جانا چاہیے۔''

بنی عامر کے ایک شخص کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم ا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ گھر کے اندر تھے۔ دروازہ پر پہنچ کر درخواست کی کہ داخل ہونے کی اجازت ہے۔؟ رسول اکرم ا کو یہ آواز پہنچی تو خادم سے فرمایا:

''باہر جو شخص آیا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا شرعی طریقہ سکھاؤ۔ اسے بتا نا کہ تم اس طرح کہو: ''السلام علیکم'' کیا میں اندر آؤں۔؟''

دروازہ پر جو شخص آیا تھا اس نے آنحضرت ﷺ کی اس ہدایت کو جو آپ اندر اپنے خادم کو دے رہے تھے، سن لیا اور آپ سے کہا:

''السلام علیکم' اندر حاضر ہو سکتا ہوں۔؟''

نبی کریم ﷺ نے جب شرعی طریقہ سے طلب اذن سنا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور وہ شخص اندر آیا۔

حضرت کلدہ بن الحنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور بغیر سلام کیے آنحضرت ا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ا نے فرمایا:

''واپس جاؤ اور یہ کہو: ''السلام علیکم'' کیا میں اندر آؤں۔؟''

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجازت جب لینی ہو تو پہلے سلام کیا جائے پھر اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کرے۔ بغیر سلام طلب اذن ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ اوپر والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت کے لیے تین

Marfat.com

مرتبہ آواز دی جائے گی۔ تیسری مرتبہ بھی جب جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے یہاں تشریف لائے اور اجازت چاہی۔ تین مرتبہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کی۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہو گئے۔ اتنے میں حضرت سعد دوڑے آئے اور آپ کو لے گئے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمر کی خدمت میں آئے۔ تین مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی۔ کوئی جواب نہ ملا تو پلٹ آئے۔ حضرت عمر کسی کام میں مصروف تھے۔ اطمینان ہوا تو فرمایا:

"اُن (ابوموسیٰ) کو بلالو۔"

آدمی ان کو بلانے باہر آیا تو دیکھا حضرت ابوموسیٰ جا چکے ہیں۔ جا کر حضرت عمر کو خبر دی۔ پھر دوبارہ کسی موقع پر حضرت ابوموسیٰ آئے تو حضرت عمر نے دریافت فرمایا:

"اس وقت کیوں واپس ہو گئے۔؟"

جواب دیا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت چاہی۔ اجازت کی آواز نہیں آئی تو چل دیا، کیونکہ رحمت عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"ان استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن له فلینصرف"

(تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ نمبر 278)

"تم میں سے کوئی تین بار طلب اذن کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو اس کو پلٹ آنا چاہیے۔"

استیذان میں تین سلام جو رکھے گئے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ پہلا گھر والے سن لیں، دوسرے سلام کی آواز پر سنبھل جائیں اور تیسرے کی آواز پر اجازت دیں یا روک دیں۔

اجازت کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ دفعتہً گھر والے کو دیکھ نہ لے۔ خود سید الکونین ﷺ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں بیٹھے ایک چھری لیے کھجلا رہے تھے کہ کوئی آیا اور جھانکنے لگا۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا:

"اگر مجھے علم ہوتا تو اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتا۔ کیا اس کو معلوم نہیں ہے کہ دیکھ لینے ہی کی وجہ سے طلب اذن کا قانون بنایا گیا ہے۔"

(صحیح بخاری، باب الاستیذان من اجل البصر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 60)

اصولی طور پر آدمی کو دروازہ سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہونا چاہیے۔ دائیں بائیں جدھر مناسب ہو کھڑا ہو جائے۔ دروازہ کے بالکل مقابل نہ کھڑا ہو۔

حضرت عبداللہ بن بسر کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی دروازہ پر آتے تو دروازہ کے مقابل نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ دائیں جانب کھڑے ہوتے یا بائیں جانب اور فرماتے:

Marfat.com

"السلام علیکم! السلام علیکم!"

راوی کا بیان ہے کہ عہد نبوی میں دروازوں پر پردہ لٹکانے کا رواج نہیں تھا۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر پردہ ہو تو دروازہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی ناجائز نہیں ہے، مگر اصول کے پیش نظر اب بھی مناسب یہی ہے کہ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر اجازت طلب نہ کی جائے، کیونکہ بسا اوقات پردہ اٹھا کر کوئی اندر سے نکلتا ہے تو سامنے سے گھر کے آدمی پر نظر پڑ جاتی ہے۔

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور اجازت طلب کی۔ وہ شخص دروازہ کے مقابل تھا۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا:

"ایسے (دائیں) یا ایسے (بائیں) کھڑے ہو۔ طلب اذن نگاہ ہی کی وجہ سے ہے۔"

دروازہ پر پہنچ کر تاک جھانک نہیں کرنی چاہیے۔ یہ تاک جھانک دروازہ کی دراز سے ہو یا کھڑکی وغیرہ سے، کیونکہ اس سے مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ پھر اس لیے کہ آپ ابھی پڑھ چکے کہ نگاہ ہی سے بچنے کے لیے یہ قاعدے وضع کیے گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے سختی سے ممانعت کی ہے۔ صحیحین میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لو ان امراء اطلع علیك بغیر اذن فقذفته بحصاة ففقات ما کان علیك جناح"

"اگر کوئی بغیر اجازت تم کو جھانکے اور تم اس کو کنکری اٹھا کر مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

جس جرم کی اتنی سخت سزا رحمت عالم ﷺ کی نگاہ میں ہو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فی نفسہ یہ جرم کتنا بڑا ہوگا۔

سلام کے بعد طلب اذن کے لیے جب آواز دے اور گھر سے کوئی پوچھے: "تو کون ہے؟" تو اجازت چاہنے والے کو اپنا مشہور نام بتانا چاہیے۔ جواب میں یہ نہیں کہنا چاہیے:

"میں ہوں۔"

اس لیے کہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کون آیا ہے، تاکہ گھر والے کو اجازت دینے میں سہولت رہے۔ آنحضرت ﷺ نے مبہم جواب کو ناپسند فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جابر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اندر سے فرمایا:

"کون ہیں۔؟"

حضرت جابر نے کہا:

"میں ہوں۔"

رحمت عالم ﷺ نے اس کو سن کر ناپسند فرمایا اور کہا:

"یہ "انا انا" (میں میں) کیا ہے۔؟"

Marfat.com

طریقہ استیذان کی صحابہ کرام نے بھی تعلیم فرمائی، خود بھی برابر عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تاکید کی۔

یہ استیذان اپنے لوگوں سے بھی چاہیے، یعنی اپنی ماں بہن وغیرہ ہوں تو ان سے بھی اجازت لے کر اندر داخل ہونا چاہیے، بلکہ بڑی حد تک ضروری ہے۔ استیذان والی آیت کے شان نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور شکوہ سنج ہوئی کہ کبھی میں اس حال میں ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے دیکھے، خواہ باپ ہو، خواہ بیٹا اور تماشا یہ ہے اسی حال میں ہوتی ہوں اور گھر والے آتے جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

"لاتدخلوا بیوتا"

حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جب کسی ضرورت سے اندر آتے تو پہلے دروازہ پر آ کر رک جاتے، کھانستے' تھوکتے اور اس کے بعد اندر آتے۔ دفعتہً بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ زینب حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ محترمہ ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جب گھر آتے تو اجازت طلب کرتے' دروازہ پر آ کر زور سے آواز دیتے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو دروازہ پر آ کر زور سے کھانسے یا زور سے اپنا جوتا پٹکے جس سے اندر خبر ہو جائے کہ مرد آ رہا ہے۔"

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! استیذان ماں سے بھی ہے۔"

اس نے کہا:

"میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ان سے بھی اجازت لے لیا کرو۔"

اس شخص نے کہا:

"میں ان کی خدمت کرتا ہوں یعنی اس وجہ سے برابر آنا جانا ہوتا ہے، پھر طلب اذن کی کیا ضرورت ہے۔ میرے لیے دشواری بڑھ جائے گی۔"

آنحضرت ﷺ نے سمجھا کر فرمایا:

Marfat.com

''اپنی ماں کی خدمت میں بھی حاضر ہونا ہے تب بھی اجازت حاصل کرلیا کرو۔ کیا تم ماں کو ننگی دیکھنا پسند کرو گے۔؟''

اس نے کہا:

''نہیں!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو پھر اسی وجہ سے تو کہتا ہوں کہ اجازت حاصل کر کے جاؤ۔''

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''غیر کے گھر میں اذن حاصل کرنا ضروری ہے اور اپنا گھر ہو تو طلب اذن واجب نہیں ہے، مگر گھر میں اگر ماں بہن وغیرہ بھی رہتی ہوں تو جانے کے لیے کھانسے۔ اس کے بعد اندر داخل ہو اور دروازہ پر پہنچ کر پیر پٹکے جس سے اندر عورتوں کو آنے کی خبر ہو جائے، کیونکہ کبھی ماں بہن بھی ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ جس حالت میں دیکھنا ہم پسند نہیں کرتے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ماں بہن کی خدمت میں حاضر ہونا ہو تو بھی اجازت لے لی جائے۔''

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس سے پوچھنے والوں نے بار بار پوچھا کہ اپنی ماں بہن جس گھر میں رہتی ہو اس میں بھی جائے تو اجازت لے لی جائے گی۔؟ آپ نے ہمیشہ فرمایا:

''ہاں لی جائے گی۔''

تکرار کرنے پر سمجھایا:

''کوئی بھی اپنی ماں بہن کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتا' پھر تم کو خواہ مخواہ اصرار کیوں ہے۔؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''یاایھا الذین اٰمنو الیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم و الذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرت من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ و من بعد صلوٰۃ العشاء ثلث عورت لکم لیس علیکم و لا علیھم جناح بعد ھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذلک یبین اللہ لکم الایت و اللہ علیم حکیم''

(سورۃ النور)

''اے ایمان والو! تم میں سے اجازت لے کر آئیں لونڈی اور غلام اور تم میں وہ جو بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں تین وقت میں، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لیے بدن کھلنے کے ہیں۔ ان وقتوں کے بعد نہ تم پر تنگی ہے اور نہ ان پر، کیونکہ

Marfat.com

تمہارے بعض بعض کے پاس آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ یونہی کھولتا ہے باتوں کو تمہارے لیے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں تین مخصوص وقتوں کا ذکر ہے:

ایک نماز فجر سے پہلے جو آدمی کے لئے خوشگوار وقت ہے اور سو کر بیدار ہونے کا وقت ہے۔ رات کی بے خبری میں عموماً اس وقت ستر کھلے رہ جاتے ہیں۔ گہری نیند کی وجہ سے ستر پوشی کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا۔

دوسرا وقت دوپہر کا بیان کیا گیا ہے، جس وقت آدمی دن کا کھانا کھا پی کر قیلولہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر کھل کر آرام کرتا ہے۔ گرمی کے زمانہ میں عام طور پر لوگ اس وقت بے خبر اپنے کمروں میں سوتے ہیں اور بعض لوگ گرمی سردی دونوں زمانوں میں دوپہر میں سوتے ہیں، اس لیے کھلی بات ہے کہ نیند اور غفلت میں بے خبری کا غالب قرینہ ہے۔

تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد۔ یہ بھی آرام کا وقت ہے۔ آدمی دن بھر کی تھکان لیے بستر پر آتا ہے اور یہ سمجھ کر کہ سب آرام کر رہے ہیں بہت بے پرواہ لیٹتا اور سوتا ہے۔

مزید یہ کہ ان تینوں وقتوں میں کم وبیش شادی شدہ اپنی بیوی سے وابستگی کرتا ہے۔ بوس و کنار کی نوبت آتی ہے، اس لئے حق ہے کہ بچے اور لونڈیاں بھی اطلاع دے کر اندر داخل ہوں، بغیر اجازت گھس جانے کی ہمت ہرگز نہ کریں، کیونکہ اگر موقع شرم وحیاء کا ہوا تو آدمی شرم وحیا سے گڑ جاتا ہے اور دلی رنگ و تکلیف محسوس کرتا ہے۔ لونڈی اور خادمہ چونکہ بالغ ہوتی ہے، اس لیے وہ خود بھی بعض موقعوں پر شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ ان کے علاوہ وقتوں میں چونکہ یہ کیفیتیں عموماً نہیں ہوتیں اس لئے کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ پھر بچوں کا روکنا بھی مشکل ہے کہ وہ آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہی حال لونڈی اور خادمہ کا ہے کہ وہ کام کاج کے لیے آمد ورفت پر مجبور ہے ان کو کہاں تک روکا جائے گا۔؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں جو استیذ ان کا حکم آیا ہے وہ اجنبی اور غیروں کے لیے ہے اور اس آیت میں استیذ ان کا حکم قرابت داروں کے لیے ہے یعنی ان لوگوں کے لیے ہے جو محارم میں داخل ہیں۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ پہلی آیت میں استیذ ان کا حکم عام تھا اور عام لوگوں کے لیے تھا اور تمام وقتوں کے لیے تھا اور اس آیت میں خاص لوگوں کو طلب اذن کا حکم ہے اور خاص وقتوں میں ہے اور یہ صحیح ہے۔

اس آیت میں "ملکت" سے مراد صرف لونڈی ہے، کیونکہ عبد (غلام) غیر محرم میں داخل ہے۔ یہ مردوں میں آئیں گے، مگر عورتوں کے سامنے جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ پردہ کے خاص وقتوں میں ان پر بھی پابندی عائد کردی گئی ہے جن کے آنے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہے اور عقلاً بہت مناسب ہے۔

ان بالغ بچوں پر بھی بعد بلوغ اسلام نے عام وقتوں میں استیذ ان کی پابندی عائد کی ہے، جن پر بلوغ یا قریب البلوغ ہونے سے پہلے صرف مخصوص ہی وقتوں میں تھی۔ بلوغ سے پہلے والی آزادی باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

Marfat.com

ہے:

"واذا بلغ الطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم کذالک یبین اللہ ایٰتہ واللہ علیم حکیم" (سورۃ النور)

"اور جب تم میں سے لڑکے بلوغ کی حد کو پہنچیں تو ان کو ایسی ہی اجازت لینی چاہئے جیسے تمہارے اگلے لیتے رہے ہیں۔ اللہ یوں کھول کر تم کو اپنی باتیں سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اب تک ان بچوں کو تین ہی مخصوص وقتوں میں طلب اذن کا حکم تھا، مگر اب جب بالغ ہو چکے تو اب کسی وقت بھی بغیر اجازت اندر نہ جائیں، جس طرح دوسروں کو استیذان کا حکم ہے ان کے لیے بھی استیذان ضروری ہے، کیونکہ پہلے عدم بلوغ کی وجہ سے پردہ کی باتوں کا ان کو علم نہ تھا، نہ خود اُن کے لیے اپنے اندر کوئی کشش تھی اور نہ غیر کے لیے ان کے اندر کوئی کشش تھی، مگر اب ان کی حالت بدل چکی ہے۔ اب احساس پیدا ہو چکا ہے۔ خود یہ اپنے اندر ایک انقلاب محسوس کرتے ہیں اور دل جذبات سے معمور پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کشش ہو سکتی ہے، اس لئے قدرتاً حکم بدلنا بھی ضروری ہے۔

جو بوڑھی عورتیں اپنی عمر کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں وہ ان اعضاء کو کھلا رکھ سکتی ہیں۔ گو بہتر چھپانا ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"والقواعد من النساء التی لایرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ وان یستعففن خیر لھن واللہ سمیع علیم" (سورۃ النور)

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو گھروں میں بیٹھ رہی ہیں جن کو نکاح کی کوئی توقع نہیں ان کو پردہ نہ کرنے میں گناہ نہیں، مگر اس طرح کہ اپنا سنگار دکھاتی نہ پھریں اور اس سے بچیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔"

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ چہرہ گو ستر میں داخل نہیں ہے، مگر پھر بھی عورتوں کو لوگوں میں چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا، تاکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ قدرت نے عورت کے چہرہ میں کچھ ایسی جاذبیت اور کشش رکھی ہے کہ مرد عورت کے اس حصہ کو دیکھ کر اس کی طرف کھنچتے ہیں اور مردوں کے دل میں فطری شہوت کروٹیں لینے لگتی ہے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

"والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجالُ وجھھا فتقع الفتنۃ لانہ مع الکشف قد یقع النظر الیھا بشھرۃ"

(ردالمحتار، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 284)

"عورت کو چہرہ کے کھولنے سے روکا جائے گا، تاکہ مرد دیکھنے نہ پائے، کیونکہ کھلنے کی صورت میں بھی نگاہ شہوت کے ساتھ پڑتی ہے۔"

Marfat.com

آیت مبارکہ کے اس حصے "غیر متبرجات بزینة" سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں اتنا باریک کپڑا استعمال نہ کریں جو ساتر نہ ہو، بلکہ اس سے حسن چھلکتا ہو۔

ابن العربی لکھتے ہیں:

"و امن التبرج ان تلبس المرأة ثوبا رقیقایصفها"

"تبرج میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا استعمال کرے جو چغلی کرتا ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات لایدخلن الجنة و لایجدون ریحها"

"بہت سی پہننے والی عورتیں ننگی کے حکم میں ہیں جو خود مائل ہوتی ہیں یا دوسروں کو مائل کرتی ہیں، لیکن ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی بو پائیں گی۔"

اس حدیث میں "کاسیات" کے بعد "عاریات" اسی لیے فرمایا کہ وہ باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں۔

اتنا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کامل نہ ہو حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وقرن فی بیوتکن و لا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ" (سورة الاحزاب)

"اور عورتیں اپنے گھروں میں قرار پکڑیں اور جاہلیت کی زیبائش کے ساتھ نہ پھریں۔"

اُم علقمہ کہتی ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت حفصہ باریک دوپٹہ ڈالے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب دیکھا تو اُن سے دوپٹہ لے لیا، اُسے پھاڑ ڈالا اور اس کے بدلے ایک گاڑھے کپڑے کا دوپٹہ ان کو مرحمت فرمایا۔ یہ حفصہ حضرت عائشہ صدیقہ کی بھتیجی تھیں۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر آنحضرت ﷺ کے یہاں تشریف لائیں۔ یہ باریک کپڑا ڈالے ہوئے تھیں۔ ان سے اعراض فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یااسماء ان المرأة اذابلغت المحیض لن یصلح ان یری منها الاهذا او هذا اشار الی وجهه و کفیه" (مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس)

"اے اسماء! عورت جب بالغ ہوجاتی ہے تو اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کسی عضو کو دیکھنا درست نہیں ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خذعلیك ثوبك و لاتمشوا عراة" (مشکوٰة، باب النظر المخطوبه)

"اپنے اوپر کپڑا لازم کرلو۔ ننگے مت پھرو۔!"

یہ اور اسی طرح کی دوسری روایتیں بتاتی ہیں کہ عورت و مرد دونوں کو ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہیے جو بدن کو

Marfat.com

ڈھانپ سکے اور آدمی کا حسن و جمال عام طرح سے رسوا نہ ہو۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پاکدامنی اور عفت بے داغ رہے گی اور حکماً یا حقیقۃً کوئی دھبہ دامن عصمت پر نہیں پڑ سکے گا۔

ڈوپٹے کے علاوہ کپڑا اوڑھنے کا حکم:

ارشاد ربانی ہے:

((یایھا النبی قل لا زواجک وبنتک ونسآء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما))

''اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر چادروں سے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔ اللہ بہت غفور اور رحیم ہے۔''

حکم حجاب:

اس آیت مبارکہ میں عورتوں کیلئے ''حجاب'' کا حکم اور اس کی ہیئت آیت کریمہ

((یدنین علیھن من جلابیبھن))

''وہ اپنے اوپر چادروں کے پلو لٹکا لیں۔''

میں بیان کی گئی ہے۔

جلباب کا معنی:

عربی زبان میں جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو اوپر سے اس مقصد کے لئے اوڑھی جاتی ہے کہ وہ لباس اور پورے جسم کو ڈھانپ لے۔ یدنین جس کا مصدر ادناء ہے کا معنی قریب کر لینا اور لپیٹ لینا ہے۔ یہ لفظ جب حرف جر (جار) علیٰ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی محض لپیٹ لینا نہیں ہوتا بلکہ اس میں ارخاء یعنی لٹکا لینا کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اسے ہم اپنی زبان میں پلو لٹکانا یا گھونگھٹ نکالنے کے الفاظ سے ادا کر سکتے ہیں۔

چادر لپیٹنے کا حکم:

اس آیت میں چادر اوپر ڈال لینے کا حکم ہی نہیں بلکہ چادر لپیٹنے کا حکم ہے۔ اگر اس کا مفہوم صرف ''چادر اوپر ڈال لینے'' تک محدود ہوتا تو یہاں ''یدنین علیھن'' کے بجائے ''یدنین الیھن'' یعنی علیٰ کی بجائے حرف جار الیٰ استعمال ہوتا۔ اصل قرآنی آیت میں ''یدنین علیھن'' کے الفاظ ہیں جس کا معنی محض چادر کا لپیٹ لینا نہیں بلکہ اسے جسم و لباس کے اوپر اس طرح لپیٹ لینا ہے کہ اس کے ایک حصے سے چہرے پر پلو لٹکا لیا جائے۔ ''ایک حصہ'' کا مفہوم لفظ ''من'' میں موجود ہے۔ (من جلابیبھن)

Marfat.com

حقیقی جلباب:

محمد ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبیدہ سلمانی سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اپنی چادر اٹھائی اور پورا سر اور پیشانی اور منہ ڈھانپ کر دائیں طرف والی آنکھ کو کھلا رکھا۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: عورت جلباب کو ماتھے کے اوپر سے موڑتے ہوئے باندھ دے، پھر اسے ناک کے اوپر لے جاتے ہوئے یوں بل دے کہ اس کی آنکھیں کھلی بھی ہوں اور سینے اور چہرے کا بڑا حصہ چھپا ہوا ہو۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا دونوں روایات بیان کرتے ہیں اور تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رضی اللہ عنہ سے دونوں طریقے منقول ہیں کہ عورت اولاً چادر پیشانی پر لپیٹ کر باندھے اور پھر چہرے کے نچلے حصے کو ڈھانپتے ہوئے ناک پر باندھ لے۔ اس طریقہ میں اگرچہ اس کی آنکھیں کھلی رہیں گی لیکن چادر اس طرح اوڑھی جائے گی کہ سینے اور چہرے کا بڑا حصہ چھپ جائے۔

علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں لکھا (نقل کیا) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جب کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو اپنی چادر سے اپنے سروں کو ڈھانپتی ہوئی اپنے چہروں کو چھپا کر نکلیں اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر زاد المسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے اس قول کا (یدنین علیھن من جلابیبھن) معنی یہ ہے کہ عورتیں اپنے سر اور چہروں کو ڈھانپ کر رکھیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔"

ابو بکر حفص رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس آیت میں دلیل ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو چھپا کر رکھیں۔ انہیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت جسم اور عفت کی حفاظت کریں تاکہ مشکوک لوگ ان سے غلط امید اور طمع نہ کریں۔"

علامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"جلباب سے مراد وہ چادر ہے جسے عورت اپنے سر پر بل دے کر اس طرح اوڑھتی ہے کہ اس کا باقی حصہ لٹک کر اس کے سینے کو ڈھانپ لے۔ یعنی خواتین اپنے چہروں اور جسموں کو جلباب سے ڈھانپ کر رکھیں جبکہ وہ ضرورت کے تحت گھر سے باہر جا رہی ہوں۔"

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ جلباب اوڑھنے کا یہ طریقہ بیان کرتے ہیں:

"عورت چادر اس طرح اوڑھے کہ اس کی پوری پیشانی، ایک آنکھ اور تمام چہرہ چھپ جائے۔"

Marfat.com

مفسرین اکرام کے اقوال سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت چہرے کے پردے کی قائل ہے۔
علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 کے تحت لکھتے ہیں:

''مسلمان عورتیں اپنے گھروں سے جب نکلیں تو اپنے سر اور چہرے کو ڈھانپ کر نکلیں، وہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔''

علامہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ابتداء میں عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح قمیض اور دوپٹے کے ساتھ نکلتی تھیں اور ان کا لباس عام عورتوں سے مختلف نہ تھا۔ اس کے بعد ان کو حکم دیا گیا کہ وہ چادر اوڑھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں۔''

علامہ فخرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں تفصیل سے لکھا ہے:

''ابتدائی زمانہ میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بد کردار لوگ ان کے تعاقب میں رہا کرتے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 میں شرفاء خواتین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں تاکہ وہ اس سے پہچان لی جائیں۔''

پہچانے جانے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو ان کے لباس سے پہچان لیا جائے گا کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے لباس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بد کردار نہیں ہیں کیونکہ جو عورت چہرہ چھپائے گی تو اس سے کوئی یہ توقع نہیں کرے گا کہ ایسی عورت کشف ستر پر آمادہ ہوگی۔ چنانچہ اس لباس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ ایک پردہ دار عورت ہے اور اس سے کوئی بری توقع نہیں کی جا سکتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ' ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بہت سے مفسرین' سبھی عورت کے چہرے کے پردے کے وجوب کے قائل ہیں۔

چہرے کا پردہ:

چہرے کے پردے کے بارے میں تاریخ اسلام کے ہر دور میں مسلمانوں کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ تقریباً تمام مفسرین چہرہ کو چھپانے کا حکم نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چاروں مکاتب فقہ کے مفسرین اس نقطہ نگاہ کی حمایت میں رہے ہیں اور یہ محض ایک نظری مسئلہ ہی نہیں رہا بلکہ عملی تواتر سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پردے کی آیت نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات اور تمام مسلمان عورتوں نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر چہرے ڈھانپ اور فی الفور حجاب کا یہ طریقہ پورے مسلم معاشرے میں رائج ہو گیا۔

سورۃ مریم کی آیت کے نازل ہونے کے بعد انصار کی عورتیں اپنے گھروں سے اتنے وقار اور آہستگی سے نکلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور گھروں سے نکلتے وقت وہ اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بڑی بڑی سیاہ چادریں اوڑھ لیا کرتی تھیں۔

اس سلسلے میں روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عورتیں اس وقت بھی اپنے چہرے چھپایا کرتی تھیں۔

Marfat.com

واقعہ افک کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو میں بیٹھ گئی اور نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سوگئی۔ جب صفوان رضی اللہ عنہ بن معطل وہاں سے گزرے تو وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ حجاب کے احکام سے قبل انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔

((فعرفنی حین رانی و کان قدرانی قبل الحجاب))

''جب صفوان نے مجھے دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ اس نے مجھے حکم حجاب سے پہلے دیکھا تھا۔''

اس کے بعد حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے مجھے دیکھا اور کہا:

((انا للہ و انا الیہ راجعون))

تو اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیا۔

ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درخواست دی۔ حضور نے پوچھا: یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اس نے کہا: عورت کا ہے۔''

حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں، اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج سے فرمایا:

''ان سے پردہ کرو۔''

بیویوں نے کہا:

''یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ ہمیں پہچانیں گے؟''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھتیں؟''

اس واقعہ کی ام سلمہ وضاحت فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد ہوا تھا۔

ایک روایت موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک نابینا آئے تو انہوں نے ان سے پردہ کیا۔ کہا گیا کہ وہ تو نابینا ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

''میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں۔''

حج کے موقع پر حالت احرام میں خواتین کو حکم ہے کہ احرام باندھنے والی عورت نقاب نہ اوڑھے اور نہ دستانے پہنے۔ احرام کی حالت میں عورت کو نقاب سے روکنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ احرام کی حالت کے علاوہ نقاب ضروری ہے۔ ورنہ اگر نقاب کا کسی حالت میں وجود ہی نہ ہوتا تو اسے اس مخصوص حالت میں ممنوع قرار دینے کا کیا معنی؟

حج میں اگرچہ نقاب کا استعمال اور چہرے کو ڈھانپنا ضروری نہیں تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

Marfat.com

کہ حج کے سفر میں ہم لوگ احرام کی حالت میں مکہ کو جارہی تھیں۔ جب مسافر ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم منہ کھول لیتیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ متقی خواتین جب حج کے دنوں میں منہ چھپانے کا اہتمام کرتی تھیں تو وہ عام حالت میں مزید محتاط ہوتی ہوں گی۔

سورت الاحزاب کی آیت نمبر 59 میں یدنین علیھن من جلابیبھن استعمال ہوا ہے۔ جلابیب جلباب کی جمع ہے۔ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"جلباب اس اوڑھنی کو کہا جاتا ہے جو دوپٹہ سے بڑی اور بڑی چادروں سے چھوٹی ہو۔ عورتیں اس سے اپنے سر اور سینے کو چھپاتی ہیں۔ اسے ملحفۃ بھی کہتے ہیں۔ ملحفۃ شال وغیرہ کو بھی کہا جاتا ہے جو سردی کے موسم میں سارے لباس پر اوڑھی جاتی ہے۔ یہ وہ چادر ہوتی ہے جو عورت اپنے آپ کو چھپانے کیلئے سر سے پاؤں تک اوڑھتی ہے۔ جلب اور جلباب میں چھپانے کا مفہوم مخفی ہے۔ جلباب کا معنی (ازار) یعنی وہ چادر جس کو پہننے والا اپنے گرد اچھی طرح لپیٹ لے۔"

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مقنعۃ کہا ہے اور اس کا معنی کیا ہے: وہ کپڑا جس سے عورت اپنے سر تا پاؤں اپنی زینت کو چھپائے۔

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جلباب سے مراد وہ چادر ہے جو تمام بدن کو ڈھانپ لے جو چادر سارے جسم کو نہ ڈھانپے اسے جلباب نہیں کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اسلام اور عورت کا دائرہ کار

جاہلیت کی سج دھج:

سورت احزاب میں ارشاد ربانی ہے:

((وقرن فی بیوتکن ولا تبرج الجاهلية الاولى))

"اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور پہلی جاہلیت کی طرح سج دھج نہ کرنا۔"

کسی نظام کو جو تصورات وجود میں لاتے ہیں اس کو جانے بغیر اس نظام کی تفصیلات کا سمجھنا دشوار ہے کیونکہ ان میں اس نظام کی ہیئت متعین ہوتی ہے، اس کا مزاج بنتا ہے، معاشرتی وسماجی اور تہذیبی وتمدنی حقوق مقرر ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان کی ہی بنیاد پر زندگی کا سارا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔

اسلام کا لب لباب:

اگر آپ اسلامی تعلیمات کا لب لباب تیار کرنا چاہیں تو اس کا جواب ایک جملہ میں یوں دیا جاتا ہے کہ

"اسلام عظمت وسربلندی کی دعوت ہے۔"

اسلام انسان کو زوال وادبار کی پستیوں سے نکال کر رفعت وبلندی کے ایسے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے جو حدِ ادراک سے بھی بہت آگے ہے۔ وہ عزت نفس اور احترام آدمیت کا درس دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولقد كرمنا بنی آدم وحملنهم في البر والبحر ورزقنهم من الطيبت وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلاً))

(بنی اسرائیل)

"اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو فضیلت بخشی اور ہم نے اسے خشکی اور سمندر پر سوار کیا اور ہم نے اسے رزق دیا پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے ان کو فضیلت دی اپنی اکثر مخلوق پر۔"

اسلام نے تقویٰ کا معیار مرد وعورت کے لیے برابر کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((من عمل صالحًا من ذكر او انثى وهو مؤمن فلنحيينه حيوة طيبةً ولنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون))

(سورۃ النحل)

Marfat.com

''جس نے بھی نیک عمل کیا وہ مرد ہو یا عورت، ہو مومن، ہم اسے پاکیزہ زندگی دیں گے اور ہم اسے اجر دیں گے ان کے اعمال سے بہتر۔''

عورت کے متعلق اسلامی نظریہ:

اسلام کے آنے سے پہلے دنیا نے عورت کو ایک غیر مفید، بلکہ محض تمدن عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا اور اس کو پستی کے ایک ایسے غار میں پھینک دیا تھا جس کے بعد اس کے رفقاء کی کوئی عزت نہ تھی۔ رسوم نے دنیا کی اس روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور بتایا کہ زندگی، مرد اور عورت دونوں کی محتاج ہے۔ عورت اس لیے پیدا نہیں کی گئی کہ اس کو دھتکارا جائے اور شاہراہ حیات سے کانٹے کی طرح مٹایا جائے کیونکہ جس طرح مرد اپنا وجود رکھتا ہے عورت کی تخلیق کی بھی غایت ہے۔ یہ ان دونوں اصناف کے ذریعے مطلوب تھا۔

ارشاد ربانی ہے:

((للہ ملک السموت والارض یخلق مایشاء یھب لمن یشاء اناثًا ویھب لمن یشاء الذکور اویزوجھم ذکراناً واناثًا ویجعل من یشاء عقیمًا انہ علیم قدیر))

(سورۃ الشوریٰ: 49-50)

''اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمینوں کی مملکت۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے، بے شک وہ علم والا قدرت والا ہے۔''

عورت اور یورپ

عورت اور جدید دائرۂ عمل:

دور جدید میں جہاں زندگی کے بہت سے میدانوں میں انقلاب آیا وہاں عورت کی سماجی حیثیت بھی بدل گئی۔ کل تک اس کو ذلیل وخوار سمجھا جاتا تھا آج وہ عزت وسربلندی کی دعویدار ہے۔ وہ تمام پابندیاں جو کل اس پر روا تھیں آج اس نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ وہ بھی دن گزرے کہ وہ گھر کے چھوٹے سے دائرہ میں آزاد نہ تھی، آج اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ کوئی گھر کے اندر ہے اور نہ گھر کے باہر۔

عورت کی جدوجہد آزادی:

عورت کو آزادی کے اس مرحلہ تک پہنچانے میں تاریخی طور پر وقت کے حالات نے بھی ساتھ دیا۔ ایک عظیم انقلاب نے اس کو جدوجہد آزادی کی کامیابی کی راہ پر لگا دیا اور یوں وہ مرد کے پنجہ ستم سے رہائی کے لیے کوشاں ہے۔

بندشوں سے آزادی اور انتقام کا جذبہ:

اس انقلاب نے اس کے سامنے گھر سے باہر کے لیے ایک ایسا نقشہ پیش کیا جو خانگی زندگی سے زیادہ حسین تھا اور

Marfat.com

جس کے ذریعہ وہ غلامی کی زنجیر توڑ سکتی تھی، اس نئے نقشہ کو پا کر وہ بھی ماں باپ اور شوہر کے خلاف سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ وہ ان سے بغاوت پر آمادہ ہوگئی کیونکہ اب وہ ان کی دست نگر نہیں ہے، اس کے لیے ہر طرف رزق کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس بغاوت کے پیچھے عورت کے اندر مرد کی بندشوں سے آزادی اور اس سے انتقام کا جذبہ کارفرما تھا۔

صنفی اختلاط کا رجحان:

آزادی نے عورت کو وہاں تک پہنچا دیا جہاں عورت عورت نہیں رہتی، بلکہ مرد کا روپ دھار لیتی ہے، حالانکہ یہ ایک مصنوعی لبادہ ہے جو اس نے اوڑھ رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ عورت مرد بن سکتی ہے اور نہ مرد کو عورت کے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

عورت مرد کی دست نگر نہیں رہی:

جدید تحریک نسواں نے عورت کو اس قدر حقوق دیئے ہیں کہ اب وہ معاش اور رزق کے لیے اور ضروریات کے لیے مرد کی دست نگر نہیں رہی۔ وہ دیگر اداروں میں جاتی ہے، چاہے وہاں اس کو ناجائز ذرائع سے ہی کچھ کام حاصل کیوں نہ کرنا پڑے اور یوں اس کے دل سے ماں باپ، بھائی اور شوہر کا احترام ختم ہوگیا۔

عورت کی مظلومیت کا واحد حل:

جدید نظریہ کے مطابق عورت کی فطرت کی وجہ یہ ہے کہ سوسائٹی میں مرد کو ظلم وزیادتی کے تمام مواقع حاصل ہیں اور عورت ان حقوق سے محروم ہے کہ جن سے کسی کی جان، مال اور عزت وآبرو محفوظ رہتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عورت کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو سماجی طور پر مرد کو حاصل ہیں۔

جدید اصطلاح ...... شانہ بشانہ:

اس مغربی رنگ نے معاشرے میں ایک جدید اصطلاح کہ مرد عورت شانہ بشانہ ہیں، اس کو بہت فروغ دیا اور عورت بھی انہیں اداروں میں لازماً کام کرے جہاں مرد کام کرتے ہیں۔ اگر مرد ڈرائیونگ کرتا ہے تو عورت بھی لازمی کرے اور ایسے تمام فیلڈز جہاں عورت کا کوئی تصور نہیں وہ وہاں ضرور مرد کے شانہ بشانہ ہوگی، اس کے بغیر ترقی کا حصول ناممکن ہے۔

عزت وذلت کا خود ساختہ پیمانہ ایجاد کرنا:

مغرب نے عورت کی عزت وذلت کا ایک ایسا خود ساختہ پیمانہ ایجاد کر دیا ہے جس کے بنانے میں مرد کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تو سامنے رکھا گیا ہے لیکن عورت کے مزاج اور فطرت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور پھر اس کو دعوت دی گئی ہے کہ اگر وہ عزت وسربلندی کی خواہاں ہے تو اس پیمانے پر پوری اترے۔

عورت کی فطرت ایک مصنوعی حالت:

مغرب کا کہنا ہے کہ جس عورت کو فطرت کہا جاتا ہے وہ دراصل ایک مصنوعی حالت ہے جو مرد کے مسلسل ظلم کی وجہ

Marfat.com

سے اس پر طاری ہوگئی ہے، عورت کو چونکہ ایک زمانہ دراز سے کچھ اور دیا جا رہا ہے اس لیے اس کی فکر و عمل کی صلاحیتیں اور یوں ہی معاشرے میں بہترین پارٹ ادا نہ کرسکی۔

سماج کے لیے عورت کی ضرورت:

مغرب نے ایک اور دلیل بھی فراہم کی ہے، وہ یہ کہ اگر عورت سماجی وتمدنی کاموں سے کنارہ کش ہو جائے تو تہذیب وتمدن کی رفتار گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر کہ عورت کی خانگی مصروفیت اور جدوجہد سے سماج کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا، اس لیے اس کو ایسے کام اختیار کرنے چاہئیں جن سے سماج کی تعمیر وترقی ہو سکے۔

موجودہ ترقی عورت کی مرہونِ منت:

موجودہ تمدنی ترقی کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اسی نے اس نظریے کی تردید کردی ہے کہ عورت ایک مخصوص دائرے میں کام کرے کیونکہ اس نے جس شعبہ میں بھی ترقی کی ہے اس میں مرد کے ساتھ عورت بھی شریک ہے۔ اگر عورت نے مرد کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو ترقی کی رفتار گھٹ کر رہ جاتی۔

آزادانہ جنسی تعلقات:

یہ عفت کیا ہے۔ یہ جوانی پر آکر تقویٰ کی مصیبت آخر کیوں ڈالی گئی۔؟ نکاح کے بغیر اگر کوئی کسی سے محبت کرلے تو کیا بگڑ جاتا ہے؟ اس قسم کی انقلابی خیالات سوسائٹی میں مغربی اثر ونفوذ قائم کررہے ہیں۔

مختصر یہ کہ آزادی کا یہ مبالغہ آمیز تصور جو دراصل ایک ظالمانہ اجتماعی نظام کے خلاف غصے کا نتیجہ تھا اپنے اندر ایک عظیم تر فساد کے جراثیم رکھتا تھا، یہاں انقلابی نظریہ کا انقلاب اپنی رفتار کو پہنچ جاتا ہے۔ جو عیب تھا وہ ثواب ہوگیا جو صواب تھا وہ عیب ہوگیا۔

عورت اور اسلام

طبعی رجحانات:

اللہ تعالیٰ کو نظام کائنات میں مرد وعورت کے باہمی رابطہ وتعلق میں بھلائی مقصود ہے۔ مرد وعورت کی تخلیق ان کی حیثیت کے مطابق کردی اور ان دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے دونوں کے حقوق متعین کردیے گئے ہیں۔

عورت کے معاشی حقوق:

مغرب کا دعویٰ کہ جب تک مرد وعورت دونوں شانہ بشانہ نہ ہوں تو ترقی ناممکن ہے، بالکل غلط ہے، کیونکہ کمانا مرد کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورت کی۔

ارشاد ربانی ہے:

((للرجال نصیب مما کسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن))

''مرد کے لیے وہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے وہ ہے جو انہوں نے کمایا۔''

Marfat.com

مرد کو قوام بنایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا))

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اللہ کے راستے میں زیادہ خرچ کرتے ہیں۔"

ارشاد ربانی ہے:

((للرجال علیھن درجة))

"مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔"

عورت کے وراثت کے حقوق ہیں:

((للرجال نصیب مماترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون))

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔ اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اس سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واتوھن اجورھن بالمعروف))

"عورتوں کو ان کا حق مہر معروف طریقے کے مطابق دو۔"

عورت کے لیے نان و نفقہ کا انتظام کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((وانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن))

"اور عورتوں پر خرچ کرو یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔"

ارشاد ربانی ہے:

((وعلی المولود له رزقھن وکسوتھن بالمعروف))

"اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ عورتوں کا کھانا اور کپڑے ہیں معروف طریقے کے مطابق۔"

عورت کے تمدنی حقوق:

عورت کو شوہر کے انتخاب کا پورا حق حاصل ہے۔

عورت کو خلع کے حقوق دیئے گئے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

((فلاجناح علیھما فیما افتدت به))

"مرد و عورت پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت حق مہر واپس دے کر خلع لے لے۔"

Marfat.com

اسلام نے عورت کو مطلقہ یا بیوہ ہونے کے بعد نکاح ثانی کا حق دیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

((اذاطلقتم النسآء فبلغن اجلھن فلاتعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا رضوا بینھم بالمعروف))

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت گزار لیں تو ان کو نہ روکو کہ وہ اور نکاح کریں، جبکہ وہ آپس میں معروف طریقے کے مطابق راضی ہوں۔''

نکاح عورت کا حق ہے۔ارشاد ربانی ہے:

((وانکحوا الایامی منکم))

''اور اپنی عورتوں کا نکاح کرو۔''

حسن سلوک کا حق۔ارشاد ربانی ہے:

((وعاشروھن بالمعروف))

''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو۔''

عورتوں سے تعلقات میں فیاضانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔ارشاد ربانی ہے:

((ولاتنسوا الفضل بینکم))

''اور آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت کو نہ بھولو۔''

عورت کا حقیقی دائرہ کار گھر:

عورت کا حقیقی دائرہ کار گھر ہے،اس سلسلے میں اس میں مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

خاوند کی اطاعت۔

بچوں کی پیدائش اور تربیت۔

والدین کی اطاعت۔

گھر میں نظم وضبط کا خیال رکھنا۔

گھر کے اندر عورت کی بنیادی ذمہ داری بچوں کی تربیت ہے کیونکہ ماں کی تربیت سے محروم بچے۔

1: احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

2: معاشرتی، سماجی اور تعلیمی میدان میں ترقی نہیں کر سکتے۔

3: ماں کی شفقت ومحبت بچے میں صلاحیتیں پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے

4: بچے کا سینہ کورا کاغذ ہوتا ہے۔ماں ہی اس پر نقش کرتی ہے مختلف خیال۔

Marfat.com

خاوند کی اطاعت:

ارشاد قرآن ہے:

((الرجال قوامون علی النساء))

عورت کو مرد کی اطاعت گزاری کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((فالصلحت قانتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ))

''پس نیک، فرمانبردار عورتیں اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں اپنی عزتوں کی حفاظت کرنے والیاں۔''

والدین کی اطاعت:

جدید جدوجہد آزادی نسواں نے عورت کو والدین کے لیے بھی محبت کو ضروری بنا دیا ہے، جب کہ قرآن ان کے مقام کو یوں متعین کرتا ہے:

((وقضی ربك الاتعبدوا الاایاہ وبالوالدین احسانًا اما یبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلاتقل لهما افٍ ولاتنهرهما وقل لهما قولًا كریمًا واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كماربینی صغیرًا))

''اور آپ کے رب نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو پس ان کو اف تک نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک اور ان سے نرمی کے لہجے میں بات کر اور ان کے لیے اپنے نرمی کے پَر رحمت سے بچھا دے اور دعا کر کہ اے میرے رب! ان پر اس طرح رحم فرما جس طرح یہ بچپن میں مجھ پر رحم کیا کرتے تھے۔''

گھریلو نظم وضبط میں عورت کا دائرہ کار:

ایک عورت کی حیثیت سے عورت کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری گھر کی دیکھ بھال اور اس کے نظام کو بخوبی اور احسن طریقے سے انجام دینا ہے۔ اس کے نظام کو ایسے خطوط پر استوار کرنا ہے کہ مغرب کے اس دعویٰ کی تردید ہو جائے کہ عورت کلبوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ عورت کا ایک فرض معاشرتی اکائی کی حیثیت سے گھر کو مضبوط اور منظم بنیادوں پر استوار کر کے معاشرتی ترقی کو ہموار کرنا ہے۔

عورت کا گھر سے بے خبر رہنا گھر کے نظم وضبط کو تباہ کر دیتا ہے اور گھر تباہ ہو جانے سے خاندان اور پورا معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے اور یوں ملک پستی کی طرف گر جاتے ہیں۔

عورت میدانِ عمل میں

گھر سے باہر سعی وجدوجہد کی اجازت:

پاکیزہ مقاصد کے حصول اور امورِ خیر کی تکمیل کے لیے عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

Marfat.com

حدیث مبارکہ ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔"

تجارت:

خواتین کی تعلیم وتربیت اور اس کے نتائج کے تحت ایک باندی کا ذکر زمانہ نبوی میں ملتا ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید وفروخت کے اصول دریافت کیے۔

صنعت وحرفت:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی صنعت وحرفت سے واقف تھیں اور اسی کے ذریعہ اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات پورے کرتی تھیں۔

عورتوں کی تعلیم:

عورتیں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں اور آپ کے ہاں عورتیں تعلیم کے حصول کے لیے آتی تھیں۔

تاریخ سے استدلال:

تاریخ میں خواتین جنگوں میں شمولیت کرتی رہی ہیں اور وہاں فوجیوں کی مرہم پٹی طبی امداد اور شہیدوں کی تیمارداری کا فریضہ سرانجام دیتی رہی ہیں۔

مسجد میں آنے کی اجازت:

عہد نبوی میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

جمعہ اور عیدین میں شرکت:

عورتیں نماز پنجگانہ اور جمعہ کی نماز مسجد نبوی میں باجماعت پڑتی تھیں۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے لیے خود اپنی ازواج مطہرات کو لے جاتے تھے۔

باہر نکلنے کی شرائط:

عورت کو باہر نکلنے کے لیے درج ذیل احتیاطیں کرنی چاہئے:

1: فتنہ نظر سے پرہیز کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

((قل للمومنین یغضوا من ابصارھم))

"مومن مردوں سے کہہ دیجئے اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔"

دوسری جگہ فرمایا:

Marfat.com

"مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔"

2: حفاظت عصمت۔ ارشاد ربانی ہے:

((ویحفظن فروجهم))

"اور مومن عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

3: حسن وزینت کی ممانعت۔ ارشاد ربانی ہے:

((ولا تبرج الجاهلية الاولى))

"اور پہلی جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاؤ۔"

4: فتنہ زبان میں مبتلا نہ ہوں۔ ارشاد ربانی ہے:

((فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولا معروفاً))

"اور کسی سے نرم لہجے میں بات نہ کرو، کیونکہ اس طرح جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور سیدھی سیدھی بات کیا کرو۔"

5: فتنہ خوشبو سے احتراز۔ ارشاد نبوی ہے:

"جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان میں سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔"

6: عورت سفر میں محرم کے ساتھ ہو۔

7: رستہ چلنے کے آداب ملحوظ خاطر رکھے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ راستہ کے کنارہ میں چلے۔

8: شریفانہ چال چلے۔

اصل مقصود:

عورت کے لیے اسلام نے جو دائرہ کار متعین کیا ہے اس کا اصل اور بنیادی مقصد اسلامی احکامات اور شریعت کا اتباع ہے۔ گھر میں رہ کر بھی بعض عورتیں اپنے احکامات کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتیں۔

مرد کو حکم دیا گیا کہ عورتوں کے ساتھ انتہائی خیر وخوبی کی روش اختیار کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس اسیر ہیں۔

مسجد وغیرہ کی طرف جانے کے لیے عورت کا اپنے خاوند کی اجازت لینا ضروری ہے۔

مردوں کو اپنی بیویوں کو گھر سے باہر جانے سے منع کرنے کا اختیار ثابت ہے۔

عورت پوشیدہ رکھنے والی مخلوق ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس طرف جھانکتا ہے۔

شوہر کا حق ہے کہ بیوی کو ایسے کاموں سے روکے جو کسب معاش کے لیے کیے جاتے ہیں کیونکہ شوہر پر اس کا نان نفقہ فرض ہونے کی وجہ سے اس کو کمانے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح بطور نفلی ثواب وہ کوئی کام کرنا چاہے تو مرد پابندی لگا سکتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

سورۃ الاحزاب فضیلت واہمیت

وجہ تسمیہ:

''سورۃ احزاب'' کا نام سورت میں کئی بار ''احزاب'' کا لفظ استعمال ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ آیت نمبر 20 میں یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے:

((یحسبون الاحزاب لم یذھبوا))

''منافق سمجھتے ہیں کہ کفار کی فوجیں نہیں پھر گئیں۔''

آیت نمبر 22 میں فرمایا گیا ہے:

((ولما رأالمومنون الاحزاب))

''اور جب دیکھیں مسلمانوں نے فوجیں۔''

لفظی معنی:

لفظ ''احزاب'' ''حزب'' کی جمع ہے۔

الحزب: گروہ ٹولی جتھا پارٹی انسان کی فوج اور ہم خیال ساتھی وجماعت کو کہا جاتا ہے۔

حزب کے دوسرے معنی حصہ وظیفے یا رسد کا حزب کتاب کا حصہ کے بھی ہیں۔

احزاب: ''حزب'' کی جمع ہے۔ ایسے لوگ جن کے دل اور اعمال آپس میں مشابہت رکھتے ہوں، اگرچہ وہ آپس میں نہ ملیں، یعنی گروہ جتھے فوجیں اور ٹولیاں۔

مختصر تعارف:

''سورۃ الاحزاب'' قرآن مجید کے اکیسویں پارہ (اتل ما اوحی) میں شامل ہے۔ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ ترتیب قرآن کے لحاظ سے یہ تینتیسویں سورت ہے۔ اس سورت میں تہتر آیات ہیں۔ یہ نو رکوعات پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ ''السجدۃ'' کے بعد وقوع پذیر ہوئی ہے۔

شانِ نزول:

سورۃ الاحزاب کی مختلف آیات مختلف مواقع پر نازل ہوئیں، اس لئے مختلف آیات کا شان نزول بھی مختلف ہے۔ سورۃ ہذا کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اس سورت کے پہلے رکوع کی آیات رسم تبنیت کی اصلاح کیلئے نازل ہوئیں۔ دوسرا اور تیسرا رکوع غزوہ احزاب اور غزوہ بنی قریظہ کے بعد نازل

Marfat.com

اور یہ دونوں رکوعات انہی غزوات سے متعلق ہیں۔ چوتھے رکوع کی اولین آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی حیثیت کے بارے میں ہیں اور بقیہ آیات میں پردہ (حجاب) کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت نمبر 26 تا 48 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں ہیں۔ آیت نمبر 49 طلاق کے قانون سے متعلق ہے۔ آیت نمبر 50 تا 52 میں کچھ اصلاحات کا بیان ہے۔ آیت نمبر 56 تا 57 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چہ میگوئیوں پر تنبیہہ کی گئی ہے۔ آیت نمبر 59 میں عورتوں کو گھر سے نکلتے وقت اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بعدہٗ منافقین کی مذمت کی گئی ہے۔

بعض مفسرین نے سورۃ الاحزاب کی ابتدائی آیات کے شان نزول سے متعلق بیان کیا ہے کہ ابوسفیان، عکرمہ اور ابوالاعور اغزوہ اُحد کے واقعہ کے بعد مکہ سے مدینہ میں آ کر ابن ابی کے مکان میں ٹھہرے، جو مرکزِ نفاق تھا۔ دوسرے روز منافقوں کے ساتھ حاضر ہو کر امان طلب کر کے درخواست کی کہ ہم کو لات و منات پر چھوڑ دیا جائے اور آپ کہہ دیں کہ قیامت میں بتوں کو شفاعت کا درجہ حاصل ہے، تا کہ ہم بھی آپ کو چھوڑ دیں تا کہ آپ اپنے اللہ کی عبادت کریں اور ہم اپنے بتوں کی پوجا کرتے رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی یہ بات بہت ناگوار محسوس ہوئی اور آپ نے اسے نامنظور کیا۔ ابن ابی ابن قشیر اور حدب بن قیس نے کہا:

"یارسول اللہ! اشراف عرب کی بات رد نہ کریں اس بات میں بہت ہی فائدہ ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حمیت اسلام اور دین کی پختگی جوش میں آ گئی اور انہوں نے کفار کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے عمر! میں نے ان کی جان بخشی کی ہے، امن دیا ہے اور عہد کا توڑنا ٹھیک نہیں۔"

اس موقع پر سورت الاحزاب کی ابتدائی آیات نازل ہوئی:

((یاایھاالنبی اتق اللہ و لاتطع الکفرین))

"اے نبی! تقویٰ الٰہی پر قائم رہیں اور کافروں کا کہنا نہ مانیے۔"

خلاصہ سورۃ:

سورۃ احزاب کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اے نبی! اللہ سے ڈریئے اور کافر اور دغابازوں کا کہنا نہ مانیے اور صرف اسی بات کی متابعت کیجئے جو آپ کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائی جاتی ہے۔

کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مشرکانہ شرائط منوانا چاہی تھیں اسی لئے اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ کفار کی بات نہ مانیں اور صرف اللہ کے حکم پر عمل کریں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے نکاح کے سلسلہ میں رسوم عرب کی وجہ سے متامل تھے۔ اس پر اللہ کی طرف سے کہا گیا کہ وہ کفار کی باتوں سے نہ ڈریں اور صرف اللہ کے

Marfat.com

حکم عمل کریں۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ متبنیٰ (لے پالک) حقیقی اولاد کی مانند نہیں ہے۔ حقیقت میں لے پالک اولاد کا باپ وہ ہے جس کے تخم سے وہ پیدا ہوئی، یہ ناممکن ہے کہ ایک لڑکے کے دو باپ ہوں جیسے یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص کے سینے میں دو دل ہوں۔ حکم ہوا کہ لے پالکوں کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارا جائے' کیونکہ یہی انصاف ہے۔ یہ باتیں آیت نمبر 4 اور پانچ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس امر کا خصوصی اشارہ حضرت زید بن حارث کی طرف ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبنیٰ تھے اور لوگ انہیں زید بن محمد کہا کرتے تھے۔

اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کی منہ بولی مائیں کسی معنی میں بھی ان کی مائیں نہیں ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مسلمانوں پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح حقیقی مائیں۔

اس کے بعد تاکید فرمائی گئی ہے کہ جس طرح پہلے نبیوں (نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام) سے اللہ نے ایک پختہ عہد لیا تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عہد لیا گیا ہے۔ آپ کو اس عہد (حکم) کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے۔

آیت نمبر 9 سے جنگ خندق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کریں۔ جب جنگ خندق کے دوران ان پر فوجیں چڑھ آئی تھیں تو اللہ نے ان کو ہراساں اور ذلیل کرنے کیلئے ان پر ہوا (صبا) اور ملائکہ کی صورت میں فوجیں بھیج دی تھیں' جن کو وہ نہیں دیکھ سکتے تھے، یعنی مسلمانوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ جنگ خندق میں ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ کفار کے حصار سے تنگ آچکے تھے۔ اس پر اللہ نے غیب سے ان کی مدد کی۔

اس کے ساتھ ہی منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ کفار سے ڈرتے تھے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی خائف کرتے تھے اور کچھ اہل یثرب سے یہ بھی کہتے تھے کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے' چلو اپنے گھروں کو لوٹ چلیں۔ بعضوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر جنگ سے منہ موڑنے کیلئے رخصت طلب کی کہ ان کے گھر کھلے پڑے ہیں اور انہیں چوری کا خدشہ ہے۔ اگر وہ میدان جنگ سے بھاگ کر کہیں پناہ حاصل کرنا چاہیں تو انہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کا کوئی معاون و مددگار ہوگا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی خوب مذمت فرمائی ہے۔

منافقین کی مذمت کے بعد مومنین کی تعریف کی گئی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ جب اہل ایمان نے بہت سے لشکروں کو مدینہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تو وہ ذرا نہیں گھبرائے، بلکہ کہنے لگے کہ یہ تو اللہ اور رسول کا وہی وعدہ ہے جو انہوں نے ہم سے کیا تھا۔ ان کے ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے اور وہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آخر میں اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے اوپر لے لی اور صبا اور فرشتوں کے ذریعہ مشرکین کی فوجوں کو بھگا دیا۔

اس کے بعد کافروں کے تعاقب میں جانے والے لشکر اور بنی قریظہ سے مسلمانوں کی لڑائی کی طرف اشارہ ہے۔ مسلمانوں نے بنو قریظہ کو قتل کر دیا اور ان کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو مال غنیمت قرار دے کر قرآنی حکم کے مطابق تقسیم

Marfat.com

لیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کتنوں کو تم نے جان سے مار دیا اور کتنوں کو قید کر لیا اور اللہ نے تم کو ان کے گھر، مال اور زمین دلا دی۔

آیت نمبر 28 سے 30 تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنی ازواج مطہرات سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی رونق کی طالب ہو تو آؤ تمہیں کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا جائے یعنی طلاق دے دی جائے اور اگر تم اللہ، رسول اور آخرت کی بھلائی چاہتی ہو تو تمہیں نیکی اور ثواب ملے گا۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا کہ اگر نبی کی عورتوں میں سے کوئی عورت بے حیائی کا کام کرے گی تو اسے دگنا عذاب ہوگا یعنی جان بوجھ کر گناہ کرنے والے کو نہ جاننے والے سے زیادہ عذاب ہوگا۔ ان آیات میں ازواج مطہرات کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کریں اور عام عورتوں کا سا رویہ اختیار نہ کریں۔ جن دنوں یہ آیات نازل ہوئیں ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی حالت مستحکم نہ تھی اور ازواج مطہرات آپ سے عام عورتوں کی طرح فرمائشیں کرتی رہتی تھیں۔ دنیاوی شان و شوکت اور مسرفہ حالی کے سامان طلب کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خفا ہو کر ایک مہینہ تک ایک الگ مکان میں رہے۔ تب یہ آیات نازل ہوئیں، جن کا مطلب مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے۔

ازواج مطہرات کو فہمائش و تنبیہ کرنے کے بعد پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں۔ پردے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حوالہ سے تمام مسلمان عورتوں کو بھی دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور جیسا کہ پہلے دستور تھا، تم غیر مردوں کو اپنی زیبائش اور چہرے نہ دکھاتی پھرو۔''

اس کے ساتھ ہی حکم دیا گیا ہے:

> ''نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتی رہو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم میں سے گندی باتیں دور کر دے اور تمہیں صاف ستھری بنا دے۔''

علاوہ ازیں حکم دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات دوسری عورتوں کو بھی یہ باتیں سکھلاتی رہیں۔ بعدۂ یہ باتیں جو ازواج مطہرات کو بتائی گئی ہیں، عام مسلمانوں کو بھی انہیں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

احکام بالا کے بعد بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی مرد کے بھی حقیقی باپ نہیں ہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مرد کا باپ نہ ہونے کا اشارہ حضرت زید بن حارث کی طرف ہے، جو آپ کے متبنی ہونے کی وجہ سے ''زید بن محمد'' کہلاتے تھے۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ان آیات (37 تا 40) کا تعلق حضرت زید بن حارث کے حضرت زینب کو طلاق دینے سے ہے۔ جب زید بن حارث نے حضرت زینب کو طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنے سے اس لئے تامل

Marfat.com

فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی (بہو) سے شادی کرلی، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ آپ حضرت زینب سے نکاح کر کے مشرکین کی پرانی رسموں کو مٹادیں اور یہ ثابت کردیں کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔ کوئی شخص صرف اسی کا بیٹا ہے، جس کی پشت سے وہ پیدا ہوا ہو۔ چنانچہ حکم ہوا:

((ماکان علی النبی من حرج))

''نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں جو مقرر کردی اللہ نے اس کے واسطے۔''

چنانچہ حضرت زید بن حارث کے طلاق دینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے عقد فرمالیا۔

اس سے اگلی آیات میں ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کریں اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہیں۔

آیت نمبر 49 تا 52 نکاح اور طلاق سے متعلق احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایمان والوں کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو اور انہیں مباشرت سے قبل طلاق دے دو تو ان پر شرعی عدت پوری کرنا فرض نہیں ہے۔ تمہیں حق حاصل نہیں کہ تم انہیں عدت پوری کرنے کیلئے بٹھائے رکھو۔ تمہیں چاہیے کہ انہیں کچھ فائدہ دے کر رخصت کردو۔

آیت نمبر 50 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ پر وہ عورتیں بھی حلال کیں، جن سے آپ نے مہر دے کر نکاح کیا ہے۔''

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مزید قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی حلال قرار دیا ہے جیسے:

1: وہ عورتیں جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے آپ کی ملکیت میں آئیں۔

2: چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، بہنوں میں سے وہ خواتین جنہوں نے اسلام کیلئے ہجرت کی ہو۔ یعنی رشتہ دار مہاجر خواتین۔

3: وہ مومن عورت جو اپنے آپ کو بلامہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دینے کیلئے تیار ہوئی۔

آیت نمبر 53 میں حکم دیا گیا ہے:

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کھانے کی دعوت دیں تو کھانا پکنے سے پہلے نہ جاؤ۔ اور پھر کھانا کھا چکنے کے بعد وہاں بیٹھے رہنے کی بجائے اجازت طلب کر کے رخصت ہو جاؤ۔ تمہاری اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دو۔''

اس حکم کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونے کی ہدایت کی گئی ہے اور دعوات کے سلسلہ میں کہیں جانے آنے کے آداب بتائے گئے ہیں۔

Marfat.com

احکام بالا کے بعد حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں، اُن سے نکاح حرام ہے۔

آیت نمبر 55 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حوالہ سے عام مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اس معاملہ میں کوئی گناہ نہیں کہ عورتیں (بیویاں) اپنے نسبی یا رضاعی باپ سے حجاب کے بغیر ملیں۔ اسی طرح وہ اپنے نسبی اور رضاعی بیٹوں سے بھی بے حجاب مل سکتی ہیں اور بھائیوں سے بھی یعنی عورتیں ہر ''محرم'' شخص (جس سے نکاح حرام ہے) کے سامنے بے حجاب آسکتی ہیں۔

آیت نمبر 58 میں اہل ایمان کی طرف برائیاں منسوب کرنے اور ان پر تہمت لگانے والوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں گنہگار ٹھہرایا گیا ہے۔

آیت نمبر 59 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ بالفاظ دیگر مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی کام سے باہر نکلیں تو چادر اوڑھیں اور اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھانپ لیا کریں، صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔

آیت نمبر 63 میں قیامت سے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو جو قیامت سے متعلق سوالات کرتے ہیں بتا دیا گیا ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ قیامت کب برپا ہوگی' ہوسکتا ہے قیامت کی گھڑی بہت نزدیک ہو۔ اس کے ساتھ ہی کافروں پر لعنت کی گئی ہے اور انہیں جہنم کی خبر دی گئی ہے۔ بعدہٗ اہل ایمان کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے مانند گمراہ اور مغضوب نہ ہو جائیں۔

سورہ ہذا کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ منافقین اور مشرکین پر عذاب نازل کرے گا۔ وہ ایماندار مردوں اور عورتوں کو معاف کرنے والا' بخشنے والا اور مہربان ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

سورۃ النحل فضیلت و اہمیت

نحل کا معنی:

عربی زبان میں "نحل" (النحل) "شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ مذکر اور مونث ہر دو صورتوں میں مستعمل ہے۔ اس لفظ کا واحد "نحلہ" ہے۔

وجہ تسمیہ:

سورۃ النحل کا نام اسی سورت کی ایک آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ آیت نمبر 28 میں یہ لفظ (النحل) موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتًا))

"اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو پہاڑوں میں گھر بنالے۔"

موضوع بحث:

آیت ہذا میں وارد ہونے والے لفظ "النحل" کو سورۃ کا نام دے دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ نام محض ایک علامت ہے۔ اس سورۃ میں جزوی طور پر شہد کی مکھی کا ذکر کیا گیا ہے، مگر یہ عنوان سورۃ ہذا کا موضوع بحث نہیں ہے۔

نزول کا علاقہ:

"سورت النحل" مکۃ المکرمۃ میں نازل ہوئی۔ یہ سورۃ "مکیہ" ہے۔

مختصر تعارف:

سورۃ النحل قرآن مجید کے چودھویں پارہ (ربما یودالذین) میں شامل ہے۔ یہ ایک سو اٹھائیس (128) آیات سولہ (16) رکوعات پر مشتمل ہیں۔ اس سے قبل سورۃ "الحجر" درج ہے۔ قرآنی ترتیب کے لحاظ سے "سورۃ النحل" سولہویں (16) سورۃ ہے۔

شان نزول:

"سورۃ النحل" کے شان نزول کے بارے میں مفسرین کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہتے تھے اور انہیں خبر دیتے رہتے تھے کہ قیامت آئے گی یا دنیا میں ہی ان پر عذاب نازل ہوگا۔ چنانچہ مشرکین کہتے:

Marfat.com

"جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر وہ واضح ہو جائے تو کوئی ڈر نہیں۔"
مشرکین کو گمان تھا کہ ان کے بت جو خدا کے شریک ہیں، انہیں اس عذاب سے بچالیں گے۔ انہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے "سورۃ النحل" نازل کی۔

مرکزی موضوع:

سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو خبر دی کہ قیامت کے قائم ہونے یا کفار پر عذاب نازل ہونے کا حکم قریب آ گیا ہے وہ اتنی جلدی نہ کریں۔ اس سورۃ میں کفار اور منکرین آخرت کے اعتراضات اور قیامت سے متعلق شکوک وشبہات کا مختلف طریقوں سے جواب دیا گیا ہے۔ کفار کو عذاب آخرت سے ڈرایا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ اس میں ان کے عقائد باطلہ اور ان کے اصنام کی تکذیب بھی کی گئی ہے۔ اس سورۃ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وقت نزع مشرکین کا کیا حشر ہوگا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ مشرکوں کو ڈھیل دیتا ہے اور ظالموں کی رسی دراز کر دیتا ہے، لیکن اللہ جب انہیں ان کی گستاخیوں اور گناہوں پر پکڑے گا تو ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ وہ اللہ کے روبرو گڑگڑائیں گے اور اپنے بتوں کی تکذیب کریں گے، لیکن توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا، انہیں دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

توحید:

"سورۃ النحل" میں مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے، وہ ظاہر وباطن کو دیکھنے اور جاننے والا ہے، اس کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں، وہ پاک اور برتر ہے، اللہ تعالیٰ زمینوں، آسمانوں، انسانوں اور پوری کائنات کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا اور پھر اسے عقل وشعور عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے زمینوں، آسمانوں، سورج، چاند، ستاروں اور سمندروں کو مسخر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے انسان پر بے شمار احسانات ہیں۔ اس نے انسان کیلئے رزق پیدا کیا۔ انسان کی غذا کے لئے دودھ، شہد، کھجور، انگور اور دیگر میوہ جات پیدا کیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے پیٹ سے نکالا اور پھر اسے کان، آنکھیں اور دل دیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا احسان تسلیم کر کے اس کی عبادت کرے۔ اس نے انسانوں کو بسنے کے لئے گھر اور خیمے دیئے۔ انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سراپا احسان ہے۔

شرک:

سورۃ النحل میں کفار کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور صفات ایزدی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ اللہ شریک سے پاک ہے۔ ہر چیز اسی کی پیدا کردہ ہے۔ صانع اور مصنوع برابر نہیں ہو سکتے۔ مشرکین مختلف بتوں کو تانیث کی صورت میں پوجتے تھے۔ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ سورۃ ہذا میں

Marfat.com

آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں جنا' اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ مشرکین خود تو بیٹی کی پیدائش پر نادم ہو جاتے ہیں اور وہ بیٹی کی پیدائش کو اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں، وہ روسیاہی اور ذلت سے بچنے کیلئے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں، مگر اس خالق کیلئے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا بیٹیاں نامزد کرتے ہیں۔؟ سورۃ ہذا میں جگہ جگہ شرک اور مشرکین کی مذمت و تکذیب کی گئی ہے۔

رسالت:

''سورۃ النحل'' میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ آپ رسول برحق ہیں اور آپ پر وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ بتایا گیا ہے کہ آپ سے قبل بھی دنیا میں جو نبی اور رسول لوگوں کی رہنمائی کیلئے آئے' وہ اللہ ہی کی طرف سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف' اسی قوم میں سے رسول بھیجے۔ مشرکین اس سے پہلے بھی رسولوں کی نافرمانی کرتے رہے ہیں۔ رسول کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے' انہیں ہدایت سے سرفراز کرنا ان کی ذمہ داری نہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔ اللہ کی طرف سے رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں خبر دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنی گمراہی پر جمے رہے تو آخرت میں انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ہجرت اور جہاد:

سورۃ النحل میں بتایا گیا ہے کہ راہِ الٰہی میں ظلم برداشت کرنے اور ہجرت کرنے والوں کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانہ دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، علاوہ ازیں اس صورت میں جہاد کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔

احکام:

سورۃ النحل میں مندرجہ ذیل احکام بیان کئے گئے:

1: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور نماز قائم کرو۔

2: اللہ تعالیٰ انصاف کرنے اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے۔

3: اللہ تعالیٰ قرابت داروں سے نیک سلوک کرنے اور ان کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

4: اللہ تعالیٰ بے حیائی اور نامعقول کاموں سے منع کرتا ہے۔ نامعقول کاموں سے مراد بخل' برہنگی' زنا' چوری' شراب نوشی اور دشنام طرازی وغیرہ ہے۔

5: اللہ تعالیٰ انسانوں (خصوصاً مسلمانوں) کو اپنے وعدے اور معاہدے پورے کرنے کا حکم دیتا ہے۔
اس سورت میں درج ذیل تین قسم کے وعدے بیان کر کے جن کی پابندی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
وہ وعدہ جو انسان نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھا ہو۔
وہ وعدہ جو ایک انسان یا گروہ سے باندھا گیا ہو اور اس پر اللہ کی قسم کھائی ہو۔

Marfat.com

وہ وعدہ جو اللہ کا نام لیے بغیر کیا گیا ہو۔

سورت ہذا میں وعدہ توڑنے کی مثال اس عورت کی حماقت سے دی گئی ہے جو سارا دن سوت کاتے اور شام کو اپنا کاتا ہوا سارا سوت ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

6: مسلمانوں کو صبر سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔

مختلف اُمور:

1: یہودی ہفتہ میں ایک دن چھٹی کرتے تھے اور یہ دن ''سبت'' کہلاتا تھا۔ مسلمانوں کیلئے ''جمعہ'' کے دن کو مبارک قرار دیا گیا تو یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں سبت کی حرمت کا جو قانون تھا اس کو بھی آپ نے زائل کر دیا۔ یہ آپ کا خود مختارانہ فعل ہے یا اللہ ہی نے اپنی دو شریعتوں میں دو متضاد حکم دے رکھے ہیں۔؟ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہودیوں کے ہاں سبت کے قانون میں جو سختیاں پائی جاتی ہیں یہ ابتدائی حکم میں نہ تھیں، بلکہ بعد میں یہودیوں کی شرارتوں اور احکام کی خلاف ورزی کے باعث ان پر عائد کی گئی تھیں۔ ہر امت کیلئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا گیا ہے' جس میں وہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائے۔ اس اُمت کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا ہے۔''

2: سورۃ ہذا کی آیت نمبر 115 میں مردار' لہو اور خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں ہر اس جاندار کے گوشت کا کھانا بھی حرام کر دیا گیا ہے جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، لیکن ساتھ ہی یہ رعایت بھی دی گئی ہے کہ اگر حالتِ اضطرار میں جب کھانے کو اور اور کچھ نہ ملے اور جان جانے کا خطرہ سامنے ہو تو بقدر کفایت ان چیزوں کو استعمال کر لیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ بلا اذن شرعی کسی چیز کو حلال و حرام نہ کہو۔ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جس کو اس نے حرام ٹھہرایا۔

☆☆☆

Marfat.com

فضیلت ومضامین سورۃ الحدید اور لوہے کے فوائد

مختصر تعارف:

''سورۃ الحدید'' قرآن مجید کے پارہ نمبر 27 (قال فما خطبکم) میں شامل ہے۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 29 آیات ہیں۔ رکوعات کی تعداد 4 ہے۔

وجہ تسمیہ:

''سورۃ الحدید'' کا نام آیت نمبر 25 سے اخذ کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((وانزلنا الحدید فیه بأس شدید))

''اور ہم نے لوہا اُتارا جو بہت زیادہ مضبوط اور سخت ہونے کی وجہ سے لڑائیوں میں کام آتا ہے اور جس سے لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔''

شانِ نزول:

ارشاد ربانی ہے:

((لقدارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب))

(سورۃ الحدید آیت 25)

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ ظاہر کردے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔''

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں پر بہت کڑا وقت تھا۔ مشرکین وکفار دائرہ اسلام (مدینہ منورہ) کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ وہ آئے روز مسلمانوں پر جنگ مسلط کرتے رہتے تھے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت اور پوری سورۃ الحدید 4 ہجری اور 5 ہجری کے درمیان نازل ہوئی۔ یعنی یہ غزوہ اُحد اور صلح حدیبیہ کا درمیانی زمانہ تھا۔ اس دوران مسلمانوں کو کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے جانی قربانی کے علاوہ مالی قربانی کی بھی ضرورت تھی۔ مال کی اس لئے اشد ضرورت تھی کہ اس سے کفار کے حملوں کا جواب دینے کیلئے جنگی سامان اور ہتھیار خریدے جاسکیں۔ چنانچہ ہتھیاروں کی اہمیت واضح کرنے کیلئے سورۃ الحدید کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں ''لوہے'' کا ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

موجودہ دور میں لوہے کی اہمیت:

موجودہ سائنسی دور میں لوہے کی اہمیت وافادیت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ تمام تر مشینیں اور ان کے پرزے لوہے سے تیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً: ریل گاڑی' برقی ٹرین' ہوائی جہاز' بحری جہاز' راکٹ' طیارے' توپ' بندوق' ٹینک' موٹر' کار' سائیکل' سکوٹر' ہل' ٹریکٹر' آلات کشاورزی وغیرہ وغیرہ' کارخانے اور ملیں لوہے ہی کی بدولت رواں دواں ہیں۔ الغرض انسان کے پیدا ہونے سے لے کر قبر میں داخل ہونے تک لوہا کسی نہ کسی صورت میں کام آتا ہے۔

موجودہ سائنسی دور کا سب سے خطرناک ہتھیار اسلحہ سازی ہے۔ پرانے ہتھیاروں یعنی خنجر' تلوار' تیر' نیزہ' توپ اور بندوق وغیرہ کی جگہ راکٹ' میزائل' ٹینک' بم اور نہ جانے کن کن جدید ہتھیاروں نے لے لی ہے اور ان سب ہتھیاروں میں کسی نہ کسی طرح سے لوہا شامل ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس میدان میں زیادہ سے زیادہ ترقی کریں۔ وہ اپنی دفاعی ضروریات کیلئے دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے اسلحہ سازی کا کام خود کریں اور اپنے ملک میں اس مقصد کیلئے کارخانے قائم کریں۔

اسلام امن وسکون کا داعی ہے، لیکن جبر وتشدد اور ظلم کے خاتمہ کے لئے بھی ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ اگر مسلمانوں کے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو غیر مسلم قومیں انہیں مٹانے کے درپے رہیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنے دفاع کیلئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔

علاوہ ازیں موجودہ سائنسی دور میں غیر اقوام سے آگے بڑھنے اور وقت کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم زندگی کے ہر میدان میں ترقی کریں۔ موجودہ حالات میں خود کفیل ہونے اور پھر ترقی کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم "لوہے" کی اہمیت وافادیت کو سختی سے محسوس کریں۔ موجودہ دور میں لوہے کے میدان میں ترقی کرنا ہی اپنے حریفوں سے ترقی کرنا ہے۔ کیونکہ لوہا سائنسی میدان میں ایک اہم ہتھیار ہے۔

سورۂ حدید اہمیت وفضیلت:

ارشاد ربانی ہے:

((لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب))

(سورۃ الحدید آیت 25)

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ ظاہر کردے کہ کون بن دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول' کتاب' میزان' عدل کے ساتھ بھیجے ہیں تاکہ لوگ عدل کے اصولوں پر قائم ہوں اور اس کے ساتھ لوہا بھی نازل کیا تاکہ حق قائم کرنے اور باطل کا سر نیچا کرنے کے لیے طاقت استعمال کی جائے۔ اس

Marfat.com

طرح اللہ تعالیٰ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ انسانوں میں کون لوگ ایسے نکلتے ہیں جو اس دین کی حمایت اور نصرت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کی خاطر جان لڑا دیں۔ فرمایا گیا ہے کہ یہ مواقع اللہ نے تمہاری اپنی ہی ترقی اور سرفرازی کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ورنہ اللہ اپنے کام کے لیے کسی کا محتاج نہیں۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد:

ارشاد ربانی ہے:

((لقدارسلنا رسلنا بالبینت))

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔''

اس مختصر سے فقرے میں انبیاء علیہم السلام کے مشن کا پورا لب لباب بیان کر دیا گیا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی رسول آئے' وہ سب تین چیزیں لے کر آئے:

1: بینات (روشن دلائل)

2: کتاب

3: میزان

رسولوں کو لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک میں مختلف مقامات میں اس کا ذکر ہے۔

سورۃ رعد آیت نمبر 7 میں ہے:

((لکل قوم ھاد))

''ہر قوم کے لیے ہدایت دینے والا ہے۔''

سورۃ فاطر آیت نمبر 24 میں ہے:

((وان من اُمۃ الاخلافیھا نذیر))

''اور کوئی اُمت نہیں جس میں نہ ہو چکا ہو کوئی ڈرانے والا۔''

سورت یونس آیت نمبر 47 میں ہے:

((لکل اُمۃ رسول))

''ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔''

کتاب سے مراد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان))

Marfat.com

(سورۃ الحدید، آیت نمبر 25)

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔"

کتاب سے مراد ہے کہ جس میں ساری تعلیمات لکھ دی گئی ہوں۔ ہر انسان کی ہدایت کیلئے کتاب درکار ہے تا کہ لوگ رہنمائی کے لیے اس کے گرد جمع ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل فرمائیں کہ لوگ زندگی کے ہر شعبہ میں حق وعدل کے اختیار کرنے والے بنیں اور عقائد میں مضبوطی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محض دعویٰ بنانے کے لیے نہیں بھیجے اور نہ اپنی کتابیں محض تلاوت کے لیے نازل فرمائیں، بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کی رہنمائی میں حق وعدل پر قائم ہوں۔

((والمیزان لیقوم الناس بالقسط))

(سورۃ الحدید، آیت نمبر 25)

"اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔"

میزان، یعنی وہ معیار حق و باطل جو ٹھیک ٹھیک ترازو تول تول کر یہ بتا دے کہ افکار، اخلاق اور معاملات میں افراط و تفریط کی مختلف انتہاؤں کے درمیان انصاف کی بات کیا ہے۔

میزان اصل میں اُس آلہ کو کہا جاتا ہے جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے جس کی تمام صورت ترازو ہے۔ اس آیت میں میزان کے نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

کتاب کے ساتھ میزان کا ذکر میرے نزدیک کتاب ہی کے سب سے بڑے مقصد کی وضاحت کے لیے ہے کہ وہ تول کر بتاتی ہے۔

سورۃ شوریٰ آیت نمبر 42:17 میں ہے:

((اللہ الذی انزل الکتب بالحق والمیزان ومایدریک لعل الساعۃ قریب))

"اللہ ہی ہے جس نے اتاری کتاب حق کے ساتھ اور جو فیصلہ کے لیے میزان ہے اور تمہیں کیا خبر کہ شاید قیامت کی گھڑی بھی قریب آ گئی ہو۔"

عدل کی اہمیت:

دراصل یہاں پر عدل وقسط کی اہمیت واضح کی گئی ہے کہ انبیاء کی بعثت کے مقصد کے ذکر کے ساتھ متصل بیان کیا گیا ہے۔

نبی کی بعثت کا مقصد جہاں عملی نمونہ دکھانا، کتاب کی وضاحت کرنا، حق و باطل کو واضح کرنا ہوتا ہے، وہاں عدل وانصاف کا قیام بھی اس کے فرائض میں داخل ہوتا ہے۔ کسی بھی نظام کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ سوسائٹی میں لوگوں کے حقوق محفوظ ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی نظام لوگوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کرتا تو وہ نظام کامیاب نہیں ہوتا ہے۔

Marfat.com

کوئی سوسائٹی یا معاشرہ شرک کی وجہ سے شاید قائم رہ جائے ,لیکن ظلم کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتا۔لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ عدل وانصاف کا قیام عمل میں لائے۔ یہاں کتاب اور عدل وقسط کا بیان آ گیا۔ جیسے کتاب کے نزول کا ذکر ہے۔اس طرح میزان کے نزول کا ذکر بھی کیا گیا۔اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ جیسے کتاب ہم نے نازل کی اسی طرح انصاف کے اصول بھی ہم نے نازل کیے' لہٰذا ان دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔

ان تین چیزوں کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو جس مقصد کے لیے بھیجا گیا' وہ یہ تھا کہ دنیا میں انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر قائم ہوتا کہ ایک طرف ہر انسان اپنے ,اللہ کے حقوق' اپنے نفس کے حقوق اور ان تمام بندوں کے حقوق جس سے اس کو کسی طور پر سابقہ پڑتا ہے,ٹھیک ٹھیک جان لے اور پورے انصاف کے ساتھ اس کو ادا کرے اور دوسری طرف اجتماعی زندگی کا نظام ایسے اصولوں پر استوار کیا جائے کہ معاشرہ میں کسی نوعیت کا ظلم نہ رہے۔تہذیب وتمدن کا پہلو افراط وتفریط سے محفوظ ہو۔تمام شعبوں میں توازن قائم ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عدل وانصاف پر معاشرہ قائم ہو۔ اسلامی ریاست کے قیام میں عدل وانصاف بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عدل وانصاف سے کام لیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت بطور قاضی کے بھی ہے۔

سورۃ النساء آیت نمبر 58 میں ہے:

((اذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل))

''جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔''

سورۃ النساء آیت نمبر 105 میں ہے:

((انا انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارك اللہ و لاتکن للخائنین خصیمًا))

''ہم نے تجھ پر کتاب اتاری۔حق کے ساتھ کہ تو لوگوں کے درمیان انصاف کرے جو تجھے اللہ نے سمجھایا اور تو مت ہو جانا دغابازوں کی طرح جھگڑنے والا۔''

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 42 میں ہے:

((فاحکم بینھم بالقسط))

''ان میں انصاف سے فیصلہ کر۔''

سورۃ شوریٰ آیت نمبر 15 میں ہے:

((امرت لاعدل بینکم))

''مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا گیا۔''

Marfat.com

سورۃ ص آیت نمبر 26 میں ہے:

((فاحکم بین الناس بالحق))

”پس تو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر۔“

اس آیت مبارکہ میں آپ کو قاضی کی حیثیت سے پیش کیا گیا اور کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل وقسط سے کام لینے کا حکم دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ عدل وقسط سے کام لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کے قیام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسلامی ریاست عدل وانصاف کے لیے عمل کرتی رہی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کے پاس ایک چوری کرنے والی عورت فاطمہ پیش کی گئی جو ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی سفارش آئی کہ ان کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس کی جگہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔“

اس واقعہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاضی کی حیثیت سے پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ جب میثاق مدینہ عمل میں آیا تو اس کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور قاضی کے اپنی حیثیت تسلیم کروائی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”بے شک قضا (عدالت' معاملات میں عدل وانصاف کرنا) ایک محکم فریضہ ہے اور یہ واجب العمل طریقہ ہے۔)“

انزلنا الحدید:

ارشاد ربانی ہے:

((وانزلنا الحدید فیه بأس شدید))

”اور ہم نے لوہا اُتارا جو بہت زیادہ مضبوط اور سخت ہونے کی وجہ سے لڑائیوں میں کام آتا ہے اور جس سے لوگوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔“

سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں کہ بنی نوع انسان کیلئے لوہا بھی نازل کیا گیا۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے:

”ہم نے حضرت آدم علیہ وسلم کے ساتھ لوہا بھی نازل کیا۔“

Marfat.com

تین بہشتی چیزیں:

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے دنیا میں آئے تو لوہے کے تین ٹکڑے اپنے ساتھ دنیا میں لائے۔

1: بتر۔ 2: ہتھوڑا۔ 3: نہائی۔

چار آسمانی چیزیں:

علاوہ ازیں ''معالم'' میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار بابرکات اشیاء آسمان سے زمین پر اُتاریں:

1: پانی۔ 2: آگ۔ 3: نمک۔ 4: لوہا۔

جنگ میں کارآمد آلات:

''باس شدید'' سے مراد ہے:

''سخت جنگ''

یعنی وہ آلات جو جنگ میں کارآمد ہیں۔ مثلاً: تلوار' نیزہ' بھالا' کلہاڑی' خنجر' چھرا' ٹوکہ' گنڈاسا' چھری اور چاقو وغیرہ۔ اور اپنی ذات کی حفاظت کیلئے استعمال کی جانے والی چیزیں۔ مثلاً: زرہ بکتر اور کنٹوپ وغیرہ۔

منافع للناس کا مطلب:

''منافع للناس'' سے مراد ہے کہ لوہے میں لوگوں کے بہت سے فوائد مضمر ہیں، کیونکہ تمام کاریگروں کا دارومدار لوہے پر ہے۔ کوئی دستکاری اور صنعت ایسی نہیں جس میں لوہے کو دخل نہ ہو۔ لوہے کا پورا فائدہ تو یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے تیر و شمشیر سے ہراساں ہیں یعنی اللہ نے لوہا تو اس لئے نازل کیا کہ دین کے دشمن ڈرتے رہیں۔

لوہے کے فوائد ہر طبقہ انسانی کو:

بعض مفسرین نے آیت ہذا کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ لوہا حضرت آدم علیہ السلام ہی کے ساتھ نازل ہوا اور وہ جنت سے لوہے کی تین چیزیں لے کر دنیا پر آئے تھے۔ اس سے قطع نظر اگر ہم آیت ہذا کے مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے لوہا آدم علیہ السلام اور بنی نوع آدم کیلئے پیدا کیا۔ اس نعمت سے تمام انسان (خواہ وہ نیک ہوں' خواہ بد) فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر نیک اور صاحب ایمان لوگ لوہے کی افادیت و اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس سے زیادہ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ بے دین اور شریر لوگوں پر غالب آئیں گے۔ بصورت دیگر اشرار و ناہنجار لوگوں کا غلبہ ہوگا۔

آیت ہذا میں اہل ایمان کو لوہے کی اہمیت و ضرورت محسوس کرنے اور اس سے کام لینے کی ترغیب و ہدایت دی گئی ہے۔ اس میں اشارہ کیا گیا ہے کہ لوہے میں وہ شدید قوت ہے جو ظالموں اور بے دین لوگوں کو اہل ایمان کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کر سکتی ہے اور اسی کے ذریعہ مظلوم کی حمایت کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت واہمیت

انفاق کا معنی ومفہوم:

انفاق کا مادہ: "نفق" ہے اور جب یہ باب افعال پر آتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: خرچ کرنا۔

اصطلاحی معنی:

شریعت اسلامی میں انفاق کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں ضرورتمندوں، یتیموں، بے سہارا وغیرہ کیلئے اللہ کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے بغیر دکھاوا کیے خرچ کرنا۔

حکم قرآنی:

قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جابجا مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور کہا کہ جو مال تمہاری چند روزہ زندگی میں تمہیں نصیب ہوا ہے جسے تم بھی چھوڑ کر جانے والے ہو اسے فی سبیل اللہ خرچ کر کے اپنے لیے آخرت کا سامان کرو۔

جس نے مال دیا اس کی راہ میں خرچ کرنا:

انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دے کر گویا مسلمانوں کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ تم اس مال کو اپنا استحقاق مت خیال کرو جو تمہیں ملا ہے۔ جس نے مال دیا ہے اس کے لیے خرچ کرو۔ ارشاد ربانی ہے:

((أمنوا باللہ ورسوله وانفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه فالذين أمنوا منكم وانفقوا لهم اجر كبير))(سورۃ الحدید، آیت نمبر:7)

"اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ۔ جس مال کے تم نائب بنائے گئے ہو اسے اس کے راستے میں خرچ کرو اور جو تم میں سے ایمان لایا اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو ان لوگوں کے لئے اجر کبیر ہے۔"

مال میں نائب بنانے کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس مال کا تمہیں خلیفہ اور نائب بنایا گیا ہے اس کو اسی کی اطاعت گزاری میں خرچ کر ڈالو اور سمجھ لو کہ جس طرح مال دوسرے ہاتھوں سے ملا ہے اسی طرح یہ دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تمہارے ذمہ حساب وکتاب رہ جائے گا اور مستخلفین فیہ میں اس طرح بھی اشارہ ہے کہ ممکن ہے تیرے بعد تیرا مال تیرے وارث تر کے سے خرچ کر کے مجھ سے نزدیکی حاصل کرلیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ تیرا وارث بد ہو اور وہ اپنی سیاہ کاریوں میں اپنا

Marfat.com

روپیہ برباد کرے اور اس کا باعث تو بنے۔ نہ تو اس مال کو چھوڑتا، نہ وہ اسے اڑاتا۔

صدقہ کا مال آخرت کے لیے ستور ہوگیا:

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انسان کہتا ہے میرا مال' میرا مال حالانکہ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے پہن لیا' کھالیا یا صدقہ کردیا اور باقی مال تو اوروں کا ہے۔ کھایا ہوا فنا ہوگیا' پہنا ہوا پرانا ہوکر برباد ہوا اور اصل مال تو اس کے کام وہ آیا جو بطور خزانہ اس کا اللہ کے پاس صدقہ کرنے سے جمع ہے۔"

خرچ کرنے کی ترغیب کا ایک اور طریقہ:

تمام تر مال اور زمین و آسمان کی میراث اللہ ہی کیلئے ہیں۔ اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے:

((وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السموٰت والارض))

(سورۃ الحدید، آیت نمبر:10)

"تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے اور زمین و آسمان کی میراث تو اللہ ہی کیلئے ہے۔"

اب اللہ تعالیٰ یہاں بھی خیرات کرنے کی بھرپور رغبت دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ بالآخر جب سب کچھ دنیا کا تم چھوڑنے والے ہو اور ہر چیز آخر کار میرے ہی لیے رہ جائے گی تو تمہیں میرے راستے پر خرچ کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میراث کا ذکر کیا ہے۔ میراث اصل میں وہ پراپرٹی ہے جو باپ کے مرنے کے بعد اولاد کے حصے میں آتی ہے، لہٰذا جب تم اس دنیا سے چلے جاؤ گے تو سب کچھ چھوڑا ہوا میرے ہی لئے رہ جائے گا، لہٰذا بخیل مت بنو اور آخرت کیلئے اپنا کچھ بنا جاؤ۔

میراث انتقال کے بعد وارثوں کو جبری ملا کرتی ہے۔ مرنیوالا چاہے یا نہ چاہے وہ اس کو مل کر ہی رہتی ہے، لہٰذا حق تعالیٰ نے ملکیت آسمان و زمین کو لفظ میراث سے اس لیے تعبیر کیا کہ تم چاہو یا نہ چاہو بالآخر جس چیز کے تم مالک بنے بیٹھے ہو آخر میری ملکیت خاصہ میں منتقل ہونے والی ہے۔ اب ظاہری طور پر تم مالک ہو ایک دن حقیقتاً اور ظاہراً ہر لحاظ سے اس میراث کا مالک میں ہوں گا اور جو تم آج میرے لیے خرچ کر جاؤ گے وہ تمہارے لیے دائمی اجر و ثواب کا باعث بن جائے گا۔

مال دنیا فنا ہونے والا ہے:

جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

((ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق))

"جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے جو اللہ کے پاس ہے باقی رہے گا۔"

Marfat.com

بہتر بدلہ:

اسی طرح دوسری جگہ مرکوز ہے:

((وماانفقتم من شیء فھو یخلفه وھو خیر الرازقین))

''جوتم خرچ کرو گے تو وہ اس کا بہتر بدل دے گا۔اصل میں روزی رساں وہی ہے۔''

جو صدقہ کیا اصل میں وہی بچا:

جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی اور سب خیرات کردی۔صرف ایک دست باقی رکھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیا رکھا ہے۔؟''

میں نے عرض کیا:

''صرف ایک دست رکھا ہے۔''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صرف ایک دست باقی نہیں رہا، باقی تو ساری بکری رہی۔(جوتم نے خیرات کیا اس کا بدل تو اللہ سے پاؤ گی جبکہ جو دست رکھا ہے اس کا کچھ معاوضہ اللہ سے نہ ملے گا۔)''

قرض حسنہ اور انفاق فی سبیل اللہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کو قرض حسنہ سے تمثیل دے کر بڑے عمدہ انداز میں بتایا کہ جس طرح تم کسی سے قرض لیتے ہو اور قرض کا لوٹایا جانا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح میں تمہیں کئی گنا بڑھا کر دوں گا اگر تم میرے راستے میں خرچ کرو گے۔ارشاد ہے:

((من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفه له وله اجر کریم))

(سورۃ الحدید،آیت نمبر:11)

''جو کوئی اللہ کو اچھا قرض دے تو وہ اس کا اجر اس کے لئے بڑھا دے گا اور اس کیلئے باعزت اجر ہے۔''

اب اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں خرچ کرنے کو بڑی عمدہ تلمیح دے کر سمجھا رہا ہے کہ بالآخر تمہارے پاس جو مال ہے جو میں نے ہی تمہیں دیا ہے، اسی مال کو مجھے گویا قرض کے طور پر دو گے تو تمہیں بڑھا کر دوں گا اور تمہارے لیے باعزت اجر ہے۔اس سے پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ اجر کبیر یعنی اجر کی Quantaty بتا رہا تھا کہ بڑا اجر دوں گا اور اب اللہ تعالیٰ اجر کی Quality بتا رہا ہے کہ یہ نہیں کہ بہت سا اجر تو ہو گا مگر کسی کام کا نہیں بلکہ زیادہ دوں گا اور اچھا اجر دوں گا۔

کئی گنا زیادہ اجر:

دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

Marfat.com

((فیضعفه له اضعافاً کثیرةً))(سورة البقرة، آیت نمبر:245)

''تمہاری دی ہوئی رقم کو کئی گنا بڑھا دوں گا۔''

دس گنا اجر:

جیسا کہ بعض روایات میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے میں دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ ارشاد ہے:

((من جاء بالحسنه فله عشر امثالها))(سورة آل عمران)

''جو کوئی نیکی کرے گا تو اس کے لئے دن گنا اس کی مثل ہے۔''

ستر گنا اجر:

بعض روایتوں میں ستر گنا کا بھی ذکر ہے۔ غرض یہ کہ صرف ہمیں سمجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے 10 اور 70 گنا کا ذکر کیا ہے، ورنہ اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے۔

فضل کا وعدہ:

سورۃ البقرۃ میں خرچ کی ترغیب دلاتے ہوئے یوں فرمایا:

((الشیطن یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشآء واللہ یعدکم مغفرة منه وفضلا))

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر:268)

''شیطان تمہیں غریبی کا وعدہ دیتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تو تمہیں مغفرت وفضل کا وعدہ دیتا ہے۔''

جب آدمی خرچ کرنے لگتا ہے تو شیطان کہتا ہے: خرچ مت کر تیرے اخراجات ہیں تو غریب ہو جائے گا، جبکہ اللہ فرماتا ہے: میرے لئے خرچ کر تیری مغفرت کر کے اپنے فضل سے جنت دے دوں گا۔

انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے کی مثال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں خرچ کرنے والوں کی عمدہ مثال پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے:

((مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضعف لمن یشاء))(سورة البقرہ، آیت نمبر:261)

''جو لوگ اپنے اموال اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے کی سی ہے، اس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانہ ہے اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔''

کس عمدہ طریقے سے اللہ تعالیٰ ان کی قدر کرتا ہے کہ انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ اس نے کوئی نیکی اتنی بڑی بھی کی تھی کہ نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ایک نیکی سے سات سو گنا تک بڑھا کر آدمی کے اخلاص کے مطابق اجر بڑھا دیتا ہے۔

Marfat.com

ایمان کا تقاضا:

ایمان کا تقاضا ہے کہ اسلام کے عقائد و احکام کا صرف زبانی اقرار نہ کیا جائے بلکہ احکام قرآن پر ہر لحاظ سے عمل کیا جائے اور ایک مسلمان ہمہ وقت جانی اور مالی قربانی دینے پر مستعد رہے۔ انسان کے پاس صرف دو ہی دولتیں ہیں' ایمان و مال' رضائے الٰہی حاصل کرنے کیلئے ان دونوں چیزوں کو راہ الٰہی میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ راہ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے حق میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

((ومن الناس من یشری نفسه ابتغآء مرضات الله))

''بعض ایسے ہیں جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے بیچتے ہیں۔''

مال کی قربانی:

مال کی قربانی دینے والوں کے لئے فرمایا:

((ومثل الذین ینفقون اموالهم ابتغآء مرضات الله))

''اور ان کی مثال جو اپنی دولت اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں۔''

دو قسم کی قربانیاں:

اسلام ایک مسلمان سے ہر دو قسم کی قربانی کا خواہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کو انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔

مومنین کی نشانی:

قرآن مجید میں انفاق فی سبیل اللہ کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سورۃ البقرہ کی تیسری آیت میں مومنین کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی یہی بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو رزق دیا ہے' وہ اس سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومما رزقناهم ینفقون))

''اور وہ جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اپنے مال میں سے راہ الٰہی میں خرچ کی جانے والی رقم کو صدقہ یا خیرات کہا جاتا ہے۔ زکوۃ اور عشر وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

صدقہ کی کھجور اور نیکیوں کا پہاڑ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص اپنے رزق حلال میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے (اور اللہ حلال ہی قبول کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے بڑے احسن انداز میں قبول کرتا ہے۔ پھر اُسے صدقہ کرنے والے کیلئے پالتا رہتا ہے۔

Marfat.com

جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے حتی کہ وہ ایک پہاڑ کے مانند ہو جاتا ہے۔“

(بروایت حضرت ابو ہریرہ، بخاری و مسلم)

ذخیرہ آخرت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بیشک تم میں سے ہر ایک کا اصل مال وہ ہے جسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں ذخیرہ کر لو۔ اور وارثوں کا مال وہ ہے جسے تم پیچھے چھوڑ جاؤ۔“ (سنن نسائی)

فتح مکہ سے قبل اور بعد خرچ کرنے والے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقتلوا)) (حدید، آیت 10)

”برابر نہیں تم میں جس نے خرچ اور جہاد کیا فتح (مکہ) سے پہلے، ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہے جو فتح مکہ کے بعد خرچ کریں اور جہاد کریں گے۔“

جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے جانی اور مالی قربانیاں دیں اور اس کڑے وقت میں دین اسلام کی مدد کی ان کا درجہ فتح مکہ کے بعد قربانیاں دینے والوں سے بلند کیا۔ جو کوئی زیادہ سخت حالات میں اللہ کی راہ میں قربانی پیش کرتا ہے اُسے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے:

((وکلا وعد اللہ الحسنی))

”اللہ نے سب سے وعدہ کیا ہے خوبی کا۔“

مطلب یہ کہ کٹھن وقت کے بعد قربانی دینے والوں کو بھی ثواب ملے گا' وہ اللہ کے وعدہ سے محروم نہ ہوں گے' مگر ثواب میں پہلے قربانی دینے والوں سے ذرا کم درجہ ہوں گے۔

صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں:

سورۃ الحدید میں فرمایا گیا ہے:

((ان المصدقين والمصدقت واقرضوا اللہ قرضا حسنا يضعف لهم ولهم اجر كريم))

(حدید، آیت:18)

”تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دینے والے ہیں اللہ کو اچھی طرح (خلوص نیت سے) ان کو ملتا ہے دُگنا اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔“

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ تصدیق کرنے والی عورتیں کہ انہوں نے اللہ اور رسول کی باتوں کو سچ جانا یعنی

Marfat.com

صدقہ دینے والے مرد اور عورت اس حال سے کہ انہوں نے اللہ کو قرض دیا ہے قرض حسنہ کے طور پر (بہت ہی پاکیزہ مال میں سے) اللہ تعالیٰ ان کی اجرت کو دگنا کر دے گا۔ دس سے سات سو گنا تک اور یہ اجرت ان کیلئے عزت والی اجرت ہے جو جنت الفردوس کی صورت میں عطا ہو گی۔ بالفاظ دیگر خلوص نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں آخرت میں کئی گنا ثواب کی حقدار ہوں گی۔

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا:

صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مقامات پر مختلف انداز میں دلائی۔ ارشاد نبوی ہے!

((ما نقصت صدقة من مال)) ۔ ''صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔''

خرچ نہ کرنے والے کی حسرت:

اللہ فرماتا ہے:

((وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لو لا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین))(سورة المنافقون ،آیت نمبر :10)

''اور ہم نے جو تمہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کسی پر موت آجائے تو پھر وہ کہے گا: اے رب! تو نے مجھے کچھ مہلت کیوں نہ دی کہ میں خرچ کر کے نیکوں میں شامل ہو جاتا۔''

جمع کیے خزانے سے عذاب:

جہاں اللہ تعالیٰ نے جابجا خرچ کرنے کی ترغیب دلائی ہے، وہاں نہ خرچ کرنے والوں کیلئے سخت وعیدیں بھی سنائی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

((الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة))
(سورۃ الھمزہ، آیت نمبر: 2 تا 4)

''(ہلاکت ہے) ایسے شخص کیلئے جو مال کو جمع کر کے گن گن کر رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو حطمہ میں جلایا جائے گا۔''

حطمہ اللہ کی ایسی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو بلند ستونوں والی ہو گی اور اس میں داخل کر کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔

پشتیں اور پیشانیاں مال سے داغی جائیں گی:

دوسری جگہ فرمایا:

((یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکویٰ بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم

Marfat.com

لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون))(سورۃ توبہ، آیت نمبر:35)

''جس دن (وہ مال جو خرچ نہ کیا گیا) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور پھر اس مال سے ان کی پیشانیاں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا: یہ ہے وہ خزانہ جو تم جمع کرتے تھے۔ پس چکھو جو تم خزانہ جمع کرتے تھے۔''

پچاس ہزار سال کا ایک دن اور صدقہ نہ کرنے والے کا عذاب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو کر اس کی زکوۃ نہ دے تو اس مال سے اس کی سلاخیں بنا کر جہنم کی آگ میں تپا کر اس شخص کے پہلوؤں' پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور یہ سب ایسے دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال لمبا ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

سانپ کا عذاب:

ایک دوسری روایت میں ہے:

''قیامت کے روز ایسے شخص کے مال کو سانپ کی شکل دی جائے گی جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ گنجا ہوگا۔ سانپ ایسے شخص کے پیچھے بھاگے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں' میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

مال جمع کرتے رہنے کی فکر کی مذمت:

اسی طرح سے سورۃ التکاثر کے آغاز میں مال جمع کرتے رہنے کی فکر کی مذمت فرمائی:

((الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر))(سورۃ التکاثر، آیت نمبر:1تا2)

''مال وزر جمع کرنے نے تمہیں ہلاک کر دیا حتی کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

انسان کی مال جمع کرنے کی ہوس ختم نہ ہوگی:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر میں صحیحین کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدم کے بیٹے کو اگر ایک سونے کی وادی مل جائے تو وہ دوسری کی تلاش میں ہوگا۔'

حرص ختم نہ ہوگی:

مزید فرمایا:''اس کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

آدمی اس قدر دنیاوی حرص وطمع میں پڑا رہتا ہے کہ مال جمع کرنے کی حرص بالآخر اسے تباہ کر ڈالتی ہے۔ مال کے جمع کرنے میں وہ حلال وحرام کو بھی نہیں دیکھتا بلکہ بس اکٹھا کرنے کی تگ ودو میں اسے موت آ جاتی ہے۔

Marfat.com

رہبانیت اور اسلام

رہبانیت کا معنی:

"رہبانیت" کیلئے عربی زبان میں "رہبانیۃ" یا "الرھبانیۃ" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "رھبانیۃ" کا مادہ "رھب" (باب سمع یسمع) ہے۔ جس کے معانی ہیں: ڈرنا اور خوف کھانا۔ اس سے لفظ "ترھب" اختراع کیا گیا ہے جس کے معانی ہیں: راہب ہونا، عبادت کرنا۔

راہب:

"الراہب" اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں سے کنارہ کش ہو کر گرجا یا خانقاہ وغیرہ میں عزلت نشین ہو جائے یعنی تارک الدنیا شخص۔

عیسائیوں کے ہاں ایسے اشخاص کو جو علائق دنیوی ترک کر کے تجرد کی زندگی بسر کرے، اُسے "راہب" کہتے ہیں۔ ایسے لوگ عمر بھر شادی نہیں کرتے۔ مجردانہ زندگی بسر کرنے والی عورت کو "راہبہ" کہا جاتا ہے۔

راہبوں کا عقیدہ:

راہبوں کا عقیدہ ہے کہ انسان مجرد رہ کر ہی اللہ تعالیٰ کا قرب کر سکتا ہے، لیکن اسلام میں "رہبانیت" نہیں ہے۔

رہبانیت کی ابتداء:

"سورۃ الحدید" میں فرمایا گیا ہے:

((ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فمار عوھا حق رعایتھا))

"اور رہبانیت (ترک دنیا) جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی، ہم نے ان پر یہ لازم قرار نہیں دی تھی، مگر انہوں نے اللہ کی رضا مندی کے لیے اسے اختیار کیا، پھر نہ نبایا اس کو جیسا چاہیے تھا نبا ہنا۔"

رہبانیت عیسائیوں کی خود وضع کردہ ہے:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کا تذکرہ کرنے کے بعد سورۃ ہذا میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان (عیسائیوں) کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ نئی بات تو انہوں نے خود وضع کر لی تھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے رہبانیت اختیار کر لی، مگر وہ اپنی اختیار کی ہوئی روش پر بھی قائم نہ رہ سکے۔

Marfat.com

"رہبانیت" اختیار کرنے کا حق تو یہ تھا کہ وہ نفسانی خواہشات سے پہلو تہی کر کے پاکیزگی کا راستہ اختیار کریں مگر وہ خلوص نیت سے اس پر عملدرآمد نہ کر سکے۔ انہوں نے راہبوں کا سالباس تو پہن لیا مگر ان میں "رہبانیت" کے اوصاف پیدا نہ ہو سکے۔

انہوں (عیسائیوں) نے انجیل کے احکام اور شریعت میں تغیر وتبدل کر دیا اور خلاف شرع کام کرنے لگے۔ چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو رہبانیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا۔

رہبانیت کا پس منظر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پکار کر فرمایا:

"سنو! بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی۔ ایک فرقہ وہ کہ جس نے بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تبلیغ کی اور بادشاہ وامراء جو تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ دوسری جماعت وہ جو امراء کے مقابلے کی تو نہ تھی، البتہ پھر بھی بے باکی سے گمراہوں کو حق کی تبلیغ کرنے لگی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دینے لگی۔ اس پر ان سرکش بادشاہوں نے انہیں بھی قتل کر دیا اور آگ میں ڈالا یا آروں سے چیرا۔ تیسری وہ جماعت جو انہیں برائی سے منع کرنے اور طاقت سے ان کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اب ان گمراہوں میں مل کر رہے تو ہمارا دین بھی برباد ہو گا، لہٰذا انہوں نے دنیا کی جائز لذتیں اور آسائشیں بھی اپنے اوپر حرام کر لیں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی طرف نکل گئے تا کہ احکام دین پر آزادانہ طور پر مشغول ہو کر عمل کر سکیں۔"

(تفسیر ابن کثیر)

رہبانیت کے عیوب:

رہبانیت ناقابل عمل، خلاف فطرت وخلاف عقل فعل ہے، کیونکہ انسان بغیر معاشرہ کے زندگی نہیں گزار سکتا۔ جدوجہد انسانی زندگی کا بنیادی حصہ ہے۔ ہر انسان کے اندر یہ فطری صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ اپنا دفاع اور دشمن کا مقابلہ کرے اور جو اس فطری صلاحیت کا مظاہرہ نہ کرے تو یہ گویا غیر فطری طریقہ پر عمل ہو گا۔

عزت نفس انسان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ جدوجہد کو چھوڑنے والا دنیا سے پیچھے رہتا ہے، لہٰذا یہ عین دنیا کا نظام ہے کہ آدمی کوشش ومحنت کرے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جدوجہد نہ کرنے والے ناکام، کم ہمت اور بے صبرے ہوتے ہیں اور نتیجتاً انسانی زندگی کا ارتقاء ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

((کل یوم ھو فی شان))

دوسرے لفظوں میں رہبانیت اصل میں محنت ومشقت سے جی چرانے اور خاندانی زندگی سے انکار کا نام ہے۔

Marfat.com

جس کے نتیجے میں انسانی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ راہبوں نے شادی سے گریز کر کے تزکیہ نفس کرنے کی کوشش کی حالانکہ فطری اور جنسی ضرورت کی تکمیل حوائج انسانی میں شامل ہے اور جنسی ضرورت کی تکمیل کے لیے نکاح بنیادی چیز ہے۔ لہٰذا رہبانیت اختیار کرنا فطرت سے آنکھیں بند کر لینے کا نام ہے۔ جیسے بلی کو دیکھ کر کبوتر آنکھیں بند کر کے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔

پادریوں کا اپنا کہنا ہے کہ جب فطرت کو دبانے کی کوشش کی گئی تو فطرت نے اپنا رنگ دکھایا اور کلیسا میں غلاظت کی انتہا ہو گئی۔

جیسا کہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کلیساؤں میں وہ راہبائیں جو کہ نکاح کا انکار کر کے اپنے آپ کو وقف کر بیٹھتی ہیں بالآخر حاملہ ہو جاتی ہیں جس کی اصل وجہ وہی فطری داعیہ کو دبانا ہے۔

معاشی زندگی اور رہبانیت:

معاشیات کے سلسلے میں بھی عیسائیوں نے کہا کہ معاشی جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں، حالانکہ کسی ملک کی زندگی اور بقا کا دارومدار اس ملک کی معاشی ترقی پر ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کی معاشی ترقی رک جائے تو افراد تباہ ہو جاتے ہیں۔

کچھ لوگ کمائیں اور کچھ نہ کمائیں تو یہ بھی خلاف فطرت بات ہے۔ جس ملک کی معاشی جدوجہد ختم ہو جائے وہ ملک اور افراد غارت ہوتے ہیں، کیونکہ قوموں کے آگے بڑھنے کے لیے معاشی جدوجہد فطری ضرورت ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ راہبوں کا تمام طریق کار اخلاقی' معاشرتی اور معاشی زندگی کو تباہ کرنے والا ہے۔ اس سے اخلاقی اقدار تباہ ہوتی ہیں کیونکہ انسان روح و جسم کا امتزاج ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامی میں دونوں کو معتدل رکھنے کا حکم ہے۔

افراط و تفریط:

روحانی زندگی گزارنے کے خود کار طریقے جو عیسائیوں نے وضع کیے ان سے بھی افراط و تفریط پیدا ہوا اور مقابلہ ایک طرف کو جھک گیا۔ مادیت و روحانیت میں سے ایک بھی چیز ختم ہو جائے تو سارا سلسلہ UNBALANCE (جامد) ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں نے جو ضابطہ دیا اس میں روحانیت پر زور دے کر مادیت کو سخت دھچکا لگا کر فطرت کے ساتھ ٹکر لینے کی کوشش کی' لیکن بالآخر فطرت ہمیشہ غالب آ کر رہتی ہے۔ اس کی مثال ایک بحری جہاز سے لی جا سکتی ہے کہ جہاز کے چٹان سے ٹکرانے کے نتیجے میں چٹان کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن جہاز ہی پاش پاش ہوتا ہے۔

اسلام میں مجردانہ زندگی نہیں:

اسلام میں مجردانہ زندگی گزارنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

((ھن لباس لکم وانتم لباس لھن))

''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم مرد عورتوں کا لباس ہو۔''

Marfat.com

اسلام میں مرد وعورت کو آپس میں نکاح کر کے احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نکاح میری سنت ہے۔''

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''عورتوں میں بہتر عورت اسلام لانے کے بعد وہ ہے جو ایماندار ہو اور مرضی کے موافق ہو' کیونکہ تمام وحشتیں مجرد ہونے میں ہیں اور تمام مسرتیں صحبت میں ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''نکاح کرو اور بڑھو۔ بسبب تمہاری کثرت کے مجھے دوسری اُمتوں پر قیامت کے دن فخر ہوگا' خواہ اسقاط شدہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔''

نکاح کے مقاصد:

اسلام میں نکاح کا مقصد نفسانی خواہشات کو پورا کرنا نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد نسل کو آگے بڑھانا ہے تا کہ ایک مہذب اور اسلامی معاشرہ قائم ہو۔ ہر خاندان معاشرے کی ایک اکائی ہوتا ہے۔ اسلام میں خاندان کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ زوجین کے درمیان تقسیم کار ہو اور جو جس کام کی خصوصی صلاحیت اور فطری اہلیت لے کر پیدا ہوا ہے' اسی کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور نئی نسل کی تربیت ونگہداشت خاندان کا اصل وظیفہ ہو۔ ایک ایسا خاندان ہی ایک مثالی خاندان ہوتا ہے اور اسی قسم کے خاندانوں کے ملنے سے اسلامی معاشرہ جنم لے سکتا ہے۔

شادی شدہ بمقابل راہب:

ایک شادی شدہ اور بال بچوں والا شخص اپنے خاندان کیلئے رزق حلال کمانے کا ذمہ دار ہے اور اس مقصد کیلئے اُسے جو تگ ودو کرنا پڑتی ہے وہی اسلامی زندگی کا شعار ہے۔ ایک شادی شدہ شخص اگر دنیا میں رہتے ہوئے رزق حلال کمائے' خود بھی کھائے' اپنے بال بچوں کو کھلائے اور راہ الٰہی میں بھی خرچ کرے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا شخص اس راہب سے ہزار گنا بہتر ہے جو کسی خانقاہ میں گوشہ نشین ہو کر مصروف عبادت رہتا ہے اور اپنی روٹی کیلئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔

المختصر یہ کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام میں ترک دنیا اور نکاح وجنسی ضروریات کو خیر باد کہہ کر جنگلوں کی طرف نکل جانے کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رسول ہے:

((لا رھبانیة فی الاسلام))

''اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔''

Marfat.com

عیسائیت، اسلام اور رہبانیت:

عیسائیوں کا اصل میں رہبانیت اختیار کرنا قرب الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ تھا اور تزکیہ حاصل کرنا مقصد تھا، لیکن قرب الٰہی کے حصول کا اسلام نے ایسا عمدہ ضابطہ دیا جس سے روحانیت و مادیت کی تسکین ہو سکے۔ راہبوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ کسی سے مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ سب کچھ ترک کر کے جنگلوں کی طرف نکلا جائے لیکن اسلام مصائب و مشکلات میں راہ فرار اختیار کرنے کا سبق نہیں دیتا۔

ارشاد ہے:

((ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ))

"اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"مصیبت کی دعا نہ کرو اور اگر مصیبت آئے تو صبر سے کام لو اور ڈٹ جاؤ اور اللہ سے صبر کی توفیق مانگو۔"

لہٰذا معلوم ہوا اسلام نے مشکلوں میں کہیں ہمت ہارنے کی ترغیب نہ دی بلکہ مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

((المومن القوی خیر من المومن الضعیف))

"کمزور مومن سے طاقتور مومن بہتر ہے۔"

معلوم ہوا کہ اسلام نے ہمیں ہر شعبہ میں ACTIVE اور فعال رہنے کی ترغیب دی ہے۔

اسی طرح سے ایک جگہ فرمایا:

((رھبانیہ امتی الجھاد))

"میری امت کی رہبانیت جہاد ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اگر تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہی ہے تو پھر فی سبیل اللہ جہاد کے لیے سب کچھ چھوڑ کر نکلو۔ اس میں بھی بڑی دلچسپ بات سامنے آتی ہے کہ جہاد کے عمل میں بھی خالص جدوجہد ہی سامنے آتی ہے۔ نجات کا حصول تبھی ممکن ہے جب اس برائیوں سے بھری دنیا میں آدمی خوف الٰہی سے اپنے دامن کو برائیوں سے پاک رکھ کر گزارے، کیونکہ اسی لیے تو فرمایا:

((ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا))

"سماعت اور بصارت اور قلب ہر چیز سے سوال کیا جائے گا۔"

اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"روزانہ سوتے وقت اپنا خود احتساب کیا کرو اور دن بھر کی غلطیوں کی معافی مانگو۔"

Marfat.com

مزید فرمایا:

"چار چیزوں کا حساب دیئے بغیر آدمی قیامت کے دن ایک قدم بھی نہ ہلا سکے گا۔ زندگی کیسے گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کیسے کمایا اور خرچ کیا اور علم پر کتنا عمل کیا۔"

ان سب صورتوں سے واضح ہوا کہ اسلام مل جل کر معاشی زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے اور سب برائیوں سے بچ کر ویرانوں میں نکل کر زندگی گزاری تو کیا گزاری۔

اسی طرح قرآن میں مختلف مقامات پر یوں مذکور ہے:

((ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ))

"بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر (مدد کے لیے) فرشتے نازل ہوتے ہیں۔"

درج ذیل آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام آپس میں ربط و تعلق، مل جل کر رہنے اور مشکل میں صبر و ہمت اور استقامت سے ڈٹ جانے کی تلقین کرتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضرت نوح وابراہیم اور دین حنیف

دونبیوں کی اولاد:

سورۃ الحدید میں ہے:

((جعلنا فی ذریتهما النبوة و الکتب))

"ہم نے نبوت اور کتاب ان دونبیوں کی اولاد میں رکھ دی۔"

سورۃ الحدید کی آیت نمبر 26 میں اللہ تعالیٰ نے دوجلیل القدر پیغمبروں کے نام بتائے ہیں:

((ولقد ارسلنا نوحا و ابراهیم))

"اور ہم نے بھیجا نوح کو اور ابراہیم کو۔"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ہے:

نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوع (حنوک، حضرت ادریس) بن یارو بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام۔

آپ کی والدہ کا نام "قینوش" یا "قبوس بنت براکیل" ہے۔

اہل لغت نے "نوح" کے لفظی معنی "نوحہ کرنے والا" یا رونے والا" بتائے ہیں۔ آپ حضرت ادریس علیہ السلام کے دو نسل بعد پیدا ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو درس توحید دیتے رہے اور برائیوں سے روکتے رہے' مگر وہ قوم بد سے بدترین ہوتی چلی گئی۔ قوم نوح کے گمراہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوفان کی صورت میں عذاب نازل ہوا' جسے "طوفان نوح" کہتے ہیں۔

طوفان نوح کا تذکرہ اسلامی کتب میں بھی موجود ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب میں بھی۔ بائبل میں طوفان نوح کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ طوفان سے قبل حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار کی اور پھر طوفان نازل ہونے پر حضرت نوح علیہ السلام نے اہل ایمان کو اس کشتی میں سوار کر لیا۔ انسانوں کے علاوہ اس کشتی میں کچھ جانور بھی شامل تھے۔ طوفان بارش کی صورت میں آیا۔ کشتی کے علاوہ ہر شے ڈوب گئی۔ کئی ماہ بعد جب پانی اترنا شروع ہوا اور

Marfat.com

خشکی نظر آئی تو آپ اہل ایمان کے ساتھ کشتی سے باہر آ گئے۔

طوفان نوح کے بعد دنیا پر نئی زندگی شروع ہوئی، چونکہ طوفان کے بعد روئے زمین پر تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہے، اس لئے انہیں ''آدم ثانی'' کہتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام جس طرح سارے انسانوں کے باپ ہیں اسی طرح وہ تمام پیغمبروں کے بھی باپ ہیں، یعنی تمام انبیائے کرام انہی کی ذریت میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام ''آذر'' تھا بعضوں نے ان کے والد کا نام تارح یا تارخ بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ آذر ان کے چچا کا نام تھا۔ آپ عراق کے ایک شہر ''اُر'' کے رہنے والے تھے۔ ان کا چچا بت بنا کر بیچا کرتا تھا۔ آپ کو بچپن ہی سے بت پرستی سے نفرت تھی۔ آپ نے وحدانیت کی تلقین شروع کی تو بت پرست لوگ آپ کے خلاف ہو گئے۔ بابل کے بادشاہ نمرود نے حق پرستی کی بنا پر آپ کی مخالفت کی اور آپ کو آگ کے الاؤ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو آگ میں پھینکا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ آپ پر گلزار بن گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ''اُر'' سے ہجرت کر کے مصر گئے۔ وہاں آپ نے حضرت ''ہاجرہ'' سے نکاح کیا۔ اس سے پہلے آپ نے حضرت سارہ سے نکاح کیا تھا۔ حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ کے کہنے پر حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حجاز میں اس جگہ چھوڑ آئے جہاں مکہ آباد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو ''دین حنیف'' کہتے ہیں جو دین اسلام کے عین مطابق تھا۔ سورۃ ''النحل'' میں اس امر کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

((ان ابراھیم کان اُمة قانتا للّٰہ حنیفا))

(النحل، آیت:120)

''حضرت ابراہیم اُمام حنفاء تھے' جو مشرکوں سے بیزار تھے اور شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آنے والے تھے۔''

جب دنیا میں کوئی مسلمان نہ تھا تو وہ اکیلے ہی اسلام کے علمبردار تھے۔ اور اصل میں انہی کا دین حق پرستی پر مبنی تھا۔ اسلام کے اکثر اصول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف سے ماخوذ ہیں، اسی لیے دین اسلام کو دین حنیف کہا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

((ان ابراھیم کان امة قانتا للّٰہ حنیفاً ولم یلک من المشرکین شاکرا لانعمه اجتبه و ھداه الی صراط مستقیم))

''بے شک ابرہیم علیہ السلام ایک امت' اللہ کے فرمانبردار تھے جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں

Marfat.com

میں سے نہ تھے۔ اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ انہیں اللہ نے چن لیا اور انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔"

سورۃ النحل میں مشرکین سے مخاصمہ کیا گیا ہے۔ مشرکین بزعم خویش سمجھتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم کے حقیقی پیروکار ہیں، حالانکہ ان کے عقائد اور اخلاق و کردار اور روزمرہ زندگی کے تمام معاملات مکمل طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے برعکس تھے۔ قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کا تذکرہ کر کے ان پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ یہ ان کی محض خوش فہمی ہی ہے کہ وہ ابراہیمی ہیں۔ قرآن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات اور مشرکین کے عقائد واعمال ساتھ ساتھ بیان کر کے انہیں موازنہ کرنے کی دعوت دیتا ہے کہ تم خود دیکھ لو کہ تمہارے دعوے میں کہاں تک صداقت ہے۔

قرآن مجید اعلان کرتا ہے:

((ماکان ابراھیم یھودیاً ولانصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً وماکان من المشرکین))

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی' لیکن حنیف اور حکم ماننے والے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔"

اس کے برعکس کہا گیا:

((ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذاالنبی والذین اٰمنوا))

"لوگوں میں سے زیادہ مناسبت ابراہیم علیہ السلام سے ان لوگوں کو ہے جو اس کے ساتھ تھے اور اس نبی (خاتم) کو اور اس نبی پر جو ایمان لائے ان کو ہے۔"

(سورۃ آل عمران:68)

ارشاد ربانی ہے:

((ان ابراھیم کان امۃ))

"ابراہیم علیہ السلام امۃ تھے۔"

۔یہ لفظ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کی جامعیت اور مرکزیت کا اظہار ہے۔ آپ ایک فرد نہیں بلکہ ایک عظیم امت کے بانی تھے۔ وہ اپنے اندر ایک امت کے اوصاف رکھتے تھے۔ ان کے اندر اس قدر عزیمت واستقامت تھی جو پوری امت میں ہوتی ہے۔ باطل گروہوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ توحید کے امام' نیکی کے معلم' دنیا بھر کے مشرکین کے مقابلے میں تن تنہا ایک امت کے برابر تھے۔ آپ علیہ السلام نے تن تنہا شرک کے مقابلے میں اسلام کی علمبرداری فرمائی۔ انہوں نے وہ کام کیا جو ایک ادارہ اور جماعت کرتی ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو امۃ کہا گیا کیونکہ ایک مدت تک آپ اکیلے اسلام کے ساتھ منفرد رہے۔

بخاری میں روایت ہے:

Marfat.com

''ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا: آج روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔''

لغت میں اس کا معنیٰ کیا گیا ہے:

''ایسا شخص جو حق پر ہو اور تمام ادیان باطلہ کا مخالف ہو۔''

یہ شان حضرت ابراہیم علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لمۃ کا معنی ہے لوگوں کا معلم۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لمۃ کا معنی بتایا ہے: ''جو لوگوں کو بھلائی سکھائے۔''

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام ہدایت کے امام اور اللہ کے غلام تھے۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امتہ کا معنی کرتے ہیں:

''امام کا معنی ہے جس کی اقتداء کی جائے۔''

اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں لاتعداد خوبیاں جمع کر دی تھیں جو کسی بڑے مجمع میں متفرق طور پر موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری صفت یہ ہے:

((قانتاللہ))

قنت کا معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا۔

قانت قنت سے ہے۔ یہ قنوت سے اسم فاعل ہے۔ اللہ کا فرمانبردار' مطیع رہنے والا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''اس کا معنی ہے اللہ کی اطاعت میں لگا رہنے والا۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔ یہاں مشرکین کو بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے مطیع تھے جو ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے' لیکن تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں استعمال کر کے مزید سرکش اور ناشکرے ہو۔ اس کا معنی طائعون (اطاعت کرنے والے) خاضعون (خضوع کرنے والے) اور ساکتون (خاموش اور چپ چاپ کھڑے ہونے والے) کیے گئے ہیں۔ یہ تینوں صفات قانت میں ہوتی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک امتیاز یہ بیان ہوا ہے کہ آپ حنیف تھے۔ حنیف' حنف سے صفت مشبہ ہے یعنی مائل ہونا۔ آپ ادیانِ باطل سے الگ ہو کر حق کی طرف ہو جانے والے تھے۔ اس کا معنی ثابت قدم رہنے والا بھی ہے۔

ابن کثیر حنیف کا معنی یہ کرتے ہیں کہ آپ شرک سے ہٹ کر توحید کی جانب آ جانے والے تھے۔ سورۃ الممتحنۃ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان ارشاد ہوا ہے:

Marfat.com

((انا براء منکم))

"میں تم سے بیزار ہوں۔"

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 67 میں فرمایا:

((ماکان ابراھیم یھودیاً ولانصرانیاً ولکن کان حنیفاً مسلماً وماکان من المشرکین))

"ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، بلکہ آپ حنیف اور فرمانبردار تھے اور نہ آپ مشرکین میں سے تھے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی علماء آئے اور جھگڑا شروع کر دیا۔ ہر فریق اپنے آپ کو ابراہیمی کہتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم اپنے آپ کو ابراہیمی کس طرح کہتے ہو حالانکہ اس زمانے میں نہ موسیٰ تھے، نہ تورات۔ یہی حال نصاریٰ کا ہے۔ ان جھگڑنے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ تم اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔

((اذقال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العلمین))

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال تو یہ تھا کہ جب ان کے رب نے انہیں کہا کہ تو میرے آگے جھکنے والا بن جا' تو اس نے فوراً کہا کہ میں تو رب العالمین کے آگے جھک گیا۔"

سورۃ النجم میں اس سلسلے میں فرمایا:

((وابراھیم الذی وفی))

"ابراہیم علیہ السلام تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے احکام پر مکمل طور پر عمل کر دکھایا۔"

انہیں خواب میں بیٹے کو قربان کرنے کا اشارہ ہوا تو بیٹا قربانی کے لیے لٹا دیا۔ اپنے اہل وعیال کو بے آباد وادی میں چھوڑنے کا حکم دیا گیا تو ایسا عملاً کر دکھایا۔

سورۃ الممتحنہ کی آیات 4 اور 6 میں فرمایا:

"حضرت ابراہیم اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی میں مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔"

سورۃ مریم میں آپ کو صدیقاً نبیاً یعنی راست باز نبی کہا گیا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 130 میں ہے:

((ولقد اصطفینه فی الدنیا))

"اور کون ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب سے پھرے۔ وہی شخص اس مذہب سے پھرتا ہے جس نے اپنے آپ کو احمق بنایا۔ بے شک ہم نے انہیں دنیا میں منتخب کیا اور وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔"

اس سلسلے میں سورۃ البقرۃ میں ولم یك من المشركین ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام زندگی بھر شرک سے نفرت کرنے والے، بلکہ بت شکن رہے ہیں۔ آپ کی بت شکنی کی تفصیل سورۃ الانبیاء کی آیات 52 تا 67 میں بیان ہوئی ہیں۔ اس بت شکنی پر آپ کو پورے معاشرے اور ماحول بلکہ پورے نظام کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا' لیکن

Marfat.com

ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ جبکہ اے مشرکین مکہ! تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم نے اللہ کے گھر' جو کہ توحید کا مرکز ہے' کو بت پرستی کا مرکز بنا رکھا ہے اور اس وقت بھی اس میں 360 بت موجود ہیں۔ تم شرک پر نادم ہونے کی بجائے اس پر جم چکے ہو۔

آپ علیہ السلام اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ سے بڑھ کر ناشکرا کون ہو سکتا ہے۔؟ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ جس نے کوئی نعمت عطا کی ہو' اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے، اس کے احسان کو تسلیم کیا جائے اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ کیا جائے۔ مشرکین کی حالت یہ تھی کہ جب انہیں کوئی تکلیف آتی تو گریہ وزاری کرتے ہوئے ایک خدا کی طرف آتے ہیں' لیکن جونہی وہ تکلیف دور ہو جاتی ہے تو پھر منکر اور ناشکرے بن جاتے ہیں۔

(النحل:54,53)

سورۃ الانعام کی آیت نمبر 136 میں فرمایا:

''جب ان مشرکوں کی کھیتی پکتی ہے یا کوئی فائدہ ہوتا ہے تو فصل کے تین حصے کر لیتے ہیں کہ ایک حصہ اپنا' ایک اللہ کا اور ایک اپنے معبودوں کا۔''

یہ طریقہ کار ناشکری کی انتہا ہے۔

اجتباہ: جبی سے باب افتعال ہے۔ معنی ہے: منتخب کر لیا۔ اس کا اصل معنی ہے چن کر انتخاب کر کے جمع کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شخص کو اپنے فیوض و برکات کے لیے چن کر خاص کر لینا۔ اس خصوصیت کی وجہ سے انواع و اقسام کی نعمتیں اس کی کوشش اور جدو جہد کے بغیر حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہ درجہ انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیائے کرام ان کے دو بیٹوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہوئے۔ اس لئے انہیں ''ابو المرسلین'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح دنیا میں موجود چاروں شریعتیں جو الہامی کتاب کی صورت میں نازل ہوئیں، ''دین ابراہیم'' پر قائم ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلی تین کتب میں تحریف و تصریف ہو چکی ہے۔

حضرت ابراہیم کی ذریت میں سے جن پیغمبروں پر کتب نازل ہوئیں اس کے نام یوں ہیں:

1: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ''تورات'' نازل ہوئی۔

2: حضرت داؤد علیہ السلام پر ''زبور'' نازل ہوئی۔

3: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ''انجیل'' نازل ہوئی۔

4: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ختم المرسلین) پر ''قرآن مجید'' نازل ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کثرت عبادت کی بنا پر ''اسرائیل'' کہلائے۔ ان کے بعد ان کی اولاد

Marfat.com

...سرائیلی" کہلانے لگی۔ بنی اسرائیل میں بہت سے نبی پیدا ہوئے۔ مثلاً: حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ
...لام حضرت ہارون علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام وغیرہم۔

ان پیغمبروں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی صورت میں "تورات" نازل ہوئی جو ایک مکمل شریعت تھی
...ن بعد میں ان کی قوم میں اس کتاب کے احکام بدل دیئے اور اس میں ایسی باتوں کو شامل کر دیا جو اللہ تعالیٰ کی بتائی
...ی نہیں تھیں۔ بہر حال شریعت موسوی کو ماننے والے لوگ "یہودی" کہلاتے ہیں۔

"یہودی" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) کی نسل میں سے حضرت سلیمان علیہ
...سلام کے بعد بنی اسرائیل کی دو رقیبانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ ایک سلطنت حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں کی
...لاد کے زیر نگین تھی اور دوسری ان کے دو بیٹوں یہودا اور بنیامین کی اولاد کے ماتحت تھی جس کا صدر مقام یروشلم تھا۔
...ن الذکر کا صدر مقام سماریہ تھا۔ آٹھویں صدی قبل مسیح میں سیریا والوں نے حملہ کیا اور سماریہ کو تباہ و برباد کر کے بنی
...رائیل کو گرفتار کر کے نینوا (عراق) لے گئے۔ اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نسل معدوم ہو گئی۔

دوسری سلطنت (یروشلم) پر بابل (عراق) کے بادشاہ بخت نصر نے چھٹی صدی قبل مسیح میں حملہ کیا اور اہل یروشلم
...و قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ یہ لوگ چونکہ یہودا کی اولاد میں سے تھے، اسی لئے ان کے مذہب کا نام
...یہودی" مشہور ہو گیا۔

"تورات" عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی جو الواح کی صورت میں لکھی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر
...نے یروشلم پر حملہ کیا تو اس نے بیت المقدس میں رکھی ہوئی الواح تورات اور ان کی دیگر متبرک نشانیاں بھی جلا کر راکھ
...کر دی تھیں۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے کافی دیر بعد 444 قبل مسیح میں عزرا اور نحمیاہ ایسے بزرگوں کی کوشش سے
...رات کو حافظہ کی مدد سے دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس کے بعد یہ کتاب کئی بار نا پید ہوئی اور نئے سرے سے مرتب کیا جاتا
...ا۔ اس طرح اس کتاب میں بے شمار تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔

یاد رہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب "زبور" کو بھی بعد میں "تورات" میں شامل کر لیا گیا
...ی اہل یہود نے "زبور" کو بھی اپنے مذہب کا ایک حصہ بنا لیا۔ اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی اپنی کوئی علیحدہ
...ت نہ رہی۔

یہ مذہب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر قائم ہوا۔ عیسائیت کو نصرانیت اور اس کے ماننے والوں کو عیسائی
...نصرانی کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے تھے بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے۔ بنی اسرائیل چونکہ
...گراہ ہو چکے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں راہ راست پر لانے کیلئے تبلیغ فرماتے رہتے تھے۔ آپ کی حق
...گوئی کے باعث بنی اسرائیل آپ کے خلاف ہو گئے۔ اہل یہود میں سے چند لوگ آپ پر ایمان لے آئے جو "حواری"

Marfat.com

کہلاتے ہیں۔ یہودیوں کے بڑے طبقے نے آپ کے خلاف سازش کر کے بادشاہ وقت کو بھڑکایا اور آپ کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ دیا۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آپ کو سولی پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور لوگوں نے ان کے بجائے ان سے مشابہ کسی دوسرے کو سولی پر چڑھادیا۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کو سولی پر چڑھادیا گیا اور آپ فوت ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے۔ اس کے بعد اللہ نے آپ کو آسمانوں پر بلالیا۔

اس واقعہ کے بعد آپ کے حواریوں نے آپ کے مسلک کو زندہ رکھا اور آہستہ آہستہ لوگ اس مسلک میں شامل ہوتے گئے۔ اس وقت تک عیسائیت کا کوئی علیحدہ نام نہ تھا۔ یہ لوگ شریعت موسوی ہی پر عمل پیرا تھے۔ بعد میں سینٹ پال کی کوششوں سے عیسائیت یہودیت سے علیحدہ ہونے لگی اور یہ لوگ ''کرسچین'' کہلانے لگے۔

اسلام کی آمد پر ان لوگوں کو ''نصرانی'' کہا جاتا تھا اور مسلمانوں کی کتب میں اس مذہب کا نام ''نصرانیت'' مذکور ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''انجیل'' نازل ہوئی' جس کا ذکر قرآن مجید میں ''انجیل'' ہی کے نام پر مذکور ہے۔

ابتدا میں یہ کتاب حواریوں کو سینہ بہ سینہ یاد تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصل انجیل ناپید ہونی شروع ہوگئی۔ بعد میں لوگوں نے انجیل مرتب کرنے کی طرف توجہ دی۔ اس کے ساتھ ہی لوگوں نے اپنی اپنی الگ انجیلیں تیار کرلیں۔ اس طرح اصل انجیل بالکل غائب ہو کر رہ گئی۔

اسلام کے عقیدہ کے مطابق تمام الہامی کتابوں (تورات' زبور' انجیل) پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن ان میں تحریف و تصریف ہو جانے کی بنا پر ان پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ مسلمانوں کیلئے صرف چوتھی اور آخر الہامی کتاب یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا لازم ہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن عدو بن المقوم بن تارح بن یشجب بن یعرب بن ثابت بن اسماعیل بن ابراہیم۔ (یاد رہے کہ معد بن عدنان کے بعد والے ناموں میں شدید اختلاف ہے اس امر کی تفصیل کتب تواریخ سے معلوم کی جاسکتی ہے)۔ اس خاندان میں نضر بن کنانہ (بقولے فہر بن مالک) کو ''قریش'' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا' اس بنا پر ان کی تمام اولاد قریش کہلائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاندان قریش میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ''محمد'' رکھا گیا۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبد مناف تھا۔ آپ نو یا بارہ ربیع الاوّل بروز سوموار بمطابق 20 اپریل 571 عیسوی کو پیدا ہوئے۔ یاد رہے کہ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ مختلف مؤرخین نے 8 ربیع الاوّل سے لے کر 12 ربیع الاوّل تک کی تاریخیں بیان کی ہیں۔

آپ کو سب سے پہلے آپ کی والدہ نے دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ نے کچھ روز دودھ پلایا۔ بعدۂ دستور عرب کے مطابق آپ کی پرورش کیلئے حضرت حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے پاس لے گئیں۔ پانچ چھ برس بعد آپ اپنی والدہ کے پاس

Marfat.com

آ گئے۔ چھ برس کی عمر تھی کہ والدہ وفات پا گئیں۔ والد آپ کی پیدائش سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا۔ جب آپ کی عمر آٹھ برس ہوئی تو آپ کے دادا بھی وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ کے چچا جناب ابوطالب نے آپ کی تربیت اور کفالت کا ذمہ لیا۔

جوان ہونے پر آپ نے حضرت خدیجہ سے شادی کر لی۔ تقریباً چالیس سال کی عمر میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ نے اعلان نبوت کیا۔ وحی کی صورت میں آپ پر نازل ہونے والی کتاب کا نام ''قرآن مجید'' ہے۔ آپ کا دین' دین اسلام کہلاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب بھی آخری الہامی کتاب ہے۔

سورۃ الحدید میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ انہی دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی اولاد میں سے نبی بھیجے گئے' اور انہی کی اولاد پر وحی کی صورت میں الہامی کتب نازل کی گئیں۔

((ولقدارسلنا نوحاً وابراهيم وجعلنا في ذريتهما النبوة والكتب))

''اور ہم نے بھیجا نوح کو اور ابراہیم کو اور ٹھہرا دی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب۔''

یہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر 31 کا ابتدائی حصہ ہے' اس کے بعد بقیہ آیت میں فرمایا گیا ہے:

((فمنهم مهتدو كثير منهم فسقون))

(حدید' آیت:31)

''پھر کوئی ان میں راہ پر ہے اور بہت سے ان میں نافرمان ہیں۔''

ان نبیوں کی اُمتوں میں سے بعض لوگ شریعت پر قائم رہے اور اعمال صالح بجالاتے رہے مگر ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو ان کی نسل اور اُمت سے ہونے کے باوجود اللہ کی اطاعت سے خارج ہو کر گمراہ ہو گئے۔

یاد رہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبروں کی اُمتوں کے بارے میں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

دنیا کی حقیقت

دنیا کا فائدہ قلیل ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی))(سورۃ النساء)

''کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت پرہیز گار کیلئے بہتر ہے۔''

دنیاوی زندگی کھیل اور تماشا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو))(سورۃ الانعام:32)

''اور دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے۔''

دنیا عارضی اور وقتی ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سن لو اور یاد رکھو کہ دنیا ایک عارضی اور وقتی سودا ہے جو اس وقت حاضر اور نقد ہے۔ اس میں ہر نیک اور بد کا حصہ ہے اور اس سے کھاتے ہیں۔ یقین جانو کہ آخرت ایک مقررہ وقت پر آنے والی ہے۔ یہ ایک سچی اٹل حقیقت ہے۔ قادر و مالک اسی میں فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو دنیا کی ساری خوشگواری اور اس کی تمام قسمیں دوزخ میں ہیں۔ پس خبردار رہو جو کچھ کرو اللہ سے ڈرتے ہوئے کرو۔ تم اپنے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔''

دنیا میں پردیسی کی زندگی:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

((اخذ رسول اللہ ﷺ بمنکبنی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او غابر سبیل))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہ کہ تو پردیسی ہے یا راہ گزرنے والا مسافر ہے۔''

Marfat.com

ند ایک کے علاوہ دنیا ملعون ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الا ان الدنیا ملعونۃ وملعون مافیہا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ اللّٰہ او عالم او متعلم))

"خبردار! دنیا ملعون ہے جو اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اللہ کی یاد کے اور ان چیزوں کے جنہیں اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ ہے اور سوائے عالم اور متعلم کے۔"

ند اور لوگوں کے ہاں محبوب بننے کا طریقہ:

حضرت سہیل بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص اضر ہوا اور کہا:

"مجھے ایسا عمل بتایئے کہ اس کے کرنے سے اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور اللہ کے بندے بھی۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دنیا کی جانب سے بے رخی اختیار کر لو تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ (مال) ہے اس سے اعراض اختیار کر تو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔"

سول اللہ کا ڈر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی جس طرح ان لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گزرے، پھر تم دنیا کی رغبت کرو گے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے کی اور یہ دنیا تمہیں ہلاک کر ڈالے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔"

نیا مومن کے لیے قید خانہ ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر))

"دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔"

نیا مردار سے بھی زیادہ کم قیمت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے مردہ بچے کے پاس سے گزرے۔ وہاں پر موجود لوگوں سے فرمایا:

"تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اسے ایک درہم میں خریدے۔؟"

انہوں نے کہا:

Marfat.com

''ہم میں سے کوئی بھی پسند نہیں کرے گا کہ اسے خریدے۔''

آپ نے فرمایا:

''قسم ہے اللہ کی! دنیا اللہ کے نزدیک اسے زیادہ ذلیل اور کم قیمت ہے جتنا ذلیل اور کم قیمت تمہارے نزدیک یہ مردہ ہے۔''

مکھی کے پر سے بھی زیادہ ذلیل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقى الله كافراً منها شربة مآء))

''اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک گندھی مکھی کے پر جتنی بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ سب کچھ مومن کو دیتا کافر کو پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آتا (لیکن اللہ کے ہاں دنیا مکھی کے گندھے پر سے بھی زیادہ ذلیل ہے)''

دنیا بمقابل آخرت:

حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس کے ساتھ لگ کر آئی ہے۔''

دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی ایسا شخص ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔؟''

عرض کیا:

''ایسا تو نہیں ہو سکتا۔''

فرمایا:

''اسی طرح دنیادار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔''

اللہ کا محبوب بندہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے اس طرح پرہیز کرنے والا بنا دیتا ہے جس طرح تم اپنے اس مریض کو پانی سے پرہیز کراتے ہو، جسے پانی نقصان پہنچاتا ہے۔''

خواہشات اور طول اَمل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''میں اپنی امت پر جن بلاؤں کے آنے سے ڈرتا ہوں ان میں زیادہ ڈر کی چیزیں ہوئی (خواہشات نفسانی) اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) ہیں اور یہ دنیا ہر لحہ چلی جارہی ہے۔ گزر رہی ہے اور آخرت بھی چل پڑی ہے۔ چلی آرہی ہے۔ ان دونوں کے بچے ہیں، یعنی انسانوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو دنیا سے اس قدر محبت کرتے ہیں جس طرح بچوں کو اپنی ماں سے ہوتی ہے اور اسی طرح آخرت کے۔''

چھر کے پر سے بھی زیادہ حقیر:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر دنیا اللہ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی میسر نہ آتا۔''

ینار و درہم کا بندہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''درہم و دینار کے بندہ پر لعنت کی گئی ہے۔''

ند و بالا عمارات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند و بالا عمارت بنانے کو ناپسند فرمایا۔

نیا کی مثال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے سوار درخت تلے کھڑا ہو کر سایہ کا فائدہ اٹھالے اور پھر چل دے درخت کو وہیں چھوڑ کر۔''

ل اس امت کا فتنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کا فتنہ مال ہے۔''

رنے والے کے بارے میں فرشتوں اور انسانوں کا استفسار:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں اس نے آخرت کیلئے کیا بھیجا؟ جبکہ آدمی کہتے ہیں اس نے کیا چھوڑا۔؟''

نیادار آخرت میں کامیاب نہیں ہوگا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے، اس سے وہ لوگ نہیں گزر سکتے جو گراں بار ہیں، اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی پر چڑھنے کیلئے ہلکا رہوں اور گراں بار نہ ہوں۔''

دنیا اور دولت کی پسندیدگی:

کوئی بھی چیز حقیقت میں بری نہیں ہوتی اس کا اچھا یا برا استعمال ہے۔ اسی طرح یہ دولت بنفسہ اور دنیا بری چیزیں نہیں، بلکہ یہ تو قرآن وحدیث میں اللہ کے احسانات ہیں لیکن ان کا استعمال ان کو اچھا یا برا بناتا ہے۔

دنیا کو غلط استعمال کرنا یہ ہے کہ انسان اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر شیطان کی راہ اختیار کرلے اور دولت اس وقت غلط چیز ہے جب ناجائز ذرائع سے اس کا حصول ہو۔ غلط خرچ، بخل سے کام لینا، حلال وحرام میں تمیز نہ کرنا ان تمام صورتوں میں دولت اور دنیا وبال ہے۔

مومن ومتقی کے لیے تلاش رزق اور حلال مال کمانا ''فضل اللہ'' ہے:

ارشاد ربانی ہے:

((اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع))

''اور جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر جاؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو''

پھر فرمایا:

((فاذا قضی الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ))

''اور جب جمعہ کی نماز پڑھ لی جائے تو پھر اللہ کی زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

ارشاد ربانی ہے:

((والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس))

''اور وہ کشتی جو سمندر میں چلتی ہے لوگوں کو نفع دینے والی چیز (مال تجارت) کو لے کر۔''

جانوروں کے بارے میں فرمایا:

((والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع للناس ومنھا تاکلون ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون تحمل اثقالکم الی تکونوا بالغیہ الابشق الانفس))

((والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون))

سورت نحل میں چاند وسورج کے متعلق ارشاد فرمایا:

((وسخر لکم اللیل والنھاز والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ))

ان تمام چیزوں کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ تمہاری خدمت میں لگا دیا۔ ساری کائنات کی رنگینیاں اور سرمکیاں تمہارے ہی لیے پیدا کی ہیں۔

Marfat.com

اللہ کی نعمتوں کا اظہار ہونا چاہیے:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔اس کے گندے اور پرانے کپڑے تھے اور بکھرے ہوئے بال۔پوچھا گیا:

''کیا تم غریب ہو۔؟''

کہنے لگا:

''نہیں۔میرے پاس تو بہت بڑا ریوز ہے۔''

فرمایا:

''جو اللہ نے تمہیں دیا ہے اس کا اظہار بھی کرو۔''

حدیث میں ارشاد ہے:

((ان اللہ جمیل ویحب الجمال))

''اللہ تعالیٰ خوبصورت اور خوبصورتی (صفائی،جائز آرائش) کو پسند فرماتا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة))

''اے اللہ!ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی عطا فرما۔''

اسلام میں رہبانیت کا تصور نہیں:

اسلام میں دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کا کوئی تصور موجود نہیں کہ انسان اپنے تمام حقوق و فرائض سے کنارہ کش ہو جائے بلکہ اصل عبادت تو دنیا کے اندر اس کی مشکلات میں رہ کر دنیا کی آلائشوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

((ورھبانیة ابتدعوھا ماکتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا))

حدیث ہے:

((لا رھبانیة فی الاسلام))

دنیا میں انسان کے حصہ کے بارے میں فرمایا:

((ولا تنس نصیبك من الدنیا))

((وانه لحب الخیر لشدید))

اگر دولت اصلاح و تقویٰ کے لیے ہو:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

Marfat.com

''جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہدایت کا فیصلہ فرماتا ہے تو ان کے دل کو اسلام کیلئے کشادہ کر دیتے ہیں۔''

اس کی علامت کے حوالے سے صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا جو دھوکے اور فریب کی جگہ ہے۔ اس سے طبیعت کا ہٹ جانا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری شروع کر دینا' دولت اگر صلاح وتقویٰ کیلئے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

متقی کو مال نقصان نہیں پہنچاتا:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص اللہ سے ڈرے اس کیلئے مالداری میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

دو حلال طریقے سے مال کمانے والے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص دنیا کی دولت حلال طریقہ سے اس مقصد کے تحت حاصل کرنا چاہئے کہ اسے دوسروں سے سوال نہ کرنا پڑے، اپنے اہل وعیال کے لئے روزی اور آرام وآسائش پیدا کرے اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ احسان کر سکے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے اس انداز سے حاضر ہوگا۔ اگر وہ دولت' حلال طریقے سے ہی کمائے اور مقصد یہ ہو کہ وہ بڑا مالدار بن جائے، دوسروں کے مقابلے میں اس کی شان بلند ہو، دوسروں کے مقابلے میں بڑا نظر آئے تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔''

دنیا کی مذمت دنیا کی ترغیب مطابقت:

یوں قرآن میں دو پہلوؤں سے بات کی گئی ہے۔

1: بعض مقامات پر دنیاوی زندگی کی مذمت کی گئی ہے۔

2: بعض مقامات پر اس زندگی کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کی مطابقت میں مختلف مفسرین لکھتے ہیں۔

''فی نفسہ دنیا اور دولت بری چیزیں نہیں ہیں بلکہ اسلام کی روح یہ ہے کہ ہم زندگی اس طرح گزار دیں کہ دین کی کشمکش بھی موجود ہو لیکن اس کے باوجود زندگی کے حکم کے مطابق ڈھال دیں۔

دنیاوی دولت کشش اور رنگینیاں دیکھ کر رہبانیت اختیار کرنا عظمت نہیں بلکہ اصل عظمت ان لذتوں کے باوجود احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔

Marfat.com

انسان کی برتری فرشتوں سے اسی لیے زیادہ ہے کہ انسان کے اندر شر کی صلاحیت اور مادہ موجود ہے جب کہ فرشتوں کے اندر شر کا کا پہلو نہیں ہے اور جب انسان اس شر کی صلاحیت کو دبا دیتا ہے تو فرشتوں سے بھی بالاتر مقام حاصل کر لیتا ہے۔

جب انسان اس دنیا کا اور پیسے کا ہی بن کر رہ جائے اور احکام الٰہی سے غافل ہو جائے دولت میں محو ہو جائے وہ نہیں جانتا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے پھر کثرت کی خواہش نے اس کو نماز' حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غافل کر دیا۔

ارشاد الٰہی ہے:

((الذی جمع مالا و عدده یحسب ان ماله اخلده))

اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے:

((نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدة))

انسان بخل کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔

((و الذین یکنزون الذهب و الفضة و لاینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم))

پھر اسلام کی اصل روح یہ ہے کہ زندگی کو اس طرح گزاریں کہ دنیا کو بھی اس کی تمام ترکشش اور مشکلات میں احسن صورت میں سرانجام دیا جائے اور دوسری طرف احکام الٰہیہ و شرعیہ کی بھی پابند ہو۔

حدیث مبارکہ:

((طلب کسب الحلال فریضة من بعد الفریضة))

"حلال روزی کا حصول فرض نماز کے بعد سب سے اہم فرض ہے۔"

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

((الکاسب حبیب اللہ))

"ہاتھ سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

دنیا دار الامتحان

حقیقت دنیا:

سورۃ حدید میں ہے:

((اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو))(حدید، آیت نمبر 20)

"جان لو بے شک دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

((وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور))

"دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔"

دو بنیادی نکات:

آیت مبارکہ میں وہ بنیادی نکات کی وضاحت کی گئی ہے:

1: دنیا کی بے ثباتی۔

2: دنیاوی زندگی کے بارے قرآن کا نقطہ نظر۔

قرآن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور ہر چیز کو ایک دن فنا ہونا ہے جب کہ آخرت کی زندگی ابدی ہے تو ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں جس کی وجہ سے انسان کی آخرت تباہ ہو جانے کا خطرہ ہو۔

دنیا کی بے ثباتی:

آیت مبارکہ میں دنیا کی بے ثباتی کو دو مثالوں سے سمجھایا گیا ہے:

1: انسانی مراحل کا ذکر کر کے دنیا کی بے ثباتی سمجھائی گئی ہے۔

2: کسان کی کھیتی سے وضاحت کی گئی ہے۔

انسانی زندگی کے مراحل اور دنیا کی بے ثباتی:

ارشاد ربانی ہے:

((لعب ولھو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الارض والاولاد))

"(دنیا) کھیل تماشہ اور زینت ہے اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور زمین اور اولاد کی کثرت پر فخر کرنا۔"

Marfat.com

لعب: وہ کھیل ہے جو شیر خوارگی کے زمانے میں بے مقصد کھیلا جاتا ہے اور ابتدائی مرحلے کے بے مقصد کھیلوں کو کہا جاتا ہے۔

لھو: لعب سے اگلا مرحلہ جب بچہ بامقصد کھیلتا ہے اس وقت بچے کو کسی حد تک شعور آ چکا ہوتا ہے۔

وزینۃ: انسان کی زیب وزینت کا مرحلہ یہ لڑکپن کا زمانہ ہے اس دوران وہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے فطری حسن ہوتا ہے۔

وتفاخر بینکم: اس میں ایک دوسرے پر فخر جتانے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ اچھی شکل، اچھا رہن سہن، مالی آسودگی، نسل اور نساء کے اعتبار سے فخر، اچھے لباس وخوراک وغیرہ یہ سب چیزیں انسان کے فخر کا باعث بنتی ہیں۔

یہاں اولاد سے مراد اصل اولاد اور اس کی قوت اور طاقت مراد ہے۔ قوت اور طاقت کے بل بوتے پر وہ اپنی برتری جتاتا ہے اور معاشرے میں نام پیدا کرنا چاہتا ہے۔

اولاد اور کثرت مال پر آزمائش ہے:

ایک دوسرے مقام پر قرآن میں فرمایا گیا:

((یاایھاالذین امنو الاتلھکم اموالکم ولااولادکم عن ذکر اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ))

"اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔"

ان چاروں مراحل کا ذکر کر کے یہاں دنیا کے ناقص پن، عارضی پن اور بے ثباتی کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔

دنیا کی زندگی کی مثال:

((کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما))

"(دنیا) بارش کی مانند ہے، کسان کو کھیتی بڑی پسند آتی ہے، اس کا سبزہ آتا ہے، پھر تو دیکھے کہ زرد ہو گیا ہے، پھر ہو جاتا ہے روندا ہوا گھاس۔"

لہٰذا "بارش ہوتی ہے اور کسان کی کھیتی لہلہانے لگتی ہے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور صبح کاٹنے کے ارادہ سے آتا ہے کہ رات کو اس کی فصل حادثاتی طور پر تباہ ہو جاتی ہے اور رات کے بعد اس کی فصل بھوسہ کا ڈھیر بن چکی ہوتی ہے۔

یہی حال انسانی زندگی کا ہے کہ اس کی زندگی ختم ہو کہ پتہ بھی نہیں چلتا اور اچانک وہ موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اصل مقصود موت اور دنیا بے ثبات ہے۔

Marfat.com

دنیا دارالامتحان ہے:

دنیا دارالامتحان ہے جس طرح امتحان کا دورانیہ بہت کم ہوتا ہے اور اس کے اثرات بہت گہرے اور نمایاں ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی بہت مختصر ہے یعنی اس کے ثمرات نمایاں اور گہرے اور دیر پا ہیں۔

قرآن میں دنیاوی زندگی کو بہت مقام پر دارالامتحان قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

((الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا فینظر کیف تعملون))

"وہ اللہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔"

نیز ارشاد الٰہی ہے:

((ھوالذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا))

"وہ اللہ کہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے چھ دنوں میں اور اس کا عرش پانی پر تھا، تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"زندگی کو اس طرح گزارو کہ تم اجنبی ہو یا رستہ چلتے انسان ہو۔"

ارشاد الٰہی ہے:

((وماھذہ الحیوۃ الدنیا الالعب ولھو))

"اور دنیا کی زندگی تو بس لہو ولعب ہے۔"

نیز فرمایا:

((وماالحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور))

"دنیاوی زندگی بس دھوکے کا سامان ہے۔"

دنیاوی زندگی محض دھوکا اور سرمایہ ہے اصل سرمایہ نہیں جو مشکل وقت آڑے آئے، پھر آخرت کے عذاب وثواب اور دنیا کے بے ثباتی بیان فرمانے کا ازلی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ انسان دنیاوی لذتوں میں منہمک نہ ہو اور آخرت کی نعمتوں کی زیادہ فکر کرے۔

اس کو اگلی آیات میں یوں بیان فرمایا:

((سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماء والارض))

"اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین جیسی ہے۔"

Marfat.com

دنیا کی زندگی محض عارضی ہے، یہاں کی بہار بھی عارضی اور خزاں بھی عارضی یہاں اور دل بہلانے کا سامان ہے مگر وہ بہت تھوڑا اور گھاٹے کا فائدہ ہے اور انسان اس کو اپنی منشائے مقصود سمجھ کر دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔

اسی مضمون ''متاع الغرور'' کو قرآن میں اور مقامات پر بھی بیان کیا ہے:

((ذالك متاع الحيوة الدنيا والله عنده حسن المآب))(سورہ آل عمران)

''یہ دنیا کی زندگی کا مختصر ترین سامان ہے اور اللہ کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے۔''

((واضرب لهم مثل الحيوة الدنيا كماء انزلنه من السمآء فاختلط بى نبات الارض فاصبح هشيما تذروه الرياح وكان الله على كل شىء مقتدرا المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابا وخير املا))(سورہ الکھف)

''ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کیجئے کہ جیسے ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا تو اس میں پتے اور جڑی بوٹیاں مل گئی تو پانی انہیں بہا لے گیا، پھر وہ خشک ہوئیں تو ہوائیں ان بکھرنے لگیں، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مال و دولت اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے نیک اعمال تمہارے رب کے ہاں بہتر ہیں اور اس کے ہاں بہت ثواب اور بڑا اچھا ٹھکانہ ہے۔''

زندگی کی بے حقیقت ہے:

ارشاد ربانی ہے:

((ارضيتم بالحيوة الدنيامن الآخرة فما متاع الحيوة الدنيا فى الاخرة الاقليل))

''کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو؟ پس دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔''

ارشاد ربانی ہے:

((وما الحيوة الدنيا فى الآخرة الامتاع))

''دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑی ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((من كان يريد الحيوة الدنيا وزينتها اولئك الذين ليس لهم فى الاخرة الاالنار))

''پس جو دنیا کی زندگی اور زینت چاہتا ہے یہی لوگ وہ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بس جہنم ہے۔''

دنیا کو ترجیح دینے کے انجام کے بارے میں ارشاد ہے:

((الذين يستحبون الحيوة الدنيا على الآخرة ويصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجا اولئك فى ضلال بعيد))

Marfat.com

''جولوگ زندگی دنیا سے خوش ہوتے ہیں اور زمین میں احکامات الٰہی کے نفاذ میں خلل ڈالتے ہیں اور ان میں ٹیڑھ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ بہت دور کی گمراہی میں پڑے ہیں۔''

دنیاوی زندگی کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((کن فی الدنیا کانك غریب او غابر سبیل))

''دنیا میں اس طرح رہ جیسے غریب یا مسافر۔''

((عن ابی هریرة الا ان الدنیا ملعون))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار دنیا ملعون ہے جو اس کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے، اللہ کی یاد کے سوائے اور ان چیزوں کے جن کا اللہ سے واسطہ ہے۔''

ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا:

''مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور اللہ کے بندے بھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی جانب سے بے رخی اختیار کر تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔''

ارشاد نبوی ہے:

((الدنیا سجن المومن و جنة الکافر))

''دنیا مومن کے لیے جیل اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس اتنی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈال کر باہر نکال لے اور پھر دیکھے تو پانی کی کتنی مقدار اس کے ساتھ لگ کر باہر آئی ہے۔؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ کھڑکیوں پر پردے لٹک رہے ہیں۔ فوراً واپس آگئے گویا آپ نے پسند نہ فرمایا کہ نبی کی بیٹی کے گھر میں دنیا کا سامان موجود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنی امت کے بارے میں کسی چیز کے متعلق پریشان نہیں ہوں، سوائے دولت کے کہ جب ان میں دولت آجائے گی تو یہ فتنہ کا شکار ہو جائیں گے۔''

☆☆☆

Marfat.com

عدل

...ظی معنی:

عدل کے لغوی معنی ہیں: کسی چیز کو اس کے اصل مقام ومحل پر رکھنا۔ اس کا الٹ ظلم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز ...و اس کے اصل مقام سے ہٹا کر کسی دوسرے مقام پر رکھ دینا۔

...صطلاحی معنی:

عدل کا اصلاحی مفہوم ہے:

"حق دار کو اس کا حق ادا کیا جائے اور جس کا حق نہیں وہ چیز اس کی طرف نہ جانے دی جائے اور اگر چلی گئی تو اس سے واپس لے کر حق دار کو لوٹا دینا۔"

عدل کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے:

"افراط وتفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ترازو کے دونوں پلڑوں کو کسی ایک جانب جھکنے سے بچا کر دونوں اطراف کو برابر رکھنا اور حق پر آ کر رک جانا۔"

امام راغب اصفہانی نے عدل کی تعریف یوں کی ہے:

"مکافات میں مساوات کا لحاظ رکھنا یعنی نیکی کا بدلہ نیکی اور بدی کا بدلہ بدی ہی کی صورت میں ملے۔"

...دل اور نفس:

عدل نفس کی اس حالت اور قوت کا نام ہے جس سے غضب وشہوت کو صحیح تدبیر کی زنجیروں میں جکڑا جائے اور ...مت وعقل کے تقاضوں کے مطابق استعمال میں لایا جا سکے۔ یہ انسان کو اس کی اخلاقی زندگی میں اعتدال اور توسط ...شا ہے اور ہر معاملہ میں افراط وتفریط کے درمیان صحیح راہ پر قائم رکھتا ہے۔ اگر حکمت وعقل میں اعتدال پیدا ہو جائے تو ...ن تدبیر ذکاوت ذہن باریک بینی صحیح الخیالی دقیق اعمال اور مصائب میں تیز فہمی جیسے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔

...دل وانصاف میں فرق:

عدل وانصاف اگرچہ دو مترادف اصطلاحات ہیں لیکن عدل وسیع تر اصطلاح ہے۔ انصاف لفظی اعتبار سے ایک ...یز کو آدھا آدھا کر کے دو لوگوں کو دے دینا ہے۔ جبکہ عدل یہ ہے کہ جس کا جو حق شریعت قانون معاشرتی روایات یا ...خلاق نے متعین کیا ہے اسے وہ حق ادا کرنا۔ مثلاً: والدین، بڑا بھائی، استاد اور ہمسایہ ہر ایک کے الگ الگ حقوق ہیں ...و ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

Marfat.com

اس کی ایک مثال وراثت کی تقسیم میں مرد کو ایک حصہ اور عورت کو آدھا حصہ ہے۔ وراثت دونوں کو برابر تقسیم نہ ہوگی بلکہ حصے متعین ہیں۔ عدل یہ ہے کہ متعینہ حصہ حق دار کو ادا کرنا۔

اللہ کا عادل ہونا:

قرآن مجید مختلف طریقوں سے عدل کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ اللہ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ عدل کرتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((واللہ یقضی بالحق))

''اللہ تعالیٰ حق کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے عدل کے بارے میں فرمایا:

((وان اللہ لیس بظلام للعبید))

''اللہ اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی زیادتی نہیں کرتا۔''

اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا تذکرہ قرآن مجید کے متعدد مقامات میں کیا گیا ہے۔ مثلاً: سورت لقمان، آیت نمبر: 14، سورت الزلزال، آیت نمبر 7، 8 اور سورت الکہف، آیت نمبر: 49۔

ان تمام آیات کا مقصود بیان یہ ہے کہ تم بھی اپنے اندر یہ خاصیت اور خوبی پیدا کرو۔

رسول اللہ اور عدل:

قرآن مجید میں فرمایا:

((امرت لاعدل بینکم))

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔''

(سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 15)

سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

((وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط))

(سورۃ المائدہ، آیت نمبر 42)

''جب آپ ان کے درمیان فیصلے کریں تو عدل کے مطابق ہی کریں۔''

تاہم اسی طرح فرمایا:

((فان جاء وك فاحکم بینھم او اعرض عنھم))

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 42)

''اگر یہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلے کریں یا ان سے اجتناب کریں۔''

گویا اس آیت میں اختیار دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو فیصلہ کریں، چاہیں نہ کریں، جبکہ پہلی

Marfat.com

مدینہ کی رو سے یہودیوں کے فیصلے کرنے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پابند تھے، کیونکہ اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ فریقین کے تمام آخری فیصلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرمایا کریں گے۔

اس سلسلے میں تفسیر المنار میں ہے کہ جس دور میں یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت یہودی مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کے طور پر رہتے تھے۔ وہ اسلامی ریاست کے رعایا نہ تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا۔ یہی اختیار کسی اسلامی حکومت کو کسی غیر مسلم معاہد قوم کے افراد کے درمیان فیصلہ کرنے کے بارے میں ہے۔ ذمیوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ اپنے مقدمات' اسلامی ریاست کی عدالت میں لائے تو ان کا فیصلہ کرنا لازم ہے۔ اگرچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر حضرات نے یہ نقطۂ نگاہ اختیار کیا ہے، تاہم دیگر علماء کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ یہ اختیار منسوخ ہے۔ یہ المائدۃ کی آیت نمبر 48 سے منسوخ ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ باہمی حقوق اور احکام وراثت میں اہل کتاب کا فیصلہ ان کے دین کے مطابق کیا جائے۔ اگر وہ اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ چاہیں پھر اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس سلسلے میں علماء کے ہاں اختلاف ہے' تاہم اکثریت اس کی قائل ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کرنے کا ایک مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کے درمیان حق کے فیصلے کریں۔ سورۃ النساء کی آیت 105 میں فرمایا:

((انا انزلنا الیك الكتب بالحق لتحكم بين الناس))

"ہم نے آپ پر کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔"

قیامِ عدل کی اہمیت:

قیامِ عدل کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ سورۃ الحدید کی آیت 25 میں بعثت انبیاء، نزولِ کتب اور قیامِ عدل کو یکجا بیان کیا گیا ہے کہ گویا بعثت انبیاء اور نزول کتاب کے مقصد کی تکمیل اس وقت ہوگی جب عدل کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔ سورۃ النحل آیت 90 میں فرمایا گیا:

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل' احسان اور اقرباء کو کچھ دینے کا حکم دیتا ہے۔"

سورت الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے میزان پیدا کی۔

مذمت ظلم:

جہاں قرآن مجید نے عدل کی اہمیت وفضیلت بیان کی وہیں ظلم کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ایک سو سے زیادہ آیات ہیں جن میں ظلم کو ناقابل برداشت اور قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((وماللظلمین من انصار))

((وماللظلمین من نصیر)))

"ظالموں کا مددگار کوئی نہیں ہوسکتا۔"

((لایفلح الظلمون))

"ظالم فلاح نہیں پاسکتے۔"

((الالعنة اللّٰہ علی الظلمین))

"ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔"

((انہ لا یحب الظلمین))

"اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔"

انصاف کرنے کا حکم:

سورت النساء کی آیت نمبر 135 میں فرمایا:

((یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولوعلی انفسکم او الوالدین والقربین ان یکن غنیًا اوفقیراً فاللّٰہ اولیٰ بھما فلا تبتغوا الھدی ان تعدلوا وان تلوٗا اوتعرضوا فان اللّٰہ کان بما تعملون خبیرًا))

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ۔ اگرچہ گواہی خود تمہارے، تمہارے والدین، اقرباء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص مالدار ہے یا مفلس تو اللہ ان کا مالک ہے۔ تم اپنے نفس کی پیروی نہ کرو کہ انصاف چھوڑ دو۔ اگر گواہی میں چکر ڈالو گے یا گواہی دینے سے اعراض کرو گے تو (یادرکھو) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب آگاہ ہے۔"

سورت المائدۃ آیت 9 میں فرمایا:

((یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شناٰن قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھواقرب للتقویٰ واتقواللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون))

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لیے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر مستعد اور قائم رہنے والے بن جاؤ اور لوگوں کی دشمنی تمہیں بے انصافی پر برانگیختہ نہ کرے۔ عدل کرو کیونکہ یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب آگاہ ہے۔"

اس آیت کریمہ میں عدل کی اہمیت واضح کرنے والے بہت سے نکات موجود ہیں۔ مثلاً: "کونوا" صیغہ امر ہے۔ "قوامین" میں قائم رہنے اور مستعد رہنے کا مفہوم ہے اور قوام فعال کے وزن پر ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد اعدلوا میں دوبارہ امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر تنبیہ کے انداز میں کہا گیا ہے کہ تمہاری نیت کیا ہے‘ تم درست طور پر عدل کی راہ حق اختیار کرتے ہو یا اس میں بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہو‘ اسے خوب جانتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں کہا گیا ہے کہ خالص اللہ کی رضا کے لیے عدل کرو۔ فرمایا گیا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل سے باز نہ رکھے۔

اس سلسلے میں ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضیر کے ہاں ایک دیت کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور یہ آیت اسی سلسلے میں نازل ہوئی۔

یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ سورت المائدۃ کی اگلی آیات میں دشمنانِ اسلام سے مخاصمہ ہے۔ اس لیے فرمایا کہ ان کی دشمنی اور رویہ تمہیں عدل سے باز نہ رکھے۔ کچھ لوگ اسلام کے بدترین دشمن تھے، وہ مسلمان ہو گئے تو فرمایا کہ تم کو ان کی دشمنی عدل سے نہ روکے۔

عدل اور تقویٰ:

عدل تقویٰ کے قریب تر ہے۔

عدل وانصاف کے چند اصول:

عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ کو یکساں اہمیت دی جائے۔

مدعی گواہی پیش کرے اور مدعا علیہ پر ہے کہ وہ بصورت دیگر قسم اٹھائے۔

کسی فریق سے تنہائی میں ملاقات نہ کی جائے۔ غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہ کرے۔

اگر فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت ہو تو اس سے اجتناب کیا جائے۔ شک کی بنا پر کسی کو چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ کسی کو شک میں سزا دی جائے۔ ججوں کی صلاحیت‘ کردار اور تنخواہوں کا خصوصی خیال رکھا جائے تا کہ بدعنوانی کے مرتکب نہ ہوں۔

معاشی عدل کا تصور:

اسلام معاشی مساوات کی بجائے معاشی عدل کا تصور دیتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دولت کی تقسیم عادلانہ طور پر ہو۔ ہر حقدار کو اس کا حق شریفانہ اور باوقار طریقے سے ادا کیا جائے۔ کوئی ایک شخص یا طبقہ کسی دوسرے کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر استحصال نہ کرے۔ اس سلسلے میں اسلام نے معاشی استحصال کے تمام ذرائع کا انسداد کیا ہے۔ اگر دولت کی تقسیم عادلانہ طور پر نہ ہو رہی ہو تو اسلامی حکومت قوانین کے ذریعے اس کا اہتمام کر کے اسے یقینی بنائے۔ استحصال کی ایک شکل سود ہے۔ اسلام نے شدید انداز سے اس کی مخالفت اور ممانعت فرمائی۔

Marfat.com

قرآن مجید میں حکم دیا گیا:

((یاایھاالذین اٰمنوا اتقوااللہ و ذروا مابقی من الربوا))

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 278)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود تمہارے آپس کے لین دین میں باقی ہے اُسے چھوڑ دو۔''

((یاایھاالذین امنوا لاتاکلوا الربوا اضعافاً مضعفۃً))

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 130)

''اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔''

جو لوگ سود کھاتے ہیں انہیں سخت ترین انداز میں تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ جو سود کھانا نہ چھوڑے وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔

((کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم))

''ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے دولت مندوں کے درمیان میں مرتکز ہو جائے۔''

دولت کی عادلانہ تقسیم کے سلسلے میں یہ آیت مبارکہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ عادلانہ تقسیم دولت کے سلسلے میں اسلام نے انفاق واجبہ' انفاق نافلہ اور وراثت کا نظام پیش کیا ہے۔

آجر اور اجیر کے تعلقات کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کا استحصال کرنے کی سخت ترین انداز سے ممانعت فرمائی۔ فرمایا:

''مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کا معاوضہ ادا کرو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز میں تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس نے مزدور کو کام پر لگایا اور پورا پورا کام لیا اور پھر اسے مزدوری نہ دی۔''

اپنی ذات کے ساتھ عدل:

عدل کو اس کے اصل تناظر میں دیکھا جائے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دینا اور اس کا اطلاق انسان کی انفرادی زندگی پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انسان اپنی ذات کے ساتھ بھی زیادتی نہ کرے۔''

بحیثیت انسان فطری طور پر اس کے جسم اور روح کے جو تقاضے ہیں' ان کی تکمیل کی جائے اور انسانی جسم کو غیر فطری مشقوں میں نہ ڈالا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ تین اشخاص آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا:

''میں زندگی بھر شادی نہ کروں گا۔''

Marfat.com

دوسرا کہہ رہا تھا:

"آئندہ میں ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہا کروں گا۔"

تیسرا کہہ رہا تھا:

"میں آئندہ ہمیشہ روزہ ہی رکھا کروں گا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے اس ارادے کو ناپسند فرمایا اور انہیں فرمایا:

"میں نے شادی بھی کی ہے، راتوں کو سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں۔ روزے رکھتا بھی اور نہیں بھی رکھتا۔ یاد رکھو! تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا، تمہارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے۔"

اسی بنیاد پر اسلام میں رہبانیت کی طرح ترکِ دنیا کر دینے اور جسم کو مشقتوں میں ڈالنے کا کوئی تصور نہیں۔

ئلی زندگی میں عدل:

عائلی زندگی معاشرتی زندگی کی ابتدائی سطح ہے۔ اسلام نے اس شعبے میں بھی عدل وانصاف کے اصول دیئے ہیں۔ یہاں بیوی کے حقوق کو باضابطہ یوں بیان کر دیا گیا:

((لهن مثل الذی علیهن بالمعروف))

"ان عورتوں کے لیے اتنا حق مہر ہے جتنا ان جیسی دوسری عورتوں کو دیا جاتا ہے، معروف طریقے کے مطابق۔"

ایک سے زیادہ بیوی کی موجودگی میں ہر بیوی کے حقوق محفوظ کر دیئے گئے ہیں کہ اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم ان کے میان عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔

تعدد ازواج کے سلسلے میں یہ بھی فرمایا:

"ایسا نہ ہو کہ تم ایک ہی بیوی کی جانب اپنا جھکاؤ کر لو۔"

عورت کے معاشی حقوق کا تحفظ یوں دیا گیا:

"مردوں کے لئے وہ کچھ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے وہ کچھ ہے جو وہ کمائیں۔"

مردوں کو حکم دیا گیا ہے:

"وہ عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کریں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں قیامت کے دن اس شخص کے خلاف خود وکیل بن کر کھڑا ہوں گا جس نے اپنی بیویوں کا مہر ادا نہ کیا ہو۔"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے جان بوجھ کر عورت کا مہر ادا نہ کیا وہ زانی کی موت مرا۔"

Marfat.com

تاہم گھر میں تمام چھوٹے اور بڑوں کے درمیان عدل قائم کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے اپنے بڑوں کا احترام اور اپنے چھوٹوں پر شفقت نہ کی۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی میں اس سلسلے میں مثالیں موجود ہیں کہ تعدد ازواج کی صورت میں آپ نے خانگی زندگی میں عدل کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا اور کبھی ایک بیوی کو دوسری بیوی پر ترجیح نہیں دی۔ اس سلسلے میں کتب حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ معاشرت پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلامی ریاست اور عدل:

اسلام نے معاشرتی زندگی میں ہر اعتبار سے عدل قائم کرنے کے اصول وضوابط دیئے ہیں۔ یتیموں کے بارے میں فرمایا:

''یتیموں کے بارے میں عدل وقسط کو ملحوظ خاطر رکھو۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل غلاموں اور عورتوں کے حقوق کے تحفظ ونگہداشت کے سلسلے میں ہدایات دیں اور ان کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتقو اللہ فیما ملکت ایمانکم))

''اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ جو خود کھاتے ہو انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو انہیں بھی پہناؤ۔''

معاشرتی زندگی اور عدل:

معاشرتی زندگی میں لین دین ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اگر ناپ تول میں ہیرا پھیری ہونے لگے تو معاشرتی امن برباد ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ہے:

((اوفوا الکیل والمیزان بالقسط))

''ناپ طول میں پورا پورا انصاف کیا کرو۔''

اگر کسی سے ادھار لین دین کیا جائے تو اس کا حساب لکھنے کا حکم ہے۔ فرمایا:

''تمہارے درمیان طے پانے والی شرائط اور معاہدہ کاتب عدل کے ساتھ لکھے۔''

اگر مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان کبھی جھگڑا ہو جائے تو وہاں بھی عدل کے اصولوں کے تحت صفائی کروانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ خرابی بالعموم دیکھنے میں آئی ہے کہ صلح کرواتے وقت بھی دھڑے بندیوں کے تحت ناجائز مخالفت اور ناجائز وناروا حمایت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

''دونوں گروہوں میں عدل وقسط کے مطابق صلح کروادو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرد کے حقوق کی ضمانت مہیا کی ہے۔ ارباب حکومت کا فرض ہے کہ وہ شہری کو اس کے دینی' قانونی اور معاشرتی حقوق بہم پہنچانے کا اہتمام کریں۔ اس سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

((ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰت الی اھلھا))

''اللہ تعالیٰ کو حکم دیتا ہے کہ تم اہل حقوق کو ان کے حقوق بہم پہنچادو۔''

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اے اہل حکومت! خواہ تمہاری حکومت زیادہ لوگوں پر ہو یا کم لوگوں پر' بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ ہیں' پہنچا دیا کرو اور تمہیں حکم دیتا ہے کہ جب محکوم لوگوں کا تصفیہ ایسے حقوق میں جو ان میں باہم ایک دوسرے کے ذمہ ہیں' کرو تو فیصلے عدل کے مطابق کیا کرو۔

علامہ ابن تیمیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''اہل حکومت کا فرض ہے کہ وہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچائیں۔''

عدل محض گھریلو زندگیوں تک محدود نہیں رکھا گیا، بلکہ عدالتی اور قانونی شعبے میں ایسا نظام عدل پیش کیا گیا ہے جو اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

اسلامی مملکت کے قیام کے مقاصد میں سے بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں کو عدل فراہم کیا جائے۔ مسلم مفکرین سیاست نے جہاں مملکت کے بنیادی فرائض و مقاصد کا ذکر کیا ہے، وہاں عدل کو بنیادی فرض قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام عدل کے لیے باقاعدہ اہتمام فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگو! تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان کے اونچے درجے کے لوگ چوری کا ارتکاب کرتے تو انہیں چھوڑ دیتے اور جب کم تر درجے کے لوگ چوری کرتے تو ان کو سزا دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرتی تو محمد اس کا ضرور ہاتھ کاٹ دیتا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا (تعلیم کی خاطر) اپنے آپ کو پیش فرمایا:

''اگر میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو تو وہ بدلہ لے لے۔''

☆☆☆

Marfat.com

احسان

لغوی معنی:

احسان کا مادہ حسن ہے، اس کا لغوی مفہوم ہے:

''خوبصورت بنا دینا' نیکی اور بھلائی کرنا' کسی کام کو ذوق وشوق سے انجام دینا کہ اس میں حسن پیدا ہو جائے۔''

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح شریعت میں احسان سے مراد وہ عمل ہے جو اس خوبی ورعنائی سے انجام دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ حی وقیوم اور اس کے محبوب بندوں کو پسند آ جائے۔ مثلاً: دوسروں سے عمدہ سلوک کرنا' خوش خلقی سے پیش آنا' فیاضی اور سخاوت سے پیش آنا' دوسروں کو حق سے زیادہ دینا اور خود کم لینا احسان ہے۔

حقیقی احسان:

احسان یہ ہے کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی میں پہل کرے۔ مقام عدل وانصاف سے ذرا بلند ہو کر فضل وعفو اور لطف وترحم کی خو اختیار کر لے۔

حقیقت احسان:

جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی برائی کی جائے یہ عدل ہے اور اس کو چھوڑ دینا اور درگزر کرنا یہ احسان ہے۔

اہمیت:

احسان سے ہماری زندگی کا کوئی پہلو خارج نہیں۔ احسان اپنے وسیع معنی میں ایک ایسی جامع صفت ہے جو نیکی کی ہر قسم کو شامل ہے۔ یہ معاملات' عقائد اور عبادات پر حاوی ہے۔

احسان اور حسن معاشرت:

احسان بہتر معاشرتی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک صالح معاشرہ کے قیام کا انحصار عدل پر ہے، لیکن یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ خوبصورتی ورعنائی احسان سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ احسان ایک ایسا عمل ہے جس سے عوام میں محبت والفت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور باہمی بغض کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں جا بجا مقامات پر اس کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((ان اللہ یأمر بالعدل و الاحسان))

(سورت البقرہ:9)

"بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

((واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین))

(البقرہ:495)

"اور احسان کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

سورت رحمٰن آیت 60 میں ہے:

((ھل جزا الاحسان الا الاحسان))

"نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے کچھ نہیں۔"

اللہ کا اسم مبارک:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام محسن بھی ہے۔ اس ذات سے بڑھ کر احسان کرنے والی ذات اور کون ہو سکتی ہے جس کے بنی نوع انسان پر اتنے احسان ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((تخلقو ابا اخلاق اللہ))

"اللہ کے اخلاق اختیار کرو۔"

اس ارشاد کا مطلب ہے کہ اسی طرح احسان کی روش اختیار کرو جس طرح تمہارے خالق کا شیوہ ہے۔

احسان کرنے کا حکم:

ارشاد ربانی ہے۔

((واحسن کما احسن اللہ الیک))

(القصص:77)

"اور احسان کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا۔"

اچھی بات کہنا بھی احسان ہے:

قرآن مجید کے مطابق اچھی بات کہنا بھی احسان ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((قولو للناس حسنا))

(البقرہ:38)

Marfat.com

''پس لوگوں سے حسن کلام سے پیش آنا چاہئے۔''

حقوق اللہ میں احسان:

اللہ تعالیٰ کے احسانات کے عوض جو عبادات لازم آتی ہیں وہ حقوق اللہ میں شمار ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔''

حقوق العباد میں احسان:

احسان کی اولین صورت گھر والوں سے احسان ہے۔ ان میں سب سے اہم مقام والدین کا ہے اور ان سے احسان کرنے کی تاکید قرآن میں ہے:

((وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً))

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر 23)

''اور میرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسن سلوک کرو۔''

احسان کی نہایت پسندیدہ صورت حاجت مندوں جن میں رشتہ دار، مقروض، مسافر بھی شامل ہیں، کی مالی امداد کرنا ہے۔ اس مالی امداد کا بدلہ اللہ بزرگ و برتر کئی گنا بڑھا کر دے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

((من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً))

(البقرہ:245)

دوسروں کی غلطی یا قصور سے درگزر کرتے ہوئے حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ محسنین کی تعریف قرآن مجید میں یوں کی گئی ہے:

((والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین))

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 124)

''اور پی جاتے ہیں غصہ اور معاف کر دیتے ہیں لوگوں کو اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

احسان صرف اپنوں تک نہیں، بلکہ غیر مسلموں سے بھی احسان سے پیش آنا چاہئے:

((ادفع بالتی ھی احسن))

(حم السجدہ:34)

''برائی کو احسن چیز سے دور کرو۔''

((وجادلھم بالتی ھی احسن))

Marfat.com

(النحل:125)

"اوران سے احسن طریقے سے بحث کرو۔"

احسان کے فوائد:

محسنین کے لئے اجر عظیم کا وعدہ ہے۔قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان انعامات کا تذکرہ ہے جو محسنین کا نصیب ہیں:

((ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین))

(الاعراف:56)

"بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔"

((وسنزید المحسنین))

"اوراحسان کرنے والوں کو عنقریب زیادہ ملے گا۔"

((الذین احسنوا منھم واتقوا لھم اجر عظیم))

"وہ لوگ کہ جنہوں نے احسان کیا اور اللہ سے ڈرے ان کے لیے اجر عظیم ہے۔"

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 50)

برائی کرنے والے کے ساتھ بھی احسان کرنا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"یہ نہ کہو کہ لوگ ہمارے ساتھ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ اس بات پر پختہ عزم کر کہ احسان کرنے والوں کے ساتھ احسان کرو گے اور برائی کرنے والوں کا جواب بھی احسان سے دو گے۔"

اسلام......عدل اور احسان کا باہمی تعلق:

اسلام میں عدل واحسان دونوں کے الگ الگ مقام متعین ہیں۔قانون عدل کو جماعت اور سلطنت کے ہاتھوں میں اوراحسان کو ہر شخص کے ہاتھ میں دینا ہے۔یہ محض شخصی معاملہ ہے۔ایک نکتہ یہ ہے کہ کسی جماعت کے فرد کا گناہ درحقیقت اس کا ذاتی گناہ نہیں بلکہ پوری جماعت کے نظام کا ہوتا ہے۔اس لئے مظلوم کو ظالم کو معاف کردینے کا پوراحق نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح وہ ایک فرد کے ساتھ نیکی کرکے جماعت کے ہزاروں افراد کے ساتھ گویا برائی کا ارتکاب کررہا ہے،اس لئے احسان کو قانون عدل کی جگہ دینے میں اختیار کی ضرورت ہے جو شریعت محمدی میں برتی گئی ہے۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں امن وامان اور عدل وانصاف کے قیام اور تشدد وفساد اور برائیوں کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔عدل اور انصاف۔گو دونوں کا منشاء ایک ہی ہے لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے راستے مختلف ہیں۔عدل احسان کو روک تو سکتا ہے مگر دل میں اس برائی کا شائبہ تک ختم کرنا اس کے بس کی بات نہیں۔تورات محض

Marfat.com

عدل ہے اور انجیل محض احسان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کامل شریعت لے کر آئے جو عدل و احسان دونوں کی جامع ہے۔ نہ تو شریعت محمدی یہودیت کی طرح صرف عدل پر زور دیتی ہے اور نہ انجیل کی طرح صرف احسان، عفو و درگزر پر، بلکہ دونوں کے درمیان فاصل قائم کرنے پر حد مقرر کر کے انسانیت کو تکمیل تک پہنچایا۔

اسلام قانوناً اس بات کا حق مظلوم کو دیتا ہے کہ وہ چاہے تو توراۃ کے حکم کے مطابق اس کا بدلہ لے، لیکن اس سے بلند تر یہ بات رکھی کہ اس کے ساتھ احسان کا رویہ روا رکھے، کیونکہ نسل انسانی کی حفاظت ترقی اور نشوونما کا پوری طرح متقفل ہے۔ نہ تو یہودیت کی طرح مردہ جسم ہے نہ عیسائیت کی طرح غیر محسوس روح، بلکہ وہ جسم و جان کا مجموعہ اور محسوس پیکر ہے۔

اگر ہم توراۃ، انجیل اور قرآن کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اکیلا عدل اور اکیلا احسان کسی معاشرے کو حقیقی معنوں میں (Walfare State) نہیں بنا سکتا۔ تورات کا اصول عادلانہ انتقام پر مبنی ہے۔ اللہ کا حکم ہے:

"توڑنے کے بدلے توڑنا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت۔"

انجیل کی تعلیم سراسر احسان ہے۔ اس کا حکیمانہ وعظ ہے:

"میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا، بلکہ جو تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے۔"

اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن مجید میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی:

((یاایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر و العبدبالعبد))

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 178)

"اے ایمان والو! تم پر قتل میں قصاص لکھ دیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام۔ اگر اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو دستور کے مطابق اس کی پیروی کرنا اور نیکی کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے تو جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب الیم ہے۔"

ان آیتوں کی بلاغت پر غور کیجئے کہ قاتل اور مقتول کے رشتہ داروں کے درمیان کھلی دشمنی کے باوجود قاتل کو مقتول کے رشتہ داروں کا بھائی کہہ کر بتایا گیا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ یہ بات ثابت ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے چھوٹی برائیاں بھی سرزد ہوتی ہے اور بڑی بھی۔ ان برائیوں کی جہاں سزا دینا ضروری ہے تا کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ان برائیوں کے ارتکاب کر کے بھی وہ معاشرے میں اپنا مقام برقرار رکھ سکتا ہے اور وہ مزید برائیوں اور غلطیوں کا ارتکاب نہ کر سکے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جو کدورت رنجش بعد از جرم دونوں فریقین میں ایک دوسرے کے خلاف پیدا ہو گئی ہے وہ ختم ہو سکے۔ یہ کدورت صحیح طور پر اس وقت دور ہو سکتی ہے کہ مظلوم احسان کی روش اپناتے ہوئے ظالم کو معاف

Marfat.com

کردے۔اس کی بلند اخلاقی نہ صرف یہ کہ اس کو خدا کا تقرب بخشتی ہے، بلکہ ان کا رویہ ظالم کو مزید برائیوں کا ارتکاب کرنے سے روک سکتا ہے۔مزید برآں وہ ان کا مشکور اور احسان مند بن جائے گا۔

یہ تو فوجداری کے سب سے سخت گناہ کے متعلق احکام ہیں۔مالی معاملات کے متعلق بھی اسلام اسی جامعیت کے نکتہ کو پیش نظر رکھتا ہے۔فرمایا:

((وان تبتم فلکم رء وس اموالکم))

(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 279)

"اگر تم سود سے توبہ کرلو تو اصل مال تمہارا ہے۔"

یہ تو قانونِ عدل تھا۔اب احسان دیکھئے:

((وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ و ن تصدقوا خیراً لکم))

(البقرہ، آیت نمبر 280)

"اور اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اس کو کشائش تک مہلت دو اور بالکل معاف کردینا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔"

ایک اور جگہ پر فرمایا:

((وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم بہ ولئن صبرتم فھو خیر للصبرین))

(سورۃ النحل:126)

"اگر سزا دو تو اتنی ہی جتنی تکلیف تم کو دی گئی اور اگر صبر کرلو تو یہ صبر کرنے والوں کیلئے بہت بہتر ہے۔"

عدل و احسان میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کرنا دنیا کے جسمانی یا روحانی نظام کا نقص ہے۔اگر عدل نہ ہو تو جماعت کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اور احسان نہ ہو تو روح کی بلندی اور اخلاق کی پاکیزگی کوئی چیز نہ رہے۔حالانکہ وہی ایک سچے مذہب کا مطلوب ہے۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل کے ساتھ احسان کی بھی تلقین فرمائی اور اسے شخصیت کے مدارج کمال کا ذریعہ بنایا۔

اخلاق کی سب سے بھاری اور دشوار تعلیم جو کہ نفوس پر نہایت شاق گزرتی ہے وہ احسان، عفو و درگزر، ضبط نفس، تحمل اور برداشت ہے، لیکن اسلام نے اس سنگلاخ زمین کو بھی آسانی کے ساتھ طے کیا۔نیکوکاروں کی تعریف میں فرمایا:

((والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین))

(سورۃ آل عمران:134)

"اور غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

صحیح بخاری اور مسلم میں ہے:

Marfat.com

''حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر ایک کے پیچھے نہ چلو۔ تم کہتے ہو کہ اگر لوگ تیرے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو ہم بھی کریں گے، بلکہ اپنے آپ کو پرسکون اور مطمئن رکھو۔ لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر برائی کریں تو بھی ظلم نہ کرو۔''

الغرض احسان سے ہماری زندگی کا کوئی پہلو خارج نہیں۔ اس کی دنیا بڑی وسیع ہے۔ احسان معاشرتی ناہمواری کو ختم کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک صالح معاشرے کے قیام کا انحصار عدل پر ہے لیکن اس میں حسن و رعنائی احسان ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ عدل اگر معاشرے سے تلخیوں کو دور کرتا ہے تو احسان اس میں خوشگواریاں پیدا کرتا ہے۔

وہ حقیقت معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنانے کیلئے صرف یہی کافی نہیں کہ ہر شخص ناپ تول کر اپنا حق پہنچاتا رہے اور اسے لے کر ہی رہے اور اس طرح دوسروں کا حق ناپ تول کر فقط اتنا ہی دے۔ اس قسم کے ماحول میں یہ تو ممکن ہے کہ کوئی تنازع اور کشمکش نہ رہے لیکن افراد میں ایثار و قربانی' فیاضی اور عالی ظرفی جیسے اعلیٰ جذبات مفقود ہوں گے۔ جو دراصل زندگی کی اصل روح ہیں۔ ان صفات کا وجود صرف اسی وقت ممکن ہے جب معاشرے کا ہر فرد احسان کی روش پر گامزن ہوگا۔

ہر ایک کو یہ سوچنا چاہیے کہ جب گنہگاروں اور بدکاروں کو معاف کرنا ان پر احسان کرنا اللہ بزرگ و برتر کی صفت ہے تو بندوں میں اللہ کی اس صفت کا جلوہ پیدا ہونا چاہیے۔ اس تعلیم میں قرآن پاک یہ بلاغت اختیار کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہارا اللہ ہر قسم کی قدرت علی الاطلاق رکھنے کے باوجود اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے ان کی فروگزاشتوں کو نظرانداز کرتا ہے تو انسان جس کی صفت محدود اور اختیار مشروط اور جس کی عاجزی و درماندگی ظاہر ہے' کو بھی ایسا کرنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا:

((فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين))

(سورۃ المائدہ، آیت نمبر 13)

''سو ان کو معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ بے شک احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

اہلِ کتاب کے طعام اور ذبیحہ کے مسائل

قرآنی حکم:

ارشاد ربانی ہے:

((الیوم احل لکم الطیبت و طعام الذین اوتو الکتب حل لکم و طعامکم حل لھم))

(سورۃ المائدہ آیت نمبر 5)

''آج کے دن تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال کردیا گیا ہے۔''

اسلام اور غیر مسلم:

اسلام مملکت میں بسنے والے غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کو بڑی بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔اس سلسلے میں اس کی پالیسی حکمتوں سے پر ہے۔وہ اپنے شہریوں کو نہ تو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اسلامی تشخص کو فراموش کر کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ یوں گھل مل جائیں اور نہ ہی ان سے یوں کنارہ کش ہو جائیں کہ کوئی تعلق ہی قائم نہ رہے۔

اہلِ کتاب کا ذبیحہ:

انہی احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ مسلمان اہل کتاب کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں اور ہم مسلمان اپنا کھانا انہیں کھلا سکتے ہیں۔

یہ اجازت اسلامی معاشرے میں رہنے والے اہل کتاب کے ساتھ رواداری کی بہترین مثال ہے۔اسلام نے غیر مسلم رعایا کے حقوق متعین کر کے انہیں ہر طرح کے تحفظات فراہم کیے ہیں۔ان کو حقوق و مراعات اور مذہبی آزادی دینے کے بعد انہیں ان کے حال پر ہی نہ چھوڑ دیا کہ وہ عملی طور پر معاشرے میں مسلم آبادی سے الگ تھلگ زندگی گزاریں اور یوں اپنے آپ کو دوسرے درجے کے شہری سمجھنے لگیں، بلکہ وہ مسلم باشندوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے غیر مسلموں سے تعلقات استوار رکھیں وہ ان حدود کے اندر ان سے محبت و شفقت کی فضا قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اگر نفسیاتی اعتبار سے دیکھا جائے جس شخص کو ہم معاشرے میں الگ تھلگ چھوڑیں گے اس سے میل جول نہ رکھیں تو وہ اپنے آپ کو کم تر سمجھنے لگتا ہے۔یہی احساس کمتری باہمی نفرت کا سبب بن جاتی ہے۔اس نفرت کی فضا میں

Marfat.com

کوئی طبقہ بھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ اپنے آپ کو دوسرے درجے کا شہری سمجھنے والے کبھی بھی معاشرے کے مفید شہری نہیں بن سکتے۔ یہ ماحول دعوت دین کے حوالے سے بھی چنداں مفید نہیں ہے۔ نفرت کے ماحول میں کوئی کسی کی دعوت قبول نہیں کرتا۔ اسلام کی دعوت عالمی دعوت ہے۔ اگر وہ ایک ہی معاشرے کے افراد کو اس بنیاد پر تقسیم کردے تو اس کے عالمی دعوتی پروگرام پر بھی زد پڑتی ہے۔

اسلامی رواداری:

اہل کتاب کا طعام کھاسکنے کی اجازت دراصل اسلامی رواداری کی ایک عظیم مثال ہے، لیکن یہ رواداری اسلامی حمیت، غیرت اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کی طرف جھکاؤ ہرگز نہ ہو۔ اسلامی تعلیمات یا اس کے کسی تشخص کی تحقیر ہرگز نہ ہو۔ اس تعاون کو محض حسن سلوک ہی کی ایک شکل حاصل ہے نہ کہ ان کے ساتھ سازگاری کی۔

طعام سے مراد:

اہل کتاب کے طعام سے مراد ان کے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تابعین میں سے مجاہد، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، مکحول رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، سدی اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رائے ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے کی مسلمانوں کو اجازت ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے دلائل:

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

1: حضرت عبداللہ ابن مغفل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک ملی۔ میں نے یہ مشک قبضے میں لے لی اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں تو یہ کسی اور کو نہیں دوں گا۔ ایک طرف دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کھڑے میری بات سن رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر تبسم فرمایا۔

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے شانے کے گوشت کی دعوت دی۔ یہ گوشت انہوں نے زہر کے اندر پکایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمالی۔

3: ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی ایک روٹی اور خشک چربی پیش کی تھی۔

اہل کتاب اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیا کرتے تھے اس وجہ سے ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا۔ مشرکین کا ذبیحہ اسی لیے حرام ہے کہ وہ اگر جانور ذبح کریں تو اس پر اللہ کا نام نہیں لیتے، بلکہ غیر اللہ کا نام لیتے ہیں۔

اہل کتاب کا کون سا کھانا حلال ہے:

حضرت عبداللہ بن مغفل والے واقعہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود خیبر کی دعوت قبول کر لینے کے واقعہ سے

Marfat.com

ان لوگوں کے نقطہ نگاہ کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہمارے لیے حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نقطہ نگاہ درست نہیں ہے کیونکہ یہودیوں کے نزدیک چربی حرام تھی، لیکن صحابی نے اس چربی کو حاصل کیا۔

اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے اسی وقت حلال ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ انہوں نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا تھا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا تھا تو اس صورت میں اس جانور کے مسلمان کے لیے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔

روح المعانی میں یہ قول منقول ہے:

((اذاذبح الیھود والنصرانی فذکر اسم غیر اللہ وانت تسمع فلاتاکلہ واذ ذکر اسم اللہ فکل فقد احل اللہ لک))

"جب یہودی یا عیسائی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے اور آپ اس کی بات کو سن لیں تو اس کے ذبیحہ سے نہ کھائیں اور جب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ ذبیحہ اللہ نے تمہارے لیے حلال قرار دیا ہے۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک قول منقول ہے:

"اگر عزیز علیہ السلام یا مسیح علیہ السلام کا نام سن لیں تو ایسا جانور حرام ہوگا۔"

تثلیث کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہوگا۔ احکام القرآن جصاص میں ہے:

((قال ابوحنیفہ وابویوسف وزفر ومحمد من کان یھودیا او نصرانیا من العرب والعجم فذبیحتہ مذکاۃ اذا سمی اللہ علیھا وان سمی النصرانی علیھا اسم المسیح لم توکل))

اکابر تابعین وآئمہ کا خیال ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ بہر صورت حلال ہے۔ یہ بحث اس وقت ہے جب اہل کتاب نے ذبیحہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ذبح کے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا تھا تو اس صورت میں اس جانور کے حرام ہو چکنے میں کوئی اختلاف نہیں۔

غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا جانے والا جانور حرام ہے:

اگر اہل کتاب جانور کو ذبح ہی نہ کریں، گلا دبا دیں یا غیر شرعی انداز سے ذبح کریں تو اس صورت میں بھی جانور حرام ہوگا۔

حلال جانور:

یہ بات بھی لازمی شرط ہے کہ یہ جانور مسلمانوں کے ہاں بھی حلال ہو۔ حرام جانور مثلاً خنزیر، کتا وغیرہ کا گوشت تو یہ جانور تو خود مسلمانوں کے ہاں بھی حرام ہیں۔

Marfat.com

مجوسی اہل کتاب میں شامل نہیں:

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ مجوسی اہل کتاب میں شامل نہیں ہوں گے۔ سنن ترمذی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجوسی کے کتے سے کیے ہوئے شکار کو کھانے سے منع فرمایا۔

دوسرے مذہب سے عیسائی بننے والا:

اگر کوئی شخص کسی دوسرے مذہب سے عیسائی بن جائے تو اسے عیسائی سمجھا جائے گا۔

مسلمان عیسائی ہو جائے تو عیسائی نہیں بلکہ مرتد ہوگا:

کوئی مسلمان مرتد ہو کر عیسائی ہو جائے تو یہ اہل کتاب نہ ہوگا بلکہ یہ مرتد ہے۔

نئے مسلمان ہونے والوں کا ذبیحہ:

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''ہم ایسے لوگوں میں رہتے ہیں جو ابھی نئے مسلمان ہوئے ہیں، وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں علم نہیں ہوتا کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم کھانے کے وقت بسم اللہ کہہ لیا کرو۔''

اہل کتاب کے برتنوں میں کھانا:

ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''ہم اہل کتاب میں رہتے ہیں، کیا ہم ان برتنوں میں کھانا کھا لیں۔؟''

فرمایا:

''اگر الگ برتن مل جائیں تو کھاؤ اور اگر الگ برتن نہ مل سکیں تو پھر انہیں خوب دھو کر ان میں کھا لیا کرو۔''

اس حدیث مبارکہ میں اگرچہ پہلے والے مضمون کے برعکس بات کی گئی ہے لیکن اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ گوشت کھانے کی اجازت تو معاشرتی ضرورت کے تحت دی گئی ہے، لیکن برتن استعمال کرنے سے گھل مل جانے کا تاثر پایا جاتا ہے۔ اسلام اسے پسند نہیں کرتا۔ اس سلسلے میں ایک نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہودی یا عیسائی کا حقیقتاً یہودی یا نصرانی ہونا ضروری ہے۔ محض نام ہی کے لوگ نہ ہوں۔ اس سلسلے میں حضرت علی اور دیگر صحابہ کا فتویٰ موجود ہے۔

موجودہ عیسائی و یہودی:

اس زمانے میں محض نام ہی کے یہودی یا عیسائی موجود تھے۔ ان کا ذبیحہ کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع

Marfat.com

فرمادیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عمر، ابن عباس اور بعض تابعین سے یہی منقول ہے۔ اس طرح کی روایات تفسیر طبری اور تفسیر قرطبی میں موجود ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عرب کے بعض علاقوں کے نصرانی اس قسم کی غلط کاریوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ان کی ان غلط کاریوں کی وجہ سے ان کے ذبیحہ کھانے کی ممانعت کی گئی تھی۔ مثلاً: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بنو تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ نہ کھاؤ کہ ان میں نصرانیت کی کوئی بات موجود نہیں' سوائے اس کے کہ وہ عیسائیوں کی طرح شراب پیتے ہیں۔"

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

"آرمینیہ کے یہود و نصاریٰ اور عرب کے یہود و نصاریٰ کے ذبائح مت کھاؤ۔"

اس طرح کی روایات حضرت علی، حضرت عائشہ صدیقہ، طاؤس اور حسن بصری سے بھی مروی ہیں۔

مصنف تفسیر المنار کا مؤقف:

تفسیر المنار میں ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت جس زمانے میں دی گئی اس وقت تک انہوں نے اپنی کتاب میں تحریف کر ڈالی تھی۔ اپنی کتاب کے ایک بڑے حصے کو انہوں نے بھلا بھی ڈالا تھا۔ سورت المائدہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے۔ اس کے بعد احکام نازل نہیں ہوئے۔

اس لیے مفسر کے بقول اس سلسلے میں زیادہ شدت سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اہل کتاب اس وقت عقیدہ تثلیث کا شکار ہو چکے تھے، ان کے اس عقیدے کی مذمت کے باوجود اہل کتاب کو مشرکوں سے الگ رکھا گیا ہے۔

مفسر لکھتے ہیں:

"کتابی کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اس کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ملت توحید پر ہو، چاہے حقیقتاً توحید پر ہو' چاہے دعوے کے طور پر۔ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ بن ابی رباح سے روایت ہے کہ "اللہ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا حالانکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ اس سے آگاہ ہے۔ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نصرانی کا ذبیحہ مطلقاً حلال ہے چاہے وہ تثلیث کا قائل ہو یا توحید کا۔ احمد مصطفیٰ المراغی کا نقطۂ نگاہ بھی یہی ہے کہ عیسائی کا ذبیحہ ہر صورت میں حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو دوسرے مشرکوں سے اس باب میں مستثنیٰ کر دیا ہے۔"

Marfat.com

عقیدۂ تقدیر

قرآنِ مجید اور عقیدۂ تقدیر:

سورۃ الحدید کی آیت نمبر 22، 23، 24 میں ارشاد ہے:

((ما آصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبرأها ان ذلك علی الله یسیرًا لکیلا تأسوا علی مافاتکم ولاتفرحوا بما اتکم والله لایحب کل مختال فخور الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل))

(سورۃ الحدید

''زمین کے اندر اور تمہارے اپنے نفسوں میں کوئی مصیبت نہیں آتی مگر یہ کہ وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ بات اللہ پر آسان ہے۔ یہ اس لیے بتایا گیا ہے کہ جو چیز تم سے جاتی رہے اس کا غم نہ کھاؤ اور جو نعمت دی جائے اس پر اتراؤ نہیں۔ اللہ کسی فخر کرنے والے مغرور کو پسند نہیں فرماتا، جو خود بھی بخل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتا ہے۔''

آیت کا سیاق و سباق:

جنگوں کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ قربانیوں کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ کسی کا ذہن اب قربانیوں سے گریز کی طرف مائل ہو جائے کہ آخر کب تک مشکلات میں گھرے رہیں، جبکہ حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ اب کسی کم ہمتی مندی کا مظاہرہ کیا جاتا تو پہلی تمام قربانیوں کے رائیگاں جانے کا امکان ہوسکتا تھا کیونکہ مملکت اسلامیہ کا وجود خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ مملکت اسلامیہ محض ایک مملکت نہ تھی بلکہ بعثت نبوی کے بنیادی مقصد کہ ''تمام ادیان پر اسلام غالب کر دیا جائے'' کی تکمیل مملکت اسلامیہ کے ساتھ ہی وابستہ تھی۔ اس حوالے سے قربانیوں کی اہمیت واضح کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله))

(سورۃ الصف 9)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔''

یہاں ایک نفسیاتی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میں مال کسی کو دوں گا تو خود تنگدست ہو کر مصیبت

Marfat.com

ستلا ہو جاؤں گا۔ انسان کے دل میں مال کی محبت بھی ہے اور اس محبت کی بنا پر وہ بخل کا ارتکاب کرتا ہے۔
ان آیات میں ایک طرف اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تمہارے مال خرچ نہ کرنے سے تمہارے اوپر کوئی ت نازل نہیں ہوتی بلکہ مصیبت تو پہلے ہی لکھی جا چکی ہے۔
اس طرح بخل کی مذمت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بخل کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ یوں قربانیوں اور فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔

لارض کا مفہوم:

آیت کریمہ میں ایک لفظ ''فی الارض'' ہے، اس سے مراد زمینی آفات ہو سکتی ہیں اور طغیانی' زلزلے، قحط سالی اور ن بھی۔

سکم کا مفہوم:

''فی انفسکم'' یعنی وہ مصائب جو تمہارے اپنے نفوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس سے مراد جسمانی اور روحانی ں ہو سکتے ہیں اور ذہنی انتشار ذہنی بے چینی اور عدم سکون بھی۔

تب کا مفہوم:

''فی کتب'' اس سے مراد نوشتہ تقدیر، لوح محفوظ ہے۔

آنے والے مصائب لکھے جا چکنے کا مفہوم:

ارشاد باری تعالیٰ:

((من قبل ان نبرأھا))(سورۃ الحدید آیت نمبر 22)

کے سلسلے میں تین اقوال ہیں۔ یہ تینوں اقوال ''نبرأھا میں ''ھا'' کی ضمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔
نبرأھا میں ''ھا'' کی ضمیر انسانی نفوس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی تمہارے نفوس کے پیدا کیے جانے سے قبل ہی تمہیں پیش آنے والے مصائب بھی لکھ دیئے گئے تھے۔
''ھا'' کی ضمیر مصیبت کی طرف لوٹتی ہے یعنی ہم نے ہر مصیبت کے پیدا کیے جانے سے قبل ہی وہ کتاب الٰہی یا لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے۔
''ھا'' کی ضمیر تمام مخلوقات کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی مخلوقات کے پیدا کیے جانے سے قبل ہی انسان کی تقدیر لکھ دی گئی ہے۔

ے موقف کی تائید:

تیسرے موقف کی تائید مختلف احادیث سے ہوتی ہے۔
مسند احمد، مسلم، ترمذی میں متعدد روایات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر کے پچاس ہزار سال پہلے لوگوں کی تقدیریں مقدر فرمائی تھیں۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''انسان کو جو بھی مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے علمِ قدیم کے مطابق لوحِ محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔ اگر کسی کی قسمت میں محتاجی لکھی ہو تو وہ اگر بخل بھی کرے تب بھی اس مصیبت سے بچ نہیں سکتا۔ اگر اس کے مقدر میں رزق کی وسعت لکھی ہوئی ہے تو وہ خرچ بھی کرے، تب بھی اسے کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔''

طبری میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ انہوں نے فرمایا:

''بھلا اس میں کسی کو شک ہے کہ زمین و آسمان میں جو مصیبت آتی ہے اللہ تعالیٰ نے وہ مخلوق کی پیدائش سے قبل لکھ دی ہوئی ہے۔''

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس آیت میں واضح دلیل موجود ہے کہ جو کچھ دنیا میں واقع ہوتا ہے سب اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ نے لکھ دیا ہوا ہے کہ کس کو تکلیف دینی ہے اور کس کو راحت اور کون کس وقت کیا کام کرے گا۔''

مصیبتیں ہمارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں:

قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اس بات کا ذکر موجود ہے کہ ہمارے مصائب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہو کہ کسی بندے کے برے اعمال کا بدلہ اسے اسی دنیا میں دینا ہے تو اسے مختلف مصائب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

((ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك))(النساء:79)

''جو تمہیں کوئی بھلائی پہنچے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تمہیں کوئی برائی پہنچے تو وہ تمہارے نفس سے ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس))(الروم:41)

''ان کے اعمال کے سبب فساد خشکی اور تری میں پھیل گیا۔''

ارشاد ربانی ہے:

((ما اصاب من مصيبة الا باذن الله))(التغابن:11)

''جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہے۔''

Marfat.com

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہے:

((وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم)) (الشوریٰ:30)

"اور تمہیں جو کوئی بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ اس کے سبب جو تمہارے اعمال کا بدلہ ہیں۔"

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' لکڑی کی ذراسی کھرچ' ہڈی کی ذراسی تکلیف' یہاں تک کہ پاؤں کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ کے بدلے میں ہوتا ہے۔"

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"کیا ہر برائی اور ہر بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سنو! جو چیزیں بھی انسان کی طبیعت کے خلاف ہیں' وہ اس کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ تمام نیکیاں اللہ کے پاس موجود ہیں۔"

ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمام صدمے اور بیماریاں گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔"

مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان کے گناہ بڑھ جاتے ہیں تو اللہ اسے کسی رنج میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب اس کے پاس کفارے کی کوئی صورت موجود نہیں ہوتی' وہی رنج اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔"

بخاری اور مسلم میں مومن کے بارے میں روایت ہے:

"اگر اسے کانٹا بھی چبھے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔"

یہاں دراصل حق والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ تمہیں جو بھی مصیبت آ رہی ہے، وہ اللہ کے علم میں ہے۔ یہ دراصل تمہاری تربیت کی جا رہی ہے۔ اللہ کی مقرر کردہ تقدیر کے تحت یہ ہو رہا ہے۔ اس تربیت سے گزارے بغیر تمہارے لیے منزل مقدر کر دی جائے تو تمہاری سیرت میں وہ خامیاں رہ جائیں گی جن کی بدولت نہ تم عظمت و اقتدار کی ثقیل غذا ہضم کر سکو گے اور نہ باطل کے طوفان خیز تھپیڑوں کو سہہ سکو گے۔"

آیت مبارکہ کی تفسیر کا دوسرا پہلو:

آیت مبارکہ کی تفسیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ منافقین کا وطیرہ یہ تھا کہ جب کوئی مصیبت آتی تو وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے اور کہتے کہ یہ مصیبت ان کی وجہ سے آئی ہے، حالانکہ ایسا ہرگز نہ تھا۔ قرآن مجید کی سورۃ التوبہ میں اس سلسلے میں فرمایا گیا:

((ان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذا من عند اللہ وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذا من عندک قل

Marfat.com

کل من عند اللہ))

''اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دیجئے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔''

اس آیت میں اس حوالے سے ہمیں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مصیبت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ اگر حالات ناسازگار ہوں تو ان کا مقابلہ صبر وتحمل سے کریں۔ زمانے اور اپنی قسمت کو کوسنے نہ لگیں۔ اللہ کی رضا پر راضی رہیں۔ بھلائی کی امید رکھیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرتے ہیں۔ اس سے یقین وایمان کی روشنی بھی حاصل ہوتی ہے اور اس مصیبت کا نعم البدل بعض اوقات دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''جو کسی مصیبت کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کر لیتا ہے اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ مصائب میں وہ تذبذب کا شکار نہیں ہوتا۔''

صحیحین کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ہر بات میں اس کی کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی ہے۔ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کر کے بھلائی سمیٹ لیتا ہے۔ اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر کر کے بھلائی سمیٹ لیتا ہے اور یہ معاملہ مومن کے علاوہ کسی سے نہیں ہے۔''

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا:

''سب سے افضل عمل کون سا ہے۔؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔''

سائل نے کہا:

''مجھے کوئی آسان کام فرمائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو فیصلہ اللہ کی مرضی ورضا سے تم پر جاری ہو تو اللہ سے گلہ شکوہ نہ کرو اور اس کی رضا پر راضی رہ۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرضی بندے کی ہے اور دوسری مرضی اس کے رب کی۔ ہونا وہی ہے جو اس کے رب کو منظور ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ بندہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا کے تابع کر دے۔

آیت کے دوسرے حصے کی تفسیر:

ارشاد ربانی ہے:

((لکیلا تأسوا علی مافاتکم ولاتفرحوا بما اٰتکم واللہ لایحب کل مختال فخور))

Marfat.com

(سورۃ الحدید آیت نمبر 23)

"تا کہ تم افسوس نہ کرو اس پر جو تمہارے ہاتھوں سے گیا اور تم خوش نہ ہو جو تم کو دیا گیا، اور اللہ کسی بخیل اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔"

اس مقام پر زندگی کا ایک بہترین اصول پیش کیا گیا ہے کہ اگر تمہیں کوئی صدمہ پہنچے تو مایوسی اور تاسف کا شکار نہ ہو جایا کرو اور اگر زندگی کی خوشی ملتی ہے تو اس پر غرور، تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا نہ ہو جانا' اس خوشی کو اپنی محنت کا ثمر قرار نہ دینے لگ جانا۔

حیات میں ایسا ہر عمل اور ایسا ہر اندازِ فکر جس سے فکر و عمل اور یقین و اعتماد میں کمزوری پیدا ہو ممنوع ہے۔ اس کے مقابلے میں قرآن مجید جد و جہد کا سبق دیتا ہے:

((لیس للانسان الا ماسعی))

"انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی جد و جہد کرتا ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

((و سعیٰ لها سعیها و هو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكورًا))

"اور اس نے اس کی کوشش کی اس حال میں کہ وہ مومن ہے، ان کی کوشش قابلِ قدر ہے۔"

ایک اور جگہ پر فرمایا:

((و الذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا))

"جو لوگ ہمارے بارے میں جد و جہد کرتے ہیں تو ہم انہیں منزل مقصود پر پہنچاتے دیتے ہیں۔"

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ہر انسان طبعی طور پر کچھ چیزوں سے خوش ہوتا ہے اور کچھ سے غمگین، لیکن ہونا یہ چاہئے کہ جسے کوئی مصیبت آئے وہ اس پر صبر کرے۔ آخرت کا اجر کمائے اور اگر راحت ملے تو اس پر شکر گزار بن کر اجر و ثواب حاصل کرے۔ (مستدرک) (روح المعانی)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اے اولادِ آدم! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ جو چیز تم سے گم ہو جائے اس پر افسوس کرتا ہے حالانکہ وہ چیز تمہیں افسوس کرنے سے واپس نہیں ملے گی اور تجھے کیا ہوا جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے اس پر اتراتا ہے، حالانکہ موت اسے تیرے ہاتھ میں نہیں چھوڑے گی۔"

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا کہ جو مصیبت اور مال و دولت تمہیں پہنچی وہ کسی طرح رک نہیں سکتی تھی اور جو نیکی اور بھلائی یا مصیبت نہیں پہنچنے والی وہ کسی طرح نہیں پہنچ سکتی۔"

Marfat.com

اس موقع پر اس حقیقت کی یاد دہانی کروائی جارہی ہے کہ نہ تم کسی چیز کے جانے سے غم کرو اور نہ چیز کے ملنے پر اترانے لگو، بلکہ اس عقیدہ کی روشنی میں تمہارا کردار یہ ہونا چاہیے کہ تمہیں کوئی تکلیف ہو تو صبر کرو کہ نوشتہ تقدیر پر یہی یہ تھا، اس میں اللہ کی حکمت تھی اور اگر اچھائی پہنچتی ہے تو اتراؤ نہیں اور یہ نہ کہو کہ یہ ہماری قابلیت کا ثمر ہے۔"

تقدیر پر ایمان:

تقدیر پر ایمان انسان کو کاہل اور مایوس نہیں بناتا، بلکہ انسان کے اندر حوصلہ بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"قوی مومن اللہ تعالیٰ کو ضعیف مومن سے زیادہ محبوب اور پسند ہے، لیکن ہر ایک میں بھلائی ہے۔ تو ہر فائدہ مند چیز کی خواہش کر۔ اللہ سے مدد مانگ اور کمزوری نہ دکھا اور اگر تجھے کوئی مصیبت آئے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں یوں کرتا تو یوں ہوتا بلکہ یوں کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر ہی ایسے کیا تھا اور اس نے اپنی منشاء کے مطابق کیا کیونکہ یہ اگر مگر کی باتیں شیطان کا کاروبار کھولتی ہیں۔"

مسلمان کا عمل چار چیزوں سے عبارت ہوتا ہے:

1: توکل۔ 2: تقدیر۔ 3: صبر۔ 4: شکر۔

انسان کو اللہ تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو وہ عین علم اور حکمت کی بنا پر بھیجتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے کون صبر و استقامت اختیار کر کے اپنے درجات بلند کرواتا ہے اور کون بے صبری اور ناشکری سے اپنی بدبختی میں اضافہ کرتا ہے۔

مختال و فخور کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

((واللہ لایحب کل مختال فخور))(سورۃ الحدید آیت نمبر 23)

مختال: وہ شخص جو زبان سے گھمنڈ کا شکار ہو۔

فخور: وہ شخص جو کردار سے غرور اور تکبر کا اظہار کرتا ہو۔

تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ میں ان الفاظ کے معنی ہیں:

"خود بین معجب 'متکبر' خود پسند' اپنی فوقیت جتانے والا' اپنے آپ کو تو لنے والا' دوسروں سے اپنے آپ کو فائق اور بہتر سمجھنے والا۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے بندوں کو اپنا دشمن فرماتا ہے۔ پھر آپ نے انہی تین بندوں کے بارے میں نازل شدہ سورۃ النساء کی آیت نمبر 36 پڑھی۔

ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی:

Marfat.com

"کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ کیونکہ یہ تکبر اور خود پسندی ہے۔"
اکثر متکبر مالداروں کی حالت یہ ہے کہ بڑائی اور شیخی تو بہت ماریں گے مگر خرچ کرنے کے لیے پیسہ جیب سے نہیں نکالتے اور دوسروں کو بھی یہی سبق پڑھاتے ہیں۔
قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں اس مرض کے علاج کی نشاندہی کی گئی ہے۔
بڑے بڑے القاب و خطابات کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ شہنشاہ خطاب کو بدترین فعل قرار دیا۔ لوگوں سے بے رخی اور اترا کر چلنے کی ممانعت کی۔ جو شخص غرور سے گھسیٹتے ہوئے کپڑے پہنتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائے گا۔ حسب و نسب' قوت' اعوان و انصار کی کثرت سبھی اسباب غرور کی مذمت فرمادی گئی۔

((الذین یبخلون ویأمرون الناس بالبخل ومن یتول فان اللہ لغنی حمید))
اس آیت کریمہ میں ایک طرف تو بخل اختیار کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے اور دوسری طرف اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں قربانیاں پیش کرنے اور اس کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو اللہ کو "قرض حسنہ" دے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تمہارے پیسے کا محتاج ہے بلکہ وہ تو محض غنی ہی نہیں بلکہ "الغنی الحمید" ہے یعنی عزت والا غنی اور زمین آسمان کی بادشاہی اسی کی ہے۔

((ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شر لھم سیطوقون مابخلوا بہ یوم القیمۃ وللہ میراث السمٰوات والارض واللہ بما تعملون خبیر))
(آل عمران:180)

"اور ہرگز یہ خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس میں جو دیا انہیں اللہ نے اپنے فضل سے کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے بلکہ وہ تو ان کے لیے برا ہے۔ قیامت کے دن جس میں انہوں نے بخل کیا اس کا طوق پہنایا جائے گا اور زمین و آسمان کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے اور جو تم کرتے ہو اس سے اللہ خوب واقف ہے۔" (الحدید:10)

بخل ایسا مرض ہے جو مال کی محبت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ بخل یہ ہے کہ انسان مال کی محبت اور اس کے حصول میں اس قدر غرق ہو جائے کہ وہ اپنے دینی فرائض اور اللہ کی ذات کو ہی بھول جائے۔ فرائض کی بجا آوری اور آخرت کی تیاری سے آنکھیں بند کر لے۔ اگر یہ مرض انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو انسان کی آخرت بگڑ جاتی ہے۔
احادیث میں ہے کہ بخل سے بڑی بیماری اور کوئی نہیں۔ اس بیماری نے تم سے پہلی قوموں کو تباہ کر دیا۔ اسی سے قطع رحمی اور فسق و فجور کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت مختلف مقامات پر کی گئی ہے۔

((ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطھا كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً))
(بنی اسرائیل:28)

"اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف طوق نہ بناؤ (بخل نہ کرو) اور نہ کر اس کو پورے طور پر کشادہ کر کہ تو

Marfat.com

محتاج کی طرح بیٹھا رہ جائے۔"

مصیبت برداشت کرنے والا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

"جو کسی مصیبت کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کر لیتا ہے اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے، مصائب میں وہ تذبذب کا شکار نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ملا ہے وہ ملنے والا ہی تھا اور جو کچھ نہیں ملا وہ اس کا نہ تھا۔"

مصیبت برداشت کرنے والے کے اندر یہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں:

1: حالات کا مقابلہ کرنا۔
2: زمانے اور قسمت کو برا بھلا نہ کہنا۔
3: بھلائی کی امید رکھنا۔
4: یقین و ایمان حاصل ہونا۔
5: نعم البدل دنیا میں ملنا۔

مومن کا عجیب معاملہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ہر بات میں اس کی کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی ہے۔ اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر صبر کر کے بھلائی سمیٹ لیتا ہے، اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کر کے بھلائی سمیٹ لیتا ہے اور یہ معاملہ مومن کے علاوہ کسی سے نہیں ہے۔"

صدقات:

کچھ اعمال ایسے ہیں کہ اگر ان کو کیا جائے تو انجام بدلا جا سکتا ہے۔

احادیث کی روشنی میں ہمیں بہت سی احادیث ایسی ملتی ہیں کہ اگر ہم کچھ ایسے اعمال کریں تو ہم انجام کو بدل سکتے ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صدقہ اللہ تعالیٰ کی غضب کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور بری صورت سے بچاتا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"صدقہ پہلے ہے اور فلاح بعد میں ہے۔"

((ان الحسنات یذھبن السیات))

"نیکیاں گناہوں کو ٹال دیتی ہیں"

ایک روایت میں آتا ہے:

"صدقہ برائی پہنچنے والے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔"

ارشاد ہے:

Marfat.com

”صدقہ دیا کرو یہ مال کو بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا۔ اگر تم صدقہ کیا کرو گے تمہارا انجام بدل جائے گا۔“

دعا کے ذریعہ انجام بدلا جاسکتا ہے:

بہت سی روایات میں آتا ہے کہ انسان دعا کے ذریعے اپنی مصیبتوں میں کمی کر سکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دعا کارآمد اور نفع بخش چیز ہے ان حوادث کے لیے جو آپ پر آنے والے ہیں“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارے بچاؤ کرائے اور تمہیں بھرپور زندگی دے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو دن رات کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔“

☆☆☆

Marfat.com

تبلیغ کے تین بنیادی اصول

تین بنیادی اصول:

ارشاد ربانی ہے:

((ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بالمهتدین))

"بلاؤ اپنے رب کی طرف حکمت، عمدہ نصیحت اور عمدہ طریقہ سے بحث کے ساتھ۔ بے شک تیرا رب بہتر جانتا ہے کہ کون راہ سے بھٹک گیا اور وہی ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں تبلیغ دین کے طریق کار اور انداز کا ذکر کیا گیا ہے۔ مفسرین کے ایک مکتب فکر کا خیال ہے کہ اس سورت مبارکہ میں حق و باطل کی کشمکش کا موضوع بیان ہوا ہے۔ اہل حق کو ہدایات دی گئی ہیں کہ انہوں نے اہل باطل کے خلاف اور عمومی طور پر کیا انداز اپنانا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اس سلسلے میں اصولی ہدایت دی گئی ہے کہ اہل حق کو اہل باطل کے خلاف الجھاؤ کا ماحول پیدا کرنے کی بجائے ایسی فضا پیدا کرنی ہوگی جس میں دعوت دین کی قبولیت کے لیے بہتر ماحول پیدا ہو سکے۔ اس آیت میں اس سلسلے میں تین اصول پیش کیے گئے ہیں۔

1: حکمت۔ 2: موعظہ حسنہ۔ 3: جدال بالاحسن۔

حکمت:

حکمت سے مراد وہ دلائل و براہین ہیں جن سے حق واضح اور باطل ملیامیٹ ہو جائے۔ قرآن مجید حکمت عظمیٰ ہے، کیونکہ اس میں حق کو واضح کرنے کے لیے ایسا عمدہ و اعلیٰ اسلوب موجود ہے جس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ اسی طرح باطل کی بنیادوں کو منہدم کرنے کے لیے ایسا موثر استدلال موجود ہے جس کے ذریعے باطل ٹک نہیں سکتا۔ یہاں بیان کیا گیا ہے کہ داعئ حق کو اپنی بات پورے استدلال کے ساتھ کرنی چاہیے اور یہ استدلال قرآن حکیم اور اس کے اسلوب استدلال کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ مبلغ قرآن مجید کے اسلوب استدلال سے آگاہ ہو اور قرآن مجید کے دلائل اس کے ذہن میں محفوظ و موجود ہوں۔

لفظ حکمت، نبوت، علم، تفقہ فی الدین، عقل اور تقویٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

روح المعانی میں ہے:

"حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو انسان کے دل میں اتر جائے۔"

حکمت اس خوبی کو بھی کہا جاتا ہے جس کی موجودگی میں انسان غیر دانش مندانہ اقدامات سے بچتا ہے۔ یہ خوبی

Marfat.com

انسان کو بے ہودہ کاموں سے روکتی ہے۔ انسان باطل کی راہ اختیار کرنے سے باز رہتا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 165 میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان ہوا ہے:

((لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب الحکمۃ))

"تحقیق اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے کہ ان ہی میں ایک رسول بھیجا جو ان پر آیات کی تلاوت کرتا' ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا' انہیں کتاب کی تعلیم دیتا اور انہیں حکمت سکھاتا ہے۔"

راست گوئی اور خوش کلامی کو بھی حکمت کہتے ہیں۔

لغوی اعتبار سے گھوڑے کی لگام کو حکمت کہتے ہیں کیونکہ اس کی مدد سے گھوڑے کو راہِ راست پر چلایا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام اقوال کو "حکمت" کا معنی اور اس کی وسعت کو متعین کرنے کے لیے ذہن میں رکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ موثر استدلال، فراست و دانائی' موقع و محل کی مناسبت سے انداز کلام اور احادیث کی بنیاد پر بات کرنے کا انداز اپنائے۔

نہایت پختہ اور اٹل مضامین' مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں' حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں جنہیں سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کے بیان کردہ حقائق کا ایک گوشہ بھی تبدیل نہ کر سکیں۔

محمد عبدہ الفلاح رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں حکمت کا مطلب ہے:

"نہایت سنجیدہ طریقے سے مخاطب کی ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کرنا۔"

بے وقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے، بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت اور استعداد اور حالات کو سمجھ کر' موقع محل کو دیکھ کر بات کی جائے۔ ہر طرح کے لوگوں کو ایک ہی لاٹھی سے نہ ہانکا جائے۔ جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے' پہلے اس کے مرض کی تشخیص کی جائے۔ پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں سے اس کے مرض کی جڑ نکال سکتے ہوں۔

انداز دھونس جمانے والا نہ ہو بلکہ گفتگو سے سچے جذبہ خیر خواہی کا اظہار ہوتا ہو تاکہ اس گفتگو کو سننے کے بعد مخاطب بدکنے کی بجائے اس کی باتوں کو سننے اور غور کرنے کی طرف مائل ہو۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

"یہاں حکمت سے مراد قرآن مجید اور احادیث نبویہ ہیں۔ دعوت دینے والا ایسا اسلوب اپنائے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ اس کے دل میں میرے لیے ایک تڑپ اور خیر خواہی کا جذبہ موجزن ہے۔ اسے کہیں بھی اپنی کم علمی کا احساس نہ ہونے پائے۔

اس سلسلے میں حکمت اور موعظت کے جادۂ مستقیم راہ اعتدال سے انحراف نہ کیا جائے۔

Marfat.com

موعظۃ الحسنۃ

((موعظۃ الحسنہ))

سے مراد اور رقت آمیز نصیحتیں ہیں جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہوئی ہو۔ اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں بات کی جائے۔ اس قسم کے انداز تبلیغ سے بسا اوقات پتھر دل موم ہو جاتے ہیں۔ مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مایوس اور پژمردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر لوگ منزلِ مقصود کی جانب بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ یہ انداز خصوصاً ان لوگوں کے لیے بڑا موثر ثابت ہوتا ہے جو زیادہ اعلیٰ ذہن کے مالک اور زیادہ ذہین و فطین نہیں ہوتے مگر ان کے دل میں حق کو قبول کرنے کی چنگاری موجود ہوتی ہے۔ اس اندازِ تبلیغ سے ان کے اندر عمل کی ایسی تحریک پیدا ہوتی ہے جو بڑی بلند پایہ عالمانہ تحقیقات سے ممکن نہیں ہوتی۔

عمدہ نصیحت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ مخاطب کو صرف دلائل سے ہی مطمئن کرنے پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کیا جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں ان کے لیے جو پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی ابھارا جائے اور ان کے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدایت اور اعمال صالحہ کی محض صحت اور خوبی ہی عقلاً ثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی پیدا کیا جائے۔

نصیحت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ نصیحت ایسے طریقے سے کی جائے جس سے دل سوزی اور خیر خواہی ٹپکتی ہو۔ مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اسے حقیر سمجھ رہا ہے اور اپنی بلندی کا اور اعلیٰ مرتبے کے احساس سے لذت لے رہا ہے، بلکہ وہ سمجھے کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح کے لیے ایک تڑپ موجود ہے اور وہ حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔ اس لفظ کا معنیٰ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرتے ہیں:

"ایسا انداز جس میں ڈر اور برے طرز عمل کے برے انجام کے حوالے سے دھمکی بھی ہو کہ لوگ اللہ کے عذاب سے بچاؤ کا بندوبست کریں۔"

جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں اس وقت مخالفین کے رویے میں بڑی شدت پیدا ہو چکی تھی۔ دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ساتھیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اکٹھی ہو چکی تھی۔ ایسی حالت میں بعید نہیں تھا کہ مسلمان تنگ آکر سخت رویہ اختیار کر لیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دعوت کے کام پر اس کا برا اثر پڑتا، اس لیے ضروری ہو گیا کہ اس سلسلے میں حکمت اور موعظت کے جادہ مستقیم و راہِ اعتدال سے انحراف نہ کیا جائے۔

جدال بالاحسن:

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((وجادلهم بالتی هی احسن))

''اوران کواچھے طریقے سے دلائل دیں اور مجادلہ کریں۔''

اس سلسلے میں سورۃ بنی اسرائیل میں ایک ہدایت یوں دی گئی ہے:

((وقل لعبادی یقولوا التی هی احسن ان الشیطن ینزغ بینهم ان الشیطن کان للانسان عدوًا مبینًا))

''آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اچھی بات کہیں کیونکہ شیطان سخت کلامی کرا کر لوگوں کو لڑاتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت کا ایک پس منظر یہی بیان کیا جاتا ہے کہ صحابہ کی اہل کتاب کے ساتھ انبیاء کی فوقیت کے موضوع پر بحث ہوئی۔ جو طول پکڑ سکتی تھی۔ اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اس طرح کی فضا سے اجتناب کیا جائے۔

بحث وتمحیص کی ممانعت یا اس سے حتی المقدور اجتناب کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس سے فضا میں کھچاؤ پیدا ہوتا ہے۔ قبول حق کے لیے ضروری ہے کہ باہم اخوت ومحبت' بھائی چارے اور بات ماننے منوانے کی فضا موجود ہو۔ جب ضد جگہ پکڑ لے' تعصب کی فضا پیدا ہو جائے تو پھر دعوت کا کام گروہی تعصب اور ضد وانا کا شکار ہو جاتا ہے۔ باطل والے تو چاہیں گے کہ حق والوں کے بے مقصد بحث وتمحیص میں الجھا دیا جائے۔ ان کا وقت اور صلاحیتیں بے مقصد سوال وجواب اور جواب در جواب میں الجھ جائیں اور حق سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ بحث سے اجتناب کیا جائے۔

محمد عبدہ الفلاح رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''یہ بحث وتمحیص نہایت نرمی' محبت اور اخلاق وتہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے کی جائے۔ کسی کو جھڑک کر یا دل آزار باتیں کر کے بحث نہ کی جائے۔''

دنیا میں ہمیشہ لوگوں کی ایک ایسی جماعت موجود رہی ہے جو حکمت کی باتیں کرتی ہے نہ وعظ ونصیحت۔ اس جماعت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہر مسئلہ پر بحث ومناظرے کا بازار گرم رہے بلکہ یہ لوگ طالبانِ حق اور اہلِ فہم ودانش کو بھی شہادت میں الجھا دیتے ہیں۔ اس صورتحال میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ تہذیب وشائستگی' حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ حریف پر الزام دو تو بہترین اسلوب سے۔ مقصد' حق کو واضح کرنا ہی رہے۔ الجھاؤ کی کیفیت کو زیادہ طول نہ دو۔

مختلف انسانوں کا فکری وذہنی رجحان مختلف ہوتا ہے۔ کچھ حکمت کی گفتگو سے نصیحت پکڑتے ہیں۔ یہ اعلیٰ طبقہ ہوتا ہے۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو' عمدہ نصیحت' کے طریقے سے ہدایت پاتے ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو اپنے سابقہ موقف پر ڈٹا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یا تو کم علمی ہوتی ہے یا ذہنی استعداد کی پستی۔ یا عماشی' معاشرتی اور سیاسی مفاد پرستیاں اور گروہی

Marfat.com

سیاست زار اور دھڑے بندی ہوتی ہے۔ وہ اپنے موقف کے لیے دور دراز سے بظاہر بڑا موثر استدلال ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔ مخالفین حق سے بحث وتمحیث کرتے ہیں۔ اگر ایسی صورت پیدا ہوتی ہے تو اس بحث کی نوعیت محض مناظرہ بازی، عقلی کشتی، ذہنی دنگل، کج روی، الزام تراشیاں، چوٹیں اور پھبتیاں نہ ہوں۔ حریف کو پچھاڑ دینا اور اپنی زبان آوری کا ڈنکا بجانا نہ ہو، بلکہ اس میں شیریں کلامی ہو۔ اعلیٰ درجہ کا شریفانہ اخلاق ہو۔ معقول دلائل ہوں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت پیدا نہ ہونے دی جائے یا حریف اگر دلائل کے مقابلے میں کج روی پر ہی اترا ہوا ہو اور اصلاح کی بجائے مزید بگاڑ پر مائل ہو تو اس وقت اسے اس حال پر ہی چھوڑ دیا جائے تا کہ وہ گمراہی میں مزید پختہ نہ ہو جائے۔

☆☆☆

Marfat.com

قسم

قرآن مجید میں قسم کا ذکر:

ارشاد ربانی ہے:

((لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم))(المائدہ:89)

"اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں فرمائے گا۔"

یمین کا معنی:

ایمان یمین کی جمع ہے اور یہ یمن بمعنی برکت سے مشتق ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم سے بھی حقوق محفوظ ہوتے ہیں، معاہدے پورے کیے جاتے ہیں، اس لیے اسے یمین (برکت والی چیز) کہہ دیا گیا۔ اس لیے ارشاد فرمایا:

((واحفظوا ایمانکم)).

"اور اپنی قسموں کی خوب حفاظت کرو۔"

اپنی قسموں کو مذاق نہ بناؤ کہ ادھر قسم اٹھائی ادھر توڑ دی، بلکہ جب قسم اٹھاؤ تو اس کی پوری طرح پابندی کرو۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ زیادہ قسمیں نہ اٹھایا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ان کی پابندی نہ کر سکو اور ان کو توڑنے پر مجبور ہو جاؤ۔

قسم کی اقسام:

قسم کی تین اقسام ہیں:

1: یمین غموس۔ 2: یمین لغو۔ 3: یمین منعقدہ۔

یمین غموس:

غموس کے معنی ڈبو دینے کے ہیں۔ یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کر دینے والی ہے۔ اس لیے اسے یمین غموس کہتے ہیں۔

یمین غموس یہ ہے کہ کسی گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائی جائے، مثلاً: ایک شخص نے کوئی کام کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور پھر جان بوجھ کر قسم کھالے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ یہ جھوٹی قسم گناہ کبیرہ ہے اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ توبہ اور استغفار لازم ہے۔

Marfat.com

((وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین صبر وھو فیھا فاجر یقتطع بھا مال امری مسلم لقی اللہ وھو علیہ غضبان))

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قسم اٹھائی اور وہ جھوٹا تھا تا کہ کسی مسلمان کا مال کھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے وہ اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔"

یمین لغو:

کسی گزشتہ واقعہ پر اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھانا اور واقعہ میں وہ غلط ہو۔ مثلاً: کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص آ گیا ہے، اس پر اعتماد کر کے اس نے قسم کھالی کہ وہ آ گیا ہے، پھر معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اسے یمین لغو کہا جاتا ہے۔ اس پر نہ کفارہ ہے اور نہ گناہ۔

یمین منعقدہ:

کوئی آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھالے تو اس کو یمین منعقدہ کہا جاتا ہے۔ اس کی تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے۔

((یمین باللہ تعالیٰ لقولہ واللہ لافعلن وھذہ یمین منعقدہ))

"اللہ کی قسم کہہ کر قسم کھانا کہ اللہ کی قسم میں فلاں کام کروں گا وغیرہ تو یہ یمین منعقدہ ہے۔"

اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں اس پر گناہ بھی ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا۔

اگر کسی آدمی نے کسی ایسے کام کی قسم کھالی کہ جس میں اس کے لیے خیر نہ ہو بلکہ دوسرے کام میں خیر ہو تو اسے قسم توڑ دینی چاہیے۔

قسم کا کفارہ:

اللہ رب العزت قسم کے کفارہ کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

"پس جو کوئی قسم کو توڑتا ہے یا اس کا ارادہ توڑنے کا ہو تو اسے کفارہ کے طور پر جو کچھ دینا ہوگا وہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے۔"

ان تینوں کفارات میں اسے اختیار ہے جو بھی چاہے کفارہ کے طور پر دے دے۔

کفارہ میں کھانا کھلانا:

کفارات یمین میں سے پہلا کفارہ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ یعنی دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا صبح وشام دو وقت کھلا دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کفارہ کے کھانے کے بارے میں رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے

Marfat.com

ہیں:

"کفارہ دینے والے کو دو باتوں کا اختیار ہے کہ دس مسکینوں کی دعوت کر کے کھانا کھلا دے یا کھانا ان کی ملکیت میں دیدے۔ پہلی صورت میں ضروری ہے کہ متوسط درجہ کا کھانا جو وہ عادتاً اپنے گھر میں کھاتا ہے دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلا دے اور دوسرے صورت میں ایک مسکین کو بقدر صدقہ فطر کے دیدے۔"

کفارہ میں کپڑے پہنانا:

کفارہ کے طور پر دیئے جانے والا کپڑا کیا اور کیسا ہو اس میں مختلف آراء ہیں، اس سلسلہ میں علامہ مراغی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((کسوتهم به وهي تغتاف باختلاف البلاد والازمنة كالطعام))

"اور مسکینوں کو قسم کے کفارہ کے طور پر جو کپڑے دیئے جائیں گے ان میں زمانہ اور علاقہ کے لحاظ سے اختلاف ہے، جیسا کہ کھانا کھلانے میں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((عن النبي في قولي او كسوتهم قال: عباءة لكل مسكين))

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کے کفارہ کے کپڑوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ (دس مسکینوں میں سے) ہر مسکین کو ایک عباء دی جائے۔"

کچھ حضرات کہتے ہیں:

((والكسوة ثوب يغطي العورة))

"کم از کم اتنا کپڑا دیا جائے کہ جس سے ستر چھپائی جاسکے۔"

((عنابن عمر: ازراو قميص اورداء او كساء))

"ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد شلوار یا قمیص یا چادر ہے۔"

((وعن مجاهد ثوب جامع))

"امام مجاہد فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد جامع ترین کپڑا ہے کہ جس سے سارا جسم ڈھانپا جاسکے۔"

((عن الحسن ثوبان ابيضان))

"حضرت حسن سے روایت ہے کہ قسم کے کفارہ میں دو سفید کپڑے دیئے جائیں گے۔"

کفارہ میں غلام آزاد کرنا:

کفارہ یمین کی تیسری صورت "تحریر رقبۃ" ہے یعنی قسم توڑنے والا چاہے تو غلام آزاد کردے۔ اس آزاد کیے

Marfat.com

جانے والے غلام کے ایماندار اور کافر ہونے میں فقہاء میں اختلاف وارد ہوا ہے۔علامہ مراغی کہتے ہیں:

((ولا يشترط ان تكون الرقبة مؤمنة فيجزى عتق الكافرة عند ابى حنيفة واشترط الشافعي ومالك واحمد ايمانها))

''اور قرآن مجید واحادیث میں یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ وہ غلام مومن ہو، پس کافر غلام کو آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا امام ابوحنیفہ کے نزدیک، لیکن امام شافعی، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ قسم کے کفارہ میں مسلمان غلام آزاد کیا جائے گا۔''

کفارہ میں روزہ رکھنا:

اگر کسی قسم توڑنے والے کو ان مالی کفارات (دس مسکینوں کو کھانا کھلانے' کپڑے پہنانے اور ایک غلام آزاد کرنے) کے ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پھر تین دن کے روزے مسلسل رکھے۔امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے آئمہ کے نزدیک تین روزے مسلسل رکھنا ضروری ہے۔

احمد مصطفیٰ المراغی کی رائے یہ ہے کہ روزہ بھی تب ہے جب کہ اس کی قدرت ہو، اگر مرض کی وجہ سے بندہ عاجز ہو اور روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اللہ معاف کرنے والا اور رحمت والا ہے، لیکن اس میں بندے کی نیت صحیح ہو' لیکن اگر صحت حاصل ہو جائے تو پھر روزے رکھ لے۔

نصابِ کفارہ:

نصاب کفارہ کیا ہے۔اس بارے میں امام نخعی کہتے ہیں:

((اذا كان عنده عشرون درهمًا فعليه ان يطعم فى الكفاره نقل ابوحيان عن الشافعي واحمد ومالك: ان من عنده فضل من قوته وقوت من تلزمه نفقته يومه وليلة ومن كسوته بقدر مايطعم اويكسوا فهو واحد وعن ابى حنيفه اذلم يكن عنده نصاب فهو خير واحد))

''جب ان کے پاس بیس درہم ہوں تو اس پر لازم ہے کہ کھانا کھلائے۔امام شافعی اور احمد اور مالک فرماتے ہیں کہ اگر اس کے پاس اپنے اور اپنے ذمہ افراد کے ایک دن ورات کے کھانے سے زائد ہو تو اس پر کھانا کھلانے کا کفارہ لازم ہے، پھر اپنی قدرت کے مطابق کھانا کھلادے یا کپڑے پہنادے یہ برابر ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب ایک نصاب نہ ہو تو دوسرا ہوگا، یعنی اگر غلام نہیں تو کپڑے دے اور اگر یہ بھی نہیں تو کھانا کھلائے اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتا تو پھر روزے رکھے۔''

غیر مفید قسم توڑی جاسکتی ہے:

انسان کا علم چونکہ کوتاہ ومحدود ہے، اس لیے وہ بعض اوقات ایسی قسم کھالیتا ہے جو اس کے مفاد کے خلاف ہوتی

Marfat.com

ہے۔اس کے توڑنے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من حلف علی یمین ورامی غیرھا خیراً منھا فلیکفر من یمینه ولیات الذی ھو خیر))

"اگر کسی نے اپنے مفاد کے خلاف قسم کھالی تو قسم توڑ دے اور اپنے لیے جو بہتر ہے وہ کرے۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پکی ہوئی کھیر کا تحفہ آیا۔لوگ مل کر کھانے لگے تو ایک آدمی مجلس سے ہٹ گیا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

"آؤ شریک ہو جاؤ۔"

اس نے کہا:

"میں نے تو اس کے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"آؤ کھاؤ' قسم توڑ دو اور کفارہ دیدو۔"

اسی طرح عکرمہ سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون' علی بن ابی طالب اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترک دنیا کرنے' عورتوں کو چھوڑ دینے' راہبوں کا سا کھانا کھانے کی ٹھان لی۔ابن مظعون نے عورت کو اپنے اوپر حرام کرلیا، نہ یہ اہل کے پاس جاتے اور نہ اہلیہ ان کے پاس آسکتی۔یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا:

"تجھ کو اللہ کی قسم! ہرگز ایسا نہ کرنا۔فوراً گھر جا اور بیوی سے مل، روزہ توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کر۔ایسی غلطی نہ کرنا کہ یہ دین پر بہت بڑی زیادتی ہے۔اللہ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا۔ہاں قسم کا پیمان باندھا گیا ہو تو گرفت کرے گا۔"

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسی قسمیں اول تو اٹھانی ہی نہیں چاہیں جو حلال کو حرام کر دیں یا بندے کو نیکی کے کام سے روک دیں' لیکن اگر کوئی ایسی قسم اٹھا ہی لیتا ہے تو پھر اسے ایسی قسم کو لازماً توڑ دینا چاہیے۔اس سے ایک طرف وہ خود تنگی میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تنگی میں مبتلا کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ کے حلال وحرام کی حدود کو پامال کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔جو کہ دین کے معاملے میں بہت سخت زیادتی ہے اور پھر اس میں آدمی کی اپنی بھلائی بھی ہے کہ جس کام میں اس کے لیے خیر کا پہلو نظر آئے اسے اختیار کرلے اور دوسرے کو چھوڑ دے، خواہ قسم ہی کیوں نہ کھائی ہو اور پھر قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

☆☆☆

Marfat.com

چوری اور اس کی سزا

قرآن مجید کی بیان کردہ سزا:

ارشاد ربانی ہے:

((والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم))

(سورت المائدہ:38)

"چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے کیے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے سزا ہے اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔"

تعریف:

فقہاء اسلام نے سرقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"کسی عاقل و بالغ شخص کا خفیہ طور پر کسی شبہ کے بغیر کسی دوسرے شخص کا ایسا مال لے لینا جو ہاتھ کاٹنے کے نصاب کے برابر ہو' کسی محفوظ جگہ میں ہو' مالیت رکھتا ہو اور جلدی خراب ہو جانے والا نہ ہو۔"

شرائط:

اس تعریف کے مطابق کچھ شرائط ایسی ہیں جن کے پورا ہوئے بغیر حد سرقہ جاری نہیں کی جا سکتی اور وہ درج ذیل ہیں:

1: چور عاقل و بالغ ہو۔

2: چوری شدہ چیز مالیت رکھتی ہو۔

3: مالِ مسروقہ کی قیمت نصابِ قطعِ ید تک پہنچتی ہو۔

4: مالِ مسروقہ محفوظ مقام پر ہو۔

5: مال خفیہ طور پر لیا جائے۔

بالغ چور:

حدِ سرقہ کے نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ چوری کرنے والا عاقل و بالغ ہو کیونکہ نابالغ اور مجنوں پر حد نافذ نہیں کی جاتی، البتہ ان پر تعزیر (حاکم وقت جو مناسب سزا سمجھے دے سکتا) ہے۔

Marfat.com

مالیت:

مسروقہ چیز ایسی ہو جو مالیت رکھتی ہو معمولی چیز کا اٹھالینا چوری نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((لم یکن قطع السارق علی عهد رسول اللّٰه فی الشی اتافته))

''حقیر چیزوں کی چوری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ترکاریاں' پھل' گوشت' پکا ہوا کھانا' غلہ جس کا ابھی کھلیان نہ کیا گیا ہو' کھیل اور گانے بجانے کے آلات یہ وہ چیزیں جن کی چوری میں قطع ید کی سزا نہیں ہے۔ نیز جنگل میں چرتے ہوئے جانوروں کی چوری اور بیت المال کی چوری میں بھی وہ قطع ید کے قائل نہیں ہیں۔ دوسرے آئمہ نے بھی بعض چیزوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے' لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان چوریوں پر سرے سے کوئی سزا ہی نہ دی جائے گی، مطلب یہ ہے کہ ان جرائم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

نصاب قطع ید:

چرائے گئے مال کی مالیت اس قدر ہو کہ اس پر قطعِ ید کی سزا دی جاسکتی ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء حضرت ابن زبیر، ابن عباس اور حسن بصری نے اس کو مطلق رکھا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ ایک ڈھال کی قیمت سے کم کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

ایک ڈھال کی قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بروایت عبداللہ بن عباس دس درہم' بروایت ابن عمر تین درہم' بروایت انس بن مالک پانچ درہم اور بروایت حضرت عائشہ ایک چوتھائی دینار ہوتی تھی۔

اس اختلاف کی بنا پر فقہاء کے درمیان کم سے کم نصاب سرقہ میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرقہ کا نصاب دس درہم ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی دینار ہے۔

مال کا محفوظ مقام پر ہونا:

جہاں سے چوری کی گئی ہے وہ محفوظ جگہ ہو' دکان ہو کوئی اور مکان ہو یا اس مال کی حفاظت کے لیے کوئی پہرہ دار مقرر ہو۔

راستہ میں پڑی ہوئی چیز اٹھالینا چوری نہیں مگر اہل ظاہر کے نزدیک یہ بھی سرقہ ہے۔

مال محفوظ ہو یعنی مقفل مکان کے ذریعے یا کسی نگران چوکیدار کے ذریعہ محفوظ ہو۔ مال محفوظ ہونے میں شبہ ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

Marfat.com

مال خفیہ طور پر لیا جائے:

مال لوگوں سے چھپا کر لیا جائے کہ عادتاً لوگ اس کو دیکھیں تو پکڑ لیں۔ اب اگر وہ بالکل لوگوں کے سامنے سے لے گیا ہے تو اس کو بھی چوری نہیں کہیں گے، بلکہ غصب یا سینہ زوری کہیں گے اور اگر ایسے موقع سے لے گیا ہے کہ اگر اس کو لوگوں نے نہ دیکھا اور معلوم نہیں کر سکے جیسا کہ جیب کاٹنے والے عام مجمعوں میں لوگوں کے روبرو جیب کاٹ لیتے ہیں، یہ بھی عرف میں چوری کے علاوہ دوسرا گناہ گنا جائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں چوری کی سزا دی جائے گی بلکہ اور سزا ملے گی۔

بعض علماء مجتہدین فرماتے ہیں کہ بلاشبہ غصب کی صورت میں تو چوری نہیں کیونکہ اخفاء نہیں پایا جاتا جو چوری کے معنے میں لیا گیا ہے۔ ہاں دوسری صورت میں چوری کے معنی پر ایک بات اور زیادہ ہو گئی کہ وہ سب کی آنکھوں میں خاک ڈال کر لے گیا۔ سو یہ اعلیٰ درجہ کی چوری ہے، اس لیے یہ شخص سزائے سرقہ کا مستوجب سمجھا جائے گا۔

حدِ سرقہ:

چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ آیت میں اس کی بھی کچھ تصریح نہیں کہ کون سا ہاتھ کاٹا جاوے اور کہاں تک کاٹا جائے؟ مگر جمہور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی سزا سے یہی ثابت کیا ہے کہ اول بار چوری کرنے سے پونچے تک داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا چاہیے اور دوبارہ کرے تو بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور اگر تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ اور چوتھی بار کرے تو دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری وغیرہ علماء صرف دوبار تک قطع کا حکم دیتے ہیں باقی پھر قطع نہیں بلکہ حبس (قید) میں ڈالا جائے گا۔

توبہ:

اشاد الٰہی ہے:

((فمن تاب من بعد ظلمه و اصلح فان اللّٰه يتوب عليه ان اللّٰه غفور رحيم))

"پس جو کوئی ظلم کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے، پس اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بے شک اللہ غفور و رحیم ہے۔"

توبہ اور حد سرقہ:

کیا توبہ کرنے سے حد ساقط ہو جاتی ہے؟

((ولا يسقط الحد من التائب ولا تصح التوبة الا باعادة المال المسروق بعينه ان كان باقياً والا فقد قيمته ان قدر))

"توبہ کرنے والے سے حد سرقہ ساقط نہیں ہو گی اور اس کی توبہ اس وقت تک درست نہیں ہو گی جب تک کہ وہ چوری کیا ہوا مال بعینہ واپس نہ کرے، اگر مال باقی نہ ہو تو اگر اس میں طاقت ہو تو اس کی قیمت ادا

Marfat.com

کرے۔"

صاحب کشاف کہتے ہیں:

((اما القطع فلایسقطه التوبة))

"پس توبہ کی وجہ سے حد ساقط نہیں ہوگی۔"

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کٹنے کے بعد جو شخص توبہ کرلے اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کرکے اللہ کا صالح بندہ بن جائے وہ اللہ کے غضب سے بچ جائے گا اور اللہ اس کے دامن سے اس داغ کو دھودے گا، لیکن اگر کسی شخص نے ہاتھ کٹوانے کے بعد بھی اپنے آپ کو بدنیتی سے پاک نہ کیا اور وہی گندے جذبات اپنے اندر پرورش کیے جن کی بنا پر اس نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ تو اس کے بدن سے جدا ہوگیا مگر چوری اس کے نفس میں بدستور موجود ہے۔ اس وجہ سے وہ اللہ کے غضب کا اسی طرح مستحق رہے گا جس طرح ہاتھ کٹنے سے پہلے تھا۔ اسی طرح قرآن چور کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے اور اپنے نفس کی اصلاح کرے، کیونکہ ہاتھ کاٹنا تو نظام تمدن کے لیے ہے۔ اس سزا سے نفس پاک نہیں ہوسکتا۔ نفس کی پاکی صرف توبہ اور رجوع الی اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

محاربہ اور اس کی سزا

قرآنی سزا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اویصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوا من الارض))

(سورۃ المائدہ:33)

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی چڑھا دیا جائے یا پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جوانب سے کاٹ دیے جائیں یا پھر ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔"

تین شرائط:

اس آیت مبارکہ میں محاربین کا ذکر کیا ہے۔ محارب کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تین شرائط پائی جاتی ہوں:

1: وہ بندوق، تلوار، نیزہ وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح ہوں۔

2: آبادی سے باہر راستہ یا صحرا میں وہ راہزنی اور ڈاکہ کا ارتکاب کریں یا شہر میں ڈاکہ ڈالیں، وہ محارب کہلائیں گے اور انہیں سزاؤں کے مستحق ہوں گے۔

3: وہ چھپ کر نہیں بلکہ برملا حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں۔

مجتہدین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان اہل اسلام کے حق میں ہے جو بادشاہِ اسلام سے باغی ہو کر راہزنی اور فساد کرنے لگیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کسی ایک مخصوص گروہ کے حق میں نازل ہوئی مگر عموم الفاظ کا لحاظ کیا جائے گا، اس لیے ہر ایک ڈاکو اور راہزن پر یہ حکم جاری ہوگا، خواہ وہ مسلمان ہو خواہ کافر، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

اللہ سے لڑائی کا معنی:

((الذین یحاربون اللہ))

"اللہ سے لڑائی کرنا۔"

حضرت ابن عباس، سعید بن المسیب، مجاہد، عطاء، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے مطابق اس آیت کے اس حصہ

Marfat.com

سے مراد شاہِ اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانا اور مسافروں کو چھیڑنا لوٹنا مارنا ہے۔

محاربہ کا اصطلاحی مفہوم:

قانون کی خلاف ورزی کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لینے کی کوشش کرے۔ اپنے شر و فساد سے علاقے کے امن و نظم کو درہم برہم کر دے' لوگ اس کے ہاتھوں اپنی جان' مال' عزت و آبرو کی طرف سے ہر وقت خطرے میں مبتلا رہیں۔ قتل' ڈکیتی' راہزنی' آتش زنی' اغوا' زنا' تخریب' تہریب اور اس نوع کے سنگین جرائم حکومت کے لیے لاء اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کر دیں۔ اسے اصطلاحی طور پر محاربہ کہتے ہیں۔

محاربین کی پہچان:

کسی ایک فرد یا گروہ کو محارب قرار دینے کے لیے چند شرائط ہیں۔ ان کے بغیر کسی فرد یا جماعت کو محارب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ان کے پاس اسلحہ ہو۔ اسلحہ کے بغیر جنگجوئی کے بارے میں بعض کی رائے یہ ہے کہ صرف تیز دھار والا اسلحہ اٹھانا ہی محاربت میں شمار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس امر پر اجماع ہے کہ محاربت تیز دھار والے اسلحہ سے لڑنے تک محدود نہیں ہے بلکہ ٹھوس چیزوں سے لڑنا بھی محاربت ہے۔ صحیح رائے وہی ہے جسے جمہور نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص بھی مال لینے کی غرض سے لڑے خواہ وہ اسلحہ استعمال کرے یا لاٹھی یا پتھر یا لڑائی کے کسی ذریعے سے کام لے وہ محارب ہے اور اس پر محاربین کا حکم جاری ہوگا۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہروں سے باہر ہتھیار لے کر رہزنی کرنا محاربہ ہے جس پر حد واجب ہوگی۔ البتہ آبادی کے اندر لڑنا محاربہ ہے یا نہیں اس پر اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ موجب حد محاربت نہیں ہے۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ قابلِ حدِ محاربت ہے اور یہی قول امام شافعی، حنبلی حضرات اور بعض حنفیہ کا ہے۔

محارب کی سزا:

محارب کی سزا کے بارے میں مختلف حالات کا حکم مختلف ہے، یعنی اگر کسی شخص نے کسی شاہراہِ عام کو صرف پُر خطر بنا دیا ہو' لیکن کسی کو قتل نہ کیا ہو، نہ کسی کا مال لوٹا ہو تو اسے صرف جلاوطن کیا جائے گا اور جس نے مال لوٹا ہو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اور جس نے قتل کیا' لیکن مال نہیں لوٹا اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو اس کے بارے حاکم کو اختیار ہے کہ یا تو اس کا ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے سولی پر چڑھا دے یا ہاتھ پاؤں نہ کاٹے اور صرف قتل کر دے۔

بعض فقہاء کے نزدیک اگر ڈاکو نے قتل کے ساتھ مال بھی لیا ہو تو انہیں قتل کے ساتھ سولی پر بھی چڑھا دیا جائے گا' لیکن اگر مال نہ لیا ہو تو قتل کر دیا جائے گا، سولی پر نہ چڑھایا جائے گا اور اگر صرف مال لیا اور قتل نہ کیا ہو تو ان کا دایاں ہاتھ

Marfat.com

اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، لیکن اگر انہوں نے راستوں کو پر خطر بنا دیا ہو تو جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا جائے گا۔

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ ڈاکو نے اگر قتل کا ارتکاب کیا ہے تو اس کا قتل ضروری ہے، مگر حاکم کو اس صورت میں مجرم کو ہاتھ پاؤں کاٹنے اور جلاوطن کرنے کی سزا دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر اس سے صرف راستے کو خطرہ لاحق ہے تو امام کو اس کے قتل، سولی، قطع اور جلاوطنی سب کا اختیار ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سزاؤں میں اختیار دیئے جانے کا امام کے اجتہاد پر مدار ہے۔

اگر ڈاکو کوئی ایسا سرغنہ ہے جس کا حکم چلتا ہو اور وہ صاحب الرائے و تدبر ہے تو اجتہاد چاہتا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے، کیونکہ محض ہاتھ پاؤں کاٹنے کی صورت میں اس کی مضرت رفع نہ ہو سکے گی۔ ہو سکتا ہے کہ قطع اعضاء کے بعد بھی وہ جرائم میں اپنا حصہ ادا کرتا رہے، لیکن اگر وہ صاحب رائے و تدبر نہیں البتہ وہ قوی، طاقتور اور بہادر ہے تو اس شکل میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں مثلاً: کسی کا حرز میں رکھا ہوا پانی یا شکار کہ ان دونوں کی چوری پر حد لازم نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ اصلاً یہ دونوں مباح ہیں، اسی طرح عام شرکت حرز میں ہونے کے باوجود شبہ پیدا کرتی ہے۔

جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان شبہات سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ اسی طرح جن خوردنی اشیاء میں خرابی جلد سرایت کر جاتی ہے جیسے سبزیاں وغیرہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے سرقہ میں حد کو ساقط کرنے والا شبہ موجود ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نہیں ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

قتل

ایک فرد کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے:

ارشاد ربانی ہے:

''جس نے کسی ایک آدمی کو قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی ایک آدمی کی جان بچائی تو گویا اس نے ساری انسانیت کی جان بچائی۔''

شدت گناہ:

قتل بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت میں فرمایا کہ گویا اس نے سب کو قتل کر ڈالا۔ اس سلسلے میں قرطبی اور امام رازی فرماتے ہیں کہ گناہ کی شدت بیان کرتے ہوئے جمیعا کا لفظ لایا گیا، لیکن اسے گناہ تو ایک ہی قتل کا ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ جیسے سب لوگوں کے قتل کے جرم میں جہنم ہے اسی طرح کسی ایک مسلمان کو قتل کر دینے سے بھی اسے یہی سزا ملے گی، یعنی یہ تشبیہ نفس عتاب کے لحاظ سے ہے، کیفیت عذاب کے اعتبار سے نہیں۔

مسلمان کے قتل کی سزا:

سورۃ النساء میں فرمایا:

((ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم))

''اور جو کوئی کسی مسلمان کو دانستہ قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے۔''

(سورۃ النساء آیت نمبر 93)

مومن مومن کو عمداً قتل نہ کرے:

دوسری جگہ پر یوں فرمایا:

((وما کان لمؤمن ان یقتل مومناً الا خطاء))

(سورۃ النساء آیت نمبر 92)

''مومن کے لائق نہیں کہ خطا کے بغیر کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے۔''

قتل سے بچنے کا حکم:

ارشاد ربانی ہے:

Marfat.com

((ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق))

''اور سوائے حق کے کسی جان کو قتل نہ کرو، جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔''

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ:

قرآن مجید میں اور احادیث نبویہ میں اسے شرک باللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ جان اللہ کی ہے اسی کا استحقاق ہے کہ وہ اسے نکالے۔

قاتل کی توبہ قبول ہوتی ہے:

اللہ کے غضب، لعنت اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب سے بعض علماء کا خیال ہے کہ اس شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی، لیکن جمہور کا خیال ہے کہ توبہ تو مشرک کی بھی قبول ہو جاتی ہے، لیکن یہ اس وقت معتبر ہے جب وہ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کردے۔

مسلمان کے قتل جائز ہونے کی تین وجوہ:

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ کسی مسلمان کا خون تین صورتوں میں حلال ہے:

1: قصاص میں۔

2: شادی شدہ زانی ہو تو۔

3: مرتد ہو جانے والا۔

دنیا کا زوال اور قتل:

ترمذی و نسائی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک دنیا کا زوال آسان ہے کسی آدمی کے قتل سے۔''

قتل میں شریک ہونے والے کی سزا:

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر آسمان و زمین والے سبھی کسی کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں الٹا ڈالے گا۔''

موطا امام مالک میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے قتل کے بدلہ میں پانچ یا سات افراد کو قتل کیا۔ یہ سب لوگ اس قتل میں شریک تھے اور انہوں نے اسے دھوکا دے کر قتل کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر صنعا والے سارے لوگ حملہ کرتے یا قاتلوں کی مدد کرتے تو صنا کے سبھی لوگوں کو قتل کروا ڈالتا۔''

قیامت کے دن سب سے پہلے سننے جانے والے مقدمات:

بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

"قیامت کے روز سب سے پہلے جن لوگوں کو حکم سنایا جائے گا وہ خون (قتل) کے معاملات ہوں گے۔"

قاتل کی بخشش کے بارے میں حدیث:

حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہر گناہ معاف کر دے گا لیکن قتل کا گناہ نہیں بخشے گا یا جو شرک کی حالت میں مرا یا اسے جس نے کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالا۔

غلام کو قتل کرنے والا آقا:

ترمذی میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کسی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔"

مقتول اور روز قیامت:

نسائی میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو پکڑ کر لائے گا اور اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ اس سے پوچھئے کہ مجھے اس نے کیوں قتل کیا۔؟"

مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر))

(خطبہ حجۃ الوداع)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فر ؛ یا کہ مسلمان سے لڑنا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔"

مقتول کے وارث اور اسلامی حکومت:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ مقتول کے وارث اپنا حق خود نہیں بلکہ اسلامی حکومت کی وساطت سے وصول کریں گے کیونکہ اس میں جذباتیت کے تحت افراط وتفریط کا خدشہ ہے۔

جو قتل کرے اس کے بدلے میں اسے قتل کیا جائے گا:

قرآن مجید میں ہے:

((الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى))

"آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت یعنی جو بھی قاتل ہے وہ خود قتل ہوگا۔"

ناحق سزا نہ دی جائے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ کسی جان کو شک یا غلطی سے

Marfat.com

چھوڑ دینا اس سے بہتر ہے کہ غلطی سے سزائے موت دی جائے۔

قتل کے اثرات:

1: جان اللہ کی دی ہوئی ہے۔اب اگر کسی شخص نے کسی کی ناحق جان نکال لی تو گویا وہ اللہ کے حقوق میں مداخلت کا باعث بنتا ہے۔

2: قتل سے معاشرتی بدامنی پھیلتی ہے کہ ایک قتل کرے اور دوسرا بدلہ لے تو انتقام کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

3: معاشرہ میں بلند اقدار اور ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو پاتا۔

4: اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو شرف بخشا ہے کہ قتل اس کی تذلیل کا باعث بنتا ہے۔

مقتول کے ورثاء کے معاف کرنے سے معافی ہو جائے گی:

اگر مقتول کے ورثاء اسے معاف کر دیں تو مکمل معافی ہو جائے گی۔

ایک وارث نے معاف کر دیا اور دوسرے نے نہیں:

اگر دو بیٹے تھے، ایک نے معاف کیا دوسرے نے نہ کیا تو اس بیٹے کو آدھی دیت ملے گی۔ دیت سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہوگی۔

مال پر مصالحت جائز ہے:

اگر کسی مال پر مصالحت ہوگئی تو بھی جائز ہے۔

دیت کی مال وراثت کی طرح تقسیم ہوگی:

مقتول کے شرعی ورثاء میں وراثت کے اصول کے مطابق یہ دیت تقسیم ہوگی۔

☆☆☆

Marfat.com

زبان کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں

وی مفہوم:

''حفظ اللسان'' کا لغوی مفہوم ہے: زبان کا قابو میں رکھنا، زبان کی حفاظت کرنا۔

صطلاحی مفہوم:

زبان کی حفاظت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے:

''زبان سے ایسے کلمات نہ کہے جائیں کہ جو تعلیمات اسلام کے خلاف ہوں۔ نیز انسان اپنی زبان سے اچھی اچھی باتیں کرے اور یہ کہ برائی کی باتوں سے پرہیز کرے۔''

جات وبربادی کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو انسان کے اعمال کو باقاعدہ لکھ رہے ہوتے ہیں۔ سان اپنے اعضائے جسم سے کوئی کام بھی سرانجام دیتا ہے خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا، اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا تا ہے۔ زبان بھی انسان کے جسم کا ایسا عضو ہے جس سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ زبان کی ہی وجہ سے انسان جنت اور دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ بان سے ایسے کلمات کا استعمال کرے جو خوش اخلاقی کا باعث ہوں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کی مغفرت فرما ے گا اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم))

(سورۃ احزاب، آیات 71-70)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔''

ربات لکھی جاتی ہے:

سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

Marfat.com

((ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید))

(سورۃ ق، آیت 18)

''وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔''

احسن کلام کرنے کا حکم:

ایک مہذب معاشرے کے قیام انسانیت کو اس کا اصلی مقام و مرتبہ مہیا کرتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے خوش اخلاقی سے برتاؤ کیا جائے اور مہذبانہ طریقہ زندگی اختیار کیا جائے۔ بہترین انسان وہی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے زندگی گزارے اور دنیا والوں کو بھی راہ ہدایت کی دعوت دے سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقولوا اللناس حسنا))

(سورۃ البقرہ، آیت 83)

لوگوں سے حسن کلام سے پیش آؤ۔ ان سے بدکلامی نہ کرو، یعنی ہمیشہ پیار و محبت سے حق بات پہنچاتے رہو۔ حسن کلام یہ ہے کہ کلام حق بھی ہو اور مناسب طریقے سے کہا بھی جائے۔

مداہنیت یعنی محض کسی کو خوش کرنے کی خاطر غلط باتیں اور بے جا خوشامد کو احسن کلام نہیں کہا جا سکتا۔

اہل تقویٰ اور زبان:

انسان کو بیہودہ اور غلط قسم کی گفتگو سے بچنا چاہیے، زبان کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے انسان کو آخرت میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لہٰذا عذاب آخرت کو ذہن میں رکھتے ہوئے بیہودہ اور لغو قسم کی گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی جاہل لغو اور بے ہودہ بات چیت کرے تو اس سے کنارہ کشی کر لینی چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واذا سمعوا اللغوا اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعملنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لا نبتغی الجھلین))(سورۃ القصص، آیت 55)

''اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور (سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ (ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے۔ ہم تم کو سلام کرتے ہیں، ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔''

غصہ میں معافی دینا:

1: بری گفتگو سے بچنا اور زبان کی حفاظت بلاشبہ ہمت کا کام ہے، جب انسان کو کسی بات پر غصہ آ جائے تو اس کنٹرول کرنا اور غصے کو پی جانا بھی حفاظت زبان سے ہے اور یہ بڑا احسن کام ہے۔ غصہ پی جانے والوں سے

Marfat.com

متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

((والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین))

(سورۃ آل عمران، 134)

''اور مومن غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

اسی صورت میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

((واذا ماغضبوا ھم یغفرون))

(سورۃ الشوریٰ، آیت 37)

''اور جب مسلمان غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔''

...وررس نتائج میں زبان کا کردار:

انسان کی اخلاقی زندگی کے جن پہلوؤں سے اس کو سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور جن کے نتائج اور اثرات ...ت دوررس ہوتے ہیں ان میں انسان کی زبان کی مٹھاس یا تلخی اور سختی یا نرمی بھی شامل ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی ...للہ علیہ وسلم نے اچھی اور شیریں گفتگو کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اور ناپسندیدہ گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

...بان اور شرم گاہ کی حفاظت سے جنت کی ضمانت:

((عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ من یضمن لی مابین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ))

(صحیح بخاری)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیانی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

...یک بات کا وبال:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا الا یرفع اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلمہ بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا الا یھوی بھا فی جھنم))

(صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ بعض وقت

Marfat.com

ایسی بات زبان سے کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے، لیکن وہ بندہ اس حیثیت سے وقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے اور ایک روایت ہے کہ وہ کلمہ اسے دوزخ میں اتنی دوری پر ڈال دیتا ہے جتنی کہ مشرق و مغرب میں دوری ہے۔''

الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ:

بندۂ مومن ہر وقت اپنی زبان کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ وہ بری گفتگو کرنے سے بچتا ہے، مومن آدمی نہ تو بدگوئی اور گالی گلوچ کرتا ہے اور نہ ہی لعن طعن کرتا ہے۔

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ الكلمة الطيبة صدقة))

(صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے (نیکی کی ایک قسم ہے جس پر آدمی اجر کا مستحق ہوتا ہے)''

تکبرانہ گفتگو کرنے والے:

((عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ ان من احبكم الی و اقربكم منی مجلساً يوم القيمة، احسنكم اخلاقاً الثرثارون و المتشدقون، و المتفيهقون))

(سنن ترمذی)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ قریب مجلس والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور رہنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بتکلف زیادہ کلام کرنے والے، اپنے کلام کے ذریعے لوگوں پر فخر کا اظہار کرنے والے اور تکبراً منہ بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔''

کم بولنا حکمت ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت ہے، کم سونا صحت ہے اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔''

دل کی اصلاح زبان کی اصلاح پر موقوف ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

Marfat.com

''جب زبان کی اصلاح ہونے لگتی ہے تو دل کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔''

قابلیت اور زبان:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں:

''آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ نیز اگر عقلمند آدمی خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔''

نو حصے عبادت خاموشی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''عبادت کے دس حصے ہیں جس میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں۔''

حق بات کہنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جسے یہ بات پسند ہو کہ دوسرے لوگ اس کی عزت و اکرام کریں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور حق بات کہے۔''

جاہل و عاقل اور زبان:

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عقلمند انسان کی زبان اس کے دل کی تابعدار ہوتی ہے۔ جب وہ کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر دل اجازت دیتا ہے تو بولتا ہے اگر بولنے سے کوئی نقصان پاتا ہے تو خاموش رہتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل آدمی کا دل کی زبان کی نوک پر ہے۔ وہ بات کرتے وقت اپنے دل سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اس کی زبان پر آتا ہے کہہ دیتا ہے۔''

وعظ اور خاموشی:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''وعظ خالصۃً اللہ کا کر! وورنہ! تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔''

دل اور زبان جسم کے بہترین اور بدترین عضو:

حضرت لقمان حکیم سیاہ فام تھے۔ کسی نے ان کو اپنے غلام حبشی کے دھوکے میں خدمت گار بنالیا۔ آپ غلاموں کی طرح اپنے بادشاہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ آقا نے حضرت لقمان حکیم سے کہا:

''ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت میں سے نہایت ہی عمدہ قسم کے دو ٹکڑے میرے لئے لے آؤ۔''

آپ نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان تیار کر کے آقا کی خدمت میں لے گئے۔ آقا نے اس کی وجہ پوچھی

Marfat.com

تو جواب دیا:

”جسم میں یہی دو ٹکڑے ہیں کہ اگر اچھی حالت پر رہیں تو ان سے بہتر کوئی ٹکڑا نہیں اور اگر خباثت کیساتھ زندگی بسر ہو تو جسم میں ان سے بدتر کوئی ٹکڑا نہیں ہے۔“

خاموشی کی خوبیاں:

بعض حکماء کے مطابق خاموش رہنے میں مندرجہ ذیل سات خوبیاں ہیں جن میں سے ہر خوبی ہزار نیکیوں کے برابر ہے:

1: خاموشی ایسی عبادت ہے کہ جس میں جسم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔

2: خاموشی ایک ہیبت ہے جو بغیر دلیل اور محنت کے عیاں ہو جاتی ہے۔

3: خاموشی ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس کی نگہبانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

4: خاموشی ایک آرائش و زینت ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں۔

5: خاموشی انسان کے تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

6: خاموشی کی بدولت کراماً کاتبین آرام میں رہتے ہیں۔

7: خاموش رہنا ایسی بے نیازی ہے جس میں کسی سے عذر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حفاظت زبان کے فوائد و ثمرات

حفاظت زبان کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1: پردہ پوشی۔

2: اسلامی معاشرے کا قیامت۔

3: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔

4: جذبہ محبت۔

5: جنت کا دخول۔

خاموشی باعث نجات ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے خاموشی اختیار کی وہ آفتوں سے بچ گیا۔“

مختصر یہ کہ زبان کی حفاظت ہر شعبہ ہائے زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر انسان اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا تو حیوانیت کے درجے میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اس لئے زبان کی حفاظت و نگرانی انتہائی ضروری ہے۔ انسان کی گفتگو سے ہی اس کی شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔ اچھی گفتگو اچھے خاندان کی پہچان ہوتی ہے اس لئے انسان کو اپنی

Marfat.com

شخصیت کے اندر نکھار پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اچھی اور پر اثر گفتگو کرے۔

پردہ پوشی:

زبان کی حفاظت انسان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔

اسلامی معاشرے کا قیام:

حفاظت زبان سے اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت:

زبان کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا باعث ہے۔

جذبہ محبت:

حفاظت زبان سے لوگوں میں باہم جذبہ محبت پیدا ہوتا ہے۔

جنت کی ضمانت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''جس نے مجھے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

زبان کی آفتیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان نعمتوں میں سے اسلام کے بعد زبان ایک عظیم نعمت ہے۔ یہ زبان دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت (مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے مظلوم کی مدد کرنے وغیرہ) میں استعمال کیا جائے تو یہی وہ کام ہیں جو ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور اعمال خیر میں زبان کو استعمال کرنا ہی اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

زبان اور شرمگاہ کو ناجائز جگہ استعمال کرنے سے پرہیز کرنے والوں کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

اگر زبان کو شیطان کی اطاعت، مسلمانوں کے درمیان تفریق، جھوٹ، بہتان تراشی، غیبت، چغلی اور مسلمانوں کی عصمتوں کو پامال کرنے وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو یہ اس عظیم نعمت کی ناشکری ہے اور یہ وہ کام ہیں جو ہر مسلمان پر حرام ہیں۔ زبان کی دو بڑی آفتیں ہیں:

Marfat.com

1: ناحق کلام کرنا۔

2: اظہار حق سے خاموش رہنا۔

جب کسی شخص کو جان ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو پھر بھی وہ حق بات کے اظہار سے خاموش رہے تو وہ دین سے غافل، ریاکار، اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔ جبکہ باطل کلام کرنے والا، ناحق بات کہنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔ اکثر لوگ کلام کرنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں راہ حق سے دور ہیں، جبکہ میانہ روی اختیار کرنیوالے اپنی زبانوں کو باطل سے روکتے اور حق کے راستے میں استعمال کرتے ہیں۔

زبان کی آفات انسان کے لئے انتہائی خطرناک ہیں، کیونکہ اس کے لئے حرام کھانے، ظلم، زنا، چوری، ڈاکہ اور شراب خوری وغیرہ گناہوں سے بچنا آسان ہے، لیکن زبان کے شر سے بچنا اس کے لئے مشکل ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات نیک، صالح اور زاہد انسان لاپرواہی سے اللہ کو ناراض کر دینے والا کوئی ایسا جملہ منہ سے ادا کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال کی مسافت کے برابر آگ کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔ قابل افسوس بات ہے کہ بہت سے متقی اور پرہیز گار لوگ جو ظلم، برائی اور بے حیائی سے تو مکمل اجتناب کرتے ہیں مگر ان کی زبانیں بڑی بے فکری و لاپرواہی سے زندوں اور مردوں کی توہین وتحقیر میں لگی رہتی ہیں۔ اب زبان کے ان افعال کا تذکرہ پڑھئے جن سے بچنے کا نام حفاظت زبان ہے اور ان سے بچنے والے کو ہی حدیث مذکور میں جنت کی خوش خبری عطا فرمائی گئی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

زبان کی فحش گوئی:

1: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''لاخیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالك ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیه اجرا عظیما''

(سورۃ النساء: 114)

''لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ وخیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لئے کسی سے کچھ کہے تو البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔''

2: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

''لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعا علیما''

Marfat.com

(سورۃ النساء:148)

"اللہ پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ بے ہودہ گوئی اور زبان سے ایذا رسانی کو پسند نہیں کرتا۔البتہ مظلوم ظالم پر بددعا یا اس کی برائی اعلانیہ ذکر کر سکتا ہے۔

3: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی آدمی دوسرے پر بددعا کرے۔البتہ مظلوم ظالم پر بددعا کر سکتا ہے۔"

(صفوۃ التفاسیر للصابونی:314/1)

4: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید"

(سورۃ ق:18)

"کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مگر اسے محفوظ کرنے کے لئے ایک نگران ہر وقت موجود رہتا ہے۔"

5: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ان ربك لبالمرصاد"

(سورۃ الفجر:14)

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔"

6: "عن ابی موسیٰ اشعری قال:قلت یارسول اللہ ای المسلمین افضل قال:من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"

(صحیح بخاری 9/1 و صحیح مسلم:65/1)

"سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔"

7: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان العبد لیتکلم بالکلمۃ مایتبین فیھا یھوی بھافی النار ابعدمابین المشرق والمغرب"

(صحیح بخاری:148/7 و صحیح مسلم:2290/4)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ سوچے سمجھے بغیر ایسی بات کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ دور جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔"

Marfat.com

8: "عن ابی ھرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لایری بھا باسا فیھوی بھا فی نار جھنم سبعین خریفا"

(سنن ابن ماجہ:1313/2 صحیح ابن ماجہ:358/2)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کردینے والی بات کو معمولی جانتے ہوئے کردیتا ہے جس کے نتیجے میں ستر برس کے لئے جہنم کی آگ میں جاگرتا ہے۔"

9: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :ان العبدلیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقیٰ لھا بالا یرفع اللہ بھا درجات وان العبدلیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقیٰ لھا بالایھوی بھا فی جھنم"

(صحیح بخاری:185/7)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان لاپرواہی سے اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجات بلند فرمادیتا ہے اور کبھی انسان لاپرواہی سے اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جاگرتا ہے۔"

10: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا اولیصمت ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلایوذجارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ"

(صحیح بخاری:184/7 وصحیح مسلم:68/1)

"سیدنا ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے۔"

11: "عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ"

(صحیح بخاری:184/7)

"سیدنا سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور عصمت کی حفاظت کرنے کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

12: "عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال ومنع وھات وعقوق الامھات واد البنات"

Marfat.com

(صحیح بخاری: 183/7)

''سیدنا مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ادھر ادھر کی باتوں' زیادہ سوال کرنے' مال کے ضیاع، بخل وطمع' والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔''

13: ''عن بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ما کان یظن ان تبلغ ما بلغت یکتب اللہ لہ بھا رضوانہ الی یوم یلقاہ وان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ ما کان یظن ان تبلغ مابلغت یکتب لہ بھا سخطہ الی یوم یلقاہ''

(صحیح بخاری: 185/7 وموطا مالک: 985/2)

''سیدنا بلال بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اللہ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے جس کی اہمیت کا اسے اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی رضامندی مقرر کر دیتا ہے۔ اور ایک شخص اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اسے اس کے (نقصان) کا اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی ناراضگی تحریر کر دیتا ہے۔''

14: ''عن سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یارسول اللہ حدثنی بامر اعتصم بہ قال: قل ربی اللہ ثم استقم قال قلت یارسول اللہ ما اخوف ماتخاف علی؟ فاخذ بلسان نفسہ ثم قال: ''ھذا''

(صحیح مسلم 65/1 ومسند احمد: 41/3)

''سیدنا سفیان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اقرار کر کہ میرا رب اللہ ہے اور اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے سب سے خطرناک چیز کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا یہ (سب سے خطرناک چیز ہے)۔''

15: ''وعن عمر انہ دخل علی ابی بکر وھو یجبذ لسانہ فقال لہ عمر مہ غفر اللہ لک فقال ابوبکر ان ھذا اوردنی الموارد''

(موطا مالک: 988/2)

''سیدنا عمر بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوبکر کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے تو انہوں نے کہا: ٹھہریئے! اللہ آپ کو معاف فرمائے (آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟) تو ابوبکر صدیق نے فرمایا: اسی نے ہی مجھے مصائب ومشکلات میں گرفتار کرایا ہے۔''

16: ''عن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدث ان رجلا قال: واللہ لایغفر اللہ

Marfat.com

لفلان وان اللہ تعالیٰ قال: من ذاالذی یتالی علی ان لااغفر لفلان فانی قدغحفرت لفلان واحبطت عملك"

(صحیح مسلم:2023/4)

"ویذکران اباھریرۃ قال والذی نفسی بیدہ لتکلم بکلمۃ اوبقت دنیاہ وآخرتہ"

(مسند احمد:328/2)(سنن ابی داود:4901)

"سیدنا جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ پر (اتنی جرأت سے) قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں کو معاف نہ کروں گا؟ بلاشبہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے اور تیرے عمل برباد کر دیئے ہیں۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایک کلمہ بولنے کی وجہ سے اس کی دنیا وآخرت برباد ہوگی۔"

17: "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم: لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرہ الکلام بغیر ذکر اللہ تعالیٰ قسوۃ للقلب وان ابعدالناس من اللہ تعالیٰ القلب القاسی"

(سنن الترمذی:607/4)(اذکار للنووی تحقیق الارنووط:285)

"سیدنا عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر سے خالی گفتگو کی کثرت دلوں میں سختی پیدا کرتی ہے اور لوگوں میں سے سنگدل انسان اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوگا۔"

18: "عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذااصبح ابن آدم فان الاعضاء کلھا تکفر اللسان فتقول: اتق اللہ فینا فانما نحن بك فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا"

(سنن الترمذی:615/4)(صحیح الترمذی:287/2)

"سیدنا ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر جا، ہم تیرے ساتھی ہیں، اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی تیرے ساتھ ہی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

Marfat.com

19: ''عن معاذ رضی اللہ عنہ فی حدیثہ الطویل وفی عجزہ الااخبرك بملاك ذالك كله؟ قلت بلى يارسول اللہ فاخذ بلسانه ثم قال : كف عليك هذا قلت يارسول اللہ وانا لمواخذون بما نتكلم به؟ فقال ثكلتك امك وهل يكب الناس فى النار على وجوههم الاحصائد السنتهم''

(سنن ترمذی 11/5 وقال حدیث حسن صحیح)

''سیدنا معاذ کی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کا خلاصہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتایئے! آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: اسے قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے تمہاری ماں گم پائے! لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں گرانے والی ان کی زبانوں کی کمائی ہی تو ہے۔''

20: ''عن عائشة رضی اللہ عنها عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: ان ابغض الرجال الى اللہ الالد الخصم''

(صحیح بخاری:100)(صحیح مسلم:2054/4)

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ سخت جھگڑالو انسان ہے!''

21: ''عن ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم عن اكثر مايدخل الناس الجنة قال: تقوىٰ اللہ وحسن الخلق وسئل عن اكثر مايدخل الناس النار قال: الفم والفرج''

(سنن الترمذی:363/4 وصحیح الترمذی:194/2)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں داخل ہونے کا سبب کونسی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور اچھا اخلاق۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہنم میں داخلے کا سب سے بڑا سبب کونسی چیز ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زبان اور شرمگاہ۔''

ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا:

''سیدنا زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر رات کی بارش کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔؟''

لوگوں نے عرض کیا:

Marfat.com

"اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آج صبح میرے کچھ بندے میرے ساتھ ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے بن گئے۔ جس نے کہا: ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے بارش نصیب ہوئی وہ مومن ہے اور وہ ستاروں کی تاثیر کا منکر ہے اور جس نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان لانے والا ہے۔"

غیر اللہ کی قسم اٹھانا:

1: "عن بریدہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف بالامانۃ فلیس منا"

(ابوداؤد: 223/3) (صحیح الجامع: 282/5)

"سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

2: "عن عمر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بابائکم فو اللہ ماحلفت بھامنذ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاکرا ولا اثرا"

(صحیح بخاری: 221/7) (صحیح مسلم: 1266/3)

"سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباؤ اجداد کے ناموں کی قسمیں اٹھانے سے منع فرماتا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے تو میں نے کسی کا ذکر کرتے ہوئے اور کسی سے نقل کرتے ہوئے کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی۔"

3: "عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ ادرک عمر بن الخطاب فی رکب وھو یحلف بابیہ فناداہ رسول اللہ ﷺ الا ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بابائکم فمن کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت"

(صحیح بخاری: 98/7) (صحیح مسلم: 1267/3)

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر کو لوگوں کی ایک جماعت میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی قسم اٹھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباء و اجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے لہٰذا جس نے قسم اٹھانی ہے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔"

4: "عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انہ سمع رجلا یقول لا والکعبۃ فقال ابن عمر:

Marfat.com

لایخلف بغیر اللہ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلف بغیر اللہ فقد کفر او اشرک"

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کعبۃ اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: "غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا آپ نے فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔"

5: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خلف فقال فی حلفہ واللات والعزی فلیقل لاالہ الا اللہ ومن قال لصاحبہ تعال اقامرک فلیتصدق"

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتا ہے وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور جس نے اپنے ساتھی کو کہا آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے۔"

جھوٹی قسم اور احسان جتلانا:

1: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یاایھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئآء الناس ولایومن باللہ والیوم الآخر"

(سورۃ البقرۃ آیت: 264)

"اے اہل ایمان! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔"

2: سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے آدمیوں کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہے اور وہ مسافروں کو استعمال نہیں کرنے دیتا، وہ انسان جو حصول دنیا کی خاطر حاکم وقت کی بیعت کرتا ہے، اگر اسے مال مل جائے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جاتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے وقت (اپنا سامان مہنگے داموں بیچنے کے لئے) اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ اس کے مال کے بدلے اسے اتنی رقم ملتی ہے (لیکن اس نے بیچا نہیں) گاہک اسے سچا سمجھ لیتا ہے (اور مہنگے داموں سامان خرید لیتا ہے)"

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمنھم ثمنا قلیلا اولئک لاخلاق لھم فی الآخرۃ ولایکلمھم اللہ ولاینظر الیھم یوم القیمۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم"

(سورۃ آل عمران: 77) (صحیح بخاری: 75/3) (صحیح مسلم: 103/1)

Marfat.com

"جولوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ قیامت کے روز ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔"

3: "عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثة لایکلمهم اللہ یوم القیامة ولاینظر الیهم ولایزکیهم ولهم عذاب الیم قال قراها رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ قال المسبل ازاره والمنان والمنفق سلعته بالحلف الکاذب"

(صحیح مسلم:102/1)

"سیدنا ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا' نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ آپ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔ ابو ذر نے عرض کیا: وہ لوگ تو ناکام ونامراد ہو گئے۔ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا، احسان کر کے جتلانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعے مال فروخت کرنے والا۔"

4: "عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبرکة"

(صحیح بخاری:12/3)(صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (جھوٹی) قسم سامان فروخت کروا دینے والی اور برکت ختم کر دینے والی ہے۔"

شہنشاہ نام رکھنا:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اخنع الاسماء عند اللہ رجل تسمی بملك الاملاك"

(صحیح بخاری:119/7)(صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور ذلیل نام شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے۔"

زمانے کو گالی دینا:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال

Marfat.com

اللہ عزوجل: یوذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل النھار"
(صحیح بخاری: 40/6)(صحیح مسلم: 1762/4)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے تکلیف دیتا ہے، کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں میرے ہاتھ میں تمام معاملہ ہے (اور) میں ہی رات دن کو پھیرتا ہوں۔"

نوحہ کرنا:

1: "عن ام عطیۃ رضی اللہ عنھا قالت احد علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعۃ ان لا ننوح فما وفت منا امراۃ غیر خمس نسوۃ ام سلم وام العلآء وابنۃ ابی بن سبرۃ امراۃ معاذ وامراتین او ابنۃ ابی سبرۃ وامراۃ معاذ وامراۃ اُخری"
(صحیح بخاری: 82/2)(صحیح مسلم: 645/2)

"سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت لیتے وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی، لیکن ہم میں سے صرف پانچ عورتوں نے یہ عہد پورا کیا، ام سلیم، ام العلاء، معاذ کی بیوی (ابوسبرہ کی بیٹی) اور دو دیگر عورتیں یا (ام عطیہ نے) کہا: معاذ کی بیوی اور ابوسبرہ کی بیٹی اور ایک دوسری عورت۔"

2: "عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لایترکونھن: الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم، والنیاحۃ وقال النائحۃ اذالم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامہ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب"
(صحیح مسلم: 644/2)

"سیدنا ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنہیں یہ نہ چھوڑیں گے: (اپنے) حسب ونسب پر فخر (دوسرے کے) نسب پر طعن، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بین کرنا)۔ مزید فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت نے موت سے قبل توبہ نہ کی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کی قمیض اور خارش کی چادر ہوگی۔"

3: سیدنا ابوموسیٰ پر شدید تکلیف کے باعث غشی طاری ہوگئی تو ان کے اہل خانہ میں سے بعض نے نوحہ کرنا شروع کر دیا، لیکن غشی کی وجہ سے وہ انہیں روک نہ سکے۔ جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا:

"انا بریء ممن منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریء من الصالقۃ والحالقۃ والشاقۃ"

Marfat.com

''میں ان لوگوں سے بری ہوں جن سے رسول اللہ ﷺ نے برأت کا اظہار کیا اور رسول اللہ ﷺ نوحہ کرنے والی، سر مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بری ہیں۔''

(صحیح بخاری:83/2)(صحیح مسلم:99/1)

4: ''عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیس منامن ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة''

(صحیح بخاری:83/2)(صحیح مسلم:99/1)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت والی باتیں کیں تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

بولی (قیمت) بڑھانا:

''عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لاتلقوا الرکبان ولایبع بعضکم علی بیع بعض ولاتناجشوا ولایبع حاضر لباد ولاتصروا الغنم ومن ابتاعها بخیر النظرین بعد ان یحتلبها ان رضیها امسکها وان سخطها ردها وصاعا من تمری''

(صحیح بخاری:26/3)(صحیح مسلم:1154/3)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہر سے سامان لانے والے قافلہ سے راستے میں نہ ملو اور دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو، قیمت نہ بڑھاؤ، شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے، جانوروں کا دودھ نہ روک رکھو، جو شخص کوئی ایسا جانور خریدے تو دودھ دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے تو اسے رکھ لے ورنہ وہ جانور اور اس کے ساتھ ایک صاع (قریباً اڑھائی کلو) کھجور واپس کردے۔''

خلاف حقیقت مدح:

1: ''عن ابی بکر رضی اللہ عنه قال اثنی رجل علی رجل عند النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال: ویلك قطعت عنق صاحبك قطعت عنق صاحبك مرارا ثم قال: من کان منکم مادحا اخاه لا محالة فلیقل: احسب فلانا واللہ حسیبه ولا ازکی علی اللہ احدا احسبه کذا وکذا ان کان یعلم ذلك منه''

(صحیح بخاری:158/3)(صحیح مسلم:2296/4)

''سیدنا ابو بکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوسرے کی تعریف شروع کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات کئی

Marfat.com

بار دہرانے کے بعد فرمایا: اگر کوئی لازماً (ضرورت کے تحت) اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہتا ہے تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کی صفائی بیان نہیں کرتا البتہ میں اس کو ایسا ایسا آدمی سمجھتا ہوں' لیکن یہ بات بھی اسی وقت کرے جب اس کے بارے میں یہ جانتا ہو۔"

2: "عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلایثنی علی رجل ویطریہ فی مدحہ فقال: اھلکتم اوقطعتم ظھرالرجل"

(صحیح بخاری: 158/3)(صحیح مسلم: 2297/4)

"سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے اسے بڑھا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ہلاک کر دیا' یا آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کی کمر توڑ دی ہے۔"

4: ابن ابطال نے فرمایا:

"مدح کرنے سے منع کا مقصد یہ ہے کہ ممدوح کی مبالغہ بھری مدح سے اس میں خود پسندی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ اپنی صفات و تعریفات پر اعتماد کرتے ہوئے عمل ضائع اور نیکی کے جذبے کو ختم کر دے گا۔ اس لئے علماء نے اس حدیث (مداحین کے منہ میں مٹی ڈالو) کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے سامنے کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے تو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت پر مبنی مدح اور خصوصاً جس سے ممدوح میں خیر و صلاح اور بہتری کی توقع ہو تو وہ مدح جائز ہے۔ سیدنا عمر نے ایسی ہی ناجائز تعریف کے بارے میں فرمایا کہ تعریف کرنا ممدوح کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔"

5: ہمام بن حارث فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے مجلس میں حضرت عثمان کی تعریف شروع کر دی تو حضرت مقداد نے اپنے گھٹنوں کے بل اوپر اوٹھ کر اس (مداح کرنے والے) کے چہرے پر کنکریاں پھینکی۔ سیدنا عثمان نے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو سیدنا مقداد نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مداحین کے چہروں پر مٹی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔"

جو مدح بے موقع، غلو والی اور ممدوح کے بگاڑ کا باعث ہو تو وہ یقیناً زبان کے لئے آفت ہے' البتہ جو غلو سے خالی ور فتنہ کا باعث نہ ہو تو وہ درست ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان بھائی کی کسی اچھی صفت پر اس کی تعریف کرنے والے شخص کے باب میں فرمایا ہے:

"سیدنا سعد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن سلام کے سوا کسی شخص کے متعلق نہیں

Marfat.com

سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔"

(صحیح بخاری: 87/7)

اس حدیث میں سیدنا سعد نے دیگر صحابہ کے اہل جنت میں سے ہونے کے بارے میں اپنی معلومات کی نفی فرمائی ہے، جبکہ دوسرے صحابہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشرہ مبشرہ اور بعض دیگر صحابہ کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔

6: "عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ماذکر قال ابوبکر یارسول اللہ ان ازاری یسقط من احد سقیہ قال انك لست منھم"

(صحیح بخاری: 87/7)

"سیدنا عبداللہ عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے کی مذمت بیان کی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری چادر ایک جانب سے لٹک جاتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر تو ان (تکبر کرنے والوں) میں سے نہیں ہے۔"

اس طرح کی مدح درست اور زبان کی آفت میں شامل نہیں ہے۔ جائز مدح کا اصول یہ ہے کہ وہ بے موقع نہ ہو اور اس سے ممدوح میں خود پسندی اور بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ فضائل صحابہ اور ان کے اوصاف جمیلہ سے متعلقہ تمام احادیث اس قسم کی مدح کے درست ہونے کی دلیل ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق کو فرمایا:

"تم جس راستے پر چل رہے ہو تو شیطان اسے چھوڑ کر دوسری راہ پر چلتا ہے۔"

(صحیح بخاری مع الفتح: 489/10)(صحیح مسلم: 1864/4)

ممدوح میں پائی جانے والی خوبی پر اس کی تعریف ممنوع نہیں اس لئے کہ اشعار اور خطبوں میں رسول اللہ ﷺ کی مدح کی جاتی تھی اور آپ مداحوں کے چہروں پر مٹی ڈالتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث ممدوح کی موجودگی میں اس کی تعریف کرنے سے متعلق آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں اس طرح موافقت پیدا کی ہے کی ممدوح کے سامنے تعریف سے منع کرنے والی احادیث بے موقع، غلو پر مشتمل اور ممدوح کو بگاڑنے والی مدح کے ناجائز ہونے کے متعلق ہیں اور جس شخص کے کمال تقویٰ، صاحب عقل اور جہاں دیدہ ہونے کی وجہ سے بگڑنے کا خدشہ نہ ہو اور مدح بھی حقیقت پر مبنی ہو تو اس کے سامنے تعریف جائز ہے' خصوصاً جب اس تعریف سے کوئی دینی مصلحت' مثلاً اعمال صالحہ میں سبقت' ان پر دوام اور ان کے کرنے میں رغبت و رشک دلانا مقصود ہو تو یہ پسندیدہ عمل ہے۔"

Marfat.com

(شرح نووی علی مسلم: شرح نووی علی مسلم: 126/18)

ذاتی عیوب کا اظہار:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: کل امتی معافی الا المجاهرین وان من المجانة ان یعمل الرجل باللیل عملا ثم یصبح وقد ستره اللہ فیقول: یا فلان عملت البارحة کذا وکذا وقد بات یستره ربه ویصبح یکشف ستر اللہ عنه ولفظ مسلم وان من الاجهار والمجانة عدم المبالاة بالقول والفعل"

(صحیح مسلم: 2291/4)

"سیدنا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: کھلے عام گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت معاف کردی جائے گی اور اظہار گناہ یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح لوگوں سے کہے کہ میں نے رات یہ کام کیا ہے' حالانکہ اللہ نے پوری رات اس پر پردہ ڈالے رکھا اور یہ صبح اللہ کا پردہ اپنے آپ سے اتار دیتا ہے۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: اعلان یہ ہے کہ آدمی اپنے قول وفعل کی پرواہ نہ کرے۔"

مشیت الٰہی میں غیر کا شرک:

1: "عن حذیفة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لاتقولوا ماشآء اللہ وشآء فلان ولکن قولوا ماشآء اللہ ثم شآء فلان"

(سنن ابی داؤد: 290/4 ومسند احمد: 384/5)

"سیدنا حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے (وہی ہوگا) بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے۔"

کسی بات کو اللہ عزوجل کی مرضی کے ساتھ جوڑنے کے تین مرتبے ہیں:

☆: جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہوگا یا اکیلا اللہ نہ ہوتا تو یہ کام ایسے ہو جاتا۔ یہ سب سے افضل مرتبہ ہے۔

☆: جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ نہ ہوتا، پھر فلاں نہ ہوتا تو کام نہ ہو سکتا' یہ مرتبہ جائز ہے۔

☆: جو اللہ اور فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتے تو یہ کام نہ ہو سکتا' یہ مرتبہ ناجائز ہے۔

معاملات کو اللہ کے سپرد نہ کرنا:

"عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المومن القوی خیر من المومن الضعف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعك واستعن باللہ ولاتعجز وان

Marfat.com

اصابك شیء فلاتقل لوانی فعلت کذاکان کذاو کذاولکن قل :قدر اللّٰہ وماشآء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان"

(صحیح مسلم:4/2062)

''سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے، جب کہ دونوں میں بھلائی موجود ہو۔اپنے اندر اچھے کاموں کا شوق پیدا کرو' جو چیز تمہیں نفع دے اس پر حرص کرو' اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، عاجز نہ بنو اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو اس سے بچ جاتا' بلکہ یوں کہو: اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اس نے چاہا کر دیا کیونکہ اگر مگر کہنے سے شیطان کو اپنا کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔''

یہ کہنا کہ لوگ برباد ہو گئے:

"عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال :اذقال الرجل هلك الناس فهواهلکهم"

(صحیح مسلم:4/2024)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی یہ کہتا ہے۔لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود ان سے زیادہ ہلاک ہوا۔''

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو لوگوں کو حقیر اور ان کے اعمال کو کم تر اور اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ لوگ برباد ہو گئے' البتہ جو شخص خود اپنی ذات میں اور دوسروں میں دین پر عمل کرنے میں غفلت اور سستی پر افسوس کرتے ہوئے ایسی بات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کا مفہوم اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آدمی مسلسل لوگوں کی برائیوں اور خامیوں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے تو اس طرح ان کی غیبت کرنے اور خود پسندی' تکبر وغیرہ گناہوں کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ ہلاکت اور بربادی کا مستحق بن جاتا ہے۔

گانا بجانا اور حرام اشعار:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم ویتخذها هزوا اولئك لهم عذاب مهین واذاتتلی علیه ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعها کان فی اذنیه وقرافبشره بعذاب الیم"

(سورۃ لقمان:706)

Marfat.com

''اور بعض لوگ لغو باتوں کو خرید تے ہیں، تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں ایسے لوگوں کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں (بہرے پن) کا بوجھ ہے۔ پس آپ اسے دردناک عذاب کی نشاندہی سنا دیجئے۔''

2: صحابہ کرام قرآن کریم کا مطلب و مفہوم بہتر سمجھتے ہیں اسی لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم ''لھوالحدیث'' سے مراد گانا ہے۔''

انہوں یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ (تفسیر ابن کثیر: 442/3)

3: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحرو الحریرو الخمرو المعارف افمن ھذاالحدیث تعجبون وتضحکون ولاتبکون وانتم سمدون''

(سورۃ النجم: 61,59) (صحیح بخاری مع الفتح: 51/10)

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔''

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''کیا تم قرآن کو سن کر تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو روتے نہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔؟''

اشعار کی دو قسمیں ہیں:

جس میں اسلام' مسلمانوں' حق اور اہل حق کی مدح ہے۔ ان اشعار کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جس میں ناجائز طور پر لوگوں کی تعریف یا مذمت کی گئی ہے یا اس میں کسی پر جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے تو یہ قسم حرام ہے اور زبان کی بہت بڑی تباہ کاری ہے۔

3: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''والشعرآء یتبعھم الغاوٗن الم ترانھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مالایفعلون الاالذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعدماظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' (سورۃ الشعراء: 227,224)

''شاعروں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں' کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی (بیابان) میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں' لیکن جو (شعراء) ایمان لائے' نیک عمل کیے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا (وہ ان جاہل شعراء سے مختلف ہیں) اور ظالم جلد ہی اپنا ٹھکانہ جان لیں گے۔''

Marfat.com

جھوٹا وعدہ:

1: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔''

(صحیح بخاری مع الفتح: 89/1 وصحیح مسلم: 78/1)

2: آپ ﷺ نے فرمایا:

''اربع من کن فیه کان منافقا خالصا ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذاائتمن خان واذاحدث کذب اذاعاهد غدرواذاخاصم فجر''

(صحیح بخاری مع الفتح: 89/1 وصحیح مسلم: 18/1)

''جس میں چار نشانیاں پائی گئیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک نشانی پائی گئی تو اس میں نفاق کا چوتھا حصہ ہوگا، یہاں تک کہ اسے ترک کردے۔ امانت میں خیانت کرنا' جھوٹ بولنا' وعدہ خلافی کرنا' جھگڑتے ہوئے گالی بکنا۔''

دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت:

''عن اُسامة بن زید رضی اللہ عنه قیل له لواتیت فلانا فکلمته قال: انکم لترون انی لااکلمه الااسمعکم انی اکلمه فی السردون ان افتح بابالااکون اول من فتحه ولااقول لرجل ان کان علی امیر انه خیرالناس بعد شیء سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالوا: وماسمعته یقول؟ قال سمعته یقول: یجآء بارجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فیدور کما یدور الجمار برحاه فیجمع اهل النار علیه فیقولون: ای فلان ماشانك الیس کنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنکر؟ قال: کنت امرکم بالمعروف ولاآتیه وانهاکم عن المنکر وآتیه''

(صحیح بخاری: 90/4) (صحیح مسلم: 2290/4)

''سیدنا اسامہ بن زید سے لوگوں نے کہا: اگر آپ فلاں کو نصیحت کریں تو کیا ہی اچھا ہو' تو انہوں نے جواب دیا: میں تمہیں سنانے کے لئے اس سے بات کر کے برائی کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔ البتہ میں اسے علیحدگی میں سمجھاؤں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سننے کے بعد اپنے کسی حکمران کو یہ نہیں کہا کہ وہ سب سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر آگ میں جھونکا جائے گا تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر لٹک جائیں گی اور وہ ان کے گرد یوں چکر لگا رہا ہوگا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے' جہنم والے اس کے گرد جمع ہو کر کہیں گے: اے فلاں! تو تو دنیا میں ہمیں نیکی کا حکم کرتا

Marfat.com

اور برائی سے روکتا تھا' تیرا یہ کیا حال بنا ہوا ہے۔؟ تو یہ جواب دے گا: میں تمہیں نیک اعمال کرنے کا حکم دیتا تھا, مگر خود نہ کرتا تھا اور برے اعمال سے منع کرتا, مگر خود ان سے باز نہ آتا تھا۔"

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنے کمال کو پہنچنے تک نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام نہ دے۔ اگر حدیث کا یہی مطلب ہوتا کہ صرف کامل لوگوں نے ہی یہ فریضہ ادا کرنا ہے تو چند افراد کے سوا کوئی بھی یہ ذمہ داری ادا نہ کرتا۔

حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان پر دو چیزیں واجب ہیں:

☆: انسان خود اپنی ذات کو اعمال صالحہ کا حکم دے' برے اعمال سے روکے اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرے۔

☆: علم وحکمت اور بصیرت کے ساتھ دوسروں کو اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

جب آدمی اخلاص نیت کے ساتھ ایک فریضہ ادا کرے گا تو اس نے آدھی ذمہ داری ادا کر دی اور آدھی باقی رہ گئی' اگر پہلا واجب ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا بھی ادا نہ کرے گا تو اللہ کے نزدیک دوہرا مجرم ٹھہرے گا۔ واللہ اعلم۔!

خاوند یا بیوی کے راز ظاہر کرنا:

"قال علیه الصلوٰة و السلام ان من اشر الناس عندالله منزلة یوم القیامة الرجل یقضی الی امراته وتفضی الیه ثم ینشر سرها" (صحیح مسلم 1020/2)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے, پھر اس کے راز پھیلا دیتا ہے۔"

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھانا:

"عن ثابت بن الضحاك عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من حلف علی ملة غیر السلام کاذبا فهو کما قال ولیس علی ابن آدم نذر فیها لایملك ومن قتل نفسه بشیء عذب به فی نار جهنم ومن لعن مومنا فهو کقتله من قذف مومنا بکفر فهو کقتله"

(صحیح بخاری مع فتح الباری: 464/1) (مسلم 105/1)

"سیدنا ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا اس نے کہا۔ انسان جس چیز کا مالک نہیں اس کی نذر پوری کرنا اس پر ضروری نہیں اور جو آدمی کسی چیز یا آلہ سے خودکشی کرتا ہے اسی کے ساتھ جہنم میں اسے عذاب دیا جائے گا۔ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔ ایسے ہی کسی مومن کو کافر کہنا بھی اس کے قتل کے مترادف ہے۔"

Marfat.com

فاسق کو سردار بنانا:

"عن بریدہ رضی اللہ عن قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقولو اللمنافق سیدفانہ ان یلك سیدفقد اسخطتم ربکم عزوجل"

(سنن ابی داؤد 295/4)(مسند احمد:346/3)(صحیح الجامع:170/6)

"سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی منافق کو سردار نہ کہو کیونکہ اگر تم نے اسے سردار بنایا تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر دیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی منافق وفاسق کو سردار بنانا تو دور کی بات ہے اسے زبان سے سردار کہنا بھی جائز نہیں ہے۔

بخار کو گالی دینا:

"عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام السائب او ام المسیب فقال بمالك یاام السائب او ام المسیب تزفزفین قالت: الحمی لابارك اللہ فیھا فقال: لاتسبی الحمی فانھا تذھب خطایابنی آدم کما یذھب الکیر خبث الحدید"

(مسلم:1993/4)

"سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام میتب کے پاس گئے تو پوچھا: اے سائب یا میتب کی ماں! تو کیوں کانپ رہی ہے۔؟ اس نے کہا: مجھے بخار ہے۔ اللہ اس میں برکت نہ دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے گالی نہ دو، کیونکہ یہ اولاد آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کرتا ہے جیسی بھٹی لوہے کا زنگ اتار دیتی ہے۔"

زبان کی حفاظت فرض ہے:

1: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر عقل مند بالغ مسلمان پر فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا فرض ہے جس کسی بات کا نفع ونقصان برابر ہو تو ایسی بات کرنے سے باز رہنا مسنون ہے' کیونکہ کبھی جائز کلام انسان کو حرام یا مکروہ بات تک پہنچا دیتی ہے، بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔"

(الاذکار:284)

2: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ"

(ترمذی:558/4)(ابن ماجہ:1316/2)(صحیح ترمذی:269/6)

Marfat.com

''کسی انسان کا فضول باتوں کو ترک کر دینا اس کے اچھے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔''

3: شاعر نے کیا خوب کہا:

"احفظ لسانك ایها الانسان
لایلدغنك انه ثعبان
کم فی المقابر من قتیل لسانه
کانت تهاب لقاءه الشجعان

''اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر یہ اژدھا ہے کہیں تجھے ڈس نہ لے۔ اپنی زبان کے ڈسے ہوئے کتنے ہی ایسے لوگ قبرستان میں پہنچ چکے ہیں کہ جس کا سامنا کرنے سے بہادر بھی گھبراتے تھے۔''

4: دوسرا شاعر یوں آفات زبان کی قباحت بیان کرتا ہے:

''انسان اپنی زبان کی لرزش سے مر سکتا ہے جب کہ پاؤں پھسلنے سے اس کی موت واقع نہیں ہوتی (اور) زبان کی لرزش اس کا سر کاٹ دیتی ہے، جب کہ پاؤں کی لرزش سے آنے والا زخم کچھ عرصہ میں صحیح ہو جاتا ہے۔''

اس لئے کسی مسلمان کو اپنے منہ سے کوئی فضول لفظ نہ نکالنا چاہیے صرف وہی بات کرے جس سے دین میں کوئی فائدہ کی امید ہو۔ ہر مرتبہ بولنے سے پہلے یہ دیکھے کہ میں جو بات کرنا چاہتا ہوں اس میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ اگر فائدہ نہیں تو بات کرنے سے باز رہے اور اگر فائدہ ہے تو یہ دیکھے کہ کیا اس بات کی وجہ سے زیادہ مفید اور اہم بات سے محروم تو نہیں ہو رہا اس لئے کم نفع والی بات کی وجہ سے اہم بات کو ضائع نہ کرنے اور زبان کی حرکت کے ذریعے دل کی کیفیت معلوم کی جا سکتی ہے۔

5: یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دل ہنڈیا کی مانند ہیں اور زبانیں دلوں کے چمچے کی طرح ہیں۔ جب آدمی کلام کر رہا ہوتا ہے تو زبان اس کے دل کا ذائقہ بیان کر دیتی ہے اور اس چمچے کے ذریعے دل کا ذائقہ معلوم ہو جاتا ہے جس طرح ہنڈیا میں موجود کھانے کا ذائقہ زبان کے ساتھ چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔''

6: تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انسان کے لئے حرام خوری، زنا، ظلم، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی وغیرہ سے بچنا تو آسان ہے، مگر زبان کی حرکت سے بچنا مشکل ہے۔ حتی کہ ایک آدمی دین، زہد و تقویٰ اور عبدیت میں کمال کو پہنچا ہوتا ہے، مگر لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات کہہ دیتا ہے، جس کی وجہ سے جہنم کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے:

''سیدنا جندب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو معاف نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو میرے متعلق ایسی جرأت کر کے کہتا ہے کہ میں

Marfat.com

فلاں کو معاف نہیں کروں گا۔؟ میں نے اسے بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا ہے۔"

(مسلم:2023/4)

اب دیکھئے کہ اس عابدوزاہد نے ایک عرصہ تک اللہ کی عبادت کی، مگر ایک صرف جملے نے اس کی تمام عبادت کو برباد کر دیا۔ ایسے کتنے ہی ظلم وستم برائی اور بے حیائی سے بچنے والے متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں کہ جن کی زبانوں سے زیادہ فوت شدہ انسانوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہیں۔

7: سلف صالحین اکثر اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے ایک بزرگ عالم کو خواب میں دیکھا گیا کہ اس سے سوال ہوا:

"تیرا کیا حال ہے۔؟"

تو اس نے جواب دیا:

"میں ایک جملے کی وجہ سے روک دیا گیا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ لوگ کس قدر بارش کے محتاج ہیں تو اللہ کی طرف سے مجھے کہا گیا: تجھے معلوم نہیں کہ میں اپنے بندوں کی مصلحت کو بہتر سمجھتا ہوں۔"

8: ایک صحابی نے اپنی لونڈی سے کہا:

"دسترخوان لاؤ! ہم اس کے ساتھ کھیلیں۔"

پھر فرمایا:

"میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں' میں ہر بات کرنے سے پہلے اسے لگام ڈالتا ہوں، لیکن یہ بات بغیر لگام ڈالے مجھ سے نکل گئی ہے۔"

(الجواب الکافی لابن قیم:281)

9: سیدنا ابن بریدہ فرماتے ہیں:

"میں نے عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر کہہ رہے تھے: تجھ پر افسوس ہے! اچھی بات کہہ کر نفع حاصل کرے یا برائی سے خاموشی اختیار کر کے سلامت رہ۔ ورنہ تجھے بہت جلد ندامت اٹھانی پڑے گی۔"

(جامع العلوم والحکم لابن رجب:241)

10: سیدنا عبداللہ بن مسعود اللہ کی قسم اٹھا کر فرماتے تھے:

"اس زمین پر میری زبان سب سے زیادہ قید کیے جانے کی مستحق ہے۔"

(جامع العلوم والحکم:242)

اعضائے انسانی میں سب سے آسان حرکت زبان کی ہے، مگر بندے کے لئے یہی سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

11: سلف وخلف میں سے اکثر علماء اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ انسانوں کے منہ سے نکلنے والی تمام باتیں لکھی جاتی

Marfat.com

ہیں۔ اگرچہ بعض علماء صرف نیکی اور برائی تحریر کیے جانے کے قائل ہیں۔ زبان کی دو بڑی مصیبتیں ہیں۔ اگر ایک سے نجات پا جائے تو دوسری سے نہیں بچ سکتا:

کلام کرنے کی آفت۔

خاموش رہنے کی آفت۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے ہر ایک کا گناہ دوسری مصیبت سے بڑا ہوتا ہے' حق بات کو ظاہر کرنے کے موقع پر خاموش رہنے والا دین سے لاپرواہ' ریاکار' اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔ باطل کا اظہار کرنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔

بہت سے لوگ اپنے بولنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے، جب کہ بہترین اور صراط مستقیم پر چلنے والے وہی لوگ ہیں جو باطل سے زبانوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور مفاد اخروی کی خاطر کلام کرتے ہیں۔ آپ ان میں سے کسی کو بھی فضول گوئی کرنے والا نہیں پائیں گے' کہاں یہ کہ وہ آخرت میں نقصان دینے والی بات کریں۔

12: قیامت کے روز ایک شخص پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن وہاں پہنچ کر احساس ہوگا کہ اس کی زبان نے ان سب کو برباد کر دیا ہے اور دوسرا شخص پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر حاضر ہوگا، مگر وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوگا کہ اس کی زبان نے ذکر اللہ کی کثرت اور اظہار حق کے باعث ان گناہوں کو اس سے مٹا دیا ہے اس لئے مختصر سی نصیحت چاہنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر ادا کرو۔ وہ بات نہ کہو جس سے کل معذرت کرنا پڑے اور لوگوں سے ناامید ہو جاؤ۔''

(صحیح ابن ماجہ: 405/2) (مسند احمد: 412/5)

13: یہ ایسی تین نصیحتیں ہیں جو بھی اس پر عمل کرے گا فلاح پا جائے گا۔ اسی لئے سیدنا عقبہ بن عامر نے جب سوال کیا:

''کامیابی کیا ہے۔؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنی زبان کو روک کر رکھو، اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔''

(جامع الترمذی: 605/4) (صحیح الجامع: 1388)

14: ان تمام گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ گھر ہو یا بازار' دفتر ہو یا فیکٹری ہر مقام پر اپنی نگاہ کی حفاظت کی جائے اور فلمیں' ڈرامے وغیرہ دیکھنے سے بچا جائے، کیونکہ جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہک جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما

Marfat.com

یصنعون و قل للمومنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن))

''مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔''

(سورۃ النور، آیت نمبر:31,30)

☆☆☆

Marfat.com

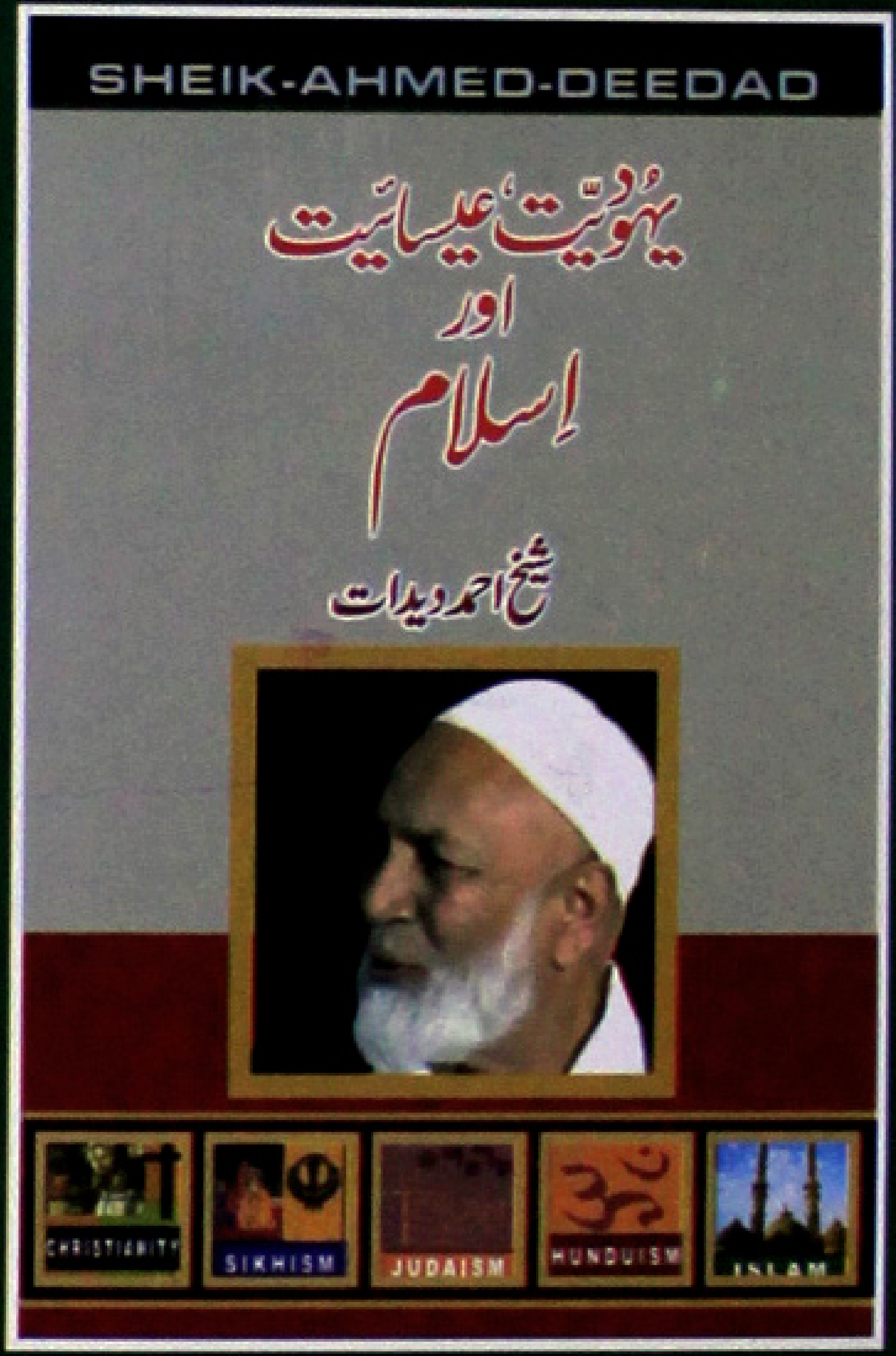

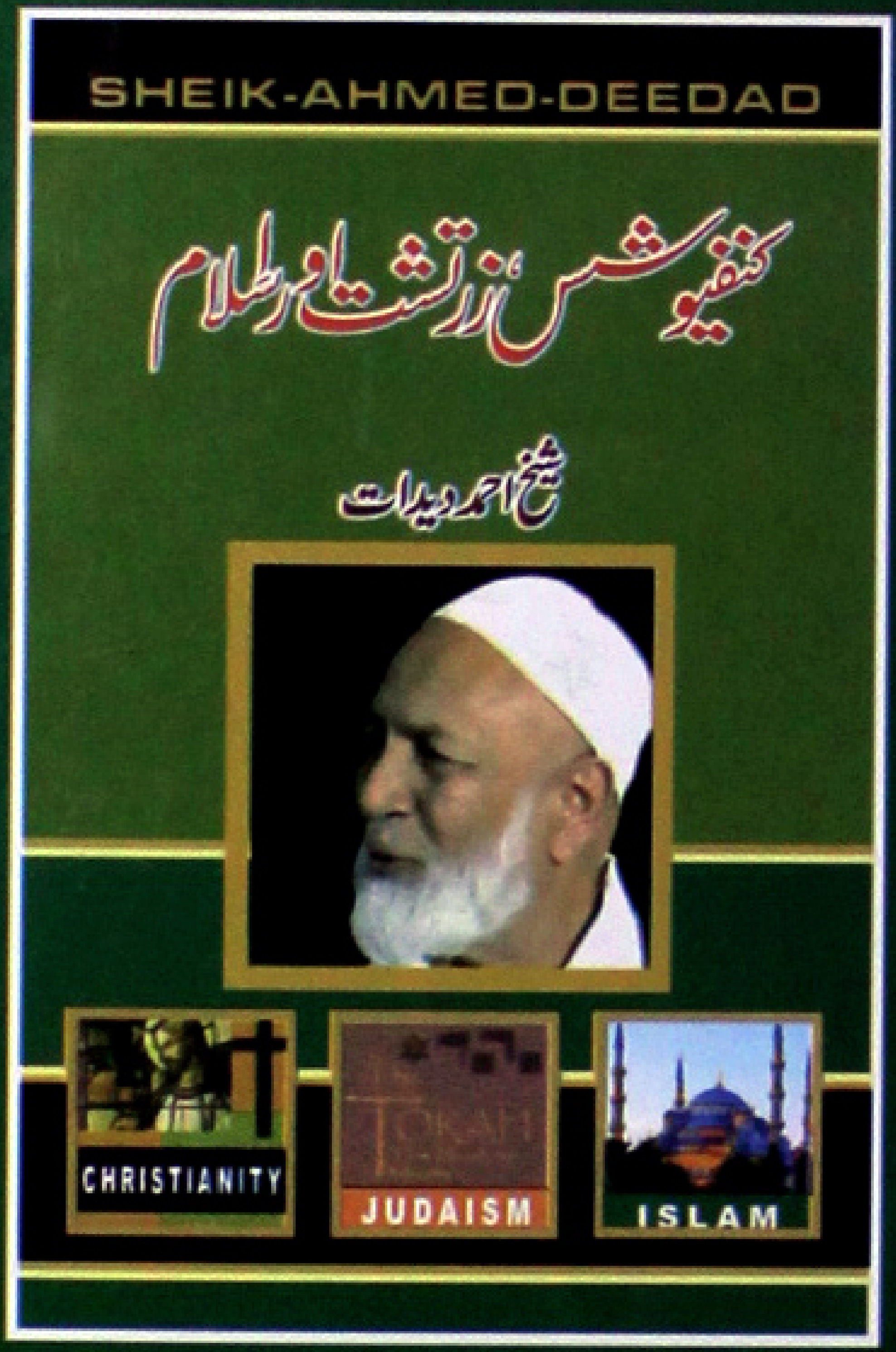

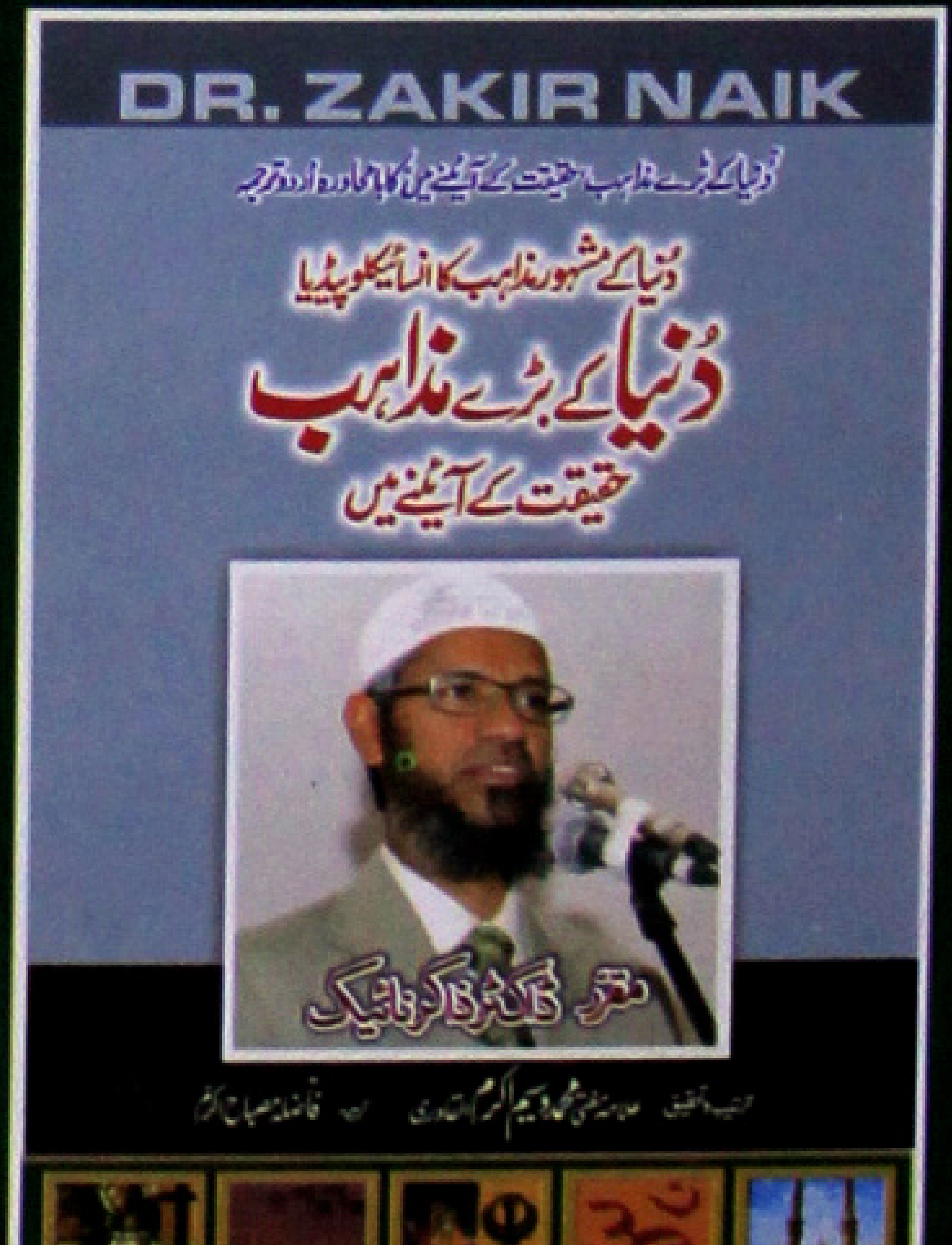

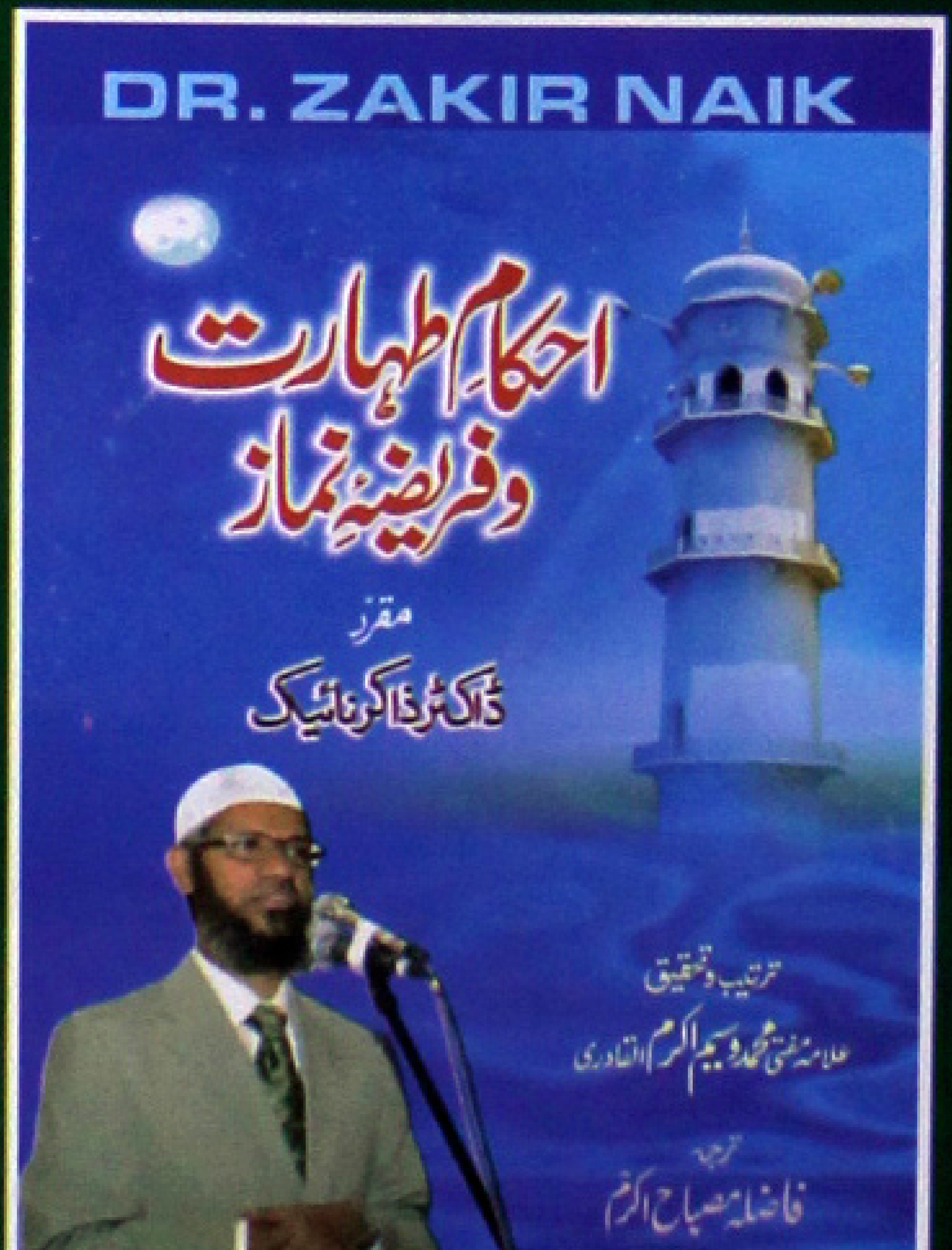

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور